ماہنامہ
خوفناک ڈائجسٹ
دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک و سنسنی خیز کہانیاں
اپریل 2012

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ اس شمارے کی جھلکیاں

پُراسرار آدمی (قسط 8)
ریاض احمد-لاہور
4

خون آشام ناگن (قسط 7)
عمران رشید-راولپنڈی
20

تارِ عنکبوت (قسط 7)
محمد خالد شاہان لوہار-صادق آباد
50

مردے سے ملاقات
ایم افضل ٹیپو-ساہیوال
90

مجھے معاف کردینا
ایس امتیاز احمد-کراچی
84

خوفناک ڈائجسٹ کی کسی کہانی، ناقابل فراموش واقعات یا کسی بھی عنوان کے تحت شائع کسی مراسلے یا اس کے کسی حصہ کو بطور ثبوت یا سند کسی بھی عدالتی کارروائی میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ خوفناک ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی تمام کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں تخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔

(پبلشر شہزادہ عالمگیر-پرنٹر: زاہد بشیر-ریتی گن روڈ، لاہور)

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور اس شمارے کی جھلکیاں

مکار چڑیل
ایم نواز
116

میلانی
عمران قریشی
128

شیطان گورکن
وارث آصف-واں بھچراں
140

زرقاب
شعیب شیرازی-جوہرآباد

جیت کی لگن
فرواختر خان-ملتان

خوفناک ڈائجسٹ کی کسی کہانی، ناقابل فراموش واقعات یا کسی بھی عنوان کے تحت شائع کسی مراسلے یا اس کے کسی حصہ کو بطور ثبوت یا سند کسی بھی عدالتی کارروائی میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ خوفناک ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی تمام کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں تخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔
(پبلشر شہزادہ عالمگیر-پرنٹر: زاہد بشیر-ریتی گن روڈ، لاہور)

پراسرار آدمی

۔۔۔تحریر۔ریاض احمد۔لاہور۔قسط نمبر ۵۔۔۔۔

مجھے وہی بوڑھا دکھائی دیا جو حویلی میں رہتا تھا جس نے میرا علاج کیا تھا وہ بھی اس کے ساتھ تھی دونوں ریگستان کی طرف آرہے تھے ان کے کندھوں پر ایک لاش جھول رہی تھی چلتے چلتے وہ میرے پاس آگئے اور یکدم کھڑے ہو گئے۔ابا یہ تو وہی لڑکا ہے ناں جو ہمارے گھر رہا تھا جس کو میں اٹھا کر لائی تھی۔ہاں ہاں یہی تو میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم اس کو نجانے کہاں کہاں تلاش کرتے رہے ہیں اور یہ اسی جگہ ہمارے قریب ہی موجود ہے بوڑھے نے کہا تو لڑکی نے کندھے پر اٹھائی ہوئی لاش نیچے زمین پر پٹخ دی اور بولی ابا تم اس لاش کو خود ہی کھالو مجھے میرا شکار مل گیا ہے میں تو اپنے دل کی پیاس اس سے پوری کروں گی نہیں بیٹی تم ابھی ایسا نہیں کرو گی جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہی ہو دیکھو اس کے اردگرد آگ ابھر رہی ہے کیا تم کو دیکھائی دے رہی ہے نہیں ابا مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔یہ تو میں تم کو بتا رہا ہوں کہ اس کے پاس مت جاؤ ورنہ جل جاؤ گی ٹھیک ہے لیکن میں گھر بھی نہیں جاؤں گی یہاں ہی رہوں گی جب اس کے اردگرد پھیلی ہوئی آگ بجھ جائے گی تب میں اس کو پکڑ لوں گی تم بس اس لاش کو لے جاؤ اور کھاؤ پیو میں اس کے لیے یہاں بیٹھ جاتی ہوں کبھی نہ کبھی تو یہ آگ بجھے گی۔تم اس لاش کو لے جاؤ اور خوب انجوائے کرو مجھے بس اس کا خون پینا ہے میں جس کو ایک بار دیکھ لیتی ہوں بس اس کا خون پیئے بغیر نہیں رہتی ہوں۔بس اس کا خون پینا ہی اب میری ضد ہے آپ جائیں میری فکر نہ کریں مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا میں دیکھ لوں گی کہ جب اس کے گرد پھیلی ہوئی آگ مدہم پڑھ جائے گی تو اس پر حملہ کر دوں گی ٹھیک ہے بیٹی تمہاری مرضی اتنا کہہ کر بوڑھا نیچے جھکا اس نے اس لاش کو اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھا اور ایک طرف چلنے لگا وہ لڑکی میرے سامنے ہی بیٹھ گئی سانولی سی وہ لڑکی آج بہت خوفناک دکھائی دے رہی اور مجھے اس سے کچھ کچھ خوف آنے لگا تھا میں سوچنے لگا تھا کہ اس روز تو میں اس سے بچ گیا تھا لیکن آج شاید اس کے ہاتھوں بچ نہ پاؤں میں نائیلہ کو تلاش کرنے لگا وہ مجھ سے کچھ دور چلتے چلتے نجانے کہاں غائب ہو گئی تھی پہلے وہ میرے نزدیک ہی چکر کاٹتی رہی تھی پھر آہستہ آہستہ دور ہوتی گئی اور اب وہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی شاید وہ اس پر مطمئن تھی کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا اس لیے چلی گئی تھی میری نظریں اسے تلاش کرنے لگی اور میں دل میں سوچنے لگا کہ کاش وہ کہیں سے مجھے دکھائی دے۔

۔ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

نائیلہ کو دیکھ کر ہم دونوں ہی خوف سے کانپ اٹھے وہ قہر غضب کا نمونہ بنی ہوئی تھی یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ ہم دونوں کو ہی نگل جائے گی اس کے منہ سے پھنکاروں کی واضح آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔اور مجھے ہی آتشی نگاہوں سے گھورے جارہی تھی۔شاہد۔ماورتی میرے سامنے ہوتے ہوئے بولی تم فکر مت کرو میں اس کو تم تک نہیں پہنچنے دوں گی۔تم تک پہنچنے کے لیے اس کو میری لاش پر سے گزرنا ہوگا۔اس نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ وہ یکدم اچھلی یوں جیسے ہوا نے اسے اچھال دیا ہو اور سیدھی ماروتی سے ٹکرا گئی ماردتی کو امید نہ تھی کہ وہ اس قدرتی پھرتی سے اس پر حملہ کر سکتی ہے وہ سنبھل بھی نہ پائی تھی اور نائیلہ کے ہتھے چڑھ گئی میری نظریں ان دونوں کو ہی گھور رہی تھیں نائیلہ کی پوری کوشش تھی کہ وہ کسی طرح اپنے ہونٹ اس کی گردن تک لے جائے لیکن ماورتی اسے ایسے نہیں کرنے دے رہی تھی اس نے اس کی گردن کو مضبوطی کو بری طرح سے پکڑ رکھا تھا اور کوشش کر رہی تھی کہ وہ کسی طرح سے اس کو قابو کر لے لیکن وہ

بھی ناکام نہیں ہونا چاہتی تھی اور میرے لیے یہی ایک موقع تھا یہاں سے بھاگ نکلنے کا کیونکہ میں جان گیا تھا کہ اگر اس نے ماروتی کو زیر کر لیا تو میرا بھی ایسا ہی حال کرے گی اور میرے پاس تو اتنا بھی طاقت نہ تھی کہ میں اس کا مقابلہ کر سکتا۔ وہ سر سے پاؤں تک زہر سے بھری ہوئی تھی اور میں کچھ بھی نہ تھا ایک عام سا انسان تھا اور وہ بے بس۔ میں بھلا ان کا مقابلہ کیسے کر سکتا تھا۔ میرا یہاں سے بچ نکلنا ہی میرے لیے زندگی تھا میں نے ایسا ہی کیا ان دونوں کو لڑتا ہوا دیکھ کر ان سے آنکھ بچا کر ایک طرف کو بھاگ نکلا اور پھر بھاگتا ہی چلا گیا۔ میرے سامنے تاریک راستہ تھا میں ایک اندازے سے بھاگتا جانے لگا۔

یہ کوئی تاریک غار تھی جو بہت ہی لمبی تھی دور دور تک روشنی کا نام ونشان تک نہ تھا اس کے باوجود بھی میں بھاگتا چلا گیا میرے سانس پھولنے لگے لیکن اس کے باوجود بھی میں نہ رکا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میرا رک جانا میری موت بھی ہو سکتا تھا اور میں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور میں محسوس کر رہا تھا کہ میری زندگی کا کوئی بھی مقصد نہیں رہا تھا نہ کوئی کام تھا اور نہ ہی کوئی انسان دیکھائی دیتا تھا کبھی سانپ ناگ اور کبھی خوفناک سائے یہی میری زندگی تھی اور میں انہی میں ہی جکڑا ہوا تھا۔ بھاگتے ہوئے میں ایسی ہی سوچیں سوچتا جا رہا تھا اور کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں غار سے اگر میں باہر نکل بھی گیا تو کہاں جاؤں گا کیونکہ میں جانتا تھا کہ جہاں بھی جاؤں گا میرے سامنے وہی ویرانہ ہوگا جہاں میں کئی سالوں سے گھوم پھر رہا تھا کبھی کسی طرف اور کبھی کسی طرف آج تک مجھے یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملا تھا اور راستہ ملتا بھی کیسے یہ کوئی عام ویرانہ نہ تھا طلسمی ویرانہ تھا جو مجھے قید کیے ہوئے تھا یہی سوچیں میرے دماغ میں گھوم رہی تھیں اور پھر مجھے ہلکی ہلکی روشنی دکھائی دی روشنی دیکھ کر مجھے اپنی زندگی دکھائی دی میں نے خدا کا لاکھ شکر ادا کیا کہ میں اس اندھیری غار سے باہر نکلنے میں کامیاب تو ہوا لیکن شاید یہ میری بھول تھی میری محض خوش فہمی تھی کہ میں یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں یکدم میرا پاؤں کسی پتھر سے ٹکرایا اور میں گرتا ہی چلا گیا اور پھر مجھے اپنا دماغ ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا میری آنکھیں بند ہونے لگی مجھے یوں لگنے لگا جیسے گرتے ہی میرا دماغ کسی سخت دیوار سے ٹکرایا ہو اس کے بعد مجھے اپنا ہوش نہ رہا۔

❀❀❀

بیٹی بہت محنت کرنا پڑی ہے اس کو بچانے میں۔ ہوش میں آتے ہی مجھے کسی کی آواز سنائی دی یہ آواز کسی مرد تھی اور مرد بھی کوئی بوڑھا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا لیکن مجھے کوئی بھی چہرہ کوئی بھی انسانی وجود دکھائی نہ دیا آواز دوسرے کمرے سے سنائی دی تھی وہ کسی سے مخاطب تھا اس کے بولنے سے معلوم ہو رہا تھا کہ مجھے اس کے پاس لایا گیا تھا آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں اور دوسری آواز کسی لڑکی کی تھی وہ شاید مجھے لے کر آئی تھی اس کی آواز مجھے سنائی دی وہ کہہ رہی تھی کہ ابا میں بکریاں چرانے کے لیے جنگل میں گئی تھی کہ وہ لڑکا مجھے بے ہوش ملا تھا اس کا سر پھٹا ہوا تھا اور نیچے زمین اس کے خون سے سرخ تھی میں نے اس کی نبض کو چیک کیا وہ مرا ہوا نہ تھا زندہ تھا اس کو یہاں تک لے کر آنا میرے لیے مسئلہ تھا میں سوچنے لگی تھی کہ میں اس کی زندگی کو کیسے بچاؤں کوئی بھی حل مجھے دکھائی نہیں دے رہا تھا اور میں نہیں چاہتی تھی کہ یہ مر جائے زندگی کو ہر کسی کا فرض ہوتا ہے اور اس لمحے میرا بھی فرض تھا کہ میں اس کی زندگی کو بچاتی میں نے سب سے پہلے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر اس کے سر پر باندھا تا کہ اس کا خون مزید نہ بہے اس کے بعد میں نے اس کو ہمت کر کے اٹھا لیا اور پھر یہاں تک لے آئی اس کو ابا آپ کے سپرد کر کے دوبارہ واپس چلی گئی کیونکہ جنگل میں میری بکریاں اکیلی تھیں اور ان کی دیکھ بھال کرنا میرے لیے ضروری تھی اور اب دوبارہ واپس آئی ہوں تو آپ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ موت کے منہ سے نکلا ہے اور شکر ہے کہ میں اس کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو گئی ہوں اگر یہ وہاں ہی پڑا رہتا تو شاید زندہ نہ بچ پاتا۔ اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی رہی پھر اس لڑکی کی آواز سنائی دی کیا اب وہ ہوش میں ہے کیا میں

اس سے مل سکتی ہوں بزرگ کی آواز سنائی دی نہیں بیٹی وہ ابھی ہوش میں نہیں آیا ہے ہو سکتا ہے کہ رات تک ہوش میں آجائے گہری چوٹ لگی تھی اس کو۔

میں ان کی باتیں سنتا جا رہا تھا اور میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کون تھی جو مجھے اٹھا کر یہاں لائی تھی اور میری زندگی کو بچایا تھا میں نے جان بوجھ کر آہ کہا اور اس قدر زور سے کہا کہ میری آواز دوسرے کمرے تک جا پہنچے اور ایسا ہی ہوا تھا کہ میرے آہ کرتے ہی مجھے چلتے قدموں کی آواز سنائی دی اس کے چلنے کا انداز دھیما نہ تھا بہت تیز تھا جس نے ثابت کر دیا کہ وہ کوئی عورت نہ تھی لڑکی تھی تو جوان لڑکی چند لمحوں میں ہی وہ میرے کمرے میں آگئی اور گہری نظروں سے مجھے دیکھنے لگی میں بھی اس کو دیکھنے لگا وہ سانولی سی لڑکی تھی کپڑے بھی عام سے تھے لیکن اس کے چہرے میں ایک کشش تھی بڑی بڑی سیاہ چمکدار آنکھیں۔ پتلی سی ناک گال پر تل سیاہ بال اونچا قد اور بھرا بھرا جسم بالکل ایسے دیکھائی دی تھی جیسے مضبوط اعصاب کی مالک ہو۔

تم کو ہوش آگیا بہت اچھا ہوا میں تو سمجھی تھی کہ اب کبھی بھی آپ کو ہوش نہیں آئے گا میں تم کو اٹھا کر لائی تھی تم جنگل میں بے ہوش پڑے ہوئے تھے تمہارے سر سے خون بہہ رہا تھا یوں جیسے تم کو کسی نے بری طرح سے مارا ہو کسی سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا کیا۔ یا پھر جنگلی جنگلی جانور نے تمہارا ایسا حال کیا تھا لیکن وہاں جنگل میں کوئی جنگلی جانور نہیں ہیں میں ہر روز وہاں جاتی ہوں میں نے آج تک کوئی بھی جنگلی جانور نہیں دیکھا ہے۔ وہ بولتی ہی جا رہی تھی میں حساب لگا رہا تھا کہ وہ بہت باتونی قسم کی لڑکی ہے اس کے بولنے کا انداز بہت ہی خوب تھا مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ میں نے بولنے کی کوشش کی لیکن میں نے محسوس کیا کہ مجھ میں ابھی بولنے کی ہمت نہ تھی میں نے بہت ہی مرجھائی ہوئی آواز میں کہا میرا نہ تو کسی سے جھگڑا ہوا تھا اور نہ ہی مجھے کسی جنگلی جانور نے زخمی کیا ہے بلکہ کچھ اور وجہ تھی اتنا کہہ کر میں چپ ہو گیا۔ کیا وجہ تھی۔ اس نے فوری سوال کر دیا جو بھی وجہ تھی مجھے بتائیں۔ میں نے کہا میں اس وقت کون سی جگہ میں ہوں وہ بولی یہ کیا بات ہوئی تم حکیم بابا کے گھر میں ہو میں خود تم کو یہاں لے کر آئی تھی یہ ہمارا اپنا گاؤں ہے اور یہ گھر بھی ہمارا ہے میرا ابا گاؤں کا حکیم ہے اور ساتھ ان کے پاس علم بھی ہے جادو ٹونہ کرتے ہیں کئی جن بھوتوں کو انہوں نے پکڑ رکھا ہوا ہے ہم گھر میں دونوں ہی ہوتے ہیں میری اماں مر چکی ہے لیکن تم بہت وزنی ہو مجھے تم نے تھکا دیا تھا تمہیں اٹھا اٹھا کر چلتے ہوئے اف میرے اپنے سانس پھولنے لگے تھے اس کی اس بات پر میں ہنس دیا اور کہا ہاں میں بچہ تو نہیں ہوں جس کا کوئی وزن نہ ہو۔ ہاں یہ تو ہے لیکن تم آئے کہاں سے ہو تم اس گاؤں کے تو نہیں ہو یہاں کے تمام لوگوں کو میں جانتی ہوں میں نے کہا ہاں میں نے اسی لیے تو پوچھا کہ میں کہاں ہوں اور یہ کون سا گاؤں ہے۔ یہ رام نگر ہے نام ہندوؤں والا ہے لیکن ایک بھی گھر ہندو کا نہیں ہے سب ہی مسلمان ہیں ہم لوگ بھی مسلمان ہیں اس کی اس بات پر میں نے ایک گہرا سانس لیا کہ چلو میں کسی انسانی بستی میں تو آیا لیکن میں کون سے جنگل میں تھا میں تو ایک غار میں بھاگتا رہا تھا اور غار میں ہی میرا پاؤں کسی پتھر سے ٹکرایا تھا اور میرا سر پتھریلی دیوار کو لگا تھا اور پھر میں اپنے ہوش کھونے لگا تھا۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے میری جان بچائی ورنہ ہو سکتا تھا کہ کوئی جنگلی جانور مجھے بے ہوشی میں ہی کھا جاتا میرے جسم کی چیر پھاڑ کر دیتا۔ نہیں ایسا نہیں ہے میں نے بتایا ہے کہ اس جنگل میں کوئی بھی درندہ نما جانور نہیں ہے ہم لوگ اس جنگل کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں ہر روز ہمارا وہاں جانا ہوتا ہے لیکن ہاں کوئی ناگ سانپ ضرور ڈس سکتا تھا کیونکہ اس جنگل میں بہت بڑے بڑے سانپ ہیں اور بہت ہی زہریلے ہیں۔ سانپ کا نام سن کر مجھے نائیلہ یاد آگئی وہ بھی تو ایک ناگن تھی زہریلی ناگن جس کے خوف سے میں یہاں بھاگ کر آیا تھا نجانے اس نے ماروتی کا کیا حال کیا ہوگا اور نجانے ماروتی نے ناگن کا کیا حال کیا ہوگا کیونکہ میں ان دونوں کو لڑتا ہوا چھوڑ کر آ گیا تھا۔ کیا سوچنے لگے تم اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ کچھ نہیں۔ لیکن تم بتاؤ کہ تمہاری ماں مری کیسے۔ وہ افسردہ سی ہو گئی اور بولی۔ اس کو ایک سانپ نے ڈس لیا تھا وہ بہت ہی زہریلہ سانپ تھا اس کا پورا جسم

زہریلہ ہو گیا تھا اور اس قدر نرم پڑ گیا تھا کہ ہم لوگ ان کی لاش کو ہاتھ لگاتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں ان کا جسم پھٹ ہی نہ جائے۔ اس کی یہ بات سن کر میں کانپ سا گیا۔ میرے دل کو ایک جھٹکا سا لگا اور کہا۔ اوہ سوری میں نے آپ کو پریشان کر دیا وہ بولی نہیں کوئی بات نہیں ہے اگر تم نہ پوچھتے تو مجھے پھر بھی اماں یاد آتی رہتی ہیں میں ہر روز ہی بکریاں لے کر جنگل میں جاتی ہوں اور اس جگہ جا کر بیٹھ جاتی ہوں جہاں اماں کو سانپ نے ڈسا تھا وہاں ہی تم بھی پڑے ہوئے ملے تھے لیکن میں نے دیکھا کہ تم کو کسی سانپ نے نہیں ڈسا تھا تم ویسے ہی زخمی تھے۔ میں نے کہا ہاں مجھے کسی سانپ نے نہیں ڈسا تھا لیکن میں سانپ کے خوف سے ہی بھاگ کر آیا تھا لیکن پتھر میرے پاؤں میں آ گیا اور میں گر پڑا اور گرتے ہی میرا سر پتھریلی دیوار سے لگا اور میں بے ہوش ہو گیا۔

میری بات سن کر وہ حیرانگی سے مجھے دیکھنے لگی اور بولی کون سی پتھریلی دیوار یہاں تو پورے جنگل میں کوئی بھی دیوار نہیں ہے نہ ہی کوئی گھر ہے پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تم پتھریلی دیوار سے ٹکرائے ہو میں اس کی بات سن کر گہری سانس لے کر رہ گیا۔ تم کچھ بھی نہیں جانتی ہو۔ ہاں میں جاننا چاہتی ہوں کہ تمہارے ساتھ ایسا کیا واقعہ بیتا ہے جس نے تم کو زخمی کیا ہے کیونکہ ابا کہہ رہے تھے کہ تم بڑی مشکل سے بچے ہو تمہارے بچنے کے کوئی بھی امکان نہ تھے میں نے کہا مجھے ایک چڑیل دکھائی دی تھی۔ چڑیل کا نام سن کر وہ بولی پھر پھر۔۔ میں نے اس کی بے تابی سے اندازہ لگایا کہ جیسے اسے جن بھوتوں سے بہت لگاؤ ہے۔ میرے بولنے سے پہلے ہی وہ کہنے لگی کہ وہ ایسی تو نہیں ہے اس کی آنکھیں اس کے بال اس کی رنگت۔۔ ہاں ہاں میں نے اس کے بتائے ہوئے حلیے کو سنتے ہوئے کہا۔ وہ وہ۔ تو وہی تھی جس سے میں بچ کر یہاں آیا ہوں میری بات سن کر وہ پریشان سی ہو گئی اور بولی وہ تو بہت ہی زہریلی ہے اچھا ہوا کہ تم اس کے ہاتھوں بچ گئے ہو اس نے کئی لوگوں کو اب تک ڈسا ہے وہ جب چاہتی ہے انسانی روپ اختیار کر لیتی ہے اور جب چاہتی ہے ناگن کا روپ اپنا لیتی ہے وہ بہت ہی خطرناک ہے کئی لوگوں کو اب تک ڈس چکی ہے کسی کے ہاتھ بھی نہیں آتی ہے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کھڑے کھڑے غائب بھی ہو جاتی ہے اس کی باتیں سن کر میں حیران سا رہ گیا۔ ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ وہ بوڑھا بھی اندر آ گیا میں نے ان کو دیکھا تو یوں لگا جیسے ان کا چہرہ بہت ہی طلسمی قسم کا تھا ہو سفید اور سر کے لمبے بال تھے وہ سفید تھے اونچا لمبا قد تھا ان کو دیکھتے ہی میں اٹھنے لگا تو وہ بولے لیتے رہو بیٹے لیٹے رہو ابھی تم ٹھیک نہیں ہوئے ہو یہ میری بیٹی ہے یہ ہی تم کو جنگل سے اٹھا کر لائی تھی شاید اس نے میری بات کو پلے سے باندھ رکھا ہوا تھا کہ کسی مرتے ہوئے بچانا بہت بڑی نیکی ہوتی ہے ایک نازک جسم والی لڑکی نے تم کو اٹھا کر اتنی دور سے گھر لائی۔ بیٹا میں نے تمہارے اندر بہت کچھ دیکھ لیا ہے مجھے یوں لگا ہے کہ جیسے تم کوئی پراسرار شخصیت کے مالک ہو لیکن تم کوئی بھی کام اپنی طاقت سے نہیں لے رہے ہو تمہارے اندر خوف بیٹھا ہوا ہے جو تمہاری ہمت کو کھائے جا رہا ہے۔ بابا کی باتیں سن کر میں جیسے بستر سے اٹھ بیٹھا مجھے ان کی باتوں نے اتنا حوصلہ دیا کہ میں بیان نہیں کر سکتا تھا اور میں جان گیا تھا کہ وہ لڑکی غلط نہیں کہہ رہی ہے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اس کے ابا کے پاس جادو ہے کئی جن بھوت ان کے قبضہ میں ہیں اس نے ٹھیک ہی کہا تھا میں نے کہا بابا جی آپ نے بالکل درست کہا ہے کہ میرے اندر بہت خوف ہے میں بہت ڈرتا ہوں میں سحرانہ مخلوق میں جکڑا ہوا ہوں۔ جتنی کوشش کرتا ہوں اس دنیا سے باہر نکلنے کی اتنا ہی میں اس میں جکڑا جا رہا ہوں۔ کبھی کوئی کسی روپ میں میرے سامنے آ جاتا ہے اور کبھی کوئی مجھے خود پتہ نہیں ہے کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے حیران کن بات تو بات تو یہ ہے کہ مجھ سے کوئی کام بھی نہیں لیا جاتا ہے بس اپنا قیدی سا بنا کر رکھا گیا ہے میرے دل میں جو جو بھی تھا میں نے کہہ سنایا۔ وہ بہت گہرائی سے میری باتیں سنتے رہے اور پھر بولے۔

ہاں میں نے تمہیں دیکھ کر بہت کچھ جان لیا ہے پورے تین گھنٹے میں تمہارے بارے میں جانتا رہا ہوں اور بہت کچھ جان بھی گیا ہوں اس لیے تو کہا ہے کہ تم اپنی طاقت سے کوئی بھی کام نہیں لے رہے ہو تمہارے اندر ایک قدرتی طاقت

ہے جو علم والوں نے دیکھ لی ہے اور وہ نہیں چاہتے ہیں کہ تم کو اس طاقت کا علم ہو کوئی بھی تم کو کچھ بھی نہیں بتا رہا ہے لیکن میں تم کو بتا دوں گا میں ابھی باہر کسی کام جا رہا ہوں تم ابھی آرام کرو اس کے بعد رات کو باتیں ہوں گی چندا بیٹی تم ان کے لیے کھانا تیار کر دو اور جو مرہم میں نے تیار کیا ہے اس میں گرم پانی ڈال دو تا کہ ان کے زخموں کو ٹھیک کیا جا سکے بہت بری طرح یہ ڈر گیا تھا اور اپنی زندگی کو بچانے کے لیے خود کو موت کے حوالے کرنے لگا تھا یہ تو تم نے اس کی زندگی کو بچا لیا ہے ورنہ مجھے نہیں لگتا تھا کہ یہ کسی بھی طرح زندہ بچ پاتا۔

❁❁❁

مجھے گھر میں ایک سایہ لہراتا ہوا دکھائی دیا۔ یہ رات کا پچھلے پہر کا وقت تھا میں اپنے کمرے میں پرسکون نیند سویا ہوا تھا باہر موسم ٹھیک نہ تھا بجلی کی تیز چمک اور بادل کی گرج سے باہر کا ماحول بہت ہی خوفناک دکھائی دے رہا تھا کھڑکیوں کے پٹ ایک دوسرے سے ایسے ٹکرا رہے تھے جیسے باہر بہت بڑا طوفان ہو یہ اچانک ایسا موسم ہو جانا ایک حیرتناک بات تھی حالانکہ صبح تک موسم بہت ہی سہانا تھا سورج بھی چمک رہا تھا اور جونہی شام کے سائے ڈھلے تھے موسم یکدم بگڑ گیا تھا۔ اور ایسا بگڑا تھا کہ اب یہ حال تھا کہ یوں لگ رہا تھا کہ آسمانی چمکنے والی بجلی کسی کی جان لینے پر تلی ہوئی ہے میں نے اپنے اردگرد دیکھا۔ مجھے کمرے میں کسی کی موجودگی کا احساس شدت سے ہو رہا تھا یوں لگ رہا تھا کہ کوئی دیوار کے ساتھ کھڑا مجھے گھور رہا ہو یہ میرا کوئی وہم نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی اور میں جانتا تھا وہ جو کوئی بھی ہے اس کا مقصد مجھے خوفزدہ کرنا ہے ابھی میں اس سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ یکدم مجھے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی کون ہے میں نے ہمت کر کے پوچھا دروازہ کھولو میں ہوں چندہ چندہ کا نام سنتے ہی مجھ میں قدرتی ہمت پیدا ہوئی میں تیزی سے اٹھا اور جا کر دروازہ کھول دیا اس کے ہاتھ جلتی ہوئی شمع تھی اور حیران کن بات یہ تھی کہ اتنے تیز طوفان میں وہ شمع بہت طریقے سے جل رہی تھی تیز ہواؤں کا اس پر کوئی بھی اثر نہ ہو رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں شمع تو دوسرے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا بولی لو میں تمہارے لیے گرم دودھ لے کر آئی ہوں۔ اتنا کہتے ہی وہ اندر کمرے میں آ گئی اور میں بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ میرے کمرے میں رہے کیونکہ مجھے اس کمرے میں سائے کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ اور میں اس خوف سے بچنا چاہتا تھا اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی شاید میرے چہرے کو پڑھ لیا تھا بولی لگتا ہے کہ اس کمرے میں تم کو خوف آ رہا ہے ۔ ہاں ہاں۔۔ ایسا ہی ہے میں تیزی سے بولا میں یہاں کسی کو محسوس کر رہا ہوں کسی کا سایہ دیکھ رہا ہوں میری بات سن کر وہ بولی ہاں یہ بتانا مجھے یاد ہی نہ رہا تھا کہ جب رات ہوتی ہے تو ابا اپنے جنات کو کھول دیتے ہیں اور وہ ہمارے گھر کی نگرانی کرتے ہیں کوئی بھی باہر کی چیز ہمارے گھر میں داخل نہیں ہو سکتی ہے بابو یہاں اس گاؤں میں جنات کی بہتات ہے راتوں کو جنات ایسے گاؤں کی گلیوں میں گھومتے پھرتے ہیں جیسے وہ کسی کی تلاش میں ہوں کسی کو اپنا شکار بنانا چاہتے ہوں لیکن ہمارے بزرگوں نے ان کو گھروں میں جانے سے روک رکھا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود بھی کچھ جنات گھروں میں بھی داخل ہو جاتے ہیں اور پھر جس انسان کو قابو کرتے ہیں اس کو بھی مار ڈالتے ہیں اور خود بھی جل مرتے ہیں اور صبح کو ایک جگہ جلی ہوئی راکھ اور دوسری طرف ایک جلی ہوئی لاش ملتی ہے۔ اس کی باتیں سن کر میں حیران سا رہ گیا اور کہا تمہارے ابا سو گئے ہیں نہیں وہ سوئے ہوئے نہیں ہیں وہ راتوں کو سوتے نہیں ہیں پوری رات اپنے کسی نہ کسی چلے میں لگے رہتے ہیں گاؤں کا ذمہ انہوں نے اپنے سر لے رکھا ہوا ہے اوہ میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ کیا تم کوئی کام تھا ان سے ہاں میں ان سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا وہ دن کے وقت کہہ رہے تھے کہ وہ مجھے کچھ بتانا چاہتے ہیں میری بات سن کر وہ بولی۔

انہوں نے کچھ علم مجھے بھی سکھایا ہوا ہے اور میں بھی بہت کچھ بتا سکتی ہوں اس کی یہ بات سن کر میں مزید حیرت زدہ رہ گیا۔ اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ بولی دیکھو بابو یہ طلسمی حسن سدا بہار نہیں ہوتا ہے میں نے جنگل میں تم کو دیکھ لیا تھا

وہاں مجھے ایک ناگن اور ایک سایہ دکھائی دیا تھا ان دونوں کی نظریں تم پر جمی ہوئی تھیں لیکن میری موجودگی میں وہ آگے نہیں بڑھ رہی تھیں میں تم کو ان دونوں کا اصل چہرہ دکھا دیتی ہوں تاکہ تم کو معلوم ہو سکے کہ تم کن کے پیچھے لگے ہوئے ہو اس کی باتیں سن کر میں حیران سا رہ گیا اور کہا۔ ہاں ہاں دکھاؤ مجھے ان کا اصل روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیسی ہیں میری بات سن کر وہ بولی میرے ساتھ باہر آؤ اتنا کہہ کر وہ ہاتھ میں شمع پکڑے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور میں بھی اپنے بستر سے نیچے اتر گیا وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اف خدایا میں نے اب دیکھا تو ان کا مکان میں تو سمجھ رہا تھا کہ اس کا مکان صرف ایک دو کمروں میں ہوگا لیکن یہ تو کوئی حویلی تھی جس کا بہت بڑا لان تھا ہر طرف قدآور درخت ہی درخت تھے میں حیران گیا تھا وہ میرے آگے چلتی جا رہی تھی اس کا رخ حویلی سے باہر کی طرف تھا یقیناً وہ مجھے جنگل کی طرف لے کر جانا چاہتی تھی اف خدایا اس قدر خراب موسم میں وہ لڑکی۔ وہ لڑکی ہے یا کوئی بلا ہے جس کو ذرا بھی ڈر خوف نہیں ہے ایسے چل رہی تھی جیسے اس کو دنیا بھر کا کوئی بھی خوف ڈر نہ ہو میں اس کے پیچھے چلتے ہوئے اس حویلی کو دیکھتا جا رہا تھا وہ پرانے دقتوں کی بنی ہوئی تھی چاروں طرف کمرے ہی کمرے تھے اور سب کمروں کے آگے برآمدے بنے ہوئے تھے درمیان میں یہ لان تھا جس میں ہم دونوں چل رہے تھے۔ بادل کی گرج اور بجلی کی چمک دیسی ہی خوفناک تھی۔ یہ تم مجھے کہاں لے کر جا رہی ہو میں نے چلتے ہوئے پوچھا۔ تم کو ان کا اصل روپ دکھانے جا رہی ہوں میں ان دونوں کے ٹھکانوں کو جانتی ہوں۔ نہیں رہنے دو میری ابھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں اتنا چل نہیں سکتا ہوں پھر کبھی چلے جائیں گے ویسے بھی مجھے تمہاری باتوں پر یقین ہے کہ تم سچ کہہ رہی ہو۔ میری یہ بات سن کر وہ رک گئی اور ایک گہری نظر مجھ پر ڈالی اور بولی۔

ہاں شاید میں یہ بات بھول گئی تھی کہ تم ابھی ٹھیک نہیں ہو لیکن خیر کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم عام لوگ ہو لیکن تمہاری حویلی دیکھ کر میں حیران ہو رہا ہوں میری اس بات کو سن کر وہ ہنس دی اور بولی یہ ہم نے نہیں بنوائی ہے ہم کو بنی بنائی ہوئی ملی ہے نجانے کس کی تھی کون اس کا مالک تھا جو بھی تھا ہمیں اس سے کیا ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم اس وقت اس حویلی کے مالک ہیں اور ہمیشہ ہی رہیں گے ابا بتا رہے تھے کہ جس نے یہ حویلی بنوائی تھی اس کی قبر بھی اس حویلی میں ہی ہے۔ کیا کیا خوف کا ایک جھٹکا مجھے لگا۔ ہاں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں میں نے اس کی قبر کو دیکھا ہوا ہے نیچے تہہ خانہ میں اس کی قبر ہے اس کا جن بھوتوں نے مار دیا تھا جو اس حویلی میں رہتے تھے یہ حویلی گاؤں سے ہٹ کر ہے گاؤں دوسری طرف ہے وہ دیکھو چاروں طرف اس کے چاروں طرف بڑے بڑے گیٹ ہیں، جس گیٹ سے مرضی باہر چلے جاؤ وہ واپس کمرے کی طرف چلتے ہوئے بولی وہ سامنے والا گیٹ کھولو گے تو تم کو گاؤں دکھائی دے گا وہ پچھلا گیٹ کھولو گے تم کو وہی جنگل دیکھائی دے گا جہاں سے میں تم کو اٹھا کر لائی تھی اس جنگل میں کوئی بھی خونی درندہ نہیں ہے لیکن جن بھوت اور زہریلے سانپ بہت زیادہ ہیں اس طرف چند لوگ ہی جاتے ہیں ورنہ سب ہی وہاں جانے سے ڈرتے ہیں اور دائیں گیٹ کے باہر ریگستان ہیں۔ ہر طرف ریت کے ٹیلے ہیں اونچے اونچے ٹیلے سنا ہے ان ریت کے ٹیلوں میں جو بھی انسان جاتا ہے وہ زندہ نہیں رہتا ہے اس کی ریت انسان کو دیمک کی طرف کھا جاتی ہے اور بائیں جانب اونچے اونچے کالے پہاڑ ہیں اس نے حویلی سے باہر کا تمام نقشہ مجھے بتا دیا اور میں سن کر حیران سا رہ گیا اور پہلی دفعہ میرے اندر تجسس پیدا ہوا کہ میں ان سب چیزوں کو حویلی سے باہر نکل کر دیکھوں میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے اس طرف لے کر نہیں جا رہی تھی جہاں سے ہم دونوں آئے تھے وہ کسی اور طرف لے کر جانے لگی اور میں بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے اب کیا دکھانا چاہتی ہے میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتا جا رہا تھا اور ایک جگہ جا کر وہ نیچے سیڑھیاں اترنے لگی میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے اس شخص کی قبر دکھانا چاہتی ہے جو اس حویلی کا مالک تھا اور میرا خیال ٹھیک ثابت ہوا وہ مجھے اس طرف ہی لے کر جا رہی تھی نجانے کیا بات تھی کہ اس کمرے میں چلتے ہوئے میرے دل میں خوف کے جھٹکے لگنے لگے تھے قدرتی خوف میرے رگ و پے پر

طاری ہونے لگا تھا لیکن اس کے باوجود بھی میں اپنے دل میں ہمت پیدا کیے ہوئے تھا کہ وہ ایک لڑکی ہو کر ڈر نہیں رہی ہے اور میں مرد ہو کر ڈر رہا ہوں جبکہ میری پوری زندگی جن بھوتوں میں بیت گئی ہے اور میں اس کے باوجود بھی ڈر رہا ہوں مجھے ہمت سے کام لینا چاہیے۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا اور اس کمرے میں دیکھنے لگا جہاں سامنے ایک بڑی سی قبر تھی اس کے ساتھ دو اور قبریں بھی تھیں میں ان قبروں کو بغور دیکھنے لگا۔ ایک وقت تھا کہ یہ اس حویلی کا مالک تھا لیکن اب دیکھو مٹی کے ڈھیر نیچے دبا ہوا پڑا ہوا ہے یہ سب کچھ جانتا تھا کہ اس حویلی میں اس جگہ میں جن بھوت بدروحیں رہتی ہیں اس کے باوجود بھی اس نے حویلی یہاں بنوا دی یہ اپنے آپ کو بہت بہادر سمجھ رہا تھا لیکن جن بھوتوں کے سامنے اپنی زندگی کو ہار بیٹھا ہے یہ بہت اونچے قد کا مالک تھا اور صحت مند تھا بوڑھا تھا لیکن جوان لوگوں سے زیادہ اس میں طاقت تھی اس کے چہرے پر ایک وحشت تھی ایک دبدبا تھا جہاں سے بھی گزرتا تھا لوگ اپنی نظریں جھکا لیتے تھے کئی لوگ اس کے ملازم تھے جن کو یہاں موجود بدروحیں ایک ایک کر کے نگلتی رہیں اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہ بالکل اکیلا رہ گیا تب اس کی ہمت ٹوٹنے لگی اس کو احساس ہونے لگا کہ یہ بالکل اکیلا رہ گیا ہے یہ ڈرنے لگا اس کی بہادری دم توڑنے لگی اور پھر اس کو سائے دکھائی دینے لگے۔ لیکن یہ جو بھی تھا اس کے خون میں بہت لذت تھی بہت جوش تھا اس کے خون میں اتنا جوش جوان لڑکوں کے خون میں نہ تھا جتنا اس کے خون میں تھا۔

تم۔۔ تم کو کیسے پتہ کہ اس کے خون میں بہت طاقت تھی میری بات سن کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھرنے لگی اور اس کے چہرے کی رنگت سرخ ہونے لگی وہ مسکراتے ہوئے بولی اس کا خون میں نے ہی تو پیا تھا۔۔ کیا۔ کیا۔۔ میں خوف سے اچھلا۔ مجھے اس سے خوف آنے لگا۔ اس کے لبوں پر سحرانہ مسکراہٹ اب بھی موجود تھی شمع بھی اس کے ہاتھ میں تھی اور عجیب سی نظروں میں دیکھتی جا رہی تھی۔ کیا کیا تم انسان نہیں ہو۔۔ میری یہ بات سن کر اس نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی نہیں میں انسان نہیں ہوں میں اس حویلی کی مالک ہوں جس کی جان لینا ہوتی ہے میں اس کو اس حویلی میں لے آتی ہوں اور پھر ہم دونوں باپ بیٹی اس کا خون اور گوشت کھاتے ہیں۔ وہ باتیں کرتی جا رہی تھی اور میں خوفزدہ سے دیکھتا جا رہا تھا اور ساتھ ساتھ سوچتا جا رہا تھا کہ اس کے جال سے کیسے بچوں وہ ایک موت بنی ہوئی میرے سامنے کھڑی تھی اور میں اپنی زندگی بچانے کے در پر تھا کئی سوچیں سوچتا جا رہا تھا لیکن کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اس کے چنگل سے کیسے چھٹکارا حاصل کروں اس نے بہت بری طرح مجھے پھنسا لیا تھا وہ شاید رات ہونے کا انتظار کر رہی تھی کہ رات ہو تو وہ میرا شکار کریں۔ جب کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا تو میں نے کہا ہاں تمہیں دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ تم انسان نہیں ہو انسانی روپ میں کچھ اور ہو لیکن شاید تم یہ بات بھول گئی ہو کہ کوئی بھی جن بھوت مجھ پر وار نہیں کر سکتا ہے۔ کیوں نہیں کر سکتا ہے۔ مجھے اپنے پیچھے سے اس بوڑھے کی آواز سنائی دی۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو اس کے لبوں میں شیطانی مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی وہ سحرانہ انداز میں ہنس رہا تھا یہاں جو کوئی بھی آتا ہے زندہ بچ کر نہیں جاتا ہے یہاں ایک نہیں کئی قبریں بنی ہوئی ہیں اور وہ سب ہماری وجہ سے بنی ہوئی ہیں ہم نے ہی ان کا خون پیا ہوا ہے ہمارے وار سے کوئی بھی نہیں بچ سکا ہے دن کی روشنی میں ہم کسی کا بھی شکار نہیں کرتے ہیں اس لیے ہم رات ہونے کا انتظار کر رہے تھے میں نے دیکھ لیا ہے کہ تمہارے اندر ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو تم ہمیں خوفزدہ کرے تو عام سا انسان ہے۔ یہ عام انسان نہیں ہے۔ مجھے ایک کونے میں ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی یہ آواز نائیلہ کی تھی وہ ایک طرف کھڑی تھی یہ وہی تھی جس کا ہیولہ میں اپنے کمرے میں دیکھ رہا تھا مجھے شک تو تھا کہ وہ نائیلہ ہی ہے لیکن پھر بھی دل میں وہم سا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ وہ نہ ہو کوئی اور ہو۔ وہ کمرے میں اپنا وجود تخلیق کرنے لگی۔

نائیلہ ہم سب کے سامنے آ گئی میں سمجھ گئی کہ میرا محبوب کسی مشکل میں پھنسا ہوا ہے اس وجہ سے میں اس کے پیچھے چلی آئی اس کے لیے میں کچھ بھی کر سکتی ہوں میں نے تم دونوں کو دیکھ لیا تھا کہ تم لوگوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ تم اس کو

مار سکتے اگر مار بھی دیتے تو میرے وار سے نہ بچ پاتے میرے وار سے وہ ماورتی نہیں بچی جو بہت زیادہ طاقت کی مالک ہے تم لوگ کیا ہو اتنا کہہ کر وہ پھنکارنے لگی اس کے منہ سے عجیب طرز کی آوازیں نکلنے لگیں میں نے دیکھا کہ ان دونوں کے چہروں پر خوف کی پرچھائیاں نمودار ہونے لگیں تھیں۔ تم تم یہاں کیسے آگئی یہاں تو کوئی بھی ہماری مرضی کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا ہے تم کیسے ہوگئی بوڑھے کی بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی میں صرف ناگن ہی نہیں ہوں بلکہ میرے پاس اس کے علاوہ بھی کئی اور طاقتیں ہیں جن کو اگر میں استعمال کرنے لگوں تو تم لوگ میرے خوف سے ہی یہاں سے بھاگ جاؤ لیکن میں اپنے اصل روپ کسی کو بھی نہیں دیکھاتی ہوں صرف بتاتی ہوں کہ میں یہ سب کچھ کرسکتی ہوں تم لوگ یہ تو جان گئے ہو کہ مجھے یہاں آنے سے تمہاری کوئی بھی طاقت نہیں روک پائی ہے اب اگر تم لوگوں نے کچھ بھی کرنے کی کوشش کی تو میرے ہاتھوں سے کبھی بھی زندہ نہیں بچ پاؤ گے۔ چلو شاہد میرے ساتھ مجھے ان لوگوں پر ترس آنے لگا ہے نجانے کیوں میرا دل ان کو مارنے کو نہیں چاہ رہا ہے جی تو چاہ رہا ہے کہ ان کو خون پی جاؤں اور ان کا بھی وہی حال کردوں جو میں ماورتی کا کر کے آئی ہوں لیکن پھر بھی ان کو ایک بار زندگی دے رہی ہوں کیونکہ انہوں نے تمہارا علاج کیا ہے تم کو موت کے منہ سے باہر نکالا ہے اور اس وجہ سے میں ان کو چھوڑ رہی ہوں اور سنو کوئی بھی ہمارے پیچھے آنے کی ہمت نہ کرے اگر تم دونوں میں کسی ایک بھی ایسا کرنے کی کوشش کی تو پھر میں معاف نہیں کروں گی اور یوں سمجھ لینا کہ وہ لمحہ تمہاری زندگی کا آخری لمحہ ہوگا۔

اتنا کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا جسے میں ایک منٹ میں تھام لیا اور وہ مجھے لیے ہوئے تہہ خانہ کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ اس کے آنے سے قبل جتنا میں خوفزدہ تھا اتنا ہی اب میں ہمت والا ہوگیا تھا کیونکہ میں جان گیا تھا کہ نائیلہ میرے لیے ان سے لڑ رہی ہے ان کو جان سے بھی مار سکتی ہے۔ ہم دونوں تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھتے جارہے تھے اور اوپر کمرے میں پہنچ کر وہ ایک طرف چل دی یہ گیٹ ریگستان کی طرف کھلتا تھا اس وقت ہمارا مقصد اس طلسمی حویلی سے باہر نکلنا تھا ہم نے کس طرف جانا تھا یہ ہم نے ابھی سوچا نہیں تھا جونہی ہم نے حویلی کا گیٹ پار کیا تو اس نے ایک سرد سانس لی اور بولی یار تم کہاں آن پھنسے تھے یہ لوگ تو بے حد خطرناک تھے میں جانتی ہوں کہ میں کس طرح اندر حویلی میں گھسی ہوں ورنہ میں جانتی تھی کہ میں اندر جاتی تو مجھے آگ بھی لگ سکتی تھی۔ کیا کیا مطلب میں نے اس کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بولی ہاں شاید میں جانتی ہوں ان لوگوں کو وہ بہت زیادہ طاقت والے ہیں لیکن مجھے ان لوگوں کے ایک چوکیدار نے ان کے بارے میں سب کچھ بتادیا تھا جس راستے سے ہم باہر نکلے ہیں اس سے دائیں طرف کے دروازے سے میں اندر آئی تھی وہاں جو چوکیدار تھا اس کو میں نے اپنا حسن دیکھا کر مدہوش سا کردیا میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ جن حسن پرست تھا سو میرا وار کامیاب ہوگیا میں نے حسن دیکھا کر اس کو مدہوش کرنے کے بعد اس سے راز لے لیا اور اس سے کہا کہ مجھے ایسا طریقہ بتائے کہ میں اندر جاسکوں اور زندہ باہر آسکوں تو اس نے مجھے بتادیا کہ میں ایسے اندر جاسکتی ہوں اور باہر آنے کا طریقہ بھی یہی ہے ان لوگوں کو ایسی ایسی دھمکیاں دینا کہ وہ تم سے خوف کھانے لگے اگر انہوں نے تم کو جان لیا کہ تم کمزور ہو تو پھر تم کو زندہ باہر نہیں آنے دیں گے بس جان میں اپنی چال چلنے کے بعد کامیاب ہوگئی ہوں اب مجھے کوئی بھی خطرہ نہیں ہے ورنہ تمہیں بچانے کے لیے میں نے اپنی زندگی کا رسک لیا تھا اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

میرے دل میں اس کی قدر بڑھ گئی وہ پھر سے بولی لگتا ہے کہ ماورتی تو کو بہت اچھی لگتی ہے۔ نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بس یوں سمجھ لو کہ میں اس کے چنگل میں پھنسا ہوا ہوں اس کا ایک بونا غلام ہے جس سے مجھے سب سے زیادہ خوف آتا ہے وہ دیکھنے میں دکھائی بھی نہیں دیتا ہے لیکن اس کی طاقتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کا تصور ہی مجھے خوفزدہ کردیتا ہے میری بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی اگر میں اب اس کو تمہارا غلام بنادوں تو اس کی اس بات کو سن کر میں خوشی

سے اچھل ہی پڑا واقعی۔۔۔ واقعی تم ایسا کرسکتی ہو۔ ہاں میں ایسا کرسکتی ہوں صبح ہونے دو دیکھنا وہ تمہاری غلامی میں ہوگا ٹھیک ہے نائیلہ میں صبح ہونے کا انتظار کروں گا اگر وہ میرا بن گیا تو میں سمجھوں گا کہ میں کامیاب ہوگیا پھر مجھے کسی کا بھی کوئی بھی خوف نہ رہے گا میں نڈر ہو جاؤں گا لیکن نائیلہ ایک بات ہے وہ جاہے جنات میں تھے لیکن بوڑھے نے ایک بات ایسی کی ہے کہ میں ابھی تک سوچ رہا ہوں ہوسکتا ہے کہ اس نے وہ بات ٹھیک ہی کہی ہو اس نے کہا تھا کہ میرے اندر کوئی ایسی طاقت موجود ہے کہ مجھے کوئی بھی جن بھوت مار نہیں سکتا ہے اور یہ بات میں نے آزمائی بھی ہوئی ہے کہ جس نے بھی مجھے مارنے کی کوشش کی وہ ہی ناکام ہوا۔

میری بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی ہاں تم نے ٹھیک کہا ہے بالکل ٹھیک ہے میں بھی تم کو ڈسنے کے لیے چلی تھی لیکن ڈسنے کے بجائے خود تمہاری ہو کر رہ گئی ہوں یہ حال میرا ہی نہیں ہے بلکہ سب کا ہی ہے جو تم کو مارنے کی کوشش کرتا ہے وہ تمہارا بن جاتا ہے میری طرح ماورتی کا بھی ایسا ہی حال تھا اس نے جب بھی تم کو مارنے کی کوشش کی لیکن جب بھی تم اس کے سامنے آئے وہ بے بس ہوگئی اور تمہیں مار نہ سکی ایسا ہی میرا حال تھا میں نے جب بھی تم کو مارنے کا ارادہ کیا ہے نجانے مجھے کیا ہو جاتا ہے کہ ڈسنا دور کی بات تمہاری ہی بن کر رہ گئی۔ نہ صرف تمہارے اندر ایسی چیز موجود ہے بلکہ تمہارے چہرے پر ایسی ہی چیز ہے اور مجھے یقین تھا کہ وہ لڑکی جس سے میں تم کو چھڑا کر لائی ہوں اس نے بھی تم کو مارنا نہیں تھا بلکہ اس کی آنکھیں بتارہی تھیں کہ وہ تم کو چاہنے لگی تھی اور میں جانتی کہ اگر ایک رات اس کے پاس رکے رہتے تو ہوسکتا تھا کہ دوسرے دن تمہارا دل ہی نہ چاہتا وہاں سے آنے کو تم بھی محبت کرنا جانتے ہو تم بھی اس جن کی طرح حسن پرست ہو۔ جسے بھی دیکھتے ہو اس کے ہی گن گانے لگتے ہو میں نے یہ بات اچھی طرح محسوس کی ہے جب ماورتی کے پاس تھے تو مجھے تم بالکل بھول گئے تھے اس کے ہی بن گئے تھے اور اب وہ نہیں ہے تو میرے بن گئے ہو اس کی باتیں مجھے شرمندگی سی ہونے لگی کیونکہ یہ بات اس نے ٹھیک کہی تھی میری عادت ایسی ہی تھی کہ جہاں بھی حسن دیکھا اس کا ہی ہو کر رہ گیا۔ اب ماسوائے شرمندگی کے میرے پاس کچھ بھی نہ تھا اور سب سے بڑھ کر بات یہ تھی کہ وہ سب کچھ جانتی تھی اور مجھ سے پیار بھی کرتی تھی حسن میں وہ بھی لاجواب تھی اور حویلی والی لڑکی گو کہ سانولی تھی لیکن اس کے چہرے پر ایک کشش تھی اس کی آنکھوں میں ایک جادو سا تھا جو مجھے اس کے قریب کرنے لگا تھا لیکن خیر جو ہوا سو ہوا میں نے کہا نائیلہ میں جانتا ہوں کہ تم ہر بات سچ کہہ رہی ہو لیکن یہ بھی سوچو کہ مجھے جو بھی ملی ہے میری دشمن بن کر ملی ہے۔ میری بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی ہاں یہ تمہاری بات سچ ہے کہ جو بھی ملی دشمن کے روپ میں ملی لیکن تمہیں دیکھنے کے بعد اپنی دشمنی کو پیار میں بدل دیتی۔ لیکن خیر جو بھی ہوا سو ہوا میں تم سے کہنا چاہتی ہوں کہ میں تم سے پیار کرنے لگی ہوں اور تم میری اصلیت کو بھی بہت اچھی طرح جانتے ہو کہ میں انسان نہیں ہوں انسانی روپ میں ایک ناگن ہوں زہریلی ناگن۔ لوگوں کے لیے میں اپنے اندر زہر رکھنے والی ہوں لیکن تمہارے لیے اپنے اندر پیار رکھنے والی ہو اور آج کے بعد یہ بات ذہن میں رکھ لینا کہ میں کسی اور کو تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہوئے نہ دیکھوں اگر میں نے محسوس کرلیا کہ تم میرے علاوہ کسی اور میں بھی دلچسپی لینے لگے تو اسی وقت میں انسان سے ناگن بن جاؤں گی اور پھر کچھ بھی نہیں سوچوں کہ میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں میں صرف ایک بار ہی معاف کرتی ہوں بار بار معاف نہیں کرتی ہوں۔

اس کی بات سن کر میں نے کہا ٹھیک ہے نائیلہ میں ایسا ہی کروں گا اگر آج کے بعد مجھے کسی اور کا ہوتا ہوا دیکھ لیا تو اسی وقت مجھے ڈس کر میری زندگی کا خاتمہ کرلینا لیکن مجھے وہ بونا لا دو میں جانتا ہوں کہ وہ میری طاقت بن سکتا ہے میری بات سن کر وہ مسکرا دی اور بولی ہاں میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تمہارا غلام ضرور بناؤں گی اور صرف آج کی رات کی بات ہے صبح وہ تمہارے سامنے ہوگا۔ اس کی بات سن کر میں مطمئن ہوگیا اور ساتھ ہی مجھے چندہ کی بات یاد آگئی کہ یہ ریگستان عام ریگستان نہیں ہے یہ خونخوار ریگستان ہے یہاں جو بھی آتا ہے وہ زندہ نہیں بچ کر جاتا ہے میں نے کہا نائیلہ تم

اس ریگستان کے بارے میں کچھ جانتی ہو وہ نہیں میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہوں میں نے کہا میں نے اس لڑکی کی زبانی یہ سب کچھ سنا ہے کہ یہ ریگستان عام نہیں ہے یہ موت کا ریگستان ہے یہاں جو بھی آتا ہے وہ زندہ بچ کر نہیں جاتا ہے اس کے اونچے اونچے ٹیلوں کو دیکھ کر مجھے خوف آنے لگا ہے میری بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی شاہد تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ ڈرپوک ہو اتنا ڈرپوک تو کوئی عام انسان بھی نہیں ہوتا ہے جتنے تم ہو حالانکہ یہ بات بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم کو کوئی بھی جناتی طاقت جان سے مار نہیں سکتی۔ یہ اگر یہ خون آشام ریگستان ہے تو پھر کیا تم کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا مجھے ہی نقصان پہنچائے گا اور مجھے کوئی بھی خوف نہیں ہے موت نے تو ایک دن آنا ہی ہے پھر ڈرنا کیسا۔

نائیلہ کی بات سن کر مجھے ایک بار پھر شرمندہ ہونا پڑا اور میں خود کو کوسنے لگا کہ میں ایسی بات کیوں کر دیتا ہوں جو مجھے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے میں نے اپنی کمزوری کو دبانے کے لیے کہا یار میں ڈر نہیں رہا ہوں صرف بتا رہا ہوں کہ اس نے ایسا کہا تھا حالانکہ مجھے اس کی بات پر ذرا بھی یقین نہیں آیا تھا اگر یہ خونخوار ریگستان ہوتا تو اب تک ہم کو اپنے خون میں رنگ چکا ہوتا دیکھو ہم کتنا چلتے چلتے آگے بڑھ چکے ہیں۔ ہاں واقعی ہم بہت آگے تک آ چکے ہیں کئی اونچے اونچے ٹیلوں کو ہم نے پیچھے چھوڑ دیا ہے لیکن اس نے ایسا کیوں کہا تھا کہ یہ ریگستان خونخوار ہے یہاں جو بھی آتا ہے وہ زندہ بچ کر نہیں جاتا ہے۔ چھوڑ دیار ان باتوں کو ایسی باتیں ایسے لوگوں میں چلتی رہتی ہیں میں نے بھی ان کو ایسا ہی کہا کہ اگر کوئی میرے پیچھے آیا تو اپنی موت کا خود ذمہ دار ہوگا یہاں جھوٹ فریب چلتے رہتے ہیں۔ واؤ بہت اچھی بات کی تم نے واقعی ایسا ہی ہے یہاں جو بھی ڈٹ گیا وہی جیت گیا تم نے آج بہت ہی اچھی بات کی ہے جو اس سے قبل کسی نے نہیں کی ہے میں نے مسکراتے ہوئے کہا ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یکدم ایک ریت کا ٹیلہ اوپر اڑنے لگا اس کی ریت یوں بکھرنے لگی جیسے بہت بڑا طوفان آ گیا ہو وہ۔۔۔ وہ دیکھو میں نے کانپتی ہوئی زبان سے کہا وہاں کچھ ہے۔ میری بات سن کر نائیلہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حیران رہ گئی اور بولی ہاں واقعی وہاں کچھ ہے ہمیں یہاں سے جلدی سے نکلنا چاہیے باہر جا کر میں دیکھتی ہوں کہ یہ کیا چیز ہے تم میرا ہاتھ پکڑو اس نے اتنا کہہ کر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور پھر ایک جھٹکے سے ہم دونوں ہی ہوا میں اڑنے لگے اور اڑتے ہی چلے گئے ہمارے پیچھے سے بہت ہی خوفناک قسم کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یوں جیسے بے شمار لوگ رو رہے ہوں میں نے ان آوازوں کی طرف توجہ نہ دی کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ سب جناتی چکر ہے ایسے ہوتا رہتا ہے جو کچھ ہو رہا تھا اس سے بے خبر ہم دونوں اڑتے رہے اور ریگستان سے باہر نکل آئے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے چند اکھڑی دکھائی دی جو قہر و غضب کا نمونہ بنی ہوئی تھی اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا اور یوں مجھے گھور رہی تھی جیسے میں اس کا بہت بڑا نقصان کر دیا ہو بولی۔

شاہد بہت قسمت والے ہو میرے ہاتھ سے بچ نکلے ہو ورنہ آج سے پہلے یہاں سے میرے ہاتھ سے کوئی بھی بچ کر نہیں گیا ہے لیکن یاد رکھو تم میری نظروں میں آ چکے ہو میں جب تک تمہارا خون نہ پی لوں گی چین سے نہیں بیٹھوں گی میں ایسے حالات پیدا کر دوں گی کہ تم ایک دن خود ہی میرے پاس چلے آؤ گے۔ میں نے اس کی باتوں کا کوئی بھی اثر نہ لیا مجھے نائیلہ کی بات یاد تھی کہ ایسے کاموں میں جھوٹ بولا جاتا ہے دھمکیاں دی جاتی ہیں یہ بھی اس کی کوئی دھمکی ہی تھی اور میں اس کی دھمکی میں کیوں آتا۔ چلتے چلتے ہم بہت دور تک چلے گئے راستے میں نائیلہ بولی شاہد میں تم سے ایک کام لینا چاہتی ہوں اور میں چاہتی ہوں کہ تم وہ کام ضرور کرو کون سا کام میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو بولی شاہد تم بہت ہی ڈرپوک انسان ہو میں چاہتی ہوں تم ایسا کوئی چلہ کرو کہ تمہارا خوف خود بخود ختم ہو جائے۔ میں تمہارے اندر چھپی ہوئی طاقتوں کو اجاگر کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کی بات بہت ہی اچھی لگی میں نے کہا۔ ہاں نائیلہ تم نے یہ بات ٹھیک کی ہے نجانے کیا وجہ ہے میں کوئی ایسا کام دیکھتا ہوں تو ڈر خوف میرے دل میں خود بخود بیٹھ جاتا ہے میں کوشش کے باوجود بھی

اس خوف کو ختم نہیں کر سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے تو پھر میں تم کو ایک ورد بتاتی ہوں یہ بہت مشکل ورد ہے لیکن مجھے امید ہے تم اس کو کر سکتے ہو کیونکہ تم کو رات کی تاریکیوں سے خوف نہیں آتا ہے اور پھر یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ کوئی بھی جن بھوت اس حصار میں داخل نہیں ہو سکتا ہے جو تم لگاؤ گے۔ ہاں یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے کہا تو وہ بولی یہ چلہ تم کل سے شروع کر دینا زیادہ دنوں کا نہیں ہے صرف گیارہ دن کا ہے اور پھر تم اکیلے بھی نہیں ہو گے میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ تمہاری پوری پوری نگرانی کیا کروں گی تم کو کسی بھی قسم کا خوف نہیں آنے دوں گی میں نے کہا اس سے بڑھ کر اور میرے لیے کیا بات ہو سکتی ہے کہ تم میری نگرانی کیا کرو گی میں کل سے ہی یہ چلہ شروع کر دوں گا۔ بس تم مجھے ورد بتا دو وہ بولی بیٹھو میں تم کو ورد یاد کرواتی ہوں تم نے وہ ورد اچھی طرح یاد کر لینا ہے او۔ پھر اس پر ثابت قدم رہنا ہے میں نے کہا ٹھیک ہے۔

ہم دونوں ہی ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ وہ گہری نظروں سے مجھے دیکھنے لگی اور بولی شاہد پتہ نہیں تمہارے چہرے پر ایسی کیا بات ہے کہ جو بھی طلسمی مخلوق کی لڑکی تم کو دیکھتی ہے تم پر مرتی ہے اس کی بات سن کر میں ہنس دیا اور کہا میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا ہوں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں ایک عام سی شکل والا انسان ہوں۔ نہیں تم عام شکل والے انسان نہیں ہو اگر عام سی شکل والے انسان ہوتے تو اب تک زندہ نہ پھر رہے ہوتے۔ تمہاری آنکھوں میں کوئی جادو ہے جو لڑکیوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتا ہے تم جس کو بھی دیکھتے ہو بس اس کا دل نکال لیتے ہو باتیں کرتے ہوئے وہ گہری نظروں سے مجھے دیکھتی جا رہی تھی میں تم کو ڈسنے کے لیے چلی تھی لیکن جب تم کو دیکھا تو اور تم نے مجھے دیکھا تو بس میں اپنا آپ بھول گئی میں یہ بات بھی بھول گئی کہ تم نے میں کس مقصد کے تحت تم تک پہنچی تھی۔ اس کی بات سن کر میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا اچھا ہوا کہ میری آنکھوں میں ایسی کوئی کشش ہے ورنہ واقعی میں آج زندہ نہ ہوتا لیکن تم مجھے کوئی ورد بتانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کو اصل مقصد کی طرف لاتے ہوئے کہا۔ میری جان بے چین کیوں ہو رہے ہو پوری رات پڑی ہے ورد بتانے میں۔ اور پھر ہم کو کام بھی کیا ہے یہاں سے اٹھے تو کسی دوسری طرف جا بیٹھے ہم نے کون سا کچھ کمانا ہے جو دل چاہتا ہے ہمیں مل جاتا ہے۔ ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو مجھے اس کی یہ بات بھی بہت اچھی لگی تھی میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ جتنی بھی باتیں کرتی تھی بہت اچھی اور دل کو لگنے والی کر رہی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ اس نے بہت دنیا دیکھی ہوئی تھی میں نے پوچھا کہ تم کب انسانی روپ میں آئی تھی میری اس بات پر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی تقریباً چار سال پہلے مجھے سب کچھ یاد ہے اور بہت اچھی طرح یاد ہے میں اکیلی نہیں میرا ایک ساتھی بھی میرے ساتھ ہوتا تھا وہ بالکل تمہاری ہی شکل کا تھا اور تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو ہی اپنا ساتھی سمجھ لیا تھا لیکن ایک رات میں نے اپنا چلہ کیا تو معلوم ہوا کہ تم وہ نہیں ہو جو میں سمجھ رہی ہوں تم اس کے روپ میں کوئی انسان ہو اور تم کو کوئی چڑیل اٹھا کر لائی تھی۔ میں تو تم کو اپنا دیوتا سمجھ بیٹھی تھی اور پھر میں نے تم کو تمہاری تمام تصویریں بھی دکھائی تھی جو تم نے میرے ساتھ بنوائی تھیں وہ تم نہ تھے میرا ناگ تھا۔ ہاں میرا ناگ۔ جو نجانے زندہ بھی ہے کہ نہیں۔ لیکن وہ زندہ بھی ہے تو مجھے اب اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب تم مجھے مل گئے ہو اور مجھے اس سے بڑھ کر لگے ہو اس سے کہیں زیادہ میں تم سے پیار کرنے لگی ہوں تمہارے لیے میں دلہن بنی رہتی ہوں۔ دیکھو میری حالت آج بھی میرے جسم پر دلہن والا لباس ہے اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک تم میرے نہیں بن جاتے۔

میں نے کہا۔ نائیلہ میری جان میں تمہارا بن چکا ہوں آج میں بہت خوش تھا کیونکہ میرے دل میں ایک خوف تھا کہ اگر تم کو پتہ چل گیا کہ میں وہ انسان نہیں ہوں جس کی تم کو تلاش ہے تو نجانے میرا کیا حال کرتی لیکن آج تم نے خود ہی بتا دیا ہے کہ تم میرے بارے میں جان چکی ہو اور اس کے باوجود بھی مجھے قبول کر لیا ہے۔ ہاں شاہد میں نے تم کو قبول کر لیا ہے نہ صرف قبول ہی کر لیا ہے بلکہ تمہاری پوجا بھی کرتی ہوں میں تم کو ناگ دیوتا کے پاس لے کر جاؤں گی اور پھر ہم

دونوں مل کر شادی کر لیں گے میں ان کو یہی ظاہر کروں گی کہ تم ہی میرے ناگ ہو لیکن حالات نے تم کو بدل دیا ہے تمہارے اندر سے زہر نکال لیا ہے تم ایک سپیرے کی قید میں چلے گئے تھے جہاں اس نے تمہارے اندر سے تمام زہر ضائع کر دیا تھا۔ ہاں ٹھیک ہے جیسے تم کہو گی میں ایسے ہی کروں گا لیکن یاد رکھنا وہاں مجھے کوئی بھی نقصان نہ پہنچے میری بات سن کر وہ بولی ایسا سوچنا بھی مت۔ میرے لیے تو یہ بہت خوشی کی بات ہو گی کہ تم میرے بن جاؤ گے اور پھر بھلا ناگ دیوتا کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے ان کو تو صرف بتانا ہے کہ ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں تا کہ کل کو تم کسی بھی سانپ ناگ کے ڈسنے سے محفوظ رہ سکو جہاں کہیں بھی جاؤ تو زہریلے سے زہریلہ ناگ سانپ بھی تم کو سلام کر کے جائے اپنا پھن تمہارے سامنے جھکا کر جائے۔

واؤ اس کی یہ بات سن کر مجھے دلی خوشی ہوئی کہ مجھے سانپ ناگ سلام کیا کریں گے میں نے کہا پھر میں میں کہتا ہوں کہ آج ہی چلتے ہیں ناگ دیوتا کے پاس۔ میری بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی تم تو مجھ سے بھی زیادہ بے چین نکلے لیکن ہمارے کچھ ہوتے ہیں تیرہ دن بعد چاند کی چودھویں رات ہے اس رات کو ہم جائیں گے پھر خود ہی بولی واؤ کیا بات ہوئی یعنی تم جس روز اپنا چلہ مکمل کرو گے اسی دن ہم جائیں گے بہت اچھا لگے گا جب تم اپنی نئی طاقتوں کے ساتھ ہمارے علاقے میں جاؤ گے میرا سر فخر سے بلند ہو گا۔ ہاں یہ بھی بات ٹھیک ہے میں کل سے چلہ شروع کر دیتا ہوں چلو مجھے اب ورد یاد کرداؤ میں نے کہا تو بولی ٹھیک ہے۔ اور پھر وہ مجھے ورد یاد کروانے لگی عجیب قسم کے لفظ تھے جو میں یاد کر رہا تھا کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں لیکن جب میں نے آٹھ دس بار وہ لفظ پڑھے تو مجھے بہت مزا آنے لگا کوئی عجیب سی زبان میں شعر تھا جو سمجھنے کے بعد پڑھنے کا مزا آنے لگا اور میں بہت ترنم سے اسے پڑھنے لگا وہ میرا لہجہ دیکھ کر میرے پڑھنے کا انداز دیکھ کر ہنس رہی تھی کہنے لگی بہت خوب۔ بہت مزا اور بہت اچھا لگ رہا ہے تمہارے منہ سے ترنم سے اسے پڑھتے ہوئے تم تو بہت ذہین نکلے ہو۔ بہت ہی جلد تم نے سیکھ لیا ہے ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی کہ مجھے تم پر بہت محنت کرنا ہو گی میں نے کہا جان میں ایسی چیزیں بہت جلد سیکھ جاتا ہوں اس سے قبل دو تین چلے کر چکا ہوں لیکن کسی بھی چلے کا کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھایا ہے یوں لگتا ہے کہ میرے چلے ناکام ہوئے ہیں یا پھر ان چلوں میں اتنی طاقت نہیں تھی وہ بولی نہیں ایسا نہیں کہتے ہیں چلوں میں بہت طاقت ہوتی ہے لیکن بعض چلے ایسے ہوتے ہیں کہ کروائے جاتے ہیں اور اس کی طاقتیں کسی اور کو مل جاتیں ہو سکتا ہے کہ جس نے تم سے چلہ کروایا ہو اس نے اس انداز سے کروایا ہو کہ چلہ تم کرو اور فائدہ اس کو ملے۔ ہاں شاید ایسا ہی تھا۔ میں نے کہا اور پھر کہا مجھے نیند آ رہی ہے میں اب سونا چاہتا ہوں کل پوری رات جاگنا بھی ہے وہ بولی ہاں سو جاؤ میں تمہاری نگرانی کرتی ہوں اتنا کہہ کر میں ایک جگہ لیٹ گیا اور وہ میرے سرہانے بیٹھ گئی میرے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی اس کے ایسے کرنے کی دیر تھی کہ مجھے جلد ہی نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا اور میں سوتا چلا گیا مجھے نہیں پتہ کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا تھا۔

❀❀❀

چلہ کرنے کا بہت ہی مزا آ رہا تھا آج مجھے پانچواں دن تھا چلہ کرتے ہوئے اور کچھ بھی مجھے دکھائی نہ دیا تھا نہ تو مجھے کسی نے ڈرایا تھا اور نہ ہی میں اپنا چلہ بھولا تھا بہت مزا آ رہا تھا چلے کے دوران وہ میرے ارد گرد رہتی تھی میں اسے دیکھتا تھا وہ کبھی اس طرف جاتی تھی اور کبھی اس طرف۔ کبھی انسانی روپ اپنا لیتی تھی اور کبھی ناگن بن جاتی تھی میری نظریں اس پر ہی رہتی تھیں میں اس کے بارے میں ہی سوچتا رہتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے اتنا پیار مجھے کسی بھی نہیں کیا تھا جتنا وہ مجھ سے کر رہی تھی۔ ایک لمحہ بھی مجھے خود سے دور نہیں کرتی تھی اور ہر وقت مجھے دیکھتی رہتی تھی یہی کہتی تھی کہ تم کو دیکھ کر دل کو بہت سکون ملتا ہے جی چاہتا ہے کہ تم بس میرے سامنے رہو اور میں تمہیں دیکھ کر اپنی زندگی گزارتی چلی جاؤں۔ اور میں بھی یہی چاہنے لگا تھا کہ وہ مجھ سے اسی طرح پیار کرتی رہے وہ حسن بھی بہت لاجواب تھی لاجواب تو مجھے ہر لڑکی نظر آتی تھی لیکن اس کا پیار

میرے لیے بہت اہم تھا اور شاید وہ چلہ مجھ سے کسی اور مقصد کے لیے نہیں اپنے لیے کروا رہی تھی کہ جب سے میں نے چلہ شروع کیا تھا اس کے لیے میری دیوانگی بڑھنے لگی تھی میں چاہنے لگا تھا کہ وہ میرے سامنے رہے حالانکہ اس سے قبل میں ایسا نہیں کرتا تھا۔ میرے دل پر اس کا قبضہ ہوتا جا رہا تھا وہ میری کمزوری بنتی جا رہی تھی اس بات کا ذکر میں نے اس سے کیا تھا کہ میں اس کے لیے بے تاب رہنے لگا ہوں اور وہ یہ سن کر مسکرا دیا کرتی تھی کہتی تھی کہ میں بھی ایسا ہی چاہتی ہوں کہ تم میرے لیے ہر لمحہ ہر پل بے چین رہو میں جہاں کہیں بھی جاؤں تم مجھے یاد کرو میرے لیے تڑپو۔ بس میری صورت میرا چہرہ تمہاری نظروں میں ایسا سما جائے کہ تم کو میرے علاوہ کوئی اور دیکھائی نہ دے میں نے کہا کہ میرے ساتھ ایسا ہی ہو رہا ہے کہ میں کچھ بھی سوچتا ہوں میرا دھیان خود بخود تمہاری طرف چلا جاتا ہے اور میرے دل میں بے چینی بڑھنے لگتی ہے میری بات سن کر وہ ہنس دیتی تھی اور یہی کہتی تھی کہ کاش پوری زندگی ایسا ہی رہے میں چاہتی ہوں کہ جس میں تمہارے لیے میں بے چین رہتی ہوں تم بھی اسی طرح میرے لیے بے چین رہو اور مجھے یہ سب بہت اچھا لگ رہا ہے بس اسی طرح میرے دیوانے بنے رہو۔

آج چلے کی چھٹی رات تھی لیکن آج کی رات میرے لیے عجیب سی ثابت ہوئی مجھے وہی بوڑھا دکھائی دیا جو حویلی میں رہتا تھا جس نے میرا علاج کیا تھا وہ بھی اس کے ساتھ تھی دونوں ریگستان کی طرف آ رہے تھے ان کے کندھوں پر ایک لاش جھول رہی تھی چلتے چلتے وہ میرے پاس آ گئے اور یکدم کھڑے ہو گئے۔ ابا یہ تو وہی لڑکا ہے ناں جو ہمارے گھر رہا تھا جس کو میں اٹھا کر لائی تھی۔ ہاں ہاں یہی تو میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم اس کو نجانے کہاں کہاں تلاش کرتے رہے ہیں اور یہ اسی جگہ ہمارے قریب ہی موجود ہے بوڑھے نے کہا تو لڑکی نے کندھے پر اٹھائی ہوئی لاش نیچے زمین پر پٹخ دی اور بولی ابا تم اس لاش کو خود ہی کھا لو مجھے میرا شکار مل گیا ہے میں تو اپنے دل کی پیاس اس سے پوری کروں گی نہیں بیٹی تم ابھی ایسا نہیں کرو گی جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہی ہو دیکھو اس کے ارد گرد آگ ابھر رہی ہے کیا تم کو دیکھائی دے رہی ہے نہیں ابا مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ یہ تو میں تم کو بتا رہا ہوں کہ اس کے پاس مت جاؤ ورنہ جل جاؤ گی ٹھیک ہے لیکن میں گھر بھی نہیں جاؤں گی یہاں ہی رہوں گی جب اس کے ارد گرد پھیلی ہوئی آگ بجھ جائے گی تب میں اس کو پکڑ لوں گی تم بس اس لاش کو لے جاؤ اور کھاؤ پیو میں اس کے لیے یہاں بیٹھ جاتی ہوں کبھی نہ کبھی تو یہ آگ بجھے گی۔ تم اس لاش کو لے جاؤ اور خوب انجوائے کرو مجھے بس اس کا خون پینا ہے میں جس کو ایک بار دیکھ لیتی ہوں بس اس کا خون پیئے بغیر نہیں رہتی ہوں۔ بس اس کا خون پینا ہی اب میری ضد ہے آپ جائیں میری فکر نہ کریں مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا میں دیکھ لوں گی کہ جب اس کے گرد پھیلی ہوئی آگ مدہم پڑھ جائے گی تو اس پر حملہ کر دوں گی ٹھیک ہے بیٹی تمہاری مرضی اتنا کہہ کر بوڑھا نیچے جھکا اس نے اس لاش کو اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھا اور ایک طرف چلنے لگا وہ لڑکی میرے سامنے ہی بیٹھ گئی سانولی سی وہ لڑکی آج بہت خوفناک دکھائی دے رہی اور مجھے اس سے کچھ کچھ خوف آنے لگا تھا میں سوچنے لگا تھا کہ اس روز تو میں اس سے بچ گیا تھا لیکن آج شاید اس کے ہاتھوں بچ نہ پاؤں میں نائیلہ کو تلاش کرنے لگا وہ مجھ سے کچھ دور چلتے چلتے نجانے کہاں غائب ہو گئی تھی پہلے وہ میرے نزدیک ہی چکر کاٹتی رہی تھی پھر آہستہ آہستہ دور ہوتی گئی اور اب وہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی شاید وہ اس پر مطمئن تھی کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا اس لیے چلی گئی تھی میری نظریں اسے تلاش کرنے لگی اور میں دل میں سوچنے لگا کہ کاش وہ کہیں سے مجھے دکھائی دے۔

دیکھ شاہد خود ہی میرے پاس آ جا مجھے اتنا انتظار نہ کروا اب تو مجھ سے کبھی نہیں بچے گا اگر تو خود میرے پاس آ جائے گا تو میں تمہاری جان نہیں لوں گی صرف تمہارا کچھ خون پیوں گی یہ میری ضد ہے اگر تم باہر نہ آؤ تو پھر یقیناً تم زندہ نہیں بچو گی۔ مجھے اس کی آواز سنائی دی جو بہت غصہ سے بول رہی تھی اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس کے چہرے پر بہت بے تابی تھی اس کا جی چاہ رہا تھا کہ میں ابھی باہر نکلوں اور مجھے وہ ایک لمحہ میں ہی ختم کر دے گی۔ اف یہ کیا ہو رہا ہے وہ کہاں چلی گئی اگر وہ

ہوتی تو یقیناً میرے دل میں ایسا کوئی بھی خوف نہ ہوتا میری نظریں اس کو تلاش کر رہی تھی وہی اس وقت میرا کام کر سکتی تھی وہی مجھے اس عذاب سے چھٹکارا دلا سکتی تھی۔ پھر یکدم وہ مجھے دیکھائی دی وہ سامنے سے ہی آ رہی تھی اسے دیکھتے ہی مجھے کچھ سکون سا مل گیا لیکن چند لمحے بعد ہونے والا منظر دیکھ کر میں کانپ سا گیا اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ آ گئی ہے وہ پھرتی سے اس کی طرف لپکی اور اس پر ایسی جھپٹی جیسے وہ ماورتی پر جھپٹی تھی بالکل ایسا ہی سین میرے سامنے گھوم گیا تھا نائیلہ اس کے نیچے تھی اور وہ اس کے اوپر تھی اور کوشش کر رہی تھی کہ وہ اس کی گردن تک اپنے دانت لے جائے اس کے دو دانت باہر کو نکل چکے تھے جو کسی تلوار سے زیادہ تیز محسوس ہو رہے تھے میں اس کو دیکھتا جا رہا تھا وہ دھیرے دھیرے نائیلہ کو بے بس کرتی جا رہی تھی میں کہنا چاہتا تھا۔

نائیلہ ہمت سے کام لو جس طرح ماورتی کو مارا ہے اس کو بھی مار ڈالو ورنہ یہ ہم دونوں کی امیدوں پر پانی پھیر دے گی ہم کو ایک نہیں ہونے دے گی میرا دل بری طرح کانپ رہا تھا سامنے والا میرے لیے بہت خوفناک بنتا جا رہا تھا اس کے دانت نائیلہ کی گردن کے بہت قریب ہوتے جا رہے تھے اور کسی بھی وقت نائیلہ اس کا شکار بن سکتی تھی لیکن پھر جلد ہی وہ چیخنے لگی اس نے نائیلہ کو چھوڑ دیا اور پاگلوں کی طرح ادھر ادھر بھاگنے لگی نائیلہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھے ہوئے اسے دیکھتی جا رہی تھی اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھرنے لگی تھی اس کو کیا ہو گیا تھا وہ یکدم نائیلہ کو چھوڑ کر یوں کیوں تڑپنے لگی تھی میں یہ بات سوچ رہا تھا کہ یکدم مجھے وہی بونا دکھائی دیا جو اس پر بار بار حملہ کر رہا تھا بونے کو دیکھ کر میری خوشی کا کوئی بھی ٹھکانہ نہ رہا تھا میں اب سب بات سمجھ گیا تھا کہ نائیلہ مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھی وہ بونے کو لینے گئی تھی اور اسے لے کر آ گئی تھی اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا اب میری نظریں بونے پر جمی ہوئی تھیں وہ بار بار اس پر حملہ کر رہا تھا وہ کوشش کر رہی تھی کہ غائب ہو جائے لیکن بونا اسے ایسا نہیں کرنے دے رہا تھا وہ ذرا بھی اس کو موقع نہیں دے رہا تھا اور پھر جس طرح وہ زیر کیا کرتا تھا اسی طرح اس نے اس کو بھی زیر کر دیا وہ ہمت ہارنے لگی اور دھیرے دھیرے نیچے زمین پر گرتی جانے لگی اور پھر چند لمحوں میں ہی اس کے جسم کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ جلنے لگی جلتے وقت اس کا دھیان میری طرف ہی تھا وہ مجھے دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں ایک خوف تھا میرے لیے انتہا کی نفرت تھی لیکن میں جان گیا تھا کہ وہ اب کچھ بھی نہیں کر سکتی ہے بونے نے اس کی زندگی چھین لی تھی میں نے شکر ادا کیا کہ میری زندگی ان کے ہاتھوں سے مرنے سے بچ گئی تھی ورنہ وہ تو میری موت بنی ہوئی میرے سر پر بیٹھ گئی تھی کچھ ہی دیر میں اس کا جسم جلتے ہوئے راکھ بننے لگا میں نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنا ورد شروع کر دیا۔ اب مجھے کسی بھی قسم کا خطرہ نہ تھا جو خطرہ تھا وہ ختم ہو گیا تھا میں نے اپنا چلہ مکمل کر لیا اور خود پر پھونک مارنے کے بعد حصار سے باہر نکل آیا میرے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور ایسی ہی حالت نائیلہ کی تھی کہاں سے لے کر آئی ہو اس کو میں نے بونے کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔ تو وہ بولی کئی دنوں سے میں اس کا پیچھا کر رہی تھی لیکن یہ میرے ہاتھ نہیں لگ رہا تھا مجھ سے بچتا ہی جا رہا تھا لیکن آج میں نے اس کو پکڑ لیا۔ یہ میرے قابو آ گیا اور اس کو میں نے اپنا اور تمہارا غلام بنا دیا ہے اب یہ ہمارا غلام بن کر ہی جیے گا ہماری مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکے گا نائیلہ میں نے خوشی سے کہا تم نے آج بہت بڑا کام کر دیا ہے یوں سمجھ لو کہ آج مجھے نئی طاقت مل گئی ہے۔ وہ بولی شاہد تم ٹھیک کہتے ہو میں تو اس بات کو مذاق سمجھ رہی تھی میں سمجھ رہی تھی کہ ایک معمولی سے وجود والے بونے میں اتنی طاقت کیسے آ سکتی ہے صرف تمہاری خوشی کے لیے میں اس کو غلام بنانا چاہتی تھی لیکن اب اس کو دیکھ لیا ہے اس نے نہ صرف میری جان بچائی ہے بلکہ تمہاری بھی جان بچائی ہے۔

ہاں جان بالکل تم نے ٹھیک کہا ہے اگر آج یہ ہوتا تو یقیناً تم زندہ نہ ہوتی اور پھر جب میں اپنا چلہ پورا کرتا تو وہ مجھے بھی مار ڈالتی لیکن دیکھ لو ہمیں مارنے والے خود ہی مر گئے ہیں۔ بس چار دن کا چلہ رہ گیا ہے اس کے بعد ہم دونوں شادی کر لیں گے میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ جیسے میں تمہارے بغیر ادھورا سا ہوں میری یہ بات سن کر وہ خوشی سے چہک سی گئی

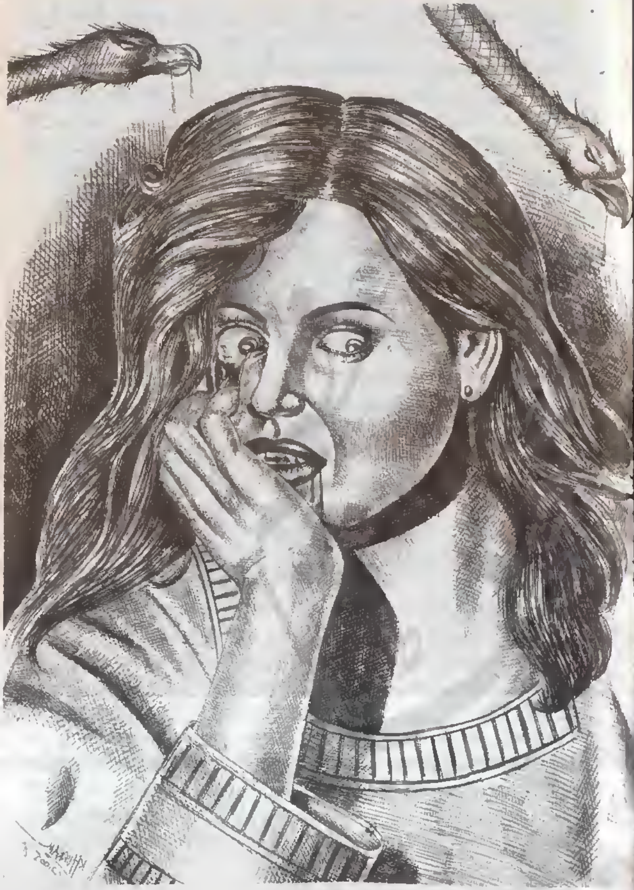

خون آشام ناگن

---تحریر۔عمران رشید۔راولپنڈی۔قسط نمبر۶---

آج پھر صبح ہی سے ڈاکٹر عدیل کو شہر بھر سے ٹیلی فون کال موصول ہونا شروع ہو گئی کہ سانپ کو ختم کرنے کا کوئی منصوبہ اب تک سامنے کیوں نہیں لایا گیا کئی جوگی بابا بھی اس ناگن کو قید کرنے یا ختم کرنے میں ناکام ہوتے ہوئے دیکھائی دیئے یا ماضی میں رونما ہونے والے واقعات کو جان کر کسی نا گن کو ختم کرنے کی حامی نہیں بھری کیونکہ اکثر علم والے سپیروں نے یہ کہہ کر بات ختم کر ڈالی کہ یہ عام سانپ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے کوئی بہت بڑی شیطانی طاقت ہے جس کے پر آج یہ حالات چل رہے ہیں ڈاکٹر سراج فرحان شبانہ عدیل اور کئی سنیئرز ڈاکٹرز کی آج میٹنگ شروع ہو چکی تھی وہ سب ایک لمبے میز کے پاس کرسی پر بیٹھے اسی ناگن پر ڈسکس میں مصروف نظر آ رہے تھے سر ہم نے آج تک ہر بیماری کا علاج دریافت کیا ہے جب سے یہ ناگن ہمارے علاقے میں آئی ہے اور اس کے ڈسنے سے بے گناہ انسانوں کی اموات ہوتی چلی گئیں تب سے ہی ہم مسلسل ناکامی کے مراحل سے گزرتے چلے آ رہے ہیں ڈاکٹر شبانہ جیسی ٹیلنٹ اور تجربہ کار ساتھی جب اس ناگن کا توڑ نہیں نکال سکی وہ پھر ہم کو کم از کم اس ناگن کو قید کرنے کا کوئی تو حل نکالنا ہوگا ہم جانتے ہیں رامیش چندر جیسے جوگی بابا پہلے بھی اس ناگن کو قید کرنے یا اس کا خاتمہ کرنے کے لیے آئے مگر سوائے موت اور شکست کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا سر آپ کے سامنے جو رپورٹ اس وقت ٹیبل پر موجود ہیں اسے مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں بتایئے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے عدیل یہ سب باتیں سر جھکائے ہوئے خاموشی سے سن رہا تھا فوراً اپنا سر اٹھا کر سبھی کے چہروں پر ایک نگاہ ڈال کر بولا۔۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

صبا بیٹی صبا بیٹی ۔آنکھیں کھولو دکی بیٹا ۔جلدی سے آؤ۔ صبا آنکھیں نہیں کھول رہی ہے وکی نے ان تینوں ڈھانچوں کو دور جاتا دیکھ کر اپنا خوف دور کرتے ہوئے اپنی سانس بحال کیے اور صبا کی طرف تیز قدموں سے آیا۔ صبا بھابھی ۔۔صبا بھابھی ۔آنکھیں کھولیے وکی اس کے دل کی دھڑکن معلوم کرنے کے لیے تھوڑا سا مزید جھکا اور سینے پر کان رکھ کر دھڑکن کو محسوس کرنے لگا جہاں اسے مکمل خاموشی دکھائی دی تھی امی جان ۔۔امی جان دھڑکن نہیں چل رہی صبا بیٹی ۔۔صبا بیٹی تو ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی اچانک ایک گاڑی کی ہیڈلائٹ سیدھی وکی کی آنکھوں پر پڑی ایک اٹھارہ سال کے نوجوان نے پاس آ کر صورتحال، دیکھی اور فوراً اسے پچھلی سیٹ پر لٹا دیا وکی اور شکیلہ گاڑی میں سوار ہو چکے تھے ان کا رخ سٹی ہاسپٹل کی جانب تھا جیسے ہی دس منٹ کے مختصر سفر کے بعد گاڑی ہاسپٹل کے لابی میں آ کر کھڑی ہوئی تو ڈاکٹروں نے اسے سٹریچر پر ڈالا اور تیز قدموں سے ایمرجنسی وارڈ میں چلے گئے امی جان ۔امی جان ۔پلیز اپنے آپ کو سنبھالیے صبا بھابھی نہیں مر سکتی وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتیں انہیں زندہ رہنا ہوگا بچوں کی خاطر ۔بھیا کی خاطر ہماری خاطر ۔۔اتنا کہتے ہی وکی کی انکھوں میں آنسو چھلک پڑے پلیز ڈاکٹر صاحب ہماری مدد کریں ۔ہماری بیٹی کو بچا لیجئے۔

دیکھیے ہم پوری کوشش کر رہے ہیں وکی کھڑا ہو کر بولا صرف کوشش نہیں آپ نے اسے نئی زندگی دینی ہے کیونکہ یہ ڈاکٹر عدیل کی بیوی ہے ۔کیا وہ نرس یہ سن کر خوفزدہ سی ہو گئی آپ جایئے پلیز ۔وہ تیز قدموں سے ایمرجنسی وارڈ

مین داخل ہو چکی تھی جبکہ وکی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جیسے ہی اوپر آیا ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔نبیل دوڑتا ہوا نیچے آرہا تھا وکی۔۔وکی تو یہاں پر۔۔نبیل کیا ہوا وکی کیا بتاؤں اگر آدھا گھنٹہ پہلے آجاتا تو اپنی آنکھوں سے ان تینوں ڈھانچوں کو زندہ چلتے ہوئے دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا نبیل میں نے انہیں دیکھا ہے۔ک۔ک۔کیا۔کب۔کس وقت بالکل نہیں ہے اس سے پہلے تم یہ جان لو صبا بھابھی ہاسپٹل میں ہیں کیا۔یہ۔۔یہ۔۔یہ تو کیا کہہ رہا ہے ہاں نبیل ان تینوں ڈھانچوں نے صبا بھابھی کی جان لینے کی کوشش کی ہے نجانے وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔میں۔میں نہیں جانتا مجھے۔مجھے۔سمجھ نہیں آرہا ہے کیا کروں صبا بھابھی کو بچالو۔۔نبیل صبا بھابھی کو بچالو آہ۔۔وکی نبیل سے گلے لگ کر رونے لگا تو نبیل بولا۔

صبا بھابھی کو کچھ نہیں ہوگا وکی۔۔یار دوست اپنے آپ کو سنبھالو میں ابھی سمیر بھیا کو اور سائرہ بھابھی کو فون کرتا ہوں نبیل مردہ خانے کا کھلا دروازہ چھوڑ کر ہی نیچ آچکا تھا اور کاؤنٹر پر جہاں ڈیوٹی دینے والا عملہ کچھ دیر پہلے موجود تھا ان ڈھانچوں کو دیکھ کر ہی خوف سے بھاگ چکا تھا نبیل نے سمیر کے گھر کا نمبر ملایا تو کچھ ہی دیر میں کال مل چکی تھی دوسری طرف گھنٹی مسلسل بج رہی تھی سائرہ نے اونگھتے ہوئے ریسور اٹھا کر کان سے لگایا اور بولی کون۔۔سائرہ بھابھی میں نبیل بول رہا ہوں سٹی ہاسپٹل سے۔آپ جلدی سے سمیر بھیا کو لے کر آجائیں صبا بھابھی ہاسپٹل میں ہیں کیا۔یہ سن کر جیسے سائرہ کی نیند اڑ چکی تھی نبیل بھائی۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھابھی کا زندہ بچ جانا مشکل نظر آرہا ہے میں۔۔میں ابھی آرہی ہوں سائرہ نے فون رکھا تو سمیر کو اٹھایا سمیر۔۔سمیر جلدی سے اٹھیں اوں ہاں ہاں۔۔سمیر نے اونگھتے ہوئے کہا کیا ہوا ہے سونے کیوں نہیں دے رہی سمیر جلدی سے اٹھو صبا بھابھی کی جان بہت ہی خطرے میں ہے۔۔کیا سائرہ تم ہوش میں تو ہو کیا بات کر رہی ہو سمیر ابھی نبیل بھیا کی سٹی ہاسپٹل سے فون آیا ہے اس نے کہا صبا زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے یہ سن کر سمیر بجلی کی طرح بیڈ سے نیچے اتر کر کھڑا ہوا اور کپڑے تبدیل کیے کچھ ہی دیر مین سمیر اور سائرہ نے دروازہ بند کر کے بچوں کے کمرے پر ایک نگاہ ڈالی اور کہا بچوں کو سونے ہی دیتے ہیں ہم ایسا کرتے ہیں باہر گیٹ کو تالا لگا جاتے ہیں سائرہ میں ساتھ والے ہمسایہ کو بھی بتا دیتا ہوں اب وہ دونوں سٹی ہاسپٹل روانہ ہو گئے۔

قبرستان کا گورکن ان قبروں کے پھٹنے کی خوفناک آوازیں بالکل صاف اور واضح سن رہا تھا اسنے گھر سے باہر نکل کر دور قبروں سے نکلتے ہوئے ڈھانچے دیکھے تو فوراً سٹی ہاسپٹل روانہ ہو گیا سمیر اور سائرہ جیسے ہی اندر داخل ہوئے تو وکی سمیر سے گلے لگ کر رو پڑا سمیر بھیا بھابھی جان۔۔بھابھی جان اندر ایمرجنسی روم مین ہین انہیں انجکشن لگا دیا ہے دل کی دھڑکن بہت ہی آہستہ آہستہ چل رہی ہے ڈاکٹرز تقریباً لاجواب ہو چکے ہیں ابھی کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا سائرہ بولی وکی یہ۔۔یہ سب کیسے ہوا۔سائرہ بھابھی میں آپ کو کیا بتاؤں ان آنکھوں نے کیا منظر دیکھا ہے اس سے اچھا ہوتا صبا بھابھی کیجگہ ان ڈھانچوں نے میری جان لینے کی کوشش کی ہوتی انہوں نے صبا پر ہی کیوں جان لیوا حملہ کیا اس بات کی ابھی تک سمجھ نہیں آرہی سمیر بولا۔

یہ ڈھانچے اچانک کہاں سے آگئے نبیل بولا سمیر بھائی ان تینوں ڈھانچوں کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے مردہ خانے کا دروازہ کھول کر باہر آتے ہوئے دیکھا حیرت کی بات یہ ہے سمیر بھیا وہ اپنے آپ ہی برف کے بند بلاکس سے باہر کیسے آگئے اور یہ دروازہ باہر سے بند تھا اندر سے کسی مردے کے کھولنے کا تو گمان ہی نہیں ہوتا تھا دوسری طرف گورکن بھی سٹی ہاسپٹل میں آچکا تھا جہاں نرسیں اور ڈاکٹرز دائیں بائیں خوف کے عالم میں گھبراتے ہوئے ہاسپٹل کے احاطے میں جمع ہونا شروع ہو چکے تھے جیسے ہی تین لیڈیز ڈاکٹرز ان کے پاس آئین تو وکی بولا آپ نے بڑے بھیا کو اطلاع کی وہ بولی دیکھیے

ڈاکٹر عدیل سے فی الحال رابطہ نہیں ہو رہا ہے شاید وہ آپریشن تھیٹر میں مصروف ہیں انہیں بھیما کے بارے میں سن کر پریشانی کا احساس ہوا ہے اللہ ضرور ان پر اپنا رحم کرے گا شکیلہ بولی وکی گھر پر بہادر جان کو اطلاع کر دو ٹھیک ہے امی جان وکی اتنا کہہ کر چلا گیا ناگ راج چھت پر سے اتر کر نیچے آچکا تھا اور اس کمرے میں داخل ہو چکا تھا جہاں بہادر جان فون پر باتیں کرتے ہوئے اچانک خوفزدہ ہو چکا تھا۔کیا صبا بھابھی ہاسپٹل مین ہیں ٹھیک ہے وکی بابو میں صاحب سے رابطہ کرتا ہوں۔

رامیش چندر اور جمیل کھڑکی کے شیشے سے باہر کا منظر بالکل صاف اور واضح طور پر دیکھ کر حیران و پریشان ہو چکے تھے کیونکہ ڈھانچے اس تالاب میں اتر کر غائب ہوتے جارہے تھے رامیش بولا جمیل یہ روشنی جب تک ختم نہیں ہو جاتی ہمیں یہاں رک کر انتظار کرنا ہوگا شکر ہے رامیش بابا وہ روشنی مکان کے اندر داخل نہیں ہوئی رامیش اپنے سانس بحال کرتے ہوئے بولا شکر کرو خدا کا اس نے ہماری زندگی کو بخش دیا ہے رامیش بابا کی آپ بتا سکتے ہیں یہ ڈھانچے کہاں سے آئے ہیں۔ڈاکٹر صاحب یہ وہی ڈھانچے ہیں جن کے متعلق آپ کو پہلے بھی بتایا تھا وہ ان انسانوں کے ڈھانچے ہیں جنہیں اس ناگن نے اپنے زہر سے موت کے گھاٹ اتار کر قبر میں اتارتا گیا۔۔اس کا مطلب۔۔اس کا مطلب۔وہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا جب پچھلے مہینے۔۔اب میں سمجھا آج رات کو وہاں بھی ضرور کچھ ہوا ہوگا۔رامیش نے کہا بالکل صحیح سمجھے وہ ڈھانچے وہاں سے غائب ہو کر یہاں اس جنگل میں سے گزر کر تالاب میں اتر جاتے ہیں مجھے اپنے سٹاف سے فوری بات کرنی ہے رامیش بابا باہر اندھیرا ہو رہا ہے رامیش چندر نے بند کھڑکی سے باہر روشنی کم ہوتی دیکھی تو بولا میرا خیال ہے چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپ رہا ہے آپ اس روشنی کے ختم ہونے کا انتظار کریں کچھ ہی دیر میں روشنی کم ہوتے ہی بالکل ختم ہو گئی رامیش نے جمیل کا ہاتھ پکڑا اور بولا چلیے میرے ساتھ۔اب وہ دروازہ کھول کر باہر آئے تو رامیش نے آسمان پر نگاہ اٹھا کر دیکھا گہرے گہرے بادلوں میں چاند چھپ گیا تھا رامیش بولا مجھے لگتا ہے چاند کی روشنی اب بادلوں میں غائب ہو چکی ہے میرے خیال میں بادلوں کے اس گہرے جھرمٹ سے چند کو نکلنے میں ٹائم ضرور لگے گا اگر ہم کوشش کریں تو جنگل کے راستے ہم دریا تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ دریا کے پانی پر اس روشنی کی طاقت بے اثر ہے کچے راستے سے اگر گئے تو اوپری سڑک تک پہنچنے میں وقت لگ سکتا ہے میں زیادہ تیز نہیں چل سکتا آہستہ آہستہ ہمت پیدا کرنی ہوگی رامیش بابا میں آپ کے ساتھ ہوں جب منزل ایک ہے اور ہمت ایک ہے تو پھر اللہ ضرور ہماری مدد کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے ہم حق کے راستے پر ہیں برائی کا راستہ تو اس خونی ناگن نے اختیار کیا ہے جو آج سفید روشنی جیسی خطرناک شیطانی طاقت کی شکل میں ہمارے سامنے جیتی جاگتی ایک مثال ہے چلیے اب رامیش بابا اور جمیل آہستہ آہستہ جنگل سے گزر کر کسی بھی طرح دریا تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔

جمیل نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی وہ دونوں کچھ قدم چلتے ہوئے فاصلہ طے کرنے کے ساتھ ساتھ آسمان پر بھی نگاہ دوڑائی دور کہیں سے گرج چمک کی آواز نے ان دونوں کے دلوں کی دھڑکن میں خوف سے اضافہ کر دیا تھا جیسے ہی وہ جنگل سے نکل کر کھلی جگہ پر پہنچے تو ٹینٹ کے باہر لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے دو نوجوان جن کے جسم سے کھال تک اتر چکی تھی زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے کچھ فاصلہ پر پانچ انسان جسم ہڈیوں میں پڑے دکھائی دے رہے تھے جن کے سر کی کھال تک اتر چکی تھی جبکہ ایک ٹینٹ کے پاس مردہ حالت میں دکھائی دے رہا تھا اس کے جبڑے سے گوشت اور جسم سے آدھا گوشت غائب ہو چکا تھا اس کی ٹانگیں بھی گوشت سے عاری تھیں اس سفید روشنی جیسی شیطانی طاقت نے ان سب کی جان لے لی تھی اور بھاگنے کا موقع تک نہ ملا تھا رامیش بابا مجھ سے یہ لاشیں نہیں دیکھی جا رہی ہیں ڈاکٹر صاحب میں پہلے بھی دو تین بار یہ مناظر دیکھ چکا ہوں یہ سب تو مردہ حالت میں پڑے ہیں اگر میرے کالے گھوڑے کی موت اپنی آنکھوں

سے دیکھ لیتے تو شاید آپ بھی رو نہ پاتے اپنی آنکھوں سے ٹھیک ایک ماہ قبل اسی جگہ اپنے محسن دوست کو تڑپتے ہوئے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا میں نے وہ منظر کیسے بھول سکتا ہوں اور رائے گاڈ۔۔۔ رامیش بابا ہوا تیز ہو رہی ہے یہ ہوا کہاں سے آ رہی ہے رامیش بابا نے اندھیرے میں اپنے گردو اطراف کا جائزہ لیا جمیل بھی ٹارچ کی روشنی کئے لاشوں کو دیکھے جا رہا تھا۔

رامیش چندر نے جیسے ہی بادلوں کا ایک جھرمٹ چاند سے ہٹتے ہوئے دیکھا تو بولا ہم دریا کے پاس ہیں چھلانگ لگا دو لیکن رامیش بابا۔۔۔آ۔۔۔آ۔۔۔آپ میری فکر نہ کرو جلدی کرو جمیل نے تیز قدموں سے چند قدم کا فاصلہ طے کر کے دریا میں چھلانگ لگا دی عین اسی وقت چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا تو رامیش چندر دریا کے ساحل کو عبور کر چکا تھا جمیل نے رامیش کا ہاتھ جلدی سے کھینچا کیونکہ سفید روشنی تیزی سے قریب آ رہی تھی جیسے ہی وہ دریا کے ساحل تک پہنچی تو رامیش اور جمیل پانی کے اندر غوطہ لگا چکے تھے آج موت کو صرف چند قدم کی دوری سے دیکھ کر جمیل کو اپنے پورے جسم میں سنسناہٹ محسوس ہو رہی تھی اپنی گردن باہر نکال کر ساحل پر پھیلی ہوئی سفید روشنی میں تمام جنگل اور دور دور وہ پہاڑیاں بالکل صاف اور واضح دکھائی دے رہی تھیں رامیش بھی اپنا سر پانی سے نکالنے کے بعد ساحل پر اس سفید روشنی کی لکیر کو دریا کے پانی سے کچھ فاصلے پر دیکھ کر شدید خوف محسوس کرنے لگا کیونکہ یہ روشنی انسان کی بھیانک موت پر عکاسی ظاہر کر رہی تھی جس سے دونوں ہی واقف تھے جانتے تھے اگر دریا سے ایک قدم بھی ساحل کی طرف اٹھایا تو پاؤں کی کھال ٹانگوں کا گوشت اس روشنی کے خوفناک اثر سے گل سڑ کر یا ختم ہو جائے گا یا پھر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جائے گا انہی خیالات نے دونوں کو خوف کے سمندر میں قید کر رکھا تھا جمیل پانی کے اندر رہ کر بھی شدید خوف کی حالت میں تھرتھراہٹ اپنے جسم میں محسوس کر رہا تھا بادلوں کی آمد کا انہیں بہت پہلے سے احساس ہو چکا تھا جس کا فائدہ اٹھا کر وہ بروقت اس مکان سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے اور اب دریا کے اندر رہ کر چاند کی روشنی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے نیلے رنگ کی بجلی کڑکتے ہوئے انہیں خوفزدہ کر رہی تھی چاند کی روشنی اب کچھ دیر بعد پھر بادلوں میں چھپ گئی جمیل نے روشنی کم ہوتی محسوس کی اور سفید روشنی کا چھایا ہوا خوفناک طلسم واپس جنگل کی طرف جاتا ہوا واضح کیا تو دریا سے نکل کر ساحل کی طرف آیا ڈاکٹر صاحب۔ ڈاکٹر صاحب واپس آ جائیے۔ رامیش بابا ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی ہے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے نہیں ڈاکٹر صاحب چاند کی روشنی واپس نہیں گئی ہے وہ سفید روشنی دوبارہ پھر جنگل سے تیز رفتاری کے ساتھ واپس آ سکتی ہے رامیش بابا کچھ نہیں ہوتا ہم سڑک تک با آسانی پہنچ سکتے ہیں اگلے ہی لمحے جیسے جیسے چاند گھرے بادلوں میں سے نکلتا یا چھپ جاتا تو سفید روشنی جنگل سے باہر آنے لگتی ہے اور واپس چلی جاتی رامیش بھی دریا سے نکل کر ساحل پر آیا اور بولا ہماری جان جا سکتی ہے ڈاکٹر صاحب ہمارا دریا کے اندر رہنا ہی ٹھیک رہے گا اچانک زوردار گڑگڑاہٹ سے چاند کالے بادلوں میں مکمل طور پر چھپ گیا اور جنگل میں سفید روشنی کا نام و نشان تک ختم ہو گیا جمیل ہر طرف تاریک اندھیرا محسوس کرنے لگا رامیش بابا کیا آپ بتا سکتے ہیں یہ سفید روشنی کتنی دیر تک اپنے حصار میں رہ سکتی ہے رامیش اندھیرے میں جمیل کے بازو کو تھامتے ہوئے بولا ڈاکٹر صاحب مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ روشنی صبح ہونے سے گھنٹہ پہلے ختم ہو جاتی ہے بادلوں کا آنا اس روشنی کی کمزوری ہے جو میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں ورنہ جس جگہ ابھی ہم کھڑے ہیں یہاں ہمارے ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے ہوں تیز روشنی کا سلسلہ اب شروع ہو چکا تھا جمیل ٹارچ کیوں نہیں چل رہی پانی تو نہیں چلا گیا پھر کپڑے سے خشک کر کے ٹارچ کو جلانے کی پھر سے کوشش کی گئی مگر وہ آن نہ ہو سکی وہ ٹارچ کی روشنی کو ترسنے لگے اوپر سے تیز بارش ان کے کپڑے ان کا لباس پوری طرح سے تر کر دیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب میرے خیال سے خطرہ ٹل چکا ہے ہمیں نکل جانا چاہیے بجلی کی کڑک اور تیز بارش کے ساتھ ساتھ ہوا سے انہیں سردی کا احساس ہونے لگا مگر اس وقت جس بات کا انہیں خطرہ تھا وہ یہی تھا کہ بادل اپنی جگہ نہ چھوڑ دیں کیونکہ

چاند کی صرف تھوڑی سی روشنی بھی انہیں موت کے منہ میں لے جا سکتی تھی اب دونوں چلتے چلتے ہوئے اس جگہ آ گئے جہاں ٹینٹ لگے ہوئے تھے اور ان بدقسمت نوجوانوں کالاشیں دکھائی دے رہی تھیں جن کے گلے سڑے جسم بارش سے تر ہوتے جا رہے تھے لیکن اندھیرے میں سوائے ہاتھوں سے محسوس کرنے کے اور کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا رامیش بابا کاش یہ دگ ہماری باتوں پر یقین کر جاتے تو آج اپنی زندگی جیسے انمول تحفے کو کبھی نہ کھو پاتے سچ کہتے ہو ڈاکٹر صاحب دکھ تو مجھے بھی ہے مگر اب سوائے افسوس اور بے بسی کے اور کر بھی کیا سکتے ہیں چلتے چلتے وہ اوپری سطح پر آ گئے۔ جمیل نے رامیش بابا کا ہاتھ تھام لیا تھا اور بمشکل آدھے گھنٹے بعد وہ سڑک کے دوسری طرف قبرستان کی دیوار کے ساتھ موجود تھے لیجئے اب کوئی خطرہ نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔ ہم اس کے شیطانی حصار سے باہر آ چکے ہیں رامیش بابا نے ایک بات کا مجھے ابھی تک خدشہ محسوس ہو رہا ہے۔

وہ کیا رامیش نے جمیل کی طرف اندھیرے میں آواز پر دھیان دیتے ہوئے کہا تو جمیل بولا وہ یہ کہ احمد آباد شہر میں جو قدیمی قبرستان ہے وہاں بھی ضرور کچھ ہوا ہے آپ کہنا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب رامیش نے تجسس سے کہا تو جمیل بولا وہاں جن ڈھانچوں کو دفن کیا ہوگا وہ بھی غائب ہو کر یہاں تک پہنچے ہوں گے اور اس تالاب میں جا چکے ہوں گے رامیش بولا بالکل صحیح کہا آپ نے اس بات کو شاید بہت پہلے سمجھ جاتے ڈاکٹر صاحب رامیش بابا اب کل مجھے فون کر کے اپنے ساتھی ڈاکٹرز اور اپنے باس کو ساری صورتحال بتانا ہوگی کیونکہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے پچھلے ماہ ہمارے ہاسپٹل میں بھی کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا دو مردہ ڈھانچے خود بخود زندہ ہو کر مردہ خانے سے نکل کر غائب ہو چکے تھے آج نجانے وہاں کیا عالم ہوگا اور قبرستان کی وہ قبریں بھی مکمل طور پر پھٹ چکی ہوں گی جنہیں اس خونی بھیانک اموات واقع ہوئیں ڈاکٹر صاحب اس وقت مجھے نہیں لگتا کوئی گاڑی گزرے گی یہاں رک ہی ہم صبح کا انتظار کریں گے کیونکہ یہاں سے آبادی تک کا سارا راستہ کچا ہے اور گاڑی چالیس سے پچاس منٹ ضرور لیتی ہے پھر آپ کا کیا خیال کہتا ہے رامیش بابا آج پیدل ہی چلیں اندھیری رات اوپر سے تیز بارش اور سنسان سڑک کیا زبردست ماحول ہوگا جب موت کو اپنے سامنے صرف چند قدم سے واپس لوٹتے ہوئے دیکھا۔

ڈاکٹر صاحب ابھی میری ٹانگوں میں اتنا دم نہیں ہے کہ پیدل چل سکوں سچ تو یہ ہے کہ میں جنگل سے دریا اور دریا سے یہاں تک جس طرح چل کر آیا ہوں اسے میری ہمت سمجھئے یا پھر آپ کا ساتھ جس نے مجھے ثابت قدم رکھا ورنہ تو شاید آج پھر میرے جسم میں سانپوں کا خوفناک زہر گردش کر رہا ہوتا پھر اس سفید روشنی جیسی خوفناک طاقت کے سامنے بے بس ہو کر خود کو موت کے سپرد کر دیتا ارے نہیں نہیں رامیش بابا ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں ہم کوئی مناسب جگہ تلاش کرتے ہیں یہ بارش رکنے والی نہیں ہے اب دونوں چلتے ہوئے محفوظ جگہ کی تلاش میں نکل پڑے۔

* * *

وکی سمیر اور نبیل اس وقت سخت پریشانی کے عالم میں وارڈ روم کی راہداری میں بینچ پر بیٹھے ہوئے تھے صبا کے ہوش میں آنے منتظر تھے اور اس کی زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے اتنی دیر میں ایک نرس پاس آ کر بولی ڈاکٹر فرحان اور ڈاکٹر سراج سے میں نے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ لیب کلوز کرنے کے بعد واپس جا چکے ہیں اس وقت نہ تو ڈاکٹر عدیل سے کوئی رابطہ ہوا ہے اور نہ ہی ڈاکٹر شبانہ سے کوئی بات ہو سکی ہے شاید وہ آپریشن سے فارغ ہو کر واپس آ رہے ہیں یا ابھی تک تھیٹر کے اندر ہی موجود ہیں اس بات کا یقینی طور پر میں کچھ بھی اندازہ نہیں لگا سکتی سمیر بولا جی آپ کا بہت شکریہ وہ نرس واپس چلی گئی تو سمیر نے سائرہ کے چہرے پر پریشانی اور خوف کے سائے لہراتے ہوئے محسوس کئے تو بولا تم پریشان کیوں ہوتی ہو سائرہ اللہ سب بہتر کرے گا امید کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو سمیر۔۔۔ سمیر۔ مجھے یہ سب ایک خواب کی طرح محسوس ہو رہا ہے کاش یہ جھوٹ ہوتا وکی بولا۔

سائرہ بھابھی یہ سب کچھ حقیقت میں ہوا ہے ان ہڈیوں کے ڈھانچوں کو خود اپنی آنکھوں سے سڑک پر جاتے ہوئے دیکھا تھا اچانک ہی انہوں نے صبا کو گردن سے اوپر اٹھالیا جس کی مجھے بالکل امید نہ تھی میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ صبا کی جان لینے کی کوشش کریں گے بیچ میں خود بھی بری طرح سے خوفزدہ ہو چکا تھا کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا اگر اللہ کو منظور ہوا تو صبا کو نئی زندگی ضرور ملے گی تم امید کو مت ٹوٹنے دینا انسان امید کے سہارے ہی جی رہا ہے اب وہ خاموشی سے بیٹھ کر صبا کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگے جبکہ وال کلاک پر لگی ہوئی گھڑی جس پر ساڑھے تین بج رہے تھے صرف ٹک ٹک کی آواز پرسکون راہداری میں واضح سنائی دے رہی تھی۔

❀❀❀

ڈاکٹر عدیل اور شبانہ جیسے ہی صبح سات بجے ہاسپٹل پہنچے تو عدیل کو صبا کے ساتھ ہونے والے واقعے کا علم ہوا تب وہ خوف سے اس کی دل کی دھڑکنیں بے چین ہوتی چلی گئیں ساتھ کھڑی ڈاکٹر شبانہ بھی یہ سن کر خوف سے عدیل کی جانب دیکھنے لگی قبرستان کو گورکن بھی اپنا بیان دے کر واپس جا چکا تھا ڈاکٹر عدیل سفید کاغذ پر اس گورکن کا بیان پڑھ کر حیران رہ گیا ڈاکٹر سراج اور فرحان کو بھی عدیل کے ہاسپٹل پہنچنے کا علم ہو چکا تھا اس لیے آج وقت سے پہلے ہی پہنچ چکے تھے کیونکہ انہیں بھی رات والے واقعہ کی اطلاع مل چکی تھی بھیا۔۔عدیل بھیا۔۔وکی اپنے بھائی عدیل کو دیکھ کر بھاگتے ہوئے جا کر گلے سے لگ کر رو پڑا بھیا۔صبا بھابھی کے ساتھ ان ڈھانچوں نے اچھا نہیں کیا بہت مشکل سے صبا بھابھی کو لے کر یہاں ہاسپٹل پہنچے ہیں۔صبا کہاں ہے کس حال میں ہے اسے دیکھنا چاہتا ہوں عدیل نے تیزی سے الفاظ اپنی زبان سے ادا کیے اور ہاسپٹل کے اندر چلا گیا پیچھے پیچھے سبھی عدیل کے ہمراہ اندر چلے گئے اب سیڑھیاں چڑھ کر جیسے ہی اوپر ایمرجنسی وارڈ روم کے شیشے سے صبا کو دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے صبا میری صبا میری جان کی یہ۔۔یہ حالت کیسے ہو گئی عدیل بھیا اپنے آپ کو سنبھالیے بھابھی جان کو ڈاکٹروں نے انجکشن لگا دیا ہے کہہ رہے تھے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر صبا ہوش میں آجائے گی اگر اسے ہوش نہ آئی تو کچھ بھی ہو سکتا ہے کیا۔۔عدیل نے جب یہ سنا تو اپنے بھائی وکی کی طرف دھڑکتے ہوئے دل سے دیکھنے لگا عدیل کی بدلتی ہوئی اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے سمیر نے اسے حوصلہ دیا اور کہا پریشان نہ ہو ۔صبا بھابھی کو ضرور ہوش آجائے گا تجھے ابھی آرام کی ضرورت ہے اتنی دور سے سفر کر کے ابھی پہنچا ہے ساری رات نہیں سویا میرے خیال سے گھر جا کر ریسٹ کر لے ہم صبا کے پاس ہیں سائرہ بھی شبانہ کے پاس آ کر بولی سمیر بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں پلیز آپ انہیں اپنے ساتھ لے جائیں اب عدیل نم زدہ آنکھوں سے صبا کو شیشے میں بے ہوشی کے عالم میں دیکھ کر واپس بوجھل قدموں سے باہر آ گیا شبانہ اور عدیل اب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے سر اتنا کچھ ہو گیا مجھے یقین نہیں آرہا ڈاکٹر فرحان اور سراج جو گاڑی کے پاس کھڑے تھے عدیل سے مخاطب ہوئے سر پلیز آپ اپنے دماغ سے اتنا دباؤ مت ڈالیں پریشان مت ہوں اللہ ہمارے ساتھ ہے ہم صبا کی دیکھ بھال کر رہے ہیں امید ہے ان دو چار گھنٹوں میں اسے ہوش آجائے گا شبانہ تم سر کو لے کر ان کے ہاؤس پر پہنچو میں کچھ میڈیکل رپورٹس لے کر لیب جا رہا ہوں تم بھی کچھ دیر آرام کر لینا ٹھیک ہے میری فکر مت کرنا میں شام کو لیب میں آ کر تم سے ملتی ہوں اتنا کہتے ہی شبانہ نے کو سلف مارا اور گاڑی اسٹارٹ ہو گئی اب وہ عدیل کے گھر پہنچ چکے تھے بہادر جان نے گیٹ کھولا تو عدیل کا زرد آلود چہرہ ٹوٹتا ہوا جسم اور غیر ہوتی ہوئی حالت کو واضح محسوس کیا۔

صاحب جی۔۔صاحب جی یہ آپ کی طبیعت کو اچانک کیا ہو گیا بہادر جانی پانی لے کر آؤ پانی لاؤ۔۔عدیل نے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے کہا اور اب آہستہ آہستہ ٹھنڈے پانی کے گھونٹ حلق میں اتارنے لگا اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو رواں تھے اگر میری صبا کو کچھ ہو گیا تو بچوں کا کیا بنے گا پلیز سر اپنے آپ کو سنبھالیے آپ کو ابھی فی الوقت آرام کی ضرورت ہے آپ کپڑے تبدیل کر کے آرام کیجیے ڈاکٹر میم صاحبہ کی حالت کیسی ہے دیکھو بہادر جان ہم خود بھی

اس وقت سخت ڈپریشن کا شکار ہیں پہلے ہی رات کے جاگے ہوئے ہیں اوپر سے صبا کی حالت کا دیکھ کر دماغ پھٹتا جا رہا ہے میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے میں ابھی ہاسپٹل جا کر اپنے روم کی چابی لے کر چلی جاؤں گی شام کو ہی واپس آ کر صبا کو فوری طور پر ہوش میں لانے کا لائحہ عمل اختیار کیا جا سکے گا۔ناگ راج میز پر کنڈلی مارے یہ سب سن اور دیکھ رہا تھا فوراً نیچے اترا اور صحن میں چلا گیا۔

بہادر جان نے ٹھنڈے پانی کا گلاس میز پر رکھا تو شبانہ نے دو چار گھونٹ میں ہی گلاس خالی کر دیا۔میں واپس جا رہی ہوں میرے خیال سے وہ اوپر اپنے کمرے میں ریسٹ کے لیے جا چکے ہیں اب شبانہ صحن میں آئی اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ ناگ راج بھی گاڑی کے اندر داخل ہو چکا ہے شبانہ اب ہاسپٹل کے سامنے گاڑی کھڑی کرنے کے بعد سیدھی اندر کاؤنٹر کی طرف بڑھی جبکہ آدھے کھلے ہوئے شیشے سے ناگ راج نیچے اتر کر فٹ پاتھ پر آ گیا اتنی دیر میں شبانہ چابی لے کر ہاسپٹل سے باہر آ چکی تھی اور گاڑی میں بیٹھ کر اپنے کالج کی طرف نکل پڑی جو کوئی اس سانپ کو فٹ پاتھ پر دیکھتا خوف سے پیچھے ہٹ جاتا ناگ راج اب رینگتا ہوا سڑک عبور کرنے کے بعد جیسے ہی لابی سے گزرا تو ڈاکٹر اور لیڈی نرس اُسے دیکھ کر چیخ پڑے ناگ راج ہاسپٹل کے اندر داخل ہو چکا تھا اور تیزی سے رینگتا ہوا فرش پر چلا جا رہا تھا راہداری میں ہر کوئی اس سبز رنگ کے سانپ کو دیکھ کر خوفزدہ ہوتا چلا گیا جیسے ہی وہ سیڑھیوں کے جنگلوں پر چڑھ کر اوپر آیا تو دو لیڈیز ڈاکٹرز جو میڈیکل رپورٹس ہاتھ میں پکڑے سیڑھیوں کے زینے اتر رہی تھیں چیختے ہوئے الٹے قدموں راہداری میں واپس چلی گئیں ایک لمحے کے اندر اندر ہاسپٹل میں یہ خوفناک خبر جنگل کی آگ کی مانند پھیل گئی کہ ایک سبز رنگ کا زندہ سانپ ہاسپٹل کے اندر آ چکا ہے ناگ راج پلر کے ساتھ بنے ہوئے پائپ پر چڑھ کر باہر کی طرف آیا اور سیدھا اس کھڑکی کی طرف آ گیا جو اندر کمرے کی طرف کھلتی تھی کھڑکی سے داخل ہو کر ناگ راج نے اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے صبا کی طرف دیکھا اور رینگتا ہوا بیڈ پر چڑھ کے اس کے بازو پر آ کے بیٹھ گیا سمیر وکی سائرہ نبیل اور شکیلہ ناگ راج کی طرف سے بے خبر تھے کہ وہ صبا کے بائیں بازو سے لپٹا ہوا ہے اور باہر سے کوئی بھی اسے آسانی سے نہیں دیکھ سکتا تھا اتنے میں دو ڈاکٹرز سمیر اور وکی کے پاس گھبراتے ہوئے آئے تو نبیل بولا پڑا کیا ہوا۔کیا ہوا آپ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہیں نبیل ایک سبز رنگ کا دھاری دار سانپ جس کے جسم پر مالٹائی رنگ کے دھبے بنے ہوئے ہیں وہ ہمارے ہاسپٹل میں آ گیا ہے اور کہیں غائب ہو گیا ہے۔کیا سمیر وکی اور سائرہ نے یک زبان ہو کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر بولا آپ لوگ بس اپنا خیال رکھئے کیونکہ آج کل ویسے بھی جن بے گناہ انسانوں کی اموات ہو رہی ہیں وہ بھی سانپ کے ڈسنے سے ہو رہی ہیں سنا ہے ایک ناگن جس کے خطرناک زہر کے بارے میں آج تک کوئی بھی تحقیق نہیں ہو سکی ہے وہ انسانوں پر جان لیوا حملہ مسلسل کرتا آ رہا ہے وہ صرف رات کی تاریکی میں حملہ کرتا ہے آپ لوگ اپنا خیال رکھئے اب وہ سب پریشانی کے عالم میں وہی بیٹھ چکے تھے شام کو عدیل کی طبیعت کافی بہتر ہو چکی تھی ڈاکٹر شبانہ بھی سٹی ہاسپٹل پہنچ چکی تھی عدیل شیشے کی مستطیل کھڑکی سے صبا کی طرف دیکھ کر مسلسل پریشانی کے عالم میں دکھائی دے رہا تھا اتنے میں شبانہ بولی سر آپ کے سامنے ہی ساری صورتحال ہے صبا کو اب تک ہوش آ جانا چاہیے تھا بارہ گھنٹے گزر چکے تھے سائرہ بولی بھیا۔بھیا پلیز کچھ کریں۔

سائرہ میں صبا کو نئی زندگی دوں گا شبانہ صبا کو ہوش میں لانے کے لیے کچھ بھی کرو اسے زندہ رہنا ہو گا میری خاطر نہ سہی بچوں کی خاطر اسے ہوش میں آنا ہو گا بھیا۔۔بھیا وہ وہ دیکھیں سانپ۔۔عدیل شبانہ وکی اور سمیر شیشے سے ناگ راج کو پھن چوڑا کرتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گئے خاص طور پر ڈاکٹر شبانہ جو دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور ناگ راج کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھنے لگی شبانہ کے پیچھے پیچھے سبھی اندر روم میں آ چکے تھے شکیلہ نے ناگ راج کو پہنچان لیا تھا اس نے ناگ راج کو اٹھا لیا تو وہ اپنی زبان نکالتے ہوئے جھک سا گیا شبانہ کے اوپر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ وہ ہاسپٹل کیسے

پہنچ گیا۔ یہی حال وکی سمیر عدیل اور شکیلہ کا بھی تھا عدیل نے ناگ راج کو پکڑا اور بولا ناگ راج دیکھو صبا کی حالت تمہارے سامنے ہے اسے ہوش نہیں آ رہا ہے تم اس کے لیے دعا کرو گے ناں عدیل نے نم زدہ ہوتے ہوئے کہا تو وہ صبا کے بازو سے لپٹ گیا اور اسے کھینچنے لگا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا اس نے صبا کی گردن کو جیسے تھام لیا تھا عدیل نے ناگ راج کو صبا سے علیحدہ کرنا چاہا مگر وہ اسے چھوڑنے کو بالکل بھی تیار نہیں تھا۔ شاید اس نے صبا کے ہوش میں نہ آنے تک کا اٹل فیصلہ کر لیا تھا شبانہ نے بھی ناگ راج کو آگے بڑھ کر صبا سے جدا کرنا چاہا مگر وہ اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے انہیں زبردستی کرنے سے روک رہا تھا جیسے وکی نبیل اور شکیلہ نے واضح طور پر محسوس کر لیا تھا شبانہ کی آنکھوں سے آنسو اترنے لگے پھر وہ عدیل کی طرف دیکھ کر بولی۔

سر میں نے کئی گھوڑے کتے اور بلی جیسے وفادار جانوروں کو انسان سے محبت کرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن آج ایک سانپ کو انسان سے محبت کرتے ہوئے پہلی بار دیکھا ہے۔ جی ہاں سر پہلی بار اس نے دوپٹے سے اپنے آنسوؤں کی لڑی کو صاف کرتے ہوئے کہا اور باہر چلی گئی عدیل وکی اور سائرہ شبانہ کو باہر جاتے ہوئے دیکھ کر ایک دوسرے کو خالی خالی نظروں سے تکنے لگے پھر عدیل بولا میں جانتا ہوں ناگ راج صبا کو چھوڑ کر نہیں جائے گا ہمیں صبا کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا لیکن بھیا اب تو رات بھی ہونے والی ہے سائرہ نے پریشانی سے کہا تو عدیل بولا امید ہے رات تک کسی بھی لمحے صبا کو ہوش آ سکتا ہے اللہ نے ہماری نہیں سنی شاید اس بے زبان کی کچھ سن لے اتنا کہتے ہی عدیل بھی ناامید سا ہو کر ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ باہر آ گیا سمیر عدیل کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ناکام تسلیاں دینے لگا پھر ڈاکٹر فرحان بولا میرے خیال سے آپ دوسرے روم میں تشریف لے جائیں راؤنڈ لگا لیا جائے ٹائم ہو گیا ہے عدیل نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔ اب ڈاکٹر شبانہ فرحان سراج اور عدیل راؤنڈ لگاتے ہوئے راہداری سے گزر رہے تھے سراج گورکن کیا کہہ رہا تھا سر بہت ہی بری خبر سننے کو ملی ہے کل رات پورے چھبیس ڈھانچے قبرستان سے غائب ہوئے ہیں جنہیں اس ناگن نے ڈسا تھا کیا عدیل چلتے چلتے رک گیا اور بولا خبر سن کر واقعی دھچکا لگا ہے فرحان تم نے جمیل سے رابطہ کیا تو سر کل شام کو اسے آخری فون آپ کو کیا تھا ہاں مجھے یاد ہے اس نے کہا تھا کہ آج شام نگر میں کچھ ہونے والا ہے شبانہ بھی خوف سے بولی سر آپ کو یاد ہے اس نے اور بھی کچھ کہا تھا کیا کہا تھا شبانہ۔۔۔ سر آپ شاید کچھ بھول رہے ہیں اس نے آپ کو کہا تھا کہ آج رات ہڈیوں کے ڈھانچے تالاب میں اتریں گے سر تمام واقعات سامنے آنے کے بعد شک وشبہ کی کوئی گنجائش اب باقی نہیں رہی ہے کہ شام نگر میں ہونے والے ان واقعات کا تعلق یہاں کے حالات سے ہے شبانہ صاف صاف بولو کیا کہنا چاہتی ہو سر یہ بالکل ایک ناممکن سی بات ہے کہ جو حالات وہاں کل رات کو پیدا ہوئے کچھ ایسے ہی حالات یہاں بھی ظاہر ہوئے ہیں۔ شبانہ تم کہنا یہ چاہتی ہو کہ کل رات جو کچھ ہو چکا ہے وہ ایک حقیقت ہے اگر ایسا ہے تو پھر صورت حال کافی کشیدہ ہیں اور ہمیں اس کی تہہ تک پہنچنا ہے شبانہ تم جمیل کے ٹیلی فون کا انتظار کرو سراج تمہاری ڈیوٹی یہ ہے ان لوگوں کی فہرست بنا کر لاؤ جنہیں وہ ناگن اب تک ڈس چکی ہ مجھے کل صبح تک لسٹ چاہیے میں ان ڈھانچوں کا کھوج لگانا چاہتی ہوں جو زندہ ہو کر قبر سے باہر نکل آتے ہیں لیکن سر اس کا کیا ثبوت ہے کہ آج رات بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ پچھلے ایسا ہوا تھا جب اسی طرح کے حالات اور واقعات کا ہمیں سامنا کرنا پڑا تھا عدیل کچھ سوچ کر بولا سراج تم قبرستان کو رگن سے مل کر لسٹ تیار کر لو۔

فرحان تمہاری ڈیوٹی یہ ہے اگر آج رات کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آتا ہے یا اس خونی ناگن کے ڈسنے سے خدانخواستہ کسی کی موت ہو جاتی ہے تو اس لاش کو میری اجازت کے بغیر دفن نہیں کرنا یہ میرا سختی سے آڈر ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والے کسی بھی شخص کو بالکل بھی معاف نہیں کیا جائے گا شبانہ تم نے اس ناگن کے زہر کا توڑ نکالا کوئی فارمولا کوئی سلوشن۔ جو ہمارے کام آ سکے سر میں تو رات دو تین بجے تک کمپیوٹر پر اس زہر کے نمونے اور اس کے توڑ پر مسلسل پندرہ

دنوں سے کام کر رہی ہوں مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں مل سکا آج پھر کوشش کروں گی امید ہے کبھی نہ کبھی تو اس ناگن کے زہر کا حل دریافت ہو سکے گا اب عدیل اور باقی ڈاکٹرز زہر وارڈ میں جا کر مریض کے بارے میں حال احوال پوچھنے لگے رات دس بجے عدیل اپنے کمرے میں ایک فائل کلوز کرنے کے بعد لمبا سانس لے کر اس کمرے میں چل دیا جہاں سمیر شکیلہ اور نبیل پریشان بیٹھے تھے عدیل کو کمرے میں آتا دیکھ کر سمیر کھڑا ہو گیا اور بولا صبا کو ابھی تک ہوش نہیں آیا صبا کو کل صبح تک ڈاکٹرز نے ٹائم دیا ہے شاید انہوں ہے تجھے نہ کہا ہو لیکن ہمیں وہ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے بتا کر جا چکا ہے عدیل بھابھی جان کے ہوش میں آنے کی امید دم توڑتی دکھائی دے رہی ہے وکی بھی آنکھوں میں آنسو لیے پاس آ کر بولا سمیر بھیا پھر آپ ہی بتائیں ہم کیا کریں۔

شکیلہ بھی خاموش بیٹھی ہوئی تھی ایک طرف صبا کے خیالوں میں گم دکھائی دے رہی تھی عدیل بولا۔ امی جان صبا کو ہوش آئے گا ضرور آئے گا۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے دوسری طرف ناگ راج نے صبا کے ہاتھوں کی انگلیوں میں حرکت ہوتی دیکھی تو اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے جلدی سے نیچے اترا اور باہر جانے کا راستہ تلاش کرنے لگا بڑی مشکل سے دروازے کے خلا سے وہ باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا اب وہ اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں وکی عدیل سمیر اور شکیلہ پریشانی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہی ناگ راج کو اندر آتے دیکھا تو عدیل اسے دیکھ کر حیران رہ گیا شکیلہ سمیر اور دروازے پر کھڑی ایک نرس سانپ کو دیکھ کر ایک دوسرے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے ناگ راج نے آگے بڑھ کر شکیلہ کے دوپٹے کو پلو اپنے دانت سے کھینچا تو عدیل سمیر وکی اور وہ نرس حیرت میں پڑ گئے ناگ راج اسے کھینچنے کا ارادہ رکھتا تھا شکیلہ نے ناگ راج کو اس طرح دیکھ کر حیرانگی کا اظہار کیا ناگ راج تم کہاں لے کر جا رہے ہو اب سبھی ناگ راج کے پیچھے راہداری کے ساتھ بنے ہوئے اس ایمرجنسی وارڈ میں پہنچ گئے جہاں صبا کو ہوش آ رہا تھا عدیل کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھرتے ہوئے دکھائی دیے دروازہ کھول کر سبھی صبا کے گرد کھڑے ہو گئے عدیل نے ناگ راج کو اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا صبا دھیرے دھیرے اپنی آنکھیں کھولنے لگی اس کے دل و دماغ میں سفید رنگ کے ڈھانچوں کا منظر کسی فلم سکرین کی طرح ایک لمحے کے لیے روشن ہوا پھر جیسے ہی انہوں نے اسے گردن سے اٹھا لیا تو صبا لمبے لمبے سانس لے کر اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے دائیں بائیں دیکھ کر حیران رہ گئی اسے اپنے گرد و اطراف کے ماحول سے اتنا اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ ہاسپٹل میں ہے وکی۔۔ وکی بھیا۔۔ شکیلہ آنٹی۔ صبا بیٹی۔۔ صبا بیٹی شکر ہے تجھے ہوش آ گیا یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے شکیلہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تو عدیل پاس بیٹھ کر بولا صبا۔ صبا اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو ہمارا کیا حال ہوتا تم جانتی ہو ناگ راج خود یہاں تمہیں دیکھنے کے لیے آ پہنچا جس کا ہمارے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ یہ یہاں تک آ پہنچے گا اب ناگ راج صبا کے ہاتھ سے لپٹ گیا اور اپنی زبان باہر نکالتے ہوئے صبا کے بازو پر پھیرنے لگا ناگ راج شاید اللہ نے تمہاری سن لی ہے اب وہ اسے پیار کرنے لگا وہ نرس جو کمرے سے باہر تک آئی تھی ایک سانپ کو انسان سے محبت کرتا دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئی عدیل اپنی آنکھوں سے آنسو رومال کے ذریعہ صاف کرنے لگا چند ڈاکٹرز بھی یہاں پہنچ چکے تھے سر اللہ نے بہت کرم کیا ہے صبا کو ہوش آ گیا۔

وکی بولا امی جان آپ ناگ راج کو لے کر گھر جائیں اللہ نے چاہا تو صبح ہی ڈاکٹرز صبا کو ڈسچارج کر دیں گے۔ اب صبا کے پاس عدیل وکی نبیل جو رات کی ڈیوٹی پر معمور تھا وہ بیٹھے ہوئے تھے سمیر عدیل کی کار پر شکیلہ کو گھر چھوڑنے کے لیے جا چکا تھا عدیل نے فون کر کے سائرہ کو اور گھر پر بہادر جان کو اطلاع کر دی تھی اور اگلے دن صبح ہی عدیل کو پھر ایک لاش کی خبر ملی جسے ہاسپٹل لایا گیا اس کے جسم سے گوشت گل کر ختم ہو چکا تھا اور جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آ رہا تھا اس کے جاننے والے عزیز ڈاکٹر عدیل کے سامنے سخت ردعمل کا اظہار کرنے لگے ڈاکٹر صاحب آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس لاش کو مردہ خانے میں رکھ کر اس کی توہین کی جائے ہمارا مطالبہ ہے کہ اس لاش کو جلد از جلد دفن کر دیا جائے ہم ایک بہت ہی اچھے فرینڈ

کو کھو چکے ہیں مگر ہم اس کی لاش آپ کے پاس چھوڑ دین ایسا کبھی نہیں ہوگا عدیل بولا دیکھیں ہم اس ناگن کا سراغ لگا رہے ہین پچھلے دو مہینوں سے یہ خونی کھیل شروع ہے اس کا خاتمہ اب بہت ضروری ہو چکا ہے۔ میرا وعدہ ہے جیسے ہی ہم اپنی تحقیق مکمل کر لیں گے لاش آپ کے حوالے کر دی جائے گی اور اگر ہمیں لاش نہ ملی تو ایک نوجوان نے عدیل کے سامنے سینہ تان کر کہا تو عدیل بولا۔

نہیں ایسا نہیں ہوگا ہم پوری جانچ پڑتال کریں گے بہت جلد رزلٹ آپ کے سامنے ہوگا اب عدیل تیز قدموں سے اپنے روم کی طرف بڑھا سر۔ سر پلیز ہماری بات تو سنیں ڈاکٹر صاحب آپ اس لاش کو زیادہ دیر تک ہاسپٹل میں نہیں رکھ سکتے عدیل نے اپنے کمرے کا دروازہ آدھے سے زیادہ کھول لیا تھا وہ واپس اس کے پاس آیا اور بولا کیا تم نے ان مرنے والے عزیز و اقارب دوستوں رشتے داروں سے یہ پوچھا کہ ان لاشوں کا کیا بنا جو قبر کے اندر دفن تھیں کیا تمہارے پاس اس کا جواب ہے کیا ثبوت ہے لاش اگلے ماہ قبر سے غائب ہو جائے گی۔ ان سب واقعات کے پیچھے ایک شیطانی طاقت ہے جو اپنی طاقت سے یہ خوفناک کھیل شروع کئے ہوئے ہے لیکن اب وقت آ چکا ہے ان لاشوں کی ذمہ داری آج سے میں نے اٹھالی ہے میری بات کا یقین کرو اگر نہیں تو پھر قبرستان کے گورکن سے جا پوچھو لو رات اس نے کیا دیکھا میرے بھائی دکی سے پوچھو جس نے ان ڈھانچوں کو زندہ سلامت سڑک پر اپنی آنکھوں سے جاتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ خود ابھی اپنی آنکھوں سے کسی ایسے ڈھانچے کو زندہ ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا ہمارے ڈاکٹرز یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں آخر وہ شیطانی طاقت کہاں سے آتی ہے جو ڈھانچوں کو زندہ کر کے اپنے ساتھ لے جاتی ہے سچ تو یہ ہے میری بیوی صبا کو بھی ان ڈھانچوں نے جان سے مارنے کی کوشش کی لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور اس کی جان بچ گئی تم فکر نہ کرو آج سے میں خود ایسے مرڈرز کی دیکھ بھال کروں گا نبیل تمہاری ڈیوٹی آج سے گیٹ پر ہے کوئی بھی میری اجازت کے بغیر مردہ خانے میں داخل نہیں ہوگا مجھے صرف اس علم والے جوگی بابا کا انتظار ہے جو جمیل کے ساتھ اس ناگن کا راز اور اس کی تلاش میں انڈیا گیا ہوا ہے ہماری بدقسمتی کا عالم یہ ہے کہ نہ ہی ابھی تک اس ناگن کے زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے ہم کوئی میڈیسن یا انجکشن تیار کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور نہ ہی ہمیں کوئی ایسا انسان یا جوگی بابا ملا جو اس کا خاتمہ کر سکے اتنا کہتے ہی عدیل کمرے کے اندر داخل ہو گیا جبکہ اس لاش کے ساتھ آنے والے باقی لوگ واپس جا چکے تھے اس لاش کو مردہ خانے شفٹ کر دیا گیا تھا۔

❀❀❀

شکر ہے خدا کا رامیش بابا ہم زندہ سلامت وہاں سے واپس آ گئے نہیں تو ہمارا بھی ڈھانچہ وہاں دریا کے ساحل پر پڑا ہوتا یا تالاب میں اتر چکا ہوتا ارے کمال کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب حقیقت میں آپ نے ہی مجھے ہمت و طاقت عطا کی ہے جس وجہ سے ہم آج زندہ سلامت کھڑے ہیں پرکاش بولا مہاراج بڑے خوش قسمت نکلے جو اس سفید روشنی جیسی خطرناک طاقت سے بچ کر نکل آئے جب آپ یہاں سے گئے تھے تو میرا دل بالکل ہی ڈوب گیا۔ تھا جیسے کبھی آپ دوبارہ نہیں دیکھ پاؤں گا رامیش بولا پرکاش جب سچے دل سے خدا سے دعا مانگی جائے تو وہ ضرور پوری ہوتی ہے ڈاکٹر صاحب میں نہا دھو کر کپڑے بدل کر آتا ہوں میں نے اپنا سامان پیک کرنا ہے آپ جب تک ٹیلی فون کر کے فارغ ہو جائیں اور اپنے ساتھی سے کہہ دیں کہ ہم آج رات کو نائٹ ٹرین کے ذریعہ دہلی پہنچ رہے ہیں ٹھیک ہے رامیش بابا جمیل نے کرسی سے اٹھ کر رامیش باب کو جاتے ہوئے دیکھ کر کہا اور بولا پرکاش فون کی سہولت مل سکتی ہے ارے ہاں کیوں نہیں ڈاکٹر صاحب آیئے۔ اب پرکاش ڈاکٹر جمیل کو اپنے ساتھ پبلک کال آفس میں لے گیا۔ جہاں جمیل نے مطلوبہ نمبر اپنی ڈائری سے تلاش کر کے ڈائل کیا دوسری طرف کال جا رہی تھی تین، چار ٹونز کے بعد لیب سے کال اٹینڈ ہو چکی تھی ہیلو۔۔ہیلو۔ ڈاکٹر سراج اسپکنگ۔ سراج میں بول رہا ہوں میری آواز پہچانی۔۔ ارے جمیل یہ تیری آواز ہو سکتی ہے

میں کیسے نہیں پہچانوں گا اچھا سراج میری بات غور سے سن میں رامیش چندر یعنی جوگی بابا کو لے کر آ رہا ہوں ہم آج رات کی ٹرین سے پہلے دہلی پہنچیں گے فرحان اور شبانہ کی سناؤ وہ کیسے ہیں یار سب ٹھیک ٹھاک ہیں سر تیرا انتظار کر رہے ہیں یار سراج کیا بتاؤں یہاں جن حالات و واقعات کا میں سامنا کر چکا ہوں ایسے خوفناک واقعات اپنی آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے دیکھ چکا ہوں کہ بتا نہیں سکتا میں فون پر مزید بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا سب کچھ وہاں آ کر بتاؤں گا ہم کل دہلی پہنچیں گے۔

اس سے اگلے دن احمد آباد کی ٹرین میں سوار ہو کر پہنچ جائیں گے ہم سیدھا پہلے سٹی ہاسپٹل پہنچیں گے میں دہلی پہنچ کر دوبارہ فون کروں گا او کے گڈ بائے۔ اور پیسے ادا کرنے کے بعد واپس آ گیا اتنی دیر میں رامیش چندر بھی کپڑے بدل کر کچھ فریش ہو چکا تھا جمیل کو اندر آتے دیکھ کر بولا ڈاکٹر صاحب فون کر آئے جی ہاں، رامیش بابا میں ذرا اپنا بیگ بھی تیار کر لوں آپ نے وہ ڈائری اپنے پاس سنبھال کر رکھ لی ہے جی ہاں رامیش بابا وہ سونے کی چوڑیاں اور انگوٹھی بھی رکھ لی ہے رامیش جمیل کے پاس آ کر بولا میرے خیال سے آپ یہ سونے کی انگوٹھی سب سے پہلے اس کو پہنائیں جو آپ کی زندگی کا ہمسفر بنے گا جمیل مسکرا کر بولا چھوڑیئے رامیش بابا کیسی بات کر رہے ہیں میں نے کبھی کسی لڑکی کو جیون ساتھی بنانے کی غرض سے کبھی نہیں چاہا میرے لیب کی انچارج ڈاکٹر شبانہ کو بھی کسی سے اتنی محبت بھی نہیں ہوئی تھی مگر ایک نوجوان کے دل پر وہ اتر چکی ہے جس کا میں نے اور میرے ساتھیوں نے سوچا بھی نہیں تھا وہ خود بھی کبھی کسی کو ایسی نظروں سے نہیں دیکھا کرتی تھی ہمارے ہاسپٹل کے انچارج ڈاکٹر عدیل صاحب کے بھائی سے اسے پہلی ہی نظر میں ہی پیار ہو گیا تھا اب معاملہ کہاں تک پہنچا ہے یہ وہاں جا کر ہی پتہ چلے گا ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب آج مجھے بھی آپ کے احساس کا شدت کا اندازہ ہوا ہے لیکن میں چاہتا ہوں اب آپ بھی کسی لڑکی کو پسند کر کے اس سے شادی کر لیں شادی کے بعد ہی انسان اپنی زندگی خوشگوار انداز میں شریک حیات کے ساتھ گزار سکتا ہے ٹھیک کہتے ہین رامیش بابا اس بارے میں بعد میں سوچیں گے پہلے اس ناگن کو ٹھکانے لگانے کا بندوبست کرتے ہیں دونوں ڈھیرے سے قہقہہ لگا کر باہر چلے گئے۔

❀❀❀

طاہرہ بچوں کو پارک میں کھیلتا ہوا دیکھ کر لطف اندوز ہو رہی تھی ایسے میں یاسر کھانستے ہوئے اچانک سے طاہرہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تو وہ ایک لمحے کے لیے ڈر سی گئی محسن تم نے مجھے ڈرا ہی دیا طاہرہ تمہاری کب تک یہاں رکنے کا ارادہ ہے محسن کال تو ہم یہاں ہی رکیں گے پھر ہم آگرہ جائیں گے تاج محل دیکھنے کا مجھے بہت ہی شوق ہے اس کے بعد ہم پکنک کے لیے کسی ایسی جگہ جائیں گے جہاں پہاڑی علاقہ ہو میری فرینڈ آسیہ بھی میرے ساتھ ہو گی اچھا طاہرہ یہ بتاؤ آسیہ کی شادی ہو چکی ہے طاہرہ کی یہ بات سن کر ہنسی چھوٹ گئی اور بولی ابھی کہاں ہوئی ہے وہ میری طرح کنواری ہے یاسر یہ سن کر ہنس پڑا اتنے میں طاہرہ کی فرینڈ بھی آ گئی تو یاسر بولا اچھا میں چلتا ہوں مجھے جا کر بینک کا کچھ کام بھی کرنا ہے او کے دوست اپنا خیال رکھنا گڈ بائے۔

اب یاسر کے جانے کے بعد طاہرہ اور آسیہ بچوں کو دیکھنے لگیں رات کے سائے گہرے ہوتے ہی وہ اگلا پروگرام سوچ رہی تھی آسیہ۔۔ پکنک کے لیے ایسی کون سی جگہ بہتر ہو گی جہاں بچے بھی تفریح کر سکیں طاہرہ کچھ سوچ کر بولی میرے خیال سے پہاڑی علاقہ ٹھیک رہے گا کیونکہ اسی جگہیں پکنک پوائنٹ کے لیے ہی اچھا مرکز ہوتی ہیں تم اپنے دوست سے مشورہ کرو شاید وہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو جائے آسیہ میں نے تو پہلے بھی کہا تھا مگر وہ ضد کا پکا ہے میں اسے فون کر کے پوچھ لیتی ہوں ذرا ٹیلی فون دینا اب طاہرہ یاسر کا نمبر ڈائل کرنے لگی جو اس نے پہلے سے لکھ رکھا تھا ہیلو۔۔ ہیلو محسن کیسے ہو طاہرہ تم۔۔ اس وقت کیسے یاد آ گئی ہماری۔ محسن میری فرینڈ آسیہ کی پرزور فرمائش ہے کہ تم پہاڑی علاقے کی طرف ہمارے ساتھ جانے کے پروگرام بناؤ بچے بھی تیار ہیں طاہرہ دیکھو میری بینک میں مصروفیت ہی کچھ ایسی ہے کہ

نہیں آسکتا اور ویسے بھی آگرہ یہاں سے دور ہے کافی فاصلہ ہے میں دو تین دن کی چھٹی نہیں لے سکتا پلیز میری مجبوری کو سمجھو۔ طاہرہ نے یہ سنا تو اس کا دل بیٹھ گیا اور فون بند کر دیا یامر ہیلو ہیلو کرنے لگا مگر کوئی بھی جواب نہ ملا میں نے طاہر کا دل توڑا ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا اس سے معافی مانگنی چاہیے تھی میں کل صبح اس سے معذرت کر لونگا اس نے اتنا سوچتے ہوئے ریسور کریڈل پر رکھ دیا۔ اور اپنے سامنے کھول رکھی تھی اب اسے اپنی کوئی خبر نہیں تھی وہ پوری طرح اپنے کام میں مگن تھا۔

❀❀❀

رات کے کھانے پر عدیل وکی نبیل سمیر سائرہ اس کے دونوں بچے صبا کے گھر آنے پر اکٹھے کھانا کھا رہے تھے جبکہ کمرے کی ایک طرف ناگ راج دودھ پینے میں مصروف تھا عدیل بھیا۔ جمیل بھائی کا کوئی فون آیا ہاں وکی ایک اچھی خبر سننے کو ملی ہے سنا ہے انڈیا سے ایک جوگی بابا جس کا نام رامیش چندر ہے وہ یہاں آ رہا ہے آج رات دس بجے کی ٹرین سے وہ دہلی پہنچیں گے پھر وہ احمد آباد آئیں گے صبا بولی عدیل سفر لمبا نہیں ہو جائے گا ہاں صبا انہیں دو دن لگ سکتے ہیں یعنی وہ دو دن بعد یہاں پہنچیں گے ہمیں ان کے آنے انتظار کرنا ہوگا نبیل بولا مجھے تو نہیں لگتا وہ جوگی اس خونی ناگن کا خاتمہ کر سکے گا۔ سمیر نے کہا نبیل تم پہلے ہی ناامید ہو جاتے ہو اللہ پر بھروسہ رکھو جواد اور کبیر چاول کھانے میں مصروف نظر آ رہے تھے ناگ راج کی طرف دیکھ کر بولا عدیل انکل ہم ناگ راج کو اپنے ساتھ لے جائیں نہیں بیٹا وہ تمہارے ساتھ نہیں رہ سکے گا اسے یہاں کا ماحول پسند آ چکا ہے یہاں رہنے کا عادی ہو چکا ہے صبا آنٹی پلیز پلیز آپ اجازت دیں ناں۔ بہادر جان کانچ کے گلاس میز پر رکھتے ہوئے بولا بیٹا یہ تمہارے ساتھ اتنی آسانی سے نہیں جائے گا بابا ہم اس کی حفاظت کریں گے پاپا پلیز عدیل انکل سے کہیں ناں سمیر نے عدیل کی طرف دیکھا اور کہا عدیل تیرا کیا خیال ہے یار جیسے تیری مرضی مجھے ڈر ہے بچوں کی غلطی سے ناگ راج کو کچھ ہو نہ جائے پاپا یہ ہمارے ساتھ ضرور جائے گا ناگ راج۔ ناگ راج ادھر آؤ وہ رینگتا ہوا جواد کے ہاتھ سے لپٹ گیا تو سائرہ بولی بھیا۔ میرا دل نہیں مانتا اسے ساتھ لے جانے کو۔۔ سائرہ کوئی بات نہیں ابھی ہمارے بچے کون سا گھر پر ہیں جب تک انکا ناگ راج کے ساتھ دل بہلا رہے گا بہادر جان بولا صاحب جی۔۔ میں نے ایک بات نوٹ کی ہے۔

وہ کیا۔۔ بہادر جان عدیل چاول کا چمچہ منہ میں ڈالتے ہوئے بولا تو بہادر جان نے کہا آج یہ چھت پر نہیں گیا ورنہ تو پچھلے کئی روز سے یہ چھت پر جا کے بیٹھ جاتا تھا اور روشن ہوتے چاند کا نظارہ کرتا رہتا تھا عدیل صبا کی طرف جبکہ صبا شکیلہ کی جانب حیرت سے دیکھنے لگی پھر عدیل بولا واقعی اس بات کا تو کسی نے نوٹس نہیں لیا بڑی تجسس آمیز بات ہے۔ شکیلہ بولی عدیل بیٹا تم میری بات کا یقین کرو یا نہ کرو ناگ راج ہمیں کچھ سمجھانا چاہتا ہے جو ہمیں اب تک سمجھ نہیں آ رہی وہ کس بات کا اشارہ کر رہا ہے لیکن نہ ہی کل یہ چھت پر گیا اور نہ ہی آج یہ چھت پر گیا ہے وکی کچھ سوچ کر بولا امی جان ہو سکتا ہے اسے چودھویں رات کا چمکتا ہوا روشن چاند دیکھنے کا دل چاہ رہا ہو یا اس کے پیچھے کوئی خاص وجہ ہو عدیل ایک لمحے کے لیے کچھ پریشان سا ہو گیا تو صبا بولی عدیل کیا ہوا۔ آپ کا چہرہ اچانک سے یوں کیسے ڈھل گیا۔ عدیل نے کہا صبا۔۔ صبا مجھے کچھ معاملے کی سمجھ آ رہی ہے جمیل نے اس دن فون پر کہا تھا کہ چودھویں رات کو شاہ نگر کے علاقے میں کچھ ہونے والا ہے اس نے ڈھانچوں کے متعلق شبانہ کو بتایا تھا اس رات قبرستان سے بھی مردے غائب ہوئے تھے اور ڈھانچوں کا زندہ ہو کر چلنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ ناگ راج کو یہ راز معلوم تھا اور یہ اپنے ساتھ کئی ایسے راز لے کر آیا ہے جو ہم فاش نہیں کر سکتے ہیں جس آدمی نے ناگ راج کو بچوں کے حوالے کیا مجھے لگتا ہے وہ ہمارے لیے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے سمیر تجھے یاد ہوگا اس دن جب تم پہلی بار ناگ راج کو اس گھر میں لائے تھے تو تم نے کسی محسن کا ذکر کیا تھا۔ ہاں عدیل وہ کہہ رہا تھا مجھے اپنا دوست اور ہمدرد محسن سمجھو میں یہ ناگ راج آج سے آپ کے سپرد کرتا ہوں شاید وہ ناگ راج سے بہت محبت کرتا تھا تبھی

کسی مجبوری کی وجہ سے اس ناگ راج مجھے ہاتھوں میں پکڑا دیا پہلی بار ایک زندہ سانپ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر ایک خوف محسوس کیا کہ تجھے بتا نہیں سکتا۔ جواد بولا پاپا یہ آپ کن باتوں میں الجھ گئے ہیں ہم ناگ راج کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں اتنا کہتے ہی جواد نے ناگ راج کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا تو نبیل کھڑا ہو کر بولا میں تو ہاسپٹل اپنی ڈیوٹی پر جا رہا ہوں آپ لوگ باتیں کرو گڈ نائٹ۔ اتنا کہتے ہی نبیل چلا گیا تو سمیر بھی کچھ دیر بعد جانے کی حامی بھرنے لگا اچھا عدیل اپنا اور صبا کا خیال رکھنا عدیل بھیا ناگ راج کے بغیر آپ اداس تو نہیں ہونگے ارے یہ بات مجھ سے نہیں میری بیگم سے پوچھو یہ سارا دن گھر پر ہوتی ہے۔

ہاں ہاں۔ میں کون سا اسے جھولے دیتی ہوں اتنا کہتے منہ بناتے ہوئے میز سے سامان اٹھا کر کچن میں رکھنے لگی تو عدیل سمیر اور وکی زور زور سے ہنسنے لگے۔ تو شکیلہ نے وکی بیٹا کیوں اتنا ہنس رہے ہو یہ بھی کوئی مذاق کرنے والی بات ہے عدیل صبا میرے خیال سے روتے ہوئے اوپر گئی ہے۔ عدیل نے سیڑھیوں کی طرف دیکھا تو آواز اوپر جاری ہوئی سنائی دی کیونکہ صبا کے قدموں کی آواز سے۔ پتہ تھا پھر وہ وکی سے بولا میں اوپر چلتا ہوں تم لوگ بھی سو جاؤ او کے بائے۔ اب صرف وکی سمیر سائرہ شکیلہ اور ہال میں موجود تھے اچھا وکی ہم چلتے ہیں اب سمیر سائرہ اسکے بچے ناگ راج کو اپنے ساتھ لے کر جا چکے تھے وکی صوفے پر بیٹھ کر بہادر جان کو چیزیں اٹھاتے ہوئے دیکھ کر بولا بابا آپ کا بازو کیسا ہے وکی بابو پلستر تو ہفتہ پہلے ہی اتر چکا ہے لیکن ابھی ہڈی کمزور ہے ظاہری بات ہے شیشہ جب ٹوٹتا ہے تو اس کو جوڑنے کے بعد وہ پائیداری نہیں رہتی جو پہلے تھی اچھی مثال دی ہے آپ نے اچھا بابا خوش رہو میں اوپر کمرے میں سونے جا رہا ہوں اب وکی بھی چلا گیا صرف شکیلہ رہ گئی تھی جو اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ بہادر جان کچن میں برتن دھونے میں مصروف ہو گیا صبا۔۔ صبا ناراض کیوں ہو گئی ہو عدیل مجھے ہاتھ مت لائیں سب کے سامنے مذاق کرتے ہیں میں نے کون سا جوک سنایا ہے اتنا کہتے ہی عدیل دوبارہ ہنس پڑا تو صبا تکیے سے عدیل پر وار کرنے لگی وہ تکیا ہاتھ میں اٹھائے بچوں کی طرح مارنے لگی جبکہ عدیل ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہونے لگا اسے صبا کو تنگ کرنے میں کچھ زیادہ ہی مزا آ رہا تھا صبا صبا کمرے میں چیزیں پڑی ہیں ٹوٹ جائیں گی۔ اچھی بات ہے ٹوٹتی ہیں تو ٹوٹ جانے دو تنخواہ تم لے کر آتے ہو میں نہیں۔۔ ارے صبا۔۔ صبا۔۔ اچھا بابا سوری۔ سوری اب اس نے صبا کو اپنے ساتھ لگا لیا اور بولا بچوں کی یاد آتی ہے ہاں عدیل بچوں کا ہمارے بغیر دل کیسے لگا ہوگا۔ صبا طاہرہ ان کے ساتھ ہے ناں اچھا ایک بات تمہیں بتانا بھول گیا بیٹھو ارے بیٹھو تو سہی۔۔ ہاں بولیں۔ صبا شاید گھر پر کسی نے تم سے ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو وکی کے لیے ہم نے لڑکی تلاش کر لی ہے کیا۔۔ کون سی لڑکی وہ۔۔ کہاں رہتی ہے وہ اور مجھے خبر تک نہیں ہوئی صبا بہت دن سے سوچ رہا ہوں مگر حالات کی وجہ سے تم سے ذکر نہ کر سکا۔ عدیل جلدی سے بتائیں وہ لڑکی کون سی ہے صبا وہ ہمارے لیب کی انچارج ہے اس کا نام ڈاکٹر شبانہ ہے۔ کیا۔۔

شبانہ صبا کا حیرت سے منہ کھلا رہا گیا تو عدیل بولا کیوں۔۔ شبانہ اچھی لڑکی نہیں ہے عدیل میں کون سا کہہ رہی ہوں وہ بری ہے لیکن آپ نے شبانہ کا ہی انتخاب کیسے کر لیا۔ صبا اب سچ بات تو چھپنے سے رہی وکی اور شبانہ پچھلے ایک ڈیڑھ مہینے سے ایک دوسرے کو چاہت بھری نظروں سے دیکھتے آ رہے تھے جو بہت جلد محبت پر ہو گیا صبا وہ دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگے ہیں امی جان سے میں نے صبح بات کی تھی وہ تو اس رشتے پر بہت خوش ہیں اور شادی کے لیے بھی تیار ہیں ابھی وکی خود کو پوری طرح تیار نہیں کر پا رہا ہے کہتا ہے مجھے ابھی اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے عدیل بڑی کمال والی بات ہے اس کی نوکری بھی لگ گئی ہے لڑکی بھی پسند آ گئی مگر وہ شادی کے لیے کوئی قدم اٹھا ہی نہیں رہا صبا میں اسے تیار کر ہی دوں گا مجھے صرف تمہاری رضامندی چاہیے تھی عدیل مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میں کہتی ہوں یہ بہت جلد ہو جانی چاہیے کیا۔ آپ کو اپنے بھائی کی خوشی عزیز نہیں ارے صبا کیوں نہیں ہر بھائی اپنے دل میں یہ چاہت رکھتا ہے وہ اپنے بھائی کی خوشی

دیکھ سکے میں وکی کو پوری طرح تیار کرتا ہوا امید ہے سمجھ جائے گا اچھا اب سو جایئے آپ نے صبح ہاسپٹل بھی جانا ہے اب کمرے کی لائٹ آف ہو چکی تھی اور دونوں گہری نیند میں کھو چکے تھے انہیں اپنے گرد و اطراف کی کوئی خبر نہ تھی۔

❁❁❁

اس وقت صبح ساڑھے آٹھ بجے کا ٹائم تھا جب طاہرہ پوری تیاری سے سامان بس میں رکھوا رہی تھی سب بچے ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے آسیہ بھی اپنا بیگ کندھے سے لٹکائے ہوئے بس کے پائیدان پر کھڑی تھی طاہرہ اندر آؤ ناں۔ ایک منٹ آسیہ۔ میرا دوست۔ اس نے فون کیا تھا لو آ بھی گیا۔ طاہرہ یاسر کی طرف بڑھی جو کچھ فاصلے پر کھڑا تھا طاہرہ میں معافی چاہتا ہوں مجھے۔۔۔ کہ فون پر تم سے اس طرح بات نہیں کرنا چاہیے تھی کوئی بات نہیں محسن۔ میں سمجھی تھی تم ہمارے ساتھ چلو گے نہیں طاہرہ۔ میں صرف تم سے معذرت کرنے آیا تھا اچھا یہ بتاؤ آگرہ سے کب واپس لوٹو گی محسن فی الحال تو ہم آگرہ جائیں گے اس کے بعد پکنک کے لیے کسی خاص مقام پر جائیں گے ویسے تم ہمیں رائے دے سکتے ہو پہاڑی علاقہ کون سا مشہور ہے جہاں پکنک پوائنٹ ہو کیونکہ ہم نے اور بچوں نے پوری تیاری کر رکھی ہے طاہرہ ایسا تو کوئی مرکز میرے ذہن میں نہیں مگر ایک جگہ ہے لیکن وہ یہاں سے کافی مسافت پر ہے کونسی جگہ۔۔ طاہرہ تجسس سے بولی تو یاسر نے کہا تم نے شام نگر کا نام سنا ہے کیا۔۔ شام نگر یہ کس جگہ ہے تم رکو میں ڈرائیور کو سمجھا دیتا ہوں پھر یاسر نے بس کے ڈرائیور سے ہاتھ ملایا اور اسے شام نگر کی پہاڑیوں کے بارے میں بتایا تو وہ بولا ٹھیک ہے بابو جی۔۔ میں سمجھ گیا اب یاسر نے طاہر سے ہاتھ ملا کر کہا زندگی نے وفا کی تو ہم پھر ملیں گے طاہر بولی شاید ہمارا واپسی کا روٹ بنگلور کی طرف نہ ہو مگر آپ کبھی احمد آباد ضرور آیئے گا ٹھیک ہے طاہرہ میرا وعدہ رہا میں احمد آباد ضرور آؤں گا انکل آپ ہمارے گھر آئیں گے ناں۔ عکاشہ نوید اور حماد پاس آکر بولے تو یاسر نے تینوں بچوں کے گال پر بوسہ دیا اور بولا ہم ضرور آئیں گے اب طاہر بس میں سوار ہو چکی تھی سبھی بچے بیٹھ چکے تھے اور بس آگرہ جانے کے لیے بالکل تیار تھی بس اسٹارٹ ہوئی تو سب بچے خوشی سے شور مچانے لگے اور بس اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔

❁❁❁

آج پھر ایک لاش ہاسپٹل لائی گئی جسے ناگن نے ڈسا تھا عدیل اس ڈھانچے کو دیکھ کر لمبا سانس خارج کرتے ہوئے بولا اسے مردہ خانے شفٹ کرنے کا بندوبست کرو شبانہ بولی سر جمیل کب تک پہنچے گا شبانہ وہ شام کو دہلی پہنچیں گے کل پورا دن سفر میں گزرے گا شبانہ کو بڑی حیرت کا احساس ہوا اب عدیل اپنے روم میں آ چکا تھا جبکہ ڈاکٹر فرحان شبانہ اور سراج بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں چلے گئے۔ سر یہ سلسلہ اگر اسی طرح چلتا رہا تو پھر ہماری نوکری خطرے میں پڑ سکتی ہے عدیل بولا فرحان فی الحال تو مردہ خانے میں وہ ڈیڈ باڈیز جو بلاکس میں بند ہیں انہیں دوسری جگہ شفٹ کرنے کا بندوبست کرو سراج تم نے لسٹ تیار کی جی ہاں سر یہ لیجیے ڈاکٹر سراج نے ایک سفید کاغذ جس کی طے کھول کر میز پر عدیل کے سامنے رکھ دیا سر یہ ان بدنصیب لوگوں کے نام کی فہرست ہے جنہیں پچھلے ماہ اس خونی ناگن نے ڈسا تھا اور اس کے زہر سے اب تک باسٹھ انسانوں کی اموات ہو چکی ہیں جن میں وہ لاش بھی شامل ہے سراج کوشش یہ کرو جو بھی ایسی کوئی لاش لے کر قبرستان آتا ہے اس کی خبر مجھے ہونی چاہیے سر قبرستان کے گورکن کو میں پہلے ہی سمجھا چکا ہوں وہ آپ سے مسلسل رابطہ رکھے گا شبانہ تم نے کوئی فارمولا ایجاد کیا ہے نہیں سر۔۔ میں تو بالکل ہی ناامید ہوتی جا رہی ہوں زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ میں کسی ایسے سانپ کے زہر کے ٹیسٹ جاننے میں ناکام رہی مگر جب تک ہمت ہے میں کوشش کرتی رہوں گی ٹھیک ہے تم سب جا سکتے ہو اب ڈاکٹر شبانہ سراج اور فرحان کمرے میں سے واپس چلے گئے جبکہ عدیل کی پریشانی میں اضافہ ہوتا چلا گیا کیونکہ دو لاشیں اب مردہ خانے میں شفٹ ہو چکی تھیں جنہیں اس ناگن نے ڈسا تھا اور وہ ہڈیوں کے ڈھانچے بلاکس کے اندر بند تھے اس جگہ ہاسپٹل کے کسی بھی ملازم کو جانے کی اجازت نہ تھی دروازے کو لاک کر دیا گیا تھا

جو عدیل کے اشارے سے ہی کھل سکتا تھا کیونکہ اس نے ذمہ داری اٹھائی تھی۔

❁❁❁

یہ دن بھی جیسے تیسے گزر ہو گیا اگلے روز رات کے ٹھیک نو بجے ایک ٹرین احمد آباد ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر تین پر آکے رکی ڈاکٹر جمیل اور رامیش چندر ڈبے سے باہر اترے ان کے ہاتھوں میں دو دو بیگ موجود تھے پلیٹ فارم پر مسافروں کی بھیڑ میں اضافہ ہوتا چلا گیا کیونکہ ٹرین نے اگلی منزل کی طرف روانہ ہونا تھا وہ دونوں ریلوے اسٹیشن سے باہر آ چکے تھے رامیش بابا آپ احمد آباد شہر میں پہلے بھی کبھی آئے رامیش مسکراتے ہوئے بولا فی الحال تو دوسری بار آ رہا ہوں بہت عرصہ پہلے آیا تھا جب آنند کمار کے ساتھ ممبئی جانا تھا وہ میری بہت عزت کیا کرتا تھا اس کے دل میں میری بہت قدر تھی رامیش بابا چلیے آپ کو سب سے پہلے اپنے لیب میں لے چلتا ہوں ڈاکٹر سراج اور ڈاکٹر فرحان سے آپ کی ملاقات کرواتا ہوں پھر میرے ساتھ کواٹر چلیے گا میری رہائش کواٹر میں ہوتی ہے ڈاکٹر صاحب آپ کی لیبارٹری اس وقت کھلی ہے جی ہاں رامیش بابا میرے ساتھ چلیے ناں اتنا کہتے ہی اس نے ایک ٹیکسی والے کو ہاتھ کا اشارہ کیا تو وہ قریب آکر رک گیا جی صاحب کہاں جانا ہے جمیل نے اسے اپنے لیب کا راستہ سمجھایا اور کرایہ طے کرنے کے بعد سامان چھت پر رکھا اور پندرہ بیس منٹ کے سفر کے بعد وہ مختلف شاہراؤں سڑکوں اور تنگ راستوں سے گزر کر سٹی لیب کے سامنے موجود تھے جمیل جمیل نے ٹیکسی والے کو کرایہ ادا کیا اور اسے فارغ کر دیا پھر وہ دونوں لیب کے اندر داخل ہو گئے دروازے پر دستک جمیل نے خود ہی دی کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر فرحان نے دروازہ کھولا ارے جمیل شکر ہے یار تو آ گیا پھر اس نے رامیش کی طرف دیکھا تو ایک لمحے کے لیے اس کا لال سرخ چہرہ دیکھ کر جھرجھری لیتے ہوئے کچھ خوفزدہ سا ہوا اور اس سے مصافحہ کیا اب وہ اندر بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو سراج نے فرحان کے ساتھ جمیل اور رامیش چندر کو دیکھا تو حیرت زدہ ہو گیا ارے جمیل تو کب پہنچا شبانہ جو کمپیوٹر پر بیٹھی ہوئی تھی کرسی سے کھڑی ہو کر دروازے کی جانب دیکھنے لگی۔ اور اپنے منہ پر ایک لمحے کے لیے ہاتھ رکھ دیا رامیش بابا آگے بڑھ کر سراج سے ہاتھ ملانے کے بعد شبانہ کو سرسری نگاہ سے دیکھتے ہوئے بولا شاید آپ کو میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگا نہیں نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بیٹھیے۔ پلیز تشریف رکھیے۔ شکریہ۔ رامیش نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو جمیل بولا سراج فرحان سب سے پہلے تمہیں تعارف کروا دوں یہ رامیش بابا ہیں جن کے بارے میں فون پر بتایا تھا انڈیا میں سب انہیں مہاراج کہتے ہیں جوگی بابا کے نام سے لوگوں کے دلوں میں ان کی بہت محبت ہے رامیش بابا یہ میرے ساتھی ہیں جن کے بارے میں آپ کو بتایا کرتا تھا اور یہ ڈاکٹر شبانہ ہیں ہمارے۔ لیب کی انچارج یہاں کا انتظام سب یہی سنبھالتی ہیں شبانہ اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں اس کمپیوٹر کے سامنے ساری ساری رات وقت گزارنے کی ضرورت ہے کیونکہ رامیش بابا اب یہاں آ گئے ہیں سب حالات سنبھل جائیں گے شبانہ نے اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھ لیا تھا رامیش بابا کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی اور سارے حالات واقعات کا مختصر حال احوال سنایا تو رامیش بولا۔ ڈاکٹر صاحبہ آپ نے جو کچھ کہا میں یقین کرتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں جس ناگن کے زہر کی دوا آپ کمپیوٹر پر تلاش کر رہی ہیں وہ آپ کو ساری زندگی اس طرح کبھی نہیں ملے گی کیونکہ یہ شیطانی چکر ہے اور یہ سب ایک شیطانی طاقت کر رہی ہے ڈاکٹر صاحب کیا آپ کے ہاسپٹل کے انچارج ڈاکٹر عدیل سے ملاقات ہو سکتی ہے جی ہاں رامیش بابا کیوں نہیں اب تو ٹائم کافی ہو گیا ہے کل صبح ہی آپ میرے ساتھ ہاسپٹل چلیے گا شبانہ بولی جوگی بابا آپ کا چہرہ اتنا لال سرخ کیسے ہو گیا۔

ڈاکٹر صاحبہ یہ اسی ناگن سے مقابلہ کرنے کی سزا ہے اچھا اب سمجھ آئی اس کا مطلب۔۔ آپ ماضی میں اس ناگن کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں صرف جانتا ہی نہیں ہوں بلکہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے جمیل سے پوچھو چودھویں رات کو کیا کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یہ آپ کو سب کچھ بتا دیں گے لیکن ابھی فی الحال ہم بہت لمبا سفر کر کے یہاں

پہنچیں ہیں۔اس لیے صبح ہی آپ سے دوبارہ ملیں گے جی ہاں کیوں نہیں جوگی بابا میں جانتی ہوں اس ناگن کے بارے میں آپ ضرور ہماری مدد کریں گے ہمیں کب سے ایسے ہی جوگی بابا کی تلاش تھی پہلے بھی دو تین ایسے علم والے انسان آئے تھے مگر انہیں اس ناگن نے خونی زہر سے مار ڈالا یہی کہنا چاہتی ہیں آپ۔۔رامیش نے شبانہ کی بات پوری کرتے ہوئے کہا تو شبانہ سر ہلا کر خاموش ہوگئی۔

دیکھیئے مجھے بہت دکھ ہوا ہے اس ناگن کی اصلیت آپ کو بتانے میں مجھے اتنی تاخیر ہوئی آنند کمار جیسے طاقتور جوگی بابا کی موت نے مجھے ہلا کر رکھ دیا دہلی سے جب میں چلا تھا تو مرے استاد ناگ دیوتا دھرم ناتھ نے مجھے یہی کہا تھا کہ رامیش اب میرے سامنے اس وقت آنا جب اس خون آشام ناگن کا تم خاتمہ کردو گے میں یہ عزم لے کر یہاں آیا ہوں تا کہ جو مقصد لے کر ہم یہاں آئے ہیں وہ پورا ہو سکے ڈاکٹر صاحب وہ ڈائری بیگ کے اندر موجود ہے اسے سنبھال کر رکھئے گا کل ہم اس انسان کو تلاش کریں گے جس کا اس مشن میں ہمارے ساتھ ہونا بے حد ضروری ہے کیونکہ جب تک وہ انسان اور طلسمی مالا نہیں مل جاتی اس ناگن کی جڑ تک ہم کبھی نہیں پہنچ سکتے۔کیا۔۔طلسمی مالا۔۔جوگی بابا یہ طلسمی مالا کا کیا چکر ہے شبانہ حیرت سے بولی تو جمیل نے کہا شبانہ یہ سب بعد میں پتہ چلے گا۔ابھی ہم فی الحال جا رہے ہیں باقی باتیں کل ہوں گی اب جمیل اور رامیش بابا کی تواضع ٹھنڈے شربت سے کی گئی سراج بولا جوگی بابا اچھا ہوا آپ آگئے ورنہ ہم تو امید ہی توڑ چکے تھے ڈاکٹر صاحب اب میں یہاں سے کامیاب ہو کر واپس انڈیا جاؤں گا کیونکہ ہمیں اس انسان کو تلاش کرنا ہے اور وہ طلسمی مالا جو ماضی میں کبھی شام نگر کی پہاڑیوں میں یا جنگل میں کہیں پڑی ہوئی تھی۔شبانہ بولی جوگی بابا طلسمی مالا کے بغیر اس ناگن کا خاتمہ نہیں ہو سکتا ڈاکٹر صاحبہ خاتمہ تو ہو سکتا ہے مگر اس کی شیطانی طاقت کا سامنا کرنا ناممکن ہے رمیش بابا چلئے کل میرے ساتھ ہاسپٹل چلیے گا شبانہ بولی جوگی بابا میں آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں اب رامیش اور جمیل لیب سے باہر آچکے تھے جمیل رامیش بابا کو اپنے ساتھ کوارٹر میں لے گیا۔

❀❀❀

سفید چادر میں ڈھانپی ہوئی ایک لاش ڈاکٹر عدیل کے سامنے لائی گئی ڈاکٹر صاحب یہ لیب مین ہے ایک مزدور جو کام سے فارغ ہو کر جا رہا تھا کہ ریلوے لائن کے پاس اسے کسی سانپ نے ڈس لیا تھا صبح چھ بجے ہی اس کی موت واقع ہوگئی اور اب اس کا گلا سڑا جسم آپ کے سامنے ہے عدیل نے اس کا چہرہ دیکھا تو خوف سے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اس کی لاش کو بھی مردہ خانے میں شفٹ کردو کوئی فائدہ نہیں ڈاکٹر عدیل صاحب۔رامیش نے قریب آتے ہوئے کہا تو عدیل جمیل کے ساتھ کھڑے اس لال سرخ چہرے والے انسان کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوگیا جمیل۔۔جمیل تم کب آئے۔عدیل نے جمیل سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا تو جمیل بولا سر یہ رامیش بابا ہیں آنند کمار کے استاد بھی ہیں اور اس کے شاگرد بھی عدیل نے رامیش بابا سے مصافحہ کیا اور بولا آ۔۔آپ رامیش چندر ہیں مجھے یقین نہیں آرہا عدیل صاحب میں ہی رامیش چندر ہوں مجھ سے زیادہ اس خونی ناگن کے متعلق جانکاری رکھنے والا جوگی بابا آپ سے مل کر۔۔لیکن مجھے ڈر ہے وہ ناگن آپ کو بھی ڈس نہ لے ڈاکٹر صاحب میں نے خطرناک سانپوں سے اپنے جسم کو ڈسوایا ہے کہ آپ کو یقین نہیں آئے گا میں جانتا ہوں آنند کمار نے جو قدم اٹھایا تھا اسے ایک بار نہیں ہزار بار سوچنا چاہیے تھا جس ناگن کی کھال اتار کر اسے اپنی خوراک بنائی وہ اس کی بھیانک موت کا نتیجہ بن کر سامنے آئی جس وقت آنند کمار کی لاش کو لے کر ڈاکٹر جمیل صاحب دہلی پہنچے تھے میں بدقسمتی سے اس وقت ہاسپٹل میں تھا میری حالت چلنے پھرنے کے قابل بالکل نہ تھی میں تو ڈاکٹر جمیل کا شکریہ ادا نہیں کر سکا جس نے مجھے اتنی ہمت دی کہ دو چار دنوں میں ہی خود کو تر و تازہ ہوتے ہوئے محسوس کیا بہر حال یہ ماضی کی باتیں ہیں اب ہمارے پاس وقت کم ہے اور جس انسان کی تلاش ہے اسے ڈھونڈنا ضروری ہے میں چاہتا ہوں آپ اس انسان کے بارے میں مجھے بتلائیں کیا آپ نے اسے کہیں دیکھا ہے ڈاکٹر صاحب وہ ڈائری دینا

۔۔لیجئے رامیش بابا جمیل نے وہ ڈائری عدیل کو دکھائی تو وہ بولا چلئے میرے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں اب وہ تینوں کمرے میں آچکے تھے عدیل اپنی چیئر پر بیٹھ گیا تو رامیش بابا بولا آپ اس ناگن کے بارے میں سوچتے ہوں گے یہ ڈائری آپ کو ماضی کی وہ تمام داستان گی جسے پڑھنے کے بعد میں نہیں سمجھتا مجھے کچھ کہنا پڑے پلیز مطالعہ کیجئے چند صفحات ہیں زیادہ لمبی نہیں ہے اب عدیل جیسے جیسے ماضی کی داستان پڑھتا رہا ویسے ویسے اس کے چہرے پر حیرتوں کے آثار نمایاں ہوتے چلے گئے۔

اب اس نے وہ دو تصاویر جنہیں دیکھ کر وہ حیرت میں پڑ گیا اور بولا اس لڑکی کو تو شاید میں نے نہ دیکھا ہو مگر یہ لڑکا پہلے بھی کبھی شاید مجھے مل چکا ہے جمیل بولا سر یہ اس دن کی بات ہے جب ایک نوجوان لاش کے ہمراہ آیا تھا اتنے میں ایک نرس بولی سر آپ کو یاد ہوگا ہوٹل کے مالک اختر نیاز کی موت ہوئی تھی اس لاش کے ساتھ جو شخص آیا تھا یہ تصویر اس سے ملتی جلتی ہے جوگی بابا مجھے تھوڑا سا ٹائم دیں میں اس تصویر کو اخبار میں شائع کروانا چاہتا ہوں بلکہ میں شبانہ سے بھی کہتا ہوں وہ کمپیوٹر کی ویب سائٹ کھول کر یہ فوٹو لگا دے جو کوئی بھی اس شخص سے ملے گا وہ فوری طور پر یا تو خود یہاں آئے گا یا پھر اس کے بارے میں اطلاع ضرور کرے گا جوگی بابا لمبا سانس خارج کرتے ہوئے بولا شکر ہے یہ کام تو ہو جائے گا اور دوسرا کام یہ ہے ڈاکٹر صاحب ہم ایک طلسمی مالا کی تلاش میں ہیں جو اس ناگن کا توڑ ہے ک۔۔کیا۔کون سی مالا عدیل حیرت و تجسس سے بولا تو شبانہ نے کہا سر وہی طلسمی مالا جس کا اس ناگن سے بہت گہرا تعلق ہے جمیل نے پیچھے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو شبانہ اور سراج کھڑے تھے جبکہ ڈاکٹر فرحان لیب میں تھا سر میں جوگی بابا سے رات کو مل چکی ہوں اور میں نے وعدہ کرلیا ہے کہ ان کا ساتھ دینے کو تیار ہوں جوگی بابا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ طلسمی مالا اس ناگن کے زہر کا بچاؤ ہے جی ہاں بالکل ماضی میں کبھی وہ طلسمی مالا بہت اہمیت رکھتی تھی آپ نے وہ ڈائری پڑھ ہی لی ہے عدیل بولا اب مسئلہ یہ ہے اس مالا کو کہاں تلاش کیا جائے رامیش چندر نے کہا۔ڈاکٹر عدیل صاحب آپ تحمل رکھیں اتنا پریشان نہ ہوں ہم بھی تلاش کر رہے ہیں آپ بھی کوشش کرنا۔عدیل گہری سانس لے کر بولا اب معاملہ سمجھ آیا کہ اصل چکر کیا ہے بہت بہت شکریہ جوگی بابا آپ کی اس ڈائری ن ہمیں بہت ہی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔میں اس ڈائری کو اپنے ساتھ گھر لے جا سکتا ہوں جی ہاں کیوں نہیں مگر خیال رہے یہ گم نہ ہو وہ تصاویر اس میں ہیں شبانہ ایسا کرو اس تصویر کے کلر پرنٹ نکلوا کر کمپیوٹر میں ویب سائٹ پر لگا دو میں بھی اس تصویر کو اپنے گھر کے کمپیوٹر سے دوسرے نیٹ پر بھیج دوں گا جوگی بابا امید کی جاتی ہے دو تین دن میں ہی راکیش کی شکل سے ملتے جلتے ایسے انسان کو تلاش کرلیا جائے گا جمیل تم جوگی بابا کو لے جا سکتے ہو جوگی بابا مجھے دو مریض دیکھنے ہیں آپ سے دوبارہ ملاقات ہوگی ویری سوری۔۔کوئی بات نہیں ڈاکٹر صاحب آپ کی بھی مجبوری ہے میں سمجھ سکتا ہوں شبانہ بولی جوگی بابا آیئے ہمارے ساتھ لیب میں چلئے آپ کو لیب کے بارے میں کچھ جانکاری حاصل ہو جائے رامیش مسکرا کر بولا ڈاکٹر صاحبہ میں کوئی ڈاکٹر تھوڑی ہوں جمیل نے کہا ارے اس میں ایسی کون سی بات ہے ہم نے آپکا شاہی محل دیکھا ہے آپ کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا ہمارا بھی فرض ہے اب رامیش بابا اس کیساتھ لیب میں روانہ ہو چکا تھا جبکہ عدیل اور ڈاکٹر سراج مریض کو دیکھنے کے لیے کلینک میں چلے گئے۔

❀❀❀

شام کو عدیل تھکا ہارا گھر پہنچا تو صبا نے چائے کی پیالی میز پر رکھ دی کیا بات ہے آج آپ کچھ زیادہ ہی تھک گئے ہیں صبا کیا بتاؤں ہر روز صبح کوئی نہ کوئی لاش سامنے آجاتی ہے ارے ہاں یاد آیا صبا انڈیا سے ایک جوگی بابا آیا ہے اس کا نام رامیش چندر ہے وہ اس ناگن کا خاتمہ کرنے آیا ہے ہم نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا ہے ارے تم کہاں کھو گئی کچھ نہیں عدیل یہ نام شاید پہلے کبھی سنا تھا او ہو صبا۔کمال کرتی ہو اس دن فون پر تم نے باتیں کرتے ہوئے سن لیا ہوگا اچھا ایسا کرو میرے کپڑے نکال دو اور میرے بیگ سے وہ ڈائری نکال دو اور مجھے کمپیوٹر پر تھوڑا سا کام کرنا ہے اتنا کہتے ہی عدیل واش

روم میں چلا گیا جبکہ صبا عدیل کا بیگ کھول کر اس میں سے ڈائری کو نکال کر حیرت سے اسے دیکھنے لگی پھر جیسے ہی ایک تصویر اس ڈائری سے نکل کر صبا کے ہاتھ میں آئی تو اسے دیکھ کر صبا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے وہ تصویر میں اس قدر کھو گئی کہ اسے یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ عدیل اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا صبا عدیل کی آواز سن کر صبا نے نم زدہ آنکھوں سے عدیل کی طرف دیکھا تو کھڑی ہو کر اس کے گلے لگ کر رو پڑی عدیل۔۔عدیل یہ تصویر آپ کو کہاں سے ملی۔

ارے صبا۔۔تمہاری آنکھوں میں آنسو کیسے۔ عدیل مجھے اپنا بھائی یاد آ گیا وہی چہرہ وہی آنکھیں وہی نقش و نگار ہیں میں کیسے بھول سکتی ہوں صبا یہ ڈائری اسی جوگی بابا نے دی ہے تم نے شاید اس ڈائری کو پڑھا نہیں ہے اس سے ہمیں وہ معلومات ملی ہیں جس کو جاننے کے بعد ہم سب بری طرح سے لرز اٹھے ہیں۔ یہ سن کر صبا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا اور عدیل سے بولی آپ ایسی باتیں نہ کریں پلیز مجھے ڈر لگ رہا ہے صبا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اچھا اس ڈائری کو میری الماری میں رکھ دو اور کمپیوٹر آن کر دو آپ چائے پی لیں ٹھنڈی ہو چکی ہے عدیل نے پہلا گھونٹ بھرا تو بولا چائے تو ٹھنڈی ہے اچھا میں گرم کرتی ہوں صبا نے چائے کا کپ پکڑا اور کمرے سے باہر نکل کر چلی گئی اب عدیل کمپیوٹر پر بیٹھ کر اس فوٹو کو نیٹ پر سیٹ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

❁❁❁

رامیش چندر نے شہر سے باہر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ عدیل سے ملنے کے لیے ہاسپٹل پہنچ گیا ارے آیئے۔ آیئے جوگی بابا کیسے آنا ہوا ڈاکٹر صاحب معافی چاہتا ہوں آپ کو ڈسٹرب کیا ارے نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہیے کیا بات ہے ڈاکٹر صاحب میں تین چار دن کے لیے ذرا دوسرے شہر جا رہا ہوں میرے چار شاگرد بھی یہاں کے رہنے والے ہیں میں احمد آباد آ ہی گیا ہوں تو سوچا ان سے جا کر ملاقات کر لی جائے وہ اتنی آسانی سے مجھے واپس جانے نہیں دیں گے آپ کے ہاسپٹل کا ٹیلی فون نمبر میرے پاس ہے میں آپ سے رابطہ میں رہوں گا ٹھیک ہے جوگی بابا ہم کوشش پوری کر رہے ہیں اب رامیش بابا واپس چلا گیا۔ تو باہر دروازے پر جمیل شبانہ اور سراج اندر کمرے میں آ گئے عدیل اس ڈائری کو ایک بار پھر سے مطالعہ کرتے ہوئے مصروف ہو چکا تھا سر جوگی بابا شہر سے باہر جا رہے ہیں ہاں مجھے معلوم ہیں وہ مجھے ہی ملنے آئے تھے شبانہ تم نے تصویر اخبار کے ایڈیٹر کو دی ہیں جی ہاں سر میں ابھی اسی سے مل کر آ رہی ہوں سراج میرے ساتھ تھا لیکن ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ اس طلسمی مالا کا ہے اسے ہم کیسے تلاش کریں شبانہ فکر نہ کرو وہ بھی مل جائے گی جب اس ناگن کی کمزوریاں ہمیں اس ڈائری کی مدد سے معلوم ہو گئیں تو طلسمی مالا کا بھی پتہ چل جائے گا میرے خیال سے وہ جگہ جہاں ماضی میں راکیش نے اپنی جان دی وہاں طلسمی مالا ہو سکتی ہے کیونکہ آخری صفحے کو پڑھ کر میں صرف یہی خیال ظاہر سکتا ہوں کہ وہ ڈائری صندوق میں رکھنے کے بعد اس ناگن سے مقابلہ کرنے کے لیے نکل پڑا تھا اور دوسری بات جس تالاب کے بارے میں اس ڈائری پر لکھا ہے وہ اپنے اندر خوفناک طاقت رکھتا ہے جو کوئی انسان اس تالاب کے اندر گیا ہے یا اترنے کی کوشش کی ہے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا ہے۔ کیا۔۔شبانہ سراج اور ایک لیڈی نرس یہ سن کر خوفزدہ ہو گئیں پھر عدیل بولا یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں ڈائری میں لکھی ہوئی یہ تحریر کہہ رہی ہے شام نگر کی پہاڑیوں کے اس جنگل میں بنا وہ واحد مکان اس خونی ناگن کا مرکز ہے وہ ناگن اس تالاب سے باہر آتی ہے شبانہ بولی بڑی حیرت کی بات ہے سر وہ ناگن لمحے کے اندر کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے۔

شبانہ جوگی بابا بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا کہ یہ شیطانی چکر ہے اور وہ ناگن بھی شیطانی طاقتوں کی مالک ہے تبھی وہ مردہ ڈھانچے چودھویں رات کو زندہ ہو کر اس تالاب میں اترتے تھے سراج بولا سر اس کا مطلب آنے والی چودھویں رات کو بھی اتنا کہتے ہی سراج کے لبوں پر تالا لگ گیا وہ خود بھی اس سے آگے کچھ سوچنے لگا سمجھنے یا کچھ بولنے کی صلاحیت سے محروم

ہو چکا تھا۔ پھر عدیل کرسی سے کھڑے ہو کر بولا سراج فکر نہ کرو۔ جوگی بابا یہاں آ چکے ہیں وہ ہی اس کا کوئی حل تجویز کریں گے ابھی ستائیس دن باقی ہیں شبانہ بولی سر اس سفید روشنی کے بارے میں سن کر بہت حیرت محسوس کر رہی ہوں جو اس تالاب سے نکلتی ہے شبانہ ایسا صرف چودھویں رات کو ہوتا ہے آنے والی چودھویں رات اس ناگن کی آخری رات ہو گی سر میں لیب میں جاتی ہوں مجھے ایک دو ضروری کام ہیں ٹھیک ہے تم سب جا سکتے ہو مجھے بھی راؤنڈ لگانے جانا ہے ابھی ابھی ایک لاش کو مردہ خانے شفٹ کیا ہے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں اب شبانہ سراج اور جمیل واپس چلے گئے جبکہ عدیل راؤنڈ پر نکل پڑا۔

❁❁❁

اس وقت سبز رنگ کی ایک بس شام نگر کی اس سڑک سے گزر رہی تھی جو سیدھی پہاڑیوں کی طرف جاتی تھی سبھی بچے خوشی سے شور مچا رہے تھے جیسے ہی وہ پہاڑیوں کے قریب پہنچے تو ڈرائیور نے بس روک دی طاہرہ اور آسیہ دروازہ کھولنے کے بعد باہر اتریں اور پہاڑیوں کو دیکھ کر بے اختیار کھل اٹھیں واؤ۔ زبردست پوائنٹ ایسی جگہ ہی میں سوچ رہی تھی طاہر مجھے تو یہ جگہ بہت پسند آئی طاہر بھی دور جنگل کے گھنے درختوں کے سلسلے کو دیکھ رہی تھی اور نیلے رنگ کی ہلچل مچاتی ہوئی پانی کہ لہروں کو بڑی حیرت سے دیکھا دوربین اس نے پہلے ہی سے پاس رکھی ہوئی تھی پھر دوربین آنکھوں سے لگا کر بولی آسیہ میرے خیال سے وہاں اس جگہ ٹھنڈے پانی کا کوئی چشمہ ہو سکتا ہے دیکھو ذرا۔ طاہرہ نے دوربین آسیہ کی طرف بڑھائی تو وہ بولی ہاں ہو سکتا ہے تمہارا کیا خیال ہے چلیں۔۔ٹھیک ہے اب وہ بچوں کو لے کر سامان کے ساتھ لشکر کی شکل میں کچے راستے پر اتر پڑے عکاشہ حماد اور نوید یہ جگہ دیکھ کر حیران ہو گئے مس ایسے لگتا ہے کہ جیسے پہلے بھی اس جگہ کو دیکھا ہو بھائی یہاں شاید ہم پہلے بھی کبھی آ چکے ہیں حماد نے کہا۔ اب وہ چلتے چلتے جنگل کی حدود میں قریب سے گزر کر زمین پر پڑی ہوئی ہڈیاں کھوپڑیاں اور انسانی اعضا دیکھ کر ایک لمحہ کے لیے خوفزدہ ہو گئے سبھی بچے زمین پر یہ سب کچھ دیکھ کر مختلف قسم کی باتیں کرنے لگے مس یہ جگہ بہت خطرناک لگتی ہے ایسے لگتا ہے جیسے یہاں سر کٹے بھوت رہتے ہوں طاہر بولی نہیں بیٹے دراصل کئی ایسی جگہیں بھی ہوتی ہیں جہاں انسان کبھی رخ نہیں کرتا یہ جگہ ماضی میں کبھی آباد ہوا کرتی تھی بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے اچانک بچے ایک ڈھانچے کو دیکھ کر چیخ پڑے میڈم۔۔میڈم۔ یہ دیکھیں طاہرہ اور آسیہ اس سفید رنگ کے صحیح سالم ڈھانچے کو دیکھ کر خوف محسوس کرنے لگی طاہرہ یہ جگہ مجھے ٹھیک نہیں لگتی ہے آسیہ تم ویسے ہی ان بے جان چیزوں سے ڈر گئی ہو وہ چلتے ہوئے دریا کے قریب پہنچ گئے تھے سبھی بچے پتھروں کے ٹیلوں پر چڑھ گئے دریا کے ساحل پر ٹھنڈی ریت دیکھ کر طاہرہ بولی اس سے اچھی جگہ کوئی اور نہیں ہو سکتی عکاشہ حماد اور نوید اس دریا کو واد، جنگل کو بڑی حیرت سے دیکھے جا رہے تھے مس پہلے شاید ہم یہاں آ چکے ہیں اس جنگل میں ایک مکان بھی تھا اور۔۔اور اس رات۔۔اس رات کو اتنا کہتے ہوئے حماد نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور سانس تیزی سے لینے لگا طاہرہ بولی حماد کیا ہوا بیٹا۔۔تم اتنا ڈرے ہوئے کیوں ہو عکاشہ بیٹی ادھر دیکھو ادھر دیکھو ناں۔ مس ہمیں اس جگہ سے بہت ڈر لگ رہا ہے یہ شام نگر کی وہی پہاڑیاں ہیں جہاں محسن انکل ہمیں پہلی بار ملے تھے اور انہوں نے ہمیں طلسمی مالا دی تھی کیا۔۔کیا کہہ رہی ہو عکاشہ۔۔ہاں مس یہ جگہ ہم کبھی نہیں بھول سکتے ہیں اس رات کو نجانے ہم اپنے گھر سے کیسے یہاں آ پہنچے تھے ہمیں آج تک معلوم نہیں ہو سکا ہمارے کمرے میں اس رات کو ایک لڑکی آئی تھی جو میرے خیال سے کوئی روح تھی شاید اس نے ہم پر کوئی ایسا جادو کیا تھا کہ ہم یہاں آ گئے وہی مکان جو اس جنگل میں ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں محسن انکل نے اپنے ہاتھ میں وہی ناگ راج پکڑ رکھا تھا جو ہمارے گھر میں ہے آسیہ بولی عکاشہ بیٹی شاید تمہارا یہ وہم ہے طاہرہ بولی۔ آسیہ اگر عکاشہ سچ بول رہی ہے تو ہمیں اس جنگل میں بنے مکان کو دیکھ لینا چاہیے مس آپ وہاں جا کر دیکھ سکتی ہیں اگر میری بات کا یقین نہ آئے۔ اچھا بچو۔ ایوری باڈی۔ ابھی آپ سب کچھ دیر یہاں انجوائے کریں گے اس کے بعد ہم جنگل میں جائیں گے سبھی بچے خوشی سے شور مچانے لگے تقریباً دو گھنٹے

بعد ہلکا پھلکا کھانے پینے کا راشن بھرنے کے بعد سبھی بچے فریش ہو چکے تھے مس ہم دریا میں جانا چاہتے ہیں بچو پہلے ہم جنگل میں جائیں گے اس کے بعد شام تک آپ دریا کے پانی میں جا کر کھیلنا آسیہ تم چلو گی ناں طاہرہ مجھے تو گہرے پانی سے ڈر لگتا ہے۔

ارے ہم کون سا تیرا کی کرنی ہے دریا کے کنارے کنارے ہی رہیں گے بچوں کو بھی زیادہ آگے نہیں جانے دیں گے پہلے جنگل میں اس لیے جانے کا سوچا تا کہ واپسی پر وہ آرام سے نہا لیں گے اب سبھی بچے چلتے ہوئے جنگل کی طرف رخ کر چکے تھے جیسے ہی وہ جنگل میں داخل ہوئے تو طاہرہ کی حلق سے چیخ نکل گئی کیونکہ ایک لاش پتوں کے اوپر پڑی انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلا چکی تھی آسیہ بھی اسے دیکھ کر تیزی سے سانس لینے لگی سبھی بچے سہمے ہوئے کھڑے تھے کچھ تو ڈر ہی چکے تھے اس لاش کے جسم سے کیڑے مکوڑے باہر آ جا رہے تھے جبکہ مکھیاں اڑا کر بھنبھنانے لگی تھیں اور انہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے پر مجبور کر رہی تھیں بچو اس طرف سے آؤ آؤ۔۔آرام سے آؤ۔۔آسیہ تم نے وہ لاش دیکھی ہاں طاہرہ نجانے کب سے مرا پڑا ہے ابھی تک سخت بدبو آ رہی ہے وہ چلتے چلتے جنگل کو آدھے سے زیادہ عبور کر چکے تھے آسیہ تم نے جنگل میں ایک بات نوٹ کی طاہرہ چلتے چلتے درخت کی شاخوں کو چہرے سے ہٹاتے ہوئے بولی وہ کیا۔آسیہ کی طرف دیکھ کر بولی تو دونوں ہی اس جگہ رک گئیں پھر طاہرہ بولی۔اس جنگل میں نہ ہی کوئی خطرناک جانور ہے اور نہ ہی کسی قسم کے حشرات الارض ہیں اتنا سناٹا تو جنگل میں کبھی نہیں ہوتا تھا اس خاموشی کو تم کوئی بھی نام دے سکتی ہو عکاشہ بولی میں جب پہلی بار ہم یہاں اائے تھے تو جنگل میں تب بھی ایسی ہی خاموشی تھی ہمیں کوئی بھی شیر یا چیتا یا کوئی بھی ایسا جانور کہیں دیکھائی نہیں دیا اب وہ چلتے چلتے اس جگہ پر آ گئے جہاں ایک مکان اپنی کمزور بنیادوں پر کھڑا تھا اور اس کی دیواریں بھی بے بسی کا عالم پیش کر رہی تھیں طاہرہ اور آسیہ اس مکان کو دیکھ کر حیران رہ گئیں واؤ۔زبردست۔۔۔میں سمجھی تھی تم ہمارے ساتھ مذاق کر رہی ہو گی مس جو سچ تھا وہ آپ کو بتا دیا ہے ہم تو اس مکان میں نہیں جائیں گے آپ نے جانا ہے تو جا سکتی ہیں آسیہ زمین پر انسانی پیروں کے نشان دیکھ کر بولی طاہرہ دیکھنا ذرا لگتا ہے ہم سے پہلے بھی یہاں کوئی آ چکا تھا آسیہ تم مکان کے اندر جا کر دیکھو یہاں کون کون رہتا ہے مس آپ نہ جاناوہ لڑکی آپ کو جان سے مار دے گی طاہرہ نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ پیچھے مڑ کر بچوں کی طرف دیکھنے لگی پھر اتنا کہتے ہی وہ مکان کے اندر داخل ہو گئی اور بولی یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے آسیہ۔۔اندر آ جاؤ یہ مکان خالی ہے نہیں طاہرہ میں مناسب نہیں سمجھتی مس وہ دیکھیں لگتا ہے وہاں کچھ ہے بچوں نے سورج کی کرنوں میں چمکتے ہوئے تالاب کا پانی دیکھا تو تیزی سے بھاگتے ہوئے وہاں چلے گئے ارے ارے بچو کہاں جا رہے ہو بچی تالاب میں چھلانگ مار چکے تھے عکاشہ حماد اور نوید تالاب کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے عکاشہ۔۔تم بھی آ جاؤ نہیں۔۔

یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے حماد۔۔نوید آؤ ناں۔یار ایسے نہیں آئے گا ہمیں ہی کچھ کرنا ہو گا اب کچھ بچوں نے عکاشہ حماد اور نوید کو بھی ٹانگوں سے کھینچ کر تالاب میں پھینک دیا تو طاہرہ بولی بچو یہ کیا پاگل پن ہے جلدی سے باہر آؤ۔میں نے کہا باہر آتے ہو یا نہیں سبھی بچے تالاب سے باہر آ گئے تو کالے رنگ کا پانی لباس پر صاف نظر آ رہا تھا پھر طاہرہ غصے سے بولی کس نے کہا تھا کس نے کہا تھا گندے پانی میں جاؤ کپڑوں کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔آسیہ بولی طاہرہ ریلکس ہو جاؤ ہم بچوں کو تفریح کے لیے لائے ہیں انہیں کھیلنے سے مت روکو سبھی بچے تالاب سے نکل کر سر جھکائے کھڑے تھے پھر طاہرہ بولی آئی ایم سوری۔ہم واپس چلتے ہیں یہ گندا پانی ٹھیک نہیں ہے دریا پر جا کر نہا لو اور کپڑے بھی بدل لینا اب خوش سبھی بچے یس مس کہہ کر خاموش ہو گئے اب وہ سبھی واپس جنگل سے ہوتے ہوئے دریا کے ساحل تک آ چکے تھے طاہرہ اور آسیہ اس تالاب کے پانی کی خوفناک حقیقت سے بالکل ناواقف تھیں تبھی انہیں بچوں کی طرف سے اتنی [illegible] جو شاید ان کی سب سے بڑی بھول اور آخری غلطی ثابت ہوئی سبھی بچے دریا کے کنارے پر آ چکے [illegible] بچے تیرن پہنے ٹھنڈے پانی کی

چھینٹیں ایکدوسرے پر پھینک رہے تھے طاہرہ اور آسیہ دونوں دریا کے کنارے پر بیٹھی ہوئی تھیں بہت مزہ آ رہا ہے آسیہ۔۔ویسے ایسی جگہ کے بارے میں وہم و گمان بھی نہیں تھا بچوں زیادہ آگے نہیں جانا گہرا پانی ہے ٹھیک ہے میڈم بچوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

اب شام ہونے والی تھی سبھی بچے کپڑے بدل کر چٹائی پر بیٹھ چکے تھے طاہرہ گیس کے سلنڈر کو آن کرنے کے بعد کھانا گرم کرنے لگی اور چائے کا پانی رکھنے کے بعد کھانے پر ٹوٹ پڑیں آدھے گھنٹے بعد سبھی کھانے سے فارغ ہو چکے تھے سورج کی لال سرخ ٹکیا مغرب کی جانب واضح منظر پیش کر رہی تھیں چلو بچو سب تھوڑا تھوڑا سامان اٹھاؤ میڈم پانی سے برتن صاف ہو چکے ہیں انہیں ٹوکری میں رکھ دیں ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔احتیاط سے کانچ کے گلاس ٹوٹ نہ جائیں اب سارا سامان کلوز ہو چکا تھا بچوں کا یہ قافلہ اب دوبارہ اسی راستے پر گامزن تھا جو سڑک کی طرف جا رہا تھا مغرب کی اذانوں سے کچھ دیر قبل وہ بس تک پہنچ چکے تھے ڈرائیور کو پہلے ہی کھانا پہنچا دیا تھا وہ گہری نیند میں کھویا ہوا نظر آ رہا تھا جیسے ہی بچوں کے شور کی آواز سنائی دی تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور انگڑائی لینے کے بعد بچوں کو بس میں سوار ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا آپ تو لگتا ہے کافی دیر سے سو رہے تھے نہیں میڈم تھکاوٹ بہت ہو گئی تھی اس لیے خماری چڑھ گئی تھی آسیہ سامان سارا رکھ دیا ہے ہاں طاہرہ اب سب بچوں کی تعداد پوری تھی ڈرائیور نے بس اسٹارٹ کی اور موڑ کاٹتے ہوئے واپس کا سفر شروع کر دیا رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا میڈم اب کہاں جانا ہے ڈرائیور ابھی ہاسٹل جانا ہے کل ہمارا واپسی کا پروگرام ہے تم کل شام کو ہمیں اور بچوں کو ریلوے اسٹیشن تک چھوڑ دینا ہم احمد آباد جائیں گے ارے میڈم اتنی جلدی پاکستان جا رہی ہیں ارے بابا بچوں کے ٹیسٹ اگلے ماہ شروع ہونے والے ہیں انہیں تیاری بھی کروانی ہیں اب ان کی بس منزل کی جانب رواں تھی طاہرہ اور آسیہ تھک ہار کر ہاسٹل کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں آسیہ۔۔۔میں اپنی فرینڈ صبا کو فون کرتی ہوں تم عکاشہ نوید اور حماد کو لے آؤ اب طاہرہ نے ریسور اٹھا کر اپنے کان سے لگایا اور صبا کے گھر کا نمبر ڈائل کیا کچھ ہی دیر میں کال ریس ہو چکی تھی ہیلو۔۔ہیلو۔صبا میں طاہرہ بول رہی ہوں شام نگر سے۔کیا۔۔طاہرہ تم شام نگر ہو مجھے یقین نہیں آ رہا ہے اچھا سنو میں کل بچوں کو ساتھ لے کر واپس آ رہی ہوں تم بچوں کے بغیر اداس تو نہیں ہوئی ارے نہیں نہیں طاہرہ میری بچوں سے بات کرواؤ آؤ عکاشہ بیٹی۔۔اپنی ماما سے بات کرو اب تینوں بچوں نے مختصر اپنی ماں سے بات کی تو ریسور طاہرہ کو دے کر وہ دوسرے ہال میں چلے گئے طاہرہ تم شام نگر کیسے گئی۔

ارے بچوں کے ساتھ پکنک کا ارادہ تھا ہم نے بہت انجوائے کیا ہے سچ میں تمہاری کمی بڑی شدت سے محسوس ہوئی آسیہ میرے ساتھ ہی احمد آباد آ رہی ہے یہ لو بات کرو ہیلو صبا۔آسیہ کیسی ہو ہاں میں ٹھیک ہوں تم سے ملنے کے لیے بڑی مشکل سے ٹائم نکال رہی ہوں یوں سمجھو طاہرہ نے مجبور کر دیا ہم کل شام کو روانہ ہو رہے ہیں پہلے بنگلور جائیں گے پھر وہاں سے ہم احمد آباد پہنچیں گے اچھا میں انتظار کروں گی او کے گڈ بائے۔اب صبا نے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا صبا بچوں سے بات کر کے دل کو تسلی ہو گئی ہاں عدیل آج صبح بھی میں انتظار کر رہی تھی کہ طاہرہ کا فون آ جائے وہ شام نگر پہنچی ہوئی ہے کیا شام نگر عدیل نے حیرت سے کہا تو صبا بولی ہاں عدیل آج وہ بچوں کے ساتھ پکنک پر گئی تھی مگر آپ کیوں اتنا پریشان ہو گئے کچھ نہیں صبا ویسے ہی ڈائری میں شام نگر کے علاقے کی کہانی لکھی ہوئی تھی میں کچھ لمحے کے لیے ڈر گیا تھا اچھا اب نیچے چلتے ہیں کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے اب عدیل اور صبا کھانے کے لیے نیچے ہال میں جا چکے تھے جہاں وکی نبیل اور شکیلہ ان کے انتظار میں تھے جبکہ بہادر جان میز پر کھانے کا سامان لگا چکا تھا۔

رات کی تاریکی اپنے عروج پر تھی یاسر ابھی تھوڑی دیر قبل ہی بینک کے کام سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹا تا اسے کچھ ڈرافٹ وغیرہ بنوانے تھے اس لیے آج اسے ٹائم زیادہ ہو گیا تھا ابھی اسے لیٹے ہوئے کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ اسے اپنے

کمرے میں وہی سرسراہٹ کی آواز واضح طور پر محسوس ہونا شروع ہوگئی وہ چونکہ ابھی کچی نیند میں تھا اسی وجہ سے بستر سے اٹھ کر آواز پر غور کرنے لگا اسے اندھیرے کمرے میں واضح محسوس ہو رہا تھا کہ یہ آواز اسی سانپ کی ہے جو اس کی جان کا دشمن بنا ہوا تھا وہی ناگن جو اسے سب سے بڑا جانی دشمن سمجھتی ہے آج پھر اس پر بزدلوں کی طرح چھپ کر وار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

ابھی یاسر یہ سب کچھ اپنے دل و دماغ میں سوچنے کی تگ و دو میں لگا ہوا تھا کہ اچانک اسے اپنے ٹانگوں کے اوپر کوئی وجود رینگتا ہوا محسوس ہوا یاسر خود بستر سے نیچے اترا تو اس نے اس کی ٹانگوں کو مضبوطی سے بل دیا آ۔۔آہ۔۔۔یاسر کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی وہ ایک لمحے کے اندر اندر سمجھ گیا کہ یہ وہی ناگن ہے جو آج اس کی جان لے کر ہی چھوڑے گی اس ناگن نے اس کے جسم کو بھی مضبوطی سے جکڑ لیا تھا تاکہ وہ کوئی حرکت نہ کر سکے جیسے ہی اس نے اس کی گردن کو اپنے مضبوط شکنجے میں لیا تو یاسر اپنے بچاؤ کے لیے میز کی طرف بڑھا اور کانچ کا گلاس اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا اندھیرے کمرے میں ایک نسوانی آواز اسے بلند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی اگلے ہی لمحے اس کی گردن ناگن کے مضبوط شکنجوں سے آزاد ہوتی ہوئی چلی گئی اس نے لائٹ آن کی تو ایک کالے رنگ کا سانپ کھڑکی سے باہر جاتا ہوا نظر آیا اور کھڑکی اپنے آپ بند ہوگئی یاسر لمبے لمبے سانس لیتا ہوا اپنے حواس درست کرنے لگا۔اسے سرخ رنگ کے خون کے بڑے بڑے نشان فرش پر دکھائی دیئے تو حیران و پریشان رہ گیا اور دل میں سوچنے لگا آخر یہ میری جان کب چھوڑے گی مجھے اس ناگن کو ختم کرنے کا پلان سوچنا ہوگا کب تک اس کے شکنجے میں گرفتار رہوں گا مجھے کسی جوگی بابا سے خدمات حاصل کرنی ہوگی یہ کام مجھے کل ہی کر لینا چاہیے وہ بستر پر بیٹھ کر پورے کمرے کا جائزہ لے کر اپنے دل میں یہ خوف پیدا کرتے ہوئے یہ سوچ کر لیٹ گیا کہیں وہ دوبارہ سے اس پر حملہ آور تو نہیں ہوگی اس نے اپنے پاس ایک لکڑی کا ڈنڈا بیڈ کے ساتھ لگا دیا تھا تاکہ وہ اسے بروقت استعمال کر سکے اب وہ اپنی آنکھیں بند کر کے سونے کی ناکام کوشش کرنے لگا بڑی مشکل سے کروٹیں بدلتے بدلتے آخر نیند کی دیوی اس پر پوری طرح سے مہربان ہوتی چلی گئی۔

❁❁❁

آج پھر صبح ہی سے ڈاکٹر عدیل کو شہر بھر سے ٹیلی فون کال موصول ہونا شروع ہوگئی کہ سانپ کو ختم کرنے کا کوئی منصوبہ اب تک سامنے کیوں نہیں لایا گیا کئی جوگی بابا بھی اس ناگن کو قید کرنے یا ختم کرنے میں ناکام ہوتے ہوئے دیکھائی دیئے یا ماضی میں رونما ہونے والے واقعات کو جان کر کسی ناگن کو ختم کرنے کی حامی نہیں بھری کیونکہ اکثر علم والے سپیروں نے یہ کہہ کر بات ختم کر ڈالی کہ یہ عام سانپ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے کوئی بہت بڑی شیطانی طاقت ہے جس کے پر آج یہ حالات چل رہے ہیں ڈاکٹر سراج فرحان شبانہ عدیل اور کئی سنیئرز ڈاکٹرز کی آج میٹنگ شروع ہو چکی تھی وہ سب ایک لمبے میز کے پاس کرسی پر بیٹھے اسی ناگن پر ڈسکس میں مصروف نظر آ رہے تھے سر ہم نے آج تک ہر بیماری کا علاج دریافت کیا ہے جب سے یہ ناگن ہمارے علاقے میں آئی ہے اور اس کے ڈسنے سے بے گناہ انسانوں کی اموات ہوتی چلی گئیں تب سے ہی ہم مسلسل ناکامی کے مراحل سے گزرتے چلے آ رہے ہیں ڈاکٹر شبانہ جیسی ٹیلنٹ اور تجربہ کار ساتھی جب اس ناگن کا توڑ نہیں نکال سکی وہ پھر ہم کو کم از کم اس ناگن کو قید کرنے کا کوئی تو حل نکالنا ہوگا ہم جانتے ہیں رامیش چندر جیسے جوگی بابا پہلے بھی اس ناگن کو قید کرنے یا اس کا خاتمہ کرنے کے لیے آئے مگر سوائے موت اور شکست کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا سر آپ کے سامنے جو رپورٹ اس وقت ٹیبل پر موجود ہیں اسے مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں بتایئے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے عدیل یہ سب باتیں سر جھکائے ہوئے خاموشی سے سن رہا تھا فوراً اپنا سر اٹھا کر سبھی کے چہروں پر ایک نگاہ ڈال کر بولا۔

ہم نے پہلے بھی ہار کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی اب ہم کسی کو موت کے منہ میں دھکیلیں گے میں سمجھ سکتا ہوں رامیش چندر

ہی اس ناگن کو ختم کرنے کے لیے ہمارا مددگار ثابت ہو سکتا ہے اور یہ بھی جانتا ہوں اس رپورٹ میں ہم سب ڈاکٹرز کو صرف تین دن کا ٹائم دیا گیا ہے اگر اس سانپ کے کاٹے کا علاج ہم دریافت نہ کر سکے تو کم از کم اسے کمزور ضرور بنا سکتے ہیں رامیش اس وقت شہر سے باہر گیا ہوا ہے ہم بھی اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ طلسمی مالا کسی بھی طرح ہمیں مل سکے جو اس ناگن کا توڑ ہے۔

سر آپ خود شام نگر کیوں نہیں جاتے ہم سب نے اس ڈائری کا مطالعہ کیا ہے جو آپ اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں عدیل بولا تم خود کیوں نہیں جاتے موت سے مقابلہ کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے اس خون آشام ناگن سے مقابلہ کرنے کا جذبہ جس طرح ہمارے اندر موجود ہے ہمیں اس کے مقابل ایسی طاقت بھی کھڑی کرنی ہوگی جو اس کے لیے خطرناک حریف ثابت ہو سکے ہمارا یہاں اکٹھا ہونے کا مقصد یہ نہیں کسی کو آزمانا ہے بلکہ مل بیٹھ کر ہمیں کچھ ایسا سوچنا ہے کہ ان تینوں دنوں میں کوئی مثبت نتائج سامنے آ سکیں شبانہ مایوسی سے بولی سر مجھے تو کوئی راستہ نظر نہیں آتا آج صبح بھی ایک لاش آپ کی نگرانی میں مردہ خانے میں شفٹ کی گئی ہے جو کہ روزانہ کا معمول ہے اتنے میں ایک اور ڈاکٹر بولا سر میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں ہاں پوچھو۔سر جس سانپ کو آپ لے اپنے گھر میں لا رکھا ہوا ہے کہیں ان واقعات کا اس سے کوئی تعلق تو نہیں ہے عدیل بولا میں اس سانپ کے رہن سہن اور طور طریقوں سے اچھی طرح واقف ہوں رامیش چندر کو میں نے اس سانپ کے بارے میں فی الحال ابھی کچھ نہیں بتلایا لیکن ایک بات بالکل صاف ہے اس ناگ راج کی ایسی کئی حرکات نے ہم سے گھر والوں کے لیے سوالیہ نشان بنا کر چھوڑ دیا ہے وہ بے زبان ضرور ہے مگر کسی بھی انسان کو ڈسنے سے پہلے یہ صلاحیت ضرور رکھتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے لیے نقصان دہ نہ ہو ہر اچھے برے کا فرق جانتا ہے میرے تینوں بچے اس ناگ راج سے کھیلتے ہیں اگر وہ انسانی جان کا دشمن ہوتا تو پہلے ہی دن وہ بچوں کو ڈسنے سے پہلے میرے دوست سمیر کو ڈستا جو اسے میرے گھر لایا تھا وہ تو انسانوں کا ہمدرد ہے گھر میں بچوں سے مجھ سے ہر آنے والے شخص سے پیار کرتا ہے جب میری بیوی صبا ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھی تو وہ خود رینگتا ہوا ہمارے پاس اسی ہاسپٹل میں چلا آیا جہاں اس وقت ہم باتیں کر رہے ہیں اس لیے ناگ راج پر کسی بھی قسم کا الزام لگانے سے پہلے آپ سب کو یہ باتیں یاد ہونی چاہیں میں نے یہ سب اس لیے کیا تھا کہ کوئی بھی ناگ راج کو شک کی نظر سے نہ دیکھے اور کسی کو کچھ پوچھنا ہے ڈاکٹر سراج نے کہا سر آپ کا خیال اب کیا کہتا ہے آپ شام نگر جانے کے لیے تیار ہیں عدیل بولا میں شام نگر ضرور جاؤں گا لیکن میں نے آپ سے ابھی تھوڑی دیر پہلے یہی تو کہا تھا کہ اس ناگن کے سامنے ہمیں اس کے برابر کی طاقت کے ساتھ لڑنا ہوگا یہ معاملہ کسی بھی عام انسان کے بس کا نہیں ہے یہ شیطانی طاقت کا کھیل ہے ہمیں اس ناگن کی کمزوریوں کو جاننا تھا جو ڈائری سے ہمیں پتہ لگ چکا ہے اب وہ طلسمی مالا مل جائے اور وہ انسان جو اس ناگن کو ناگن کو تالاب کی گہرائیوں میں ختم کر سکے صرف یہ تلاش باقی ہے فرحان بولا سر پھر تو میں خود اس ناگن کی دردناک موت اور اس کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا عدیل کرسی سے کھڑا ہو کر بولا یہ باتیں بعد میں سوچی جائیں گی فی الحال آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے جیسے رامیش چندر واپس لوٹے گا ہم دوبارہ یہاں اکٹھے ہوں گے آل دی بیسٹ اتنا کہہ کر عدیل دروازے کی طرف بڑھا تو سبھی ڈاکٹرز اٹھ کھڑے ہوئے۔

❁❁❁

ارے یاسر میاں کمال کرتے ہو ایک ناگن کو تم ابھی تک مار نہیں سکے ویسے یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے سر پچھلے کئی روز سے وہ میری جان لینے کی کوشش میں ہے آج تک میں اس کے بارے میں جان نہیں پایا وہ چاہتی کیا ہے کل رات جب میں نے گلاس اس کے سر پر مارا تو مجھے کسی لڑکی کے چیخنے کی آواز سنائی دی مجھے لگتا ہے وہ ناگن انسانی روپ میں کوئی لڑکی ہے میں اس لیے آپ سے مدد لینا چاہتا ہوں ایکسکیوز می سر۔۔۔یس کم آن اندر آ جاؤ ایک لیڈی ورکر اندر کمرے میں داخل ہوئی اور بولی سر مسٹر یاسر کو یہاں آپ کے پاس دیکھ کر میں فوراً چلی گئی سمجھ نہیں آ رہی تھی بات کہاں سے شروع کروں

یاسر نے پیچھے مڑ کر لڑکی کی طرف دیکھا اور کہا آپ کہنا چاہتی ہیں سر آپ کی تصویر کمپیوٹر پر دیکھی تو مجھے بہت حیرت ہوئی ۔کیا۔۔م۔م۔میری تصویر۔اور وہ بھی کمپیوٹر میں۔شاید کسی نے مذاق کیا ہوگا سوری سر اگر یہ مذاق ہے تو وہ لکھی ہوئی تحریر بھلا کیسے سچ ہو سکتی ہے کیا آپ کا اصل نام راکیش تو نہیں۔واٹ۔۔سر یہ کیا کہہ رہی ہے ارے یاسر میاں تم خود جا کر اپنے کمپیوٹر آن لائن میں دیکھ لو اگر یقین نہیں آ رہا ہے یاسر غصے سے کھڑا ہوا اور بولا جس نے بھی یہ گھٹیا مذاق کیا ہے میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔اب وہ تیز قدموں سے اپنے ریگ میں آکر بیٹھ گیا اور کمپیوٹر آن کر دیا کچھ ہی لمحوں میں اس کی تصویر سامنے آگئی یہ۔۔یہ۔یہ تو ہو بہو میری تصویر ہے پھر اس نے نیچے تحریر پڑھی اور احمد آباد کا ایڈریس دیکھا تو بولا آخر وہ لوگ مجھے کیوں تلاش کرنا چاہتے ہیں یہ تو سٹی ہاسپٹل کا ایڈریس ہے یہاں شاید میں پہلے کبھی گیا تھا لیکن کب۔اتنا سوچتے ہی اسے اپنے ایک عزیز دوست اختر نیاز کی موت کا وہ منظر سامنے آنے لگا تو وہ بولا اب سمجھا وہاں کسی نے میری تصویر کھینچی ہوگی یا مجھے کوئی استعمال کرنا چاہتا ہے میں اس کا ارادہ جاننا چاہتا ہوں ہو سکتا ہے میرا کوئی دشمن ہو یا کوئی اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہو اسی طرح کے منفی اور مثبت خیالات نے اس کے دل و دماغ کو الجھا کر رکھ دیا ارے کیا سوچ رہے ہو یاسر میاں ک۔۔ک۔کچھ نہیں سر مجھے اپنی تصویر کمپیوٹر پر دیکھنے کے بعد ایک خوف سا محسوس ہو رہا ہے سمجھ نہیں آ رہا آخر کون ہو سکتا ہے کہیں میرے خلاف کسی کی سوچی سمجھی کوئی سازش تو نہیں چل رہی ہے ارے کمال کرتے ہو تم اچھا میرے ساتھ شہر چلنا تمہیں کسی سپیرے سے ملوا دوں گا چھوڑو یار کم آن۔۔پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے چلو اب دو کپ کافی پیتے ہیں میرے ساتھ آؤ۔۔اب یاسر کمپیوٹر آف کرنے کے بعد اپنے باس کے ساتھ باہر چلا گیا۔

❁❁❁

ایکسکیوز می سر۔۔ہاں شبانہ آجاؤ۔۔عدیل نے فائل کلوز کرتے ہوئے کہا تو شبانہ اندر کمرے میں آتے ہی لمبا سانس خارج کرتے ہوئے بولی سر رامیش چندر کا آج صبح فون آیا تھا وہ انڈیا کے لیے روانہ ہو چکا ہے کیا۔۔رامیش انڈیا چلا گیا ہے ایسا کیسے ہو سکتا ہے جوگی بابا کو یہاں کے حالات معلوم ہونے کے باوجود انڈیا کیوں جانا پڑا آخر ایسی کون سی مجبوری تھی جو اسے معلوم ہونا چاہیے تھا اس وقت ہم سب کو ان کی اشد ضرورت ہے او ہو سر میری بات تو پوری سن لیں شبانہ نے کہا۔ہاں بولو۔سر اس کے استاد ناگ دیوتا دھرم ناتھ صاحب اچانک کسی بیماری کی وجہ سے ہاسپٹل میں جا پہنچے ہیں رامیش نے صرف مختصر یہ بتایا تھا کہ وہ تین دن میں واپس لوٹے گا اس کے بعد کال کٹ گئی او شٹ۔عدیل نے غصہ نکالتے ہوئے کہا اور پھر چہرے پر ہوائیاں سی اڑنے لگیں سر آپ پریشان مت ہوں اچھا میں اب گھر چلتا ہوں ہو سکتا ہے بچے بھی گھر آ چکے ہوں کیونکہ آج صبح کی ٹرین سے وہ احمد آباد کے لیے نکل چکے تھے۔

گھر پہنچتے ہی تینوں بچے عدیل کے گلے لگ پڑے پاپا۔۔پاپا ہم نے آپ کو بہت یاد کیا۔۔عدیل نے تینوں بچوں کا جسم گرم ہوتے ہوئے محسوس کیا تو بولا تم تینوں کو بخار ہے پاپا ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے عکاشہ بولی پاپا ہم آرام کرنا چاہتے ہیں صبا بولی۔عدیل میرے خیال سے سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے بچوں کی طبیعت بھاری ہو گئی ہے ماما۔ماما۔ناگ راج کہیں نظر نہیں آ رہا ہے عدیل بولا بیٹا وہ سمیر انکل کے گھر ہے جواد اور کبیر اپنے ساتھ لے جانے کی ضد کر رہے تھے اس لیے ہم نے جانے دیا آپ بھی تو گھر پر ہیں تھے پاپا۔۔پاپا آپ سے ساتھ لے آئیں ناں صبا بولی بیٹا کل تک انتظار کرو سمیرا انکل اور سائرہ آنٹی شہر سے باہر گئے ہیں وہ پرسوں تک آجائیں گے تم کپڑے بدل لو بہادر جان۔۔ارے بہادر جان۔جی آیا صاحب۔بہادر جان بچوں کا یہ سامان فی الحال نیچے ہی ہال میں رکھ دو یہ بہت لمبا سفر کر کے آئے ہیں۔صبا بولی میں اپنی فرینڈ کا حال احوال بھی معلوم کر لیتی ہوں ہائے صبا۔طاہرہ کیسی ہو صبا نے گلے ملتے ہوئے کہا تو آسیہ نے بھی ہاتھ ملایا آسیہ یہ میری فرینڈ صبا ہے اور صبا یہ آسیہ ہے ہاں اس دن فون پر آپ سے بات ہوئی تھی طاہرہ تم اور آسیہ میرے کمرے میں ہی سو جانا عدیل اوپر والے کمرے میں سو جائیں گے نبیل رات کی ڈیوٹی کرتا ہے وہ وکی کا دوست ہے اسے بہت جلد

ایک کوارٹر مل جائے گا آسیہ بولی ٹھیک ہے صبا ہم ذرا فریش ہو جائیں۔اب وہ سب کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے اور کھانا کھانے میں مصروف نظر آ رہے تھے پھر کچھ دیر ہنسی مذاق میں باتیں ہوتی رہیں اور سب اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے گئے۔

اگلے دن صبا نے بچوں کو جگایا تو اسے شدید حیرت کا جھٹکا لگا اس کے تینوں بچوں کو بہت تیز بخار ہو چکا تھا عکاشہ۔۔حماد۔تمہیں اتنا تیز بخار کیسے ہو گیا نوید بولا ماما ہمیں نہیں معلوم ہمارے تو پچھلے دو دن سے سر میں درد ہے جو پہلے کسی وقت ہوتا تھا لیکن آج بہت زیادہ ہو رہا ہے صبا کو سخت پریشانی محسوس ہوئی اور نیچے ہال میں تیز قدموں سے آئی عدیل ناشتہ کرنے میں مصروف تھا کیونکہ اسے ہاسپٹل پہنچنا تھا عدیل۔۔عدیل بچوں کو بہت تیز بخار ہے میں ابھی انہیں اوپر کمرے میں دیکھ کر آ رہی ہوں۔کیا عدیل بھی پریشان کن لہجے میں بولا اور اوپر کمرے میں چلا گیا پاپا۔۔پاپا ہمیں بہت سخت بخار ہے مجھ سے تو چلا بھی نہیں جا رہا ہے حماد نے بستر سے کھڑے ہو کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تو عدیل بولا صبا میں ابھی تمہیں میڈیسن بنا کر دیتا ہوں بچوں کو گرم دودھ سے دینا ٹھیک ہو جائیں گے اب عدیل نے اپنا بیگ کلوز کیا صبا کو میڈیسن دے کر ہاسپٹل چلا گیا شام کو سمیر اس سے ملنے کے لیے ہاسپٹل آیا ارے آؤ۔۔آؤ بھئی سمیر کیسا ہے۔۔عدیل نے اسے اپنے گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔تو پیچھے سے اس کے دونوں بچے جواد اور کبیر بھی آگئے ان کے ہاتھ میں ناگ راج دیکھ کر عدیل بولا سمیر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ ناگ راج کا بہت خیال رکھا بیٹا میں آج ناگ راج کو اپنے گھر لے جاؤں گا عدیل انکل پلیز کل لے جایئے گا ارے بیٹا کل تو میرا آپریشن ڈے ہے میں پرسوں آجاؤں گا اب سمیر نے جانے کی اجازت مانگی ارے سمیر ٹھنڈا چائے کچھ تو پی لے نہیں یار ابھی گھر جائیں گے باہر گاڑی میں سائرہ انتظار کر رہی ہے اچھا چلو میں بھی باہر تک چلتا ہوں اب عدیل سمیر کے ساتھ ہی باہر نکل گیا۔

عدیل جیسے ہی گھر پہنچا تو صبا کو روتا ہوا دیکھ کر پریشان ہو گیا ارے صبا تم رو کیوں رہی ہو عدیل۔۔عدیل مجھ سے بچوں کی حالت دیکھی نہیں جا رہی ہے تم نے بچوں کو میڈیسن دی ہاں عدیل لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑا چلو میرے ساتھ اب عدیل جیسے ہی بچوں کے کمرے میں آیا تو تینوں ہی آنکھوں میں آنسو لیے روئے جا رہے تھے عدیل بچوں کے جسم پر لال سرخ دانے نجانے کیسے نکل آئے ہیں عدیل نے تینوں بچوں عدیل نے تینوں بچوں کی بنیان اتار کر دیکھا تو ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا کیونکہ نقطے جیسے یہ لال سرخ نشان پراسرار بیماری کی نشاندہی کر رہے تھے یا پھر ایک بھیانک موت کی عکاسی کر رہے تھے عدیل نے اسی وقت فون اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا ہیلو۔۔ہیلو شبانہ تم ہاسپٹل میں۔۔جی ہاں سر میں اس وقت ایمرجنسی وارڈ میں ہوں آج صبح ہی کچھ بچوں کو ہاسپٹل میں دیکھنے آئی تھی انہیں ایک سو پانچ بخار ہے سراج فرحان اور جمیل بھیہیاں موجود ہیں شبانہ تجانی و آج آپریشن ڈے ہے جی ہاں سر معلوم ہے مگر اس وقت بچوں کا ایک سنجیدہ کیس سامنے آیا ہوا ہے اچھا سنو شبانہ کیا تم ٹائم نکال کر میرے گھر آسکتی ہو کیوں۔۔سر شبانہ میرے بچوں کو بہت تیز بخار ہے ان کے جسم پر لال سرخ نشان نقطے جیسے بن گیا۔۔سر یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر مجھے لگتا ہے اب کوئی نئی بیماری سامنے آ رہی ہے کیا میں سمجھا نہیں سر جن بچوں کو آج صبح صبح یہاں لایا گیا ہے سنا یہ گیا تھا کہ وہ کچھ دن پہلے انڈیا گئے تھے۔کیا اس کا مطلب ہمارے بچے بھی ساتھ سر آپ وقت ضائع مت کریں فوراً انہیں سٹی ہاسپٹل لے آئیں ہاں میں لاتا ہوں اب عدیل گاڑی میں تینوں بچوں کو ڈال کر سٹی ہاسپٹل لے گیا عدیل کو اندر آتے دیکھ کر شبانہ فرحان جمیل سراج اور کئی ڈاکٹرز نے گھیرا ڈال لیا سر آخر بچوں کو یہ کون سی عجیب و غریب بیماری لگ گئی ہے عدیل بولا دیکھئے یہ اتنا سیریس معاملہ نہیں ہے شبانہ تم نے بچوں کو ٹیسٹ لیا ہے جی ہاں سر وہ رپورٹ کل صبح تک تیار ہو جائے گی اچھا سنو میرے بچوں کی میڈیکل رپورٹ مجھے ابھی تین گھنٹوں کے اندر اندر چاہیے کیا سر اس میں ٹائم لگے گا کل صبح تک رپورٹ آجائے گی اچھا ٹھیک ہے عدیل نے پریشانی سے لمبا سانس خارج کرتے ہوئے کہا اب عدیل کے تینوں بچوں کو ایمرجنسی وارڈ

میں شفٹ کر دیا گیا تھا صبا بچوں کے پاس ہی بیٹھی تھی آنکھوں میں آنسو خشک ہو چکے تھے۔ وکی اور نبیل بھی ہاسپٹل پہنچ چکے تھے بچوں کے جسم پر نکلے لال سرخ دانوں نے اب پھوڑے کی شکل اختیار کر لی تھی ڈاکٹر سراج نے بچوں کے بخار ٹیسٹ کرنے کے بعد عدیل کو لرزہ خیز خبر سنا ڈالی سر بچوں کا بخار آخری سٹیج پر ان پہنچا ہے کیا۔ عدیل خوف سے لرز اٹھا جی ہاں سر ایک سو سات بخار ہو چکا ہے بچوں کے زندہ رہنے کی امید ٹوٹتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے سراج تم نے ٹیسٹ کیا ہے بچوں کے جسم میں بخار کی علامت کیسی ہے کس بخار کی وجہ ہے جمیل نے اندر کمرے میں آتے ہوئے کہا سر نہ ہی یہ ملیریا ہے اور نہ کوئی دوسری بیماری ہے یہ بیماری کچھ اور ہی قسم کی ہے دوسری جانب ڈاکٹر شبانہ لیب سے میڈیکل رپورٹ کی فائل لے کر سٹی ہاسپٹل پہنچی اور گھبراتے ہوئے عدیل کے کمرے کا دروازہ زور سے پٹخا اور اندر داخل ہوئی سراج جمیل فرحان ادعدیل شبانہ کی طرف دیکھ کر حیران رہ گئے۔

شبانہ میرے روم میں اس طرح داخل ہونے کا یہ کوئی طریقہ ہے سر میں آپ کو کیا بتاؤں جن بچوں کے خون کا ٹیسٹ میں ابھی دیکھ کر آ رہی ہوں اس نے دلوں کو دہلا کر رکھ دیا ہے کیا ایسی کیا خبر ہو سکتی ہے شبانہ بولی سر جن بچوں کو یہاں لایا گیا ہے سبھی کے جسم میں اس ناگن کا زہر موجود ہے۔ کیا۔۔۔ واٹ۔۔۔ عدیل سمیت فرحان جمیل اور سراج خوف سے اچھل پڑے عدیل کو آسمانی بجلیاں دل و دماغ میں کڑکتی ہوئی محسوس ہوئیں اسامی لمحے سمیر بھی کمرے میں آ چکا تھا اس کے ہاتھ میں ناگ راج بیٹھا ہوا تھا جو بے چین دکھائی دے رہا تھا عدیل دھڑکتے ہوئے دل سے سمیر کی طرف دیکھنے لگا اسے اپنے بچوں کی موت کا بھیانک منظر نظروں کے سامنے محسوس ہونے لگا سمیر۔۔۔ سمیر میرے بچوں کو بچا لو۔ عدیل سمیر سے گلے لگ کر رو پڑا سمیر نے اسے حوصلہ دیا تو شبانہ بولی سر سر ہم بچوں کو نہیں بچا سکیں گے عدیل بوجھل قدموں سے وارڈ روم کی طرف بڑھا اور صبا کے پاس آ کر بولا صبا۔۔۔ صبا تم بچوں کو چھوڑ کر گھر چلی جاؤ۔ آ۔۔۔ آہ۔ عدیل سسکتے ہوئے بولا کیوں۔۔۔ کیوں عدیل بچوں کی حالت آپ کے سامنے ہے وہ بخار سے تڑپ رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں چھوڑ کے چلی جاؤں ہاں ہاں۔۔۔ بچوں کو بھی اس ناگن نے ڈس لیا ہے۔۔۔ کیا صبا چیخ کر بولی اس کے اوپر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے پھر صبا عدیل سے گلے لگ کر رو پڑی تو طاہرہ میں نہیں جانتی تھی تم بچوں کو انڈیا لے کر گئی تھی تب تک انہیں کچھ نہیں ہوا آج بچوں کی یہ حالت دیکھ کر مجھ سے رہا نہیں گیا جیسے ہی مجھے معلوم ہوا فوراً یہاں چلی آئی شبانہ نے عدیل کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا سر اب تو صرف بچوں کو اوپر والا ہی بچا سکتا ہے سمیر نے کہا عدیل تم ناگ راج کو چھوڑ آؤ ہم لوگ یہاں ہیں تمہارے گھر سے شکیلہ کا فون آیا تھا وہ بچوں کو دیکھنا چاہتی ہے اسے ساتھ لے آؤ۔ عدیل نے ناگ راج کو اپنے ہاتھ میں پکڑا تو وہ اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے شدید بے چینی کے عالم میں دکھائی دے رہا تھا ناگ راج۔۔۔ ناگ راج دیکھو میرے بچے آج ہاسپٹل میں زندگی موت کی جنگ لڑ رہے ہیں بچوں کو آخری بار دیکھ لو دیکھ لو انہیں تینوں بچے لمبی لمبی سانسیں لے رہے تھے اور ہاتھ کے اشارے سے ناگ راج کو بلانا چاہ رہے تھے ناگ راج جن بچوں کے ساتھ تم کھیلا کرتے تھے میں نہیں چاہتا تم انہیں مرتے ہوئے دیکھ سکو اتنا کہتے ہی عدیل ناگ راج کو لے کر گاڑی میں بیٹھ گیا اس نے ناگ راج کو بے چین ہوتے ہوئے دیکھا تو پوچھا ناگ راج تمہاری بے چینی میں سمجھ سکتا ہوں کاش اگر وہ طلسمی مالا ہمیں مل جاتی تو ہم اس ناگن کے زہر کا مقابلہ کر پاتے ناگ راج یہ سن کر سرسراہٹ کی آوازیں نکالنے لگا تو عدیل نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور اب وہ گھر کی طرف چل پڑا سارے راستے وہ روتا چلا گیا آنکھوں میں بے بسی اور بچوں کے چہرے گھوم رہے تھے وہ کلیوں کی طرح کھلتے چہرے جن پر کبھی مسکراہٹ ہوا کرتی تھی اب سوائے موت کی پرچھائی کے اور کچھ بھی نہیں تھا گھر کے گیٹ پر بہادر جان پہلے سے موجود تھا جیسے ہی گاڑی رکی تو ناگ راج جلدی سے باہر نکل کر گھر کے اندر داخل ہوا۔

صاحب جی۔۔۔ صاحب جی بچوں کی طبیعت کیسی ہے بہادر جان ابھی ابھی میں اپنے بچوں کی جو حالت دیکھ کر

آ رہا ہوں مجھے نہیں لگتا ہے وہ زندہ بچ پائیں گے میں اندر سے ٹوٹ کر شکستہ زار ہو چکا ہوں اب وہ گھر کے اندر داخل ہو چکا تھا عدیل بیٹا۔۔۔ عدیل بیٹا بچے کیسے ہیں عدیل اپنی ماں کے ساتھ لپٹ کر آنسو بہانے لگا امی جان۔۔۔ امی جان میں اپنے بچوں کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا میرے بچوں کو بھی اس ناگن نے ڈس لیا ہے نجانے وہ ناگن کب میرے بچوں کو ڈس کر چلی گئی مجھے یقین نہیں آتا انہیں کسی سانپ نے ڈسا ہے آپ میرے ساتھ ہاسپٹل چلیے ارے یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے شکیلہ نے کانچ کا گلاس ٹوٹنے کی آواز محسوس کی تو عدیل بولا شاید آپ کے کمرے سے آئی ہے عدیل نے کھڑکی سے باہر بہادر جان کے چہرے کی جھلک دیکھی تو بولا امی جان گھر میں آپ کے علاوہ اور کون ہے بیٹا میرے کمرے میں تو اس وقت کوئی بھی نہیں ہے کہیں ناگ راج نے کوئی نقصان تو نہیں کر دیا۔ عدیل کی بات سن کر شکیلہ اس کے ساتھ اپنے کمرے میں آئی تو ناگ راج الماری کے تالے کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا ارے۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ ناگ راج کیا کر رہا ہے شکیلہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

جیسے ہی ناگ راج کو چھوا تو اس نے اپنی زبان باہر نکالتے ہوئے سرسراہٹ کی آواز پیدا کرتے ہوئے اشارہ کیا ناگ راج نے تالے کو اپنے مضبوط شکنجے میں لے کر زور سے بل دیا تو وہ ٹوٹ کر نیچے آ گرا عدیل اور شکیلہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کس طرح ناگ راج نے الماری کے باہر لگا ہوا لوہے کا مضبوط تالا اپنے جسم سے توڑ ڈالا وہ الماری کے پٹ سے اندر داخل ہوا اور ایک چھوٹی سی پلیٹ میں پڑے ہوئے طلسمی مالا کے دانوں کو دیکھا اور مالا کا سفید دانہ جو دھاگے سے بندھا ہوا تھا اسے اپنے منہ سے اٹھایا اور باہر نکل آیا وہ عدیل کے سامنے آ کر کنڈلی مار کے بیٹھ گیا۔ عدیل اس دھاگے کے ساتھ لٹکے ہوئے دانے کو بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا عدیل نے اس سے وہ دھاگہ اپنے ہاتھ میں لے لیا تو شکیلہ بولی عدیل بیٹا آخر ناگ راج نے تالا توڑ کر اس طلسمی مالا کو باہر کیوں نکالا کیا۔۔۔ طلسمی مالا۔ عدیل نے شکیلہ یعنی اپنی ماں کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ بولی ہاں بیٹا یہ طلسمی مالا کا دانہ ہے الماری کے اندر اس پلیٹ میں مالا کے دانے موجود ہیں تمہیں شاید یاد نہ ہو تمہارے بچے ہی اس طلسمی مالا کو گھر لے کر آئے تھے عدیل نے یہ سنا تو اس پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا امی جان۔۔۔ امی جان یہ۔۔۔ یہ طلسمی مالا ہے میں کیسے یقین کر لوں بیٹا میں تو جانتی تھی ناگ راج میری الماری کی تلاشی میں کئی بار ایسی حرکتیں کرتا تھا جو میری سمجھ سے باہر تھیں مگر آج اس نے تالا توڑ کر اس طلسمی مالا کو باہر نکال کر مجھے بھی حیرت میں ڈال دیا عدیل لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولا امی جان۔۔۔ امی جان ناگ راج نے ہماری بہت بڑی پریشانی حل کر دی اب میرے بچوں کو نئی زندگی مل سکتی ہے اس دن شاید میں ناگ راج کی ان حرکات کو نظر انداز نہ کرتا تو آج اتنے بے گناہ انسانوں کی موت واقع نہ ہوتی امی جان آپ نہیں جانتی جس طلسمی مالا کو تلاش کرنے کے لیے انڈیا سے ایک جوگی بابا آیا ہے وہ ہمارے گھر میں ہوگی یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا شاید میں ہی اس طلسمی مالا کو بھول گیا تھا امی جان میرا ہاسپٹل پہنچنا بہت ضروری ہو گیا ہے اتنا کہتے ہی وہ الماری سے اس پلیٹ کو اٹھا لیا جس پر ننانوے دانے موجود تھے امی جان یہ سو دانوں کی طلسمی مالا ہے شاید آپ نے اس کے متعلق کچھ نہ سنا ہو لیکن میں نے اس ڈائری کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے ابھی سب سے پہلے ان بچوں کی جان بچانی ہے جو اس ناگن کے زہر کی وجہ سے موت کے دہانے پر کھڑے ہیں عدیل نے وہ طلسمی مالا ایک چھوٹی سی شیشے کی بوتل میں رکھی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے تیزی سے نکل گیا ارے عدیل بیٹا۔۔۔ عدیل بیٹا۔۔۔ شکیلہ اسے آوازیں ہی دیتی رہ گئی پھر پاؤں سے لپٹے ہوئے ناگ راج کو دیکھا تو اسے اٹھا کر پیار کرنے لگی ناگ راج آج اگر بچوں کو نئی زندگی مل گئی تو یہ تمہارا ہم پر بہت بڑا احسان ہوگا شکیلہ نے اسے ہاتھوں سے سہلاتے ہوئے کہا۔

عدیل اپنی گاڑی باہر پارکنگ میں کھڑی کی تو تیز قدموں سے ہاسپٹل کے اندر داخل ہوا سائرہ سمیر صبا وکی نبیل اور باقی ڈاکٹرز پریشانی سے بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہی عدیل اندر آیا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر سبھی اٹھ کھڑے

ہوئے سر شکر ہے آپ آ گئے بچوں کی حالت ۔شبانہ ایک بہت اچھی خبر ہے۔کیا۔۔کون سی خبر مل گئی جمیل نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔عدیل نے ایک شیشے کی چھوٹی سی بوتل سامنے دکھاتے ہوئے کہا یہ دیکھو پہچانو اسے۔صبا بولی عدیل اس بوتل میں کیا ہو سکتا ہے صبا یہ طلسمی مالا کے دانے ہیں کیا سبھی ڈاکٹرز کے چہروں پر رونق اتر آئی شبانہ نے لمبا سانس خارج کیا اور بولی سر مجھے یقین نہیں آ رہا ہے شبانہ ان سب مالا کے دانوں کو ایک ایک کر کے دھاگے میں ڈال دو اور بچوں کے گلے میں ڈال دو سراج نے کہا۔

سر یہ تو قدرت کا کرشمہ ہو گیا سراج یہ میرا نہیں ناگ راج کا کرشمہ ہے وہ اتنے دنوں سے الماری میں جانے کا راستہ تلاش کرتا رہا کوشش کرتا رہا مگر ہم ہی نادان تھے جو سمجھ نہ سکے چاند کی چودھویں رات جب قریب آتی تھی تو ناگ راج چھت پر چلا جاتا تھا اور چاند کو دیکھ کر ایک خیال اپنے دل میں لاتا تھا آج مجھے ناگ راج کی حرکات وسکنات کے بارے میں پتہ چلا ہے وہ بے زبان ہمیں کیا سمجھانا چاہ رہا تھا ناگ راج چودھویں رات کے چاند سے خوفزدہ ہوتا دکھائی دیتا تھا وہ جانتا تھا اس رات کو شام نگر کے علاقے میں کیا ہونے والا ہے جمیل بولا سر یہ طلسمی مالا ہمارے بہت کام آئے گی شبانہ تم دھاگے تیار کرو اور ایک ایک مالا ڈالتی جاؤ اب ڈاکٹر شبانہ طلسمی مالا کے دانوں کو ایک ایک کر کے دھاگے میں ڈالنے لگی اور بچوں کے گلے میں ایک ایک دھاگہ لٹک رہا تھا جس پر طلسمی مالا کا ایک سفید رنگ کا دانہ صاف نظر آ رہا تھا اتنے میں ایک لیڈی ڈاکٹر بولی سر میں اسے ایک مذاق سمجھوں یا پھر ٹائم پاس بکواس بند کرو اپنی۔ کچھ کہنے سے پہلے سوچ لیا کرو کیا کہہ رہی ہو سر جب اتنے مہنگے انجکشن لگانے کے باوجود بھی بچوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تو پھر یہ معمولی سی طلسمی مالا کیسے اپنا اثر دکھائے گی عدیل بولا میں تم سے زیادہ ایک بے زبان جانور پر یقین کر سکتا ہوں جو بول نہیں سکتا ہے مگر کسی کے لیے کچھ کرنا اچھی طرح جانتا ہے تم نے شاید ناگ راج کو دیکھا نہ ہو وہ انسانی آوازوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے میں یہاں سے ناگ راج کو جب گھر لے کر گیا تو اس کی بے چینی اور بے قراری صاف نظر آ رہی تھی جیسے وہ کچھ کرنا چاہ رہا ہو مگر اس کے بس میں کچھ نہ تھا اتنا کہہ کر عدیل اپنے کمرے میں چلا گیا سمیر اور وکی سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے بھیا۔۔ مجھے بچوں کی بہت فکر ہو رہی ہے وکی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم منزل کے قریب تر آ چکے ہیں اب صرف ہمیں وہ انسان چاہیے جو اس ناگن کی جڑ کا خاتمہ کر سکے اور اس مجسمے کو باہر نکال کر شیطانی طلسم کا ہمیشہ کے لیے وجود ہی ختم کر دے۔

سراج اچھا ہوا تم آ گئے ۔سر بچوں کے گلے میں مالا ڈال دی گئی ہے ویری گڈ۔اب صبح ہمیں یقیناً اچھا رزلٹ ملے گا اور ہاں سنو شبانہ سے کہو جیسے ہی رامیش چندر سے رابطہ ہو یا اس کا ٹیلی فون آئے تو طلسمی مالا کی خوشخبری ضرور دینا اوکے سر میں چلتا ہوں اچھا عدیل مجھے بھی آفس جانا ہے شام کو واپس آؤں گا سمیر بھائی مجھے بھی راستے میں چھوڑ دیں جیسے ہی سمیر وکی کے ساتھ باہر نکلا تو دروازے پر شبانہ کو دیکھ کر وکی اس کی آنکھوں میں کھو سا گیا وکی نے اس سے ہاتھ ملایا تو شبانہ بولی تمہیں یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی بچوں کی طرف سے پریشان نہ ہونا اگر کل صبح بچوں کی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی تو اس کا مطلب ہے ہم ناگن کا خاتمہ کر سکتے ہیں چل بھئی وکی دیر ہو رہی ہے سمیر نے گھڑی کی طرف ٹائم دیکھتے ہوئے کہا عدیل کے کمرے میں اب صبا سائرہ اور ڈاکٹر فرحان موجود تھے عدیل بھیا شکر ہے آپ کی پریشانی میں کمی آئی پچھلے کئی دنوں سے سمیر مجھے بتا رہے تھے آپ بہت بڑی پرابلم میں پھنسے ہوئے تھے سائرہ دعا کرو ہمیں اب وہ انسان بھی مل جائے جس کی مدد سے ہم اس مشن کو پورا کر سکیں کم از کم میں اپنے سٹاف کے ساتھ اس جگہ کو ضرور دیکھوں گا جہاں سے وہ منحوس کی بچی آئی ہے برائی کا ایک نہ ایک دن تو خاتمہ ہو کے رہتا ہے اب طلسمی مالا کی مثال تم سب کے سامنے ہے ناگ راج نے ہمارے لیے بہت بڑی آسانی پیدا کر دی ہے۔بہت بڑی مشکل حل ہو گئی عدیل آپ گھر جائیں شکیلہ آنٹی کو صبح لیتے آئیے گا میں اور سائرہ یہاں بچوں کے پاس ہیں۔

ٹھیک ہے صبا۔میں چلتا ہوں نبیل تم صبح صبا اور سائرہ کو گھر لے آنا ٹھیک ہے میں لے آؤں گا صبا طاہرہ کہاں ہے عدیل وہ ابھی ابھی کچھ دیر پہلے آسیہ کے ساتھ گھر گئی ہے اب عدیل بھی اپنا بیگ کلوز کر کے باہر نکل گیا۔

❀❀❀

اس وقت یاسر بینک سے چھٹی کر کے جیسے ہی باہر آیا تو ایک آدمی اس سے مل کر حیرت محسوس کرنے لگا ارے بھائی۔۔آ۔آپ کون۔وہ بولا مجھے پرکاش کہتے ہیں میں ایک سپیرا ہوں آپ کو دیکھ کر یہاں رک گیا تھا لیکن میں تو تمہیں نہیں جانتا لیکن میں اتنا جانتا ہوں آپ کی تصویر ایک بار اپنے استاد کے پاس دیکھی تھی یاسر بولا صاف صاف کہو کیا کہنا چاہتے ہو پرکاش بولا آپ نے رامیش چندر کا نام تو سنا ہو گا کیا۔۔رامیش چندر۔ت۔ت۔تم انہیں کیسے جانتے ہو وہ میرے دوست ہیں اور استاد بھی ہیں جہاں تک میرا علم کہتا ہے وہ آپ کی مدد ضرور کریں گے میرے خیال سے اس وقت وہ احمد آباد گئے ہوں گے کیونکہ انہیں شاید اس خونی ناگن سے متعلق جانکاری معلوم کرنی تھی یاسر گہری سوچ میں پڑ گیا اور بولا پرکاش تم جوگی بابا سے کب ملے ارے وہ ہمارے مہاراج ہیں اگر آپ کو ان سے ملنا ہے تو آپ کو پاکستان جانا ہو گا احمد آباد شہر کے کسی ہاسپٹل میں جانے کا کہہ کر گئے تھے کیونکہ ایک بار جب وہ شام نگر سے واپس جا رہے تھے ایک ڈاکٹر بھی ان کے ساتھ تھا شاید وہ کسی ہاسپٹل میں ایک لیب میں کام کرتا ہے یاسر بولا پرکاش آج تم نے ایسے انسان کا نام لیا ہے جس کی تلاش میں اپنے ناگ راج کو چھوڑ کر یہاں آ گیا اس کا مطلب آپ ہی راکیش ہیں نہیں میرا نام یاسر ہے راکیش تو میری شکل کا ایک ناگ تھا پرکاش تمہارا بہت بہت شکریہ جو تم نے مجھے رامیش چندر سے ملنے کا پتہ بتا دیا۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ وہ زندہ ہیں میں کل صبح کی فلائٹ سے پاکستان جانے کی تیاری کرتا ہوں مجھے لگتا ہے اب اس ناگن سے جوگی بابا ہی مجھے چھٹکارا دلائیں گے کب سے میری آنکھیں انہیں دیکھنے کی متلاشی تھیں اتنا کہتے ہی یاسر کی آنکھیں نم زدہ ہو گئیں پرکاش میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا اچھا دوست میں چلتا ہوں میری بس آنے والی ہے اب یاسر اسے دور جاتا ہوا دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہونے لگا کیونکہ پرکاش کی زبانی رامیش چندر کا نام سن کر اس کے دل کو تسلی ہو چکی تھی کہ وہ زندہ ہے اب یاسر بھی اپنے فلیٹ کی طرف جانے کے لیے تیار ہو چکا تھا وہ بھی ایک بس میں سوار ہو کر واپسی کے لیے روانہ ہو گیا جس نے بیس منٹ کے مختصر سفر کے بعد اس کے فلیٹ کے پاس اتار دیا۔

کیا یاسر اور رامیش چندر کی ملاقات ہو سکے گی صبا کو اس کا بھائی مل جائے گا کیا رامیش اپنے ناگ راج سے مل سکے گا اس ناگن کا خاتمہ کیسے ہو گا یہ جاننے کے لیے خون آشام کی آخری قسط اگلے ماہ ضرور پڑھیے۔

❀❀❀

سکون قلب

دراصل ایک کھلی ہوئی حقیقت جس سے ہم اکثر صرف نظر کر جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ سکون قلب حالات اور چیزوں کے مرہون منت نہیں بلکہ نصیب اور انداز فکر کی بدولت میسر آتا ہے۔سکون حاصل کرنے والے تختہ دار پر بھی پرسکون رہتے ہیں اور مضطرب رہنے والے تخت شاہی پر بھی سسکیاں بھرتے ہیں جس انسان کی اپنے ماحول سے صلح ہو وہ پرسکون رہتا ہے۔اپنی زندگی کو اللہ کا احسان سمجھ کر اپنی پسند کو رب کریم کی پسند میں مدغم کر دینے والا سکون کی دولت سے مالا ہو جاتا ہے۔حزن وملال اسے کبھی چھو کر نہیں گزرتے اور ایک صدائے دلنواز سن لو کہ اطمینان قلب تو صرف یاد الٰہی سے ملتا ہے (القرآن) اسے ہمیشہ تسلیم ورضا کے سفر پر گامزن رکھتی ہے۔اس کی زندگی سے حبس و تاریکی کا موسم چھوٹ جاتا ہے راستے ہموار یقین محکم دعزم، مصمم اور منزل تک رسائی کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

☆.....کرن۔نواب شاہ

تار عنکبوت

---- تحریر۔ خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔ قسط نمبر ۷ ----

ناگ بھومی ڈراؤنے خوابوں ہوشربا داستانوں اجنبی مخلوق اور نمناک اندھیروں کی پراسرار زمین قریب آچکی تھی وہاں قدم قدم پر بکھرے ہوئے مہلک اور ناقابل تصور خطرات بابو کے لیے ایک جان گسل اور روح فرسا داستان کو جنم دینے کے لیے تیار تھے اور اس سرزمین کے حکمران کی بہن راج کماری ایک معذور بھنورے کے روپ میں بابو کی جیب میں قید تھی ناگنی بابو نے اپنی اٹھتی ہوئی زبان کو جنبش دینے کی کوشش کی بابو جی تم بہت زیادہ پریشان ہو تمہارے اعصاب پر ناگ بھومی کی بھیانک دھرتی کا خوف چھایا ہے میری مانو تو ذرا رک کر خود پر قابو پالو ورنہ ناگ بھومی میں گھستے ہی جوش میں کوئی غلطی کر بیٹھو گے اور جان جوکھم میں پڑ جائے گی وہ ہمدردانہ لہجے میں بولی اب رو کنے کا نام نہ لو ناگنی بابو نے ہیجان آمیز لہجے میں کہا میری لبنٰی مجھے پکار رہی ہے اب میں ایسی منزل میں پہنچ چکا ہوں جہاں ذرا بھی توقف دشواریاں ڈال سکتا ہے ناگنی اس بار کچھ نہ بولی۔ سرنگ میں ہر سو مہیب تاریکی کا راج تھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود چند قدم آگے بھی کچھ نظر نہیں آرہا تھا اپنی زندگی میں کبھی اتنے گہرے اور گھور اندھیرے سے بابو کا سابقہ نہیں پڑا تھا دونوں خچر اس اندھیرے کے باوجود اس پراسرار سرنگ میں یوں سرپٹ دوڑ رہے تھے جیسے وہ ان راستوں سے بخوبی واقف ہوں ان کے سموں کی تیز ٹاپیں سرنگ کی حدود میں بھیانک بازگشت پیدا کر رہی تھیں اور سرنگ کے آخری دہانے کی طرف سے دہشت میں ڈوبی ہوئی دھیمی دھیمی پھنکاروں اور سیٹوں کا ملا جلا شور ابھر رہا تھا کسی وسیع گپھا میں بے شمار ناگوں اور اژدھوں کی آوازوں کی گونج سے مشابہ وہ آوازیں بابو کو دہشت کے پسینوں میں نہلائے دے رہی تھیں بابو کے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے اور بابو کو اپنی جلد پر بے شمار چیونٹیاں سرسراتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اعصاب پر تشنج کی کیفیت طاری تھی اور جسم کے سارے مساموں کے دہانے کھل چکے تھے چند ثانیوں کے بعد سرنگ میں کافی فاصلے پر بابو کو گہری سیاہی میں بے شمار ننھے ننھے جگنو چمکتے اور جھلملاتے ہوئے نظر آرہے تھے آہستہ آہستہ ان روشن نقطوں کی تعداد بڑھنے لگی پھر تاریکی کا وہ سمندر جلتے بجھتے روشن نقطوں سے بھرا ہوا نظر آنے لگا۔۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

تھوڑی دیر بعد بابو کو ناگ رانی کی آواز سنائی دی بابو اپنی آنکھیں کھول دو بابو نے جب اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ اور ناگ ناگنی ایک جنگل میں کھڑے تھے اور ناگ رانی یعنی ناگنی چاروں طرف دیکھ رہی تھی بابو نے پوچھا کہ ناگنی کیا بھومی مندر یہاں پر ہے پہلے یہ بتاؤ کہ بھومی مندر کا تمہیں کس نے بتایا۔ اور یہ بات تم نے مجھ سے کیوں چھپائی تھی ناگنی نے سرد لہجے میں سوال کیا بابو کی ذہنی رو اس وقت بہک چلی تھی۔ ہر جگہ کچھ ایسے راز ہوتے ہیں بابو جی جنہیں باغی ہو کر بھی فاش نہیں کیا جاتا ایسے راز عام کرنے والے کو میری تمام ہم نسل بے رحمی سے ہلاک کر دیتی ہے مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات تمہیں اپنی ہی نسل کے کسی آدمی سے معلوم ہوئی ہوگی یا پھر بزرگ بابا نے بتایا ہوگا لیکن انہیں یہ راز کیسے معلوم ہوا ناگ بھومی اور بھومی کا مندر کا طلسم بہت خطرناک ہے اس کے راز جاننے والا پاگل ہو کر خودکشی کر لیتا ہے بھلا تم تک یہ بات کیسے پہنچی۔

بابو پہلی بار ناگن کے سامنے فاتحانہ انداز کے ساتھ ہنس پڑا اسے بھول جاؤ اور ناگ بھومی کے دہانے تک میری

رہنمائی کرو میں ناگ راجہ اور اس کے چیلے سے انتقام لینا چاہتا ہوں اس نے میری بیوی کو اٹھا کر مجھے ذلیل و رسوا کیا ہے بابو کا لہجہ یک بیک زہریلہ ہو گیا وہ کچھ نہ بولی اور بابو کا ہاتھ تھام کر گھنے جنگل کے درختوں اور خودرو جھاڑیوں کے درمیان سے گزر کر ایک طرف بڑھنے لگی جنگل میں چھایا ہوا غیر فطری سکوت کچھ اور گہرا ہو چکا تھا جھائیں جھائیں کرتے ہوئے اکا دکا جھینگر بھی اب خاموش ہو چکے تھے اور درختوں کے درمیان سرسراتی ہوئی ہوائیں بھی تھم چکی تھیں۔

بابو کے اعصاب پر ناقابل یقین بیان سنسنی سی چھائی ہوئی تھی ایک طرف ناگ بھومی میں پہنچنے کا اٹل جذبہ تھا اور دوسری طرف انجانے اور مہیب خطرے کا خوف پریشان کررہا تھا کالے کفن میں لپٹی ہوئی وہ رات کافی خنک تھی ناگن گھور اندھیرے میں چلتے ہوئے بابو کا ہاتھ تھامے یوں آگے بڑھ رہی تھی جیسے وہ ہر چیز صاف دیکھ رہی ہو جوں ہی اس خاردار جھاڑی کو عبور کیا کچھ دور ہلکی ہلکی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں جیسے خشک پتوں پر کوئی رینگ رہا ہو بابو کا سانس جہاں تھا وہیں رک گیا ناگن نے بابو کا ہاتھ دبا کر اسے رک جانے کی ہدایت کی وہ پراسرار سرسراہٹ اس وقت تک معدوم ہو چکی تھی اس رخ پر بھی بھومی مندر کے رکھوالے موجود ہیں احتیاط سے پنجوں کے بل چلو ناگنی نے کئی سیکنڈ کے بوجھل سکوت کے بعد کہا بابو کو اس کے رویئے پر خاصی الجھن ہوئی۔ ایک طرف وہ بابو کو پنجوں کے بل چلنے کی ہدایت دے رہی تھی اور دوسری جناب اونچی آواز میں گفتگو کررہی تھی اپنے اصل روپ میں سانپ بالکل بہرے ہوتے ہیں وہ بابو کی الجھن بھانپ کر بولی انہیں اونچی سے اونچی آواز سنائی نہیں دیتی لیکن ان کا بدن زمین کی دھمک کو دور ہی سے محسوس کر لیتا ہے اب ہمیں کوئی آہٹ پیدا کئے بغیر بہت ہی سنبھل کر چلنا ہوگا بابو کی سانس تیز ہوتی جارہی تھی دوران خون کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا اور اس کی دھمک کھوپڑی میں محسوس ہورہی تھیں اور ناگنی بابو کا ہاتھ تھامے چوروں کی طرح دبے قدموں گھنے جنگل میں گھستی چلی جارہی تھی جیسے ان اطراف کا چپے چپے کا اس کا دیکھا بھالا ہو بابو ناگنی کے ہمراہ کافی دیر تھی تک گھنے درختوں اور بے ترتیب خودرو جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا رہا لیکن ناگنی کی رفتار سست نہ ہوئی یوں لگ رہا تھا جیسے انہیں پرانی بروح کی تلاش میں پوری رات یوں ہی گزارنی پڑے گی اب وہ جگہ کتنی دور ہے آخر کار بابو نے اسی سے پوچھ ہی لیا میں خود پریشان ہوں وہ متفکر انداز میں بولی اب سے کافی دیر پہلے ناگ بھومی کے راستے تک پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن اس کا دور دور تک پتہ نہیں ہے شاید میں پہلے بھی تمہیں بتا چکی ہوں کہ بھومی مندر جہاں ناگ بھومی کا راستہ ہے کے اطراف کی زمین ہر طرف سرکتی رہتی ہے اس لیے ہمیں خفیہ راستے تک پہنچنے کے لیے مشکل پیش آرہی ہے کہیں ناگ راجہ کو تو ہماری آمد کی خبر نہیں مل گئی ہے بابو نے جنگل پر چھائی ہوئی مہیب سناٹے پر کان جماتے ہوئے سوال کیا وہ خوفزدہ آواز میں ہنس پڑی اسے بھنک بھی مل گئی ہوتی تو ان جنگلوں میں قیامت ٹوٹ پڑتی وہ ابھی غافل معلوم پڑتا ہے اس کے بعد پھر سکوت چھا گیا اور وہ دونوں احتیاط کے ساتھ پنجوں کے بل آگے بڑھنے لگے جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا بابو کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی اور وہ بے یقینی کی ایسی متضاد کیفیات بابو کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھیں کہ بابو فیصلہ کرنے کی قوت سے محروم ہوتا جارہا تھا۔

ہوشیار اچانک ناگنی کی پرتجسس آواز ابھری ہم اپنی منزل پر آگئے ہیں بابو کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا ناگنی نے بابو کا ہاتھ دبا کر رکنے کا اشارہ کیا اور پھر بابو کو ہمراہ لے کر ایک پرانے درخت کی اوٹ میں سرک گئی۔ بابو نے رات کی گھور سیاہی میں اس کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں کی کچھ دور ایک خاص نکتے پر مرکوز تھیں اس کی نگاہوں کے تعاقب میں بابو نے اسی جانب دیکھا اور بے اختیار چونک پڑا گھنے جنگلات کے درمیان ایک چھوٹے سے قطعے پر بے شمار سانپ چوکنے انداز میں اپنے پھن اٹھا کے کھڑے تھے اس حصے میں بہت ہی محدود اور سفیدی دھندلی روشنی پھیلی

ہوئی تھی جس کا باہر کوئی منبع نظر نہیں آرہا تھا ان سانپوں کے درمیان میں زمین کا ایک چھوٹا سا قطعہ دھنسا ہوا تھا جس کی حالت سے بابو نے اندازہ لگایا کہ وہی بھومی مندر سے آنے والا راستہ کا دہانہ ہے جو امتداد زمانے کے باعث بند ہو چکا ہے اب بہت پھونک پھونک کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے ذرا سی بھی غلطی ان کو موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے۔

ناگنی نے نیچے جھک کر کسی لکڑی کا ایک ٹکڑا اٹھاتے ہوئے کہا تم بے فکر رہو بابو نے ہیجان کے باعث کانپتی ہوئی آواز میں کہا اتنی آسانی سے ناگ راجہ اس کے چیلوں سے میں زیر نہ ہوسکوں گا پھر ناگنی نے زمین پر سے اٹھایا ہوا لکڑی کا ٹکڑا پوری قوت سے جنگل میں ایک طرف اچھال دیا چند سیکنڈ کے وقفے کے بعد جوں ہی فضا میں اس ٹکڑے کے گرنے کی آواز وشور گونجی سفیدی مائل دھندلی روشنی میں لہراتے ہوئے سانپ ہم آواز ہو کر عقب ناک آوازوں میں پھنکارے اور چھلاوے کی طرح اس آواز کی سمت میں پھیلے ہوئے جنگلات میں روپوش ہو گئے نکلو ناگنی نے بابو کا بازو تھام کر کہا۔ اور بابو کے ہمراہ درخت کی اوٹ سے نکل کر پرانی غار کے دھنسے ہوئے دہانے کی طرف دوڑ پڑے جہاں اب گھور سیاہی کا راج تھا۔ ناگنی نے اس مسطح قطع پر پہنچتے ہی بابو کا ہاتھ چھوڑا اور بابو نے فضا میں ناگنی کی ہولناک پھنکاروں کی گونج محسوس کی اس کے ساتھ ہی آس پاس درختوں پر سرسراہٹیں ہوئی اور کئی وزنی اور بے جان جسم نیچے زمین پر آگرے ناگن کے منہ سے نکلنے والی آواز تھمتے ہی وہ علاقہ تیز روشنی سے جگمگا اٹھا اور بابو نے موت کے سکوت میں نہائے ہوئے جنگل میں اپنے اردگرد بہت سے پرندوں کے بے جان بدن زمین پر پڑے ہوئے دیکھے شاید وہ سب ناگنی کی ہیبت ناک پھنکار سے دہشت زدہ ہو کر آواز پیدا کئے بغیر مر گئے تھے اس دھنسے ہوئے دھانے سے مٹی صاف کردو ناگنی کی تحکمانہ آواز نے بابو کو چونکا دیا۔ بابو نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر گھمبیر سنجیدگی اور تشویش کے سائے لرزاں تھے بابو گھٹنوں کے بل زمین پر جھکا اور دونوں ہاتھوں سے زمین پر غار کے دھنسے ہوئے دہانے سے مٹی صاف کرنے لگا اس وقت کئی سمتوں سے قہر وغضب میں ڈوبی ہوئی پھنکاریں بلند ہوئیں اور بابو کے ہاتھ غیر ارادی طور پر رک گئے شاید آواز کے دھوکے میں غار کے دہانے سے ہٹنے والے خونخوار ناگ دوبارہ واپس آچکے تھے ناگنی جو ابھی تک انسانی روپ میں تھی یکا یک کسی گیند کی طرح زمین سے اوپر فضا میں اچھلی اور جب دوبارہ زمین پر گری تو ایک انتہائی خوفناک روپ میں بدل چکی تھی اس کا بدن کسی گینڈے کی جسامت اختیار کر چکا تھا اور اس پر کچھوے کی پشت جیسی سخت آچکی تھی اور پیروں کی جگہ کئی کئی گز لمبے سانپ لہرا رہے تھے بابو نے سن رکھا تھا کہ ناگ اور ناگن ہر روپ بدل سکتے ہیں سو سال بعد اور آج اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا بابو سوچ رہا تھا کہ کاش وہ فقیر کی دی ہوئی اس کے پاس چادر ہوتی ہے تو آج حالت مختلف ہوتی چادر کے جانے کے بعد بابو بالکل خالی انسان جیسا ہو گیا تھا ویران جنگل میں پھیلی ہوئی پراسرار روشنی میں وہ عفریت کلیجہ شق کردینے کے لیے کافی تھا۔ غار کے محافظ ناگ اس نئی افتاد پر ہراساں ہو کر خاموش ہو چکے تھے اور جب فضا میں پھیلے ہوئے ہیبت ناک اور غیر فطری سناٹے میں اس مہیب عفریت کی آوازیں گونجیں تو وہ درختوں سے مردہ پرندے سوکھے ہوئے پتوں کی طرح ٹپ ٹپ گرنے لگے بابو نے ہاتھوں سے مسلسل مٹی کھودے جارہا تھا۔

بابو کے وجود میں ناقابل بیان قوت حلول کر چکی تھی اور بابو جلد از جلد اس غار کے دہانے کو صاف کردینے کے لیے بے چین تھا وہ بھیانک عفریت بے چین آوازوں میں دھارتے ہوئے یک بیک غار کے رکھوالوں کی طرف لپکا اور فضا اندھیرے میں ڈوب گئی بمشکل چند ہی ثانئے گزرے ہوں گے کہ زمین ہلنے لگی اور فضا خون آشام آوازوں سے لرز اٹھی ناگنی بھیانک عفریت کے روپ میں ناگ راجہ کے گرگوں پر ٹوٹ پڑی یہ تمام واقعات اتنی تیزی سے پیش آرہے تھے کہ بابو کوئی فیصلہ نہ کرسکا بابو کے ہاتھ مشینی انداز میں مٹی کھودتے رہے پھر اچانک بابو کے اردگرد تیز

سرسراہٹیں بلند ہوئیں اور اس سے قبل کہ بابو کچھ سمجھ پاتا کئی ناگ بابو کے ہاتھوں سے ٹکراتے ہوئے غار کے دھانے پر دھنسی ہوئی مٹی میں اترتے چلے گئے۔

پھر خون آشام آوازوں سے لرزتے ہوئے جنگل پر یکا یک سناٹا چھا گیا۔ بابو کو یوں محسوس ہوا جیسے کائنات کی گردش تھم گئی ہو یہ لو منکا غار کے دہانے پر مارو اچانک بابو کو اپنے پہلوں میں ناگنی کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی انہیں سے تین بچ نکلے ہیں ذرا سی دیر میں ناگ راجہ یا اس کا کوئی چیلا مقابلے پر آجائے گا بابو نے بغیر سوچے سمجھے منکا ناگنی سے لیا اور اس کی زنجیر تھام کر وہ پتھر پر قوت سے غار کے دہانے میں دھنسی ہوئی مٹی پر مارا منکا مٹی سے ٹکراتے ہی ایسی آواز ہوئی جیسے کسی بہت بڑی بوتل کا ڈھکنا کھول گیا ہو اور گرد و غبار کا ایک طوفان بابو کے نتھنوں میں آگھسا جس کے باعث وہاں پھیلی ہوئی سیاہی کا احساس اور گہرا ہو گیا بابو نے وہ منکا اپنے گلے میں پہن لیا دوڑو ناگنی کی آواز ابھری اور بابو نے اپنا شانہ اس کی مضبوط گرفت میں محسوس کیا اور دوسرا قدم بڑھاتے ہی بابو کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور بابو کئی فٹ گہرے گڑھے میں جا گرا جو اندر سے خاصا تنگ تھا وہ بھومی مندر کے دور استے میں داخل ہو چکے تھے ناگنی نے چڑھتے ہوئے سانسوں کے درمیان کہا اب تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کرو یہ غار اتنی گہری ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو کر آسانی سے دوڑ سکو بابو اٹھ کر اس تاریک غار میں ناگنی کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا وہ غار کے طویل عرصے سے خشک ہونے کے باوجود خاصی بدبودار تھی اور لحظہ بہ لحظہ وہاں گھٹن بڑھتی جارہی تھی ان کو اس غار میں دوڑتے ہوئے چند ہی منٹ گزرے تھے کہ اپنے آگے کافی فاصلے سے پانی کے ریلے کے بہاؤ کا دھیما دھیما شور سنائی دیا اس کے ساتھ ہی غار میں نمی پھیلنے لگی۔ شاید ناگ راجہ نے بھومی مندر میں سے اس غار میں پانی چھوڑ دیا ہے بابو نے گھبرائی ہوئے آواز میں ناگنی سے پوچھا ہمت نہ ہارو منکا اپنے منہ میں رکھ لو ابھی وہ اس قدر کہہ پائی تھی کہ سامنے سے پانی کا ایک تیز ریلا آیا اور ان دونوں کے پیر زمین سے اکھڑ گئے اور بابو کا جسم پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ واپس بہنے لگا پانی کے پہلے ریلے نے تو بابو کو بدحواس کر دیا اسی بوکھلاہٹ میں خاصا پانی بابو کے منہ اور ناک میں داخل ہو گیا لیکن بابو نے جلد ہی خود پر قابو پالیا اس نازک اور فیصلہ کن موڑ پر ذرا سی بھی لغزش بابو کو ہمیشہ کے لیے اپنی بیوی لبنیٰ سے محروم کر دیتی پانی کا دھارا بہت تیز تھا اور پوری غار پانی سے بھری ہوئی تھی بابو کا جسم بری طرح غار کی پتھریلی دیواروں اور چھت سے رگڑتا آگے بہا جا رہا تھا ناگنی کا بابو کو کچھ علم نہیں تھا کہ اس کا کیا حشر ہوا ہے ذرا ہی دیر میں بابو کی مزاحمت نقاہت کے باعث دم توڑنے لگی اور بابو بے رحم پانی کی دھارے میں الجھا کر کسی چیز کو پکڑنے کے لیے ہاتھ پیر مارنے لگا بابو کو یقین تھا کہ وہ خود کو روک لینے کے بعد وہ دیواروں سے ٹکرا کر زخمی ہونے سے محفوظ رہ سکے گا ناگن کا منکا منہ میں ہونے کے باعث یہ اطمینان بھی تھا کہ اس کا سانس نہیں ٹوٹنے پائے گا بابو کو غار میں بہتے ہوئے کافی دیر گزر گئی اور اسے یقین ہو چلا کہ غار کا دھانہ بہت پیچھے پیچھے رہ گیا ہے جیسے صاف کر کے وہ ناگنی کے ہمراہ اس میں اترا تھا اس کا ایک ہی مقصد تھا کہ اب وہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ بھومی کی ندی کے گہرے پانی میں جا گرتا اس سے پہلے کھلا آسمان نظر آنے سے امید اب مفقود ہو چکی تھی۔

صورت حال کا بھی صحیح اندازہ ہونے کے بعد بابو اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا جانتا تھا کہ بھومی ندی میں جا نکلنے کے بعد اسے اس کے بپھرے ہوئے دھاروں سے نکلنے کے لیے خاصی محنت حاصل کرنا پڑے گی لہذا دانشمندی کا تقاضا یہی تھی کہ غیر ضروری تھکان اور مشقت سے گریز کیا جائے گا بابو سانس روکے آنکھیں تنگ دیواروں سے نہیں ٹکرا رہا تھا بابو نے آنکھیں کھولیں تو بہر پر تاروں کی چادر موجود پائی البتہ بابو کا بدن اب پانی پر تیزی سے بہا جا رہا تھا اور قریب ہی کسی دہانے سے پانی کے اخراج کا شور سنائی دے رہا تھا بابو نے چند گہرے سانس لے کر تازہ ہوا پھیپھڑوں میں میں جذب کی اور پھر ندی کے بہاؤ پر تیز نے لگا رات کی گھور سیاہی کے باوجود ندی کا کنارہ بخوبی نظر آرہا تھا بابو

نے بازوؤں کے سہارے پانی کاٹ کر اپنا رخ بدلا غار کے دہانے سے کثیر مقدار میں پانی کے اخراج کا شور اب بھی فضا میں چھائے ہوئے بھیانک سکوت کو توڑ رہا تھا کچھ ہی دیر کی صبر آزمائی کے بعد بھومی ندی کے کنارے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور پانی سے نکل کر خشک مٹی پر تھکے ہوئے انداز میں دراز ہو گیا اپنی مصیبت سے نجات ملتے ہی بابو کا ناگنی کا خیال آیا اور بابو چونک کر اٹھ بیٹھا اس کا دور دور تک پتا نہیں تھا ناگ راجہ کے اندھے انتقام کے تصور نے بابو کو بے چین کر دیا اور بابو نے دل ہی دل میں ناگنی کو یاد کیا۔ ایک خیال کے تحت ۔۔ چوٹ ہوگئی اچانک بابو کو اپنے عقب میں پھیلے ہوئے گھنے اور تاریک جنگل سے ناگنی کی مضمحل آواز سنائی دی بابو نے پلٹ کر دیکھا تو وہ تھکے ہوئے انداز میں بابو کی طرف چلی رہی تھی۔

ناگ راجہ اس وقت غصے سے پاگل ہو رہا تھا وہ بابو کے قریب آکر بولی۔ خشک غار کا راستہ مسدود ہو چکا ہے اور بھومی مندر کے چاروں طرف اس کے گرگوں کا لشکر پھیل چکا تھا مجھے تو ڈر ہے کہ وہ بھومی مندر کے اوپر کی فضا میں آگ کا حصار نہ باندھ دے تم کہاں رہ گئی تھیں بابو نے اندھیرے میں اس کے چہرے پر نظر جما کر پوچھا وہ غار میں پانی کے ریلے پر بہتا تمہارے پیچھے آیا تھا مگر میں نے اسے پانے ساتھ الجھا لیا تھا ناگنی ایک گہرا سانس لیتے ہوئے بولی اب وہ کہاں ہے بابو نے متجسانہ لہجے میں کہا۔ وہ واپس بھومی مندر، میں جا گھسا ہے وہ آہستہ سے بولی جاتے جاتے آگ میں نہلانے کی دھمکی دے کر گیا ہے اب کیا کہا جائے وہ اس وقت غصے میں ہیں ہمیں اس کی حالت سے فائدہ اٹھا لینا چاہیے اگر اس نے اپنے حواس پر قابو پالیا تو اس کی چالاکی ہمارے لیے بہت دشواریاں پیدا کرے گی۔ بابو نے زمین سے اٹھتے ہوئے کہا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو وہ اپنا چہرہ بابو کے شانے سے ٹکاتے ہوئے بولی اب مجھے خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔ کیسا خطرہ بابو نے حیرت سے پوچھا اگر میں کامیاب ہوگئی تو آج رات ہم دونوں بھومی مندر میں گھسنے میں کامیاب ہو جائیں گے ورنہ تمہیں میری راکھ تک نہیں ملے گی وہ بابو کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے بولی۔ بابو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے حلق میں کوئی چیز پھنسنے لگی ہو مایوسی کی باتیں نہ کرو تمہارے منکے کے علاوہ کوئی اور قوت بھی میری مدد کر رہی ہے ناگ راجہ اب سکھ سے نہ رہ سکے گا کچھ دیر تک وہ دونوں خاموش رہے آخر وہ منکا مجھے دو اور تم ندی میں کود پڑو بابو نے بلاتوقف منکا اس کے ہاتھ میں دے دیا وہ منکا لے کر اس طرف چل پڑی جہاں غار کا پانی بھومی ندی کے دھارے میں گر رہا تھا پانی میں کود جاؤ اس نے غار کے دہانے پر پہنچنے کے بعد کہا اور بابو نے سانس روک کر بھومی ندی کے دہانے میں چھلانگ لگا دی بابو کافی دیر تک پانی کی سطح پر دھیمے دھیمے تیرتا رہا بابو کی نگاہیں ناگنی کے تاریک ہیولے پر جمی ہوئی تھیں۔

وہ غار کے دہانے پر کھڑی ہوئی کوئی پراسرار عمل کر رہی تھی ابھی اس عالم میں چند ہی منٹ گزرے تھے کہ بھومی مندر کی سمت میں آسمان پر یکا یک سرخی پھیلنے لگی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یوں معلوم ہونے لگا جیسے فضا میں ایک خاصے بڑے حصے میں آگ بھڑک اٹھی ہو ان روشن شعلوں کے سرخ انعکاس نے دور دور تک روشنی پھیلا دی تھی بابو کو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ ناگ راجہ نے بھومی مندر کی قلعہ بندی کے سلسلہ میں اس پا آتشی حصار قائم کر دیا تا کہ فضا سے کوئی بھی زندہ گزر کر بھومی مندر میں نہ پہنچ سکے۔ ادھر ناگنی اپنے پوری انہماک کے ساتھ اپنے عمل میں مصروف تھی تاریکی دور ہونے کے باعث بابو اس کی حرکات و سکنات بخوبی دیکھ رہا تھا ناگنی جوشیلے انداز میں اپنے بار بار اپنے ہاتھ بھومی ندی سے غار کی جانب لہرا رہی تھی ایک مرتبہ اس کے ہاتھ سے چنگاریاں اڑیں اور وہ کسی نادیدہ قوت کے زیر اثر لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑی بابو فوراً ہی کنارے پر آنے کے لیے پانی پر ہاتھ پیر مارنے لگا لیکن اس وقت تک وہ سنبھل کر دوبارہ کھڑی ہوگئی پھر تو اس پر بار بار لڑکھڑاہٹ طاری ہونے لگی جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا اس کے پورے بدن سے چنگاریاں اڑنے لگیں تھیں وہ مختصر مختصر وقفوں سے زمین پر ڈھیر ہوئی جارہی تھی اس کے مانند

پڑتے ہوئے جوش وخروش اور قدموں کی لڑکھڑاہٹ سے اندازہ ہورہا تھا کہ اس پر آہستہ آہستہ نقاہت غالب آتی جارہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے ناگن کا وجود کسی نادیدہ قوت سے برسرپیکار ہو اور وہ قوت اسے آہستہ آہستہ مفلوج کرتی جارہی ہو بابو سانس روکے آنیوالے فیصلہ کن لمحات کا منتظر تھا۔

اچانک غار کے دہانے پر ایک تیز دھماکہ ہوا اور بھوی ندی کے گہرے پانی میں شدید بھونچال آگیا ہوا اس وقت ناگنی کا پیر کا تاثیر منکا بابو کے پاس نہیں تھا اس لیے بابو کو خود کو پانی کی سطح پر برقرار رکھنے کے لیے شدید محنت کرنا پڑی آخرکار آہستہ آہستہ بھوی ندی کا بھونچال تھم گیا سکون کا وہ لمحہ بہت مختصر تھا کیونکہ فوراً ہی ندی کے پانی کا بہاؤ غار کے دہانے کی طرف ہوگیا اس وقت بابو نے ناگنی کو ہاتھ پھیلا کر ندی میں چھلانگ مارتے دیکھا گیا غار کی طرف بڑھتے آؤ ناگنی نے ندی میں کودنے سے قبل مسرت سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ حیرت ناک طور پر غار میں سے خارج ہونے والا پانی یک بیک تھم چکا تھا اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ تھی کہ بھوی ندی کا پانی نسبتاً بلندی پر واقع غار کے دہانے میں گھسنے لگا تھا بہاؤ کی سمت میں آگے بڑھنے میں بابو کو کوئی دشواری نہیں پیش آئی اور بابو ذرا دیر میں ناگنی کے قریب جا پہنچا چلو میرے پیچھے بڑھتے آؤ ناگنی اس وقت خوشی سے پاگل ہوئی جارہی تھی ایسی رات بھوی مندر والوں نے کبھی نہ دیکھی تھی منکا بابو پوری قوت سے چلایا غار میں اس کے بغیر میرا دم گھٹ جائے گا ناگنی پلٹ کر تیزی سے بابو کے پہلو میں آئی اور منکا بابو کے منہ میں ڈال کر بے اختیار بابو کا منہ چوم لیا اور پھر غار کے دہانے کی طرف بڑھتی چلی گئی دہانے کی سمت کا اندازہ کرنے کے بعد ناگنی نے چیخ کر بابو کو اشارہ کیا اور وہ دونوں یکے بعد دیگرے لہروں پر جھولتے ہوئے غار کے دہانے میں گھستے چلے گئے غار میں پانی کا بہاؤ قدرے پرسکون تھا اور اس بار وہ اپنی پوری اونچائی تک بھری ہوئی بھی نہیں تھی جس کے باعث ان کو محفوظ طریقے پر آگے تیرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی کچھ دیر بعد وہ غار کے درمیانی دہانے کے نیچے سے گزرے جسے کھود کو بابو نے پہلی بار اس میں گھسے تھے وہ دہانہ اب بھی کھلا ہوا تھا اور اس میں سے سرخ سرخ روشنی آرہی تھی جو یقیناً بھوی مندر کے اوپر لپکتے ہوئے شعلے کا انکاس تھی ناگنی اپنی کوشش میں کامیاب ہوچکی تھی۔

وہ ناگ راجہ کی خواہشات کے خلاف تیزی سے بھوی مندر کی جانب بڑھ رہے تھے جہاں سے ناگ بھوی کا راستہ شروع ہوتا تھا بے پایاں مسرت سے بابو کا دل بلیوں اچھل رہا تھا اور ناگ بھوی کی اجنبی سرزمین بابو کو اپنے سامنے نظر آنے لگی تھی محض چند ثانیوں کی مسافت پر کچھ دیر اور وہ دونوں غار میں بہتے ہوئے پانی میں تیرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک کھلا ہوا ڈھکنا نظر آیا اور بابو چونک پڑا ہم بھوی مندر میں داخل ہوچکے ہیں ناگنی کی مسرت میں کانپتی ہوئی آواز ابھری یہ ڈھکنا بھوی مندر کے پچھواڑے والے میدان مین کھلتا ہے یہاں سے ذرا ہی دور وہ ویرانی باؤلی ہے جہاں اس غار کا دوسرا سرا ملتا ہے بابو نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ یک بیک ایک تیز دھماکہ ہوا جس کے باعث بابو کے دونوں کان سن ہوگئے اور نگاہوں کے سامنے تاریکی ناچنے لگی غار میں بہتا ہوا پانی اچانک رک گیا۔ اور زمین میں جذب ہوکر بالکل خشک ہوگیا اور زمین پے درپے دھماکوں سے لرزنے لگی سانس روکے زمین پر پڑے رہو بابو کے کانوں میں ناگنی کی بہت ہی دھیمی آواز آئی فضا میں ہر طرف گردوغبار اور ملبے کی برسات ہورہی تھی بھوی مندر کے اوپر فضا میں باندھا ہوا ناگ راجہ کا آتشی حصار بدستور قائم تھا دھماکے شروع ہونے سے ایک ثانیے قبل تک بابو کا دماغ فتح کے نشے میں سرشار ہورہا تھا ناگ راجہ کی تمام تر مخالفانہ کوششوں اور جدوجہد کے باوجود زمین کے رکھوالے اس کے اور ناگن کے مقابلے میں زیر ہوچکے ہیں اور اب کبھی ان کی راہ میں حائل نہیں ہوسکے گا بھوی مندر کو جانے والے چور راستے میں بابو کسی خوفزدہ چوہے کی طرح دبکا پڑا تھا گردوغبار کا کیثف دھواں بابو کے نتھنوں کے راستے حلق میں داخل ہوکر سوزش پیدا کررہا تھا دھماکوں کی شدت لمحات کھسکنے کھسکنے کے ساتھ ساتھ کم زور بڑھنے

کے بجائے اور بڑھتی ہوئی جارہی تھی اور دھرتی آندھی کے زد میں آئے ہوئے نرم ونازک پتے کی طرح رہ رہ کر لرز رہی تھی ناگنی جب کئی منٹ گزرنے کے باوجود قیامت کی وہ گھڑیاں ختم نہ ہوئی تو بابو گھبرا کر چیخ اٹھا منہ کھلتے ہوئے تند مرغولے حلق میں جا گھسے اور بابو پر شدید کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ بابو ہمت نہ ہارو بابو کو اپنے قریب ہی ناگنی کی ہیجان سے کانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔ یہ رات یادگار ہے بھوی مندر والوں ایسی کٹھن گھڑیاں کبھی نہ دیکھی ہوں گی ذرا ہی دیر میں فیصلہ آنے والا ہے کہ ہم کہاں تک کامیاب ہون گے کھانسی کے باعث بابو کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا سینے میں شدید درد کی لہریں انگڑائیاں لے کر رہی تھیں اور بابو کو اپنا کلیجہ منہ کو آتا ہوا محسوس ہورہا تھا پھر ان دھماکوں میں ایک اس قدر شدید دھماکا ہوا کے بابو کے کان سن ہوکر رہ گئے اور بابو نے اپنے پورے وجود کو زمین سے اچھل کر فضا میں بلند ہوتے ہوئے محسوس کیا۔

دہشت کے باعث بابو کے دل کی دھڑکن چند ثانیوں کے لیے بالکل تھم گئی گو ناگنی کا معجزہ نما منکا اس وقت بھی بابو کے منہ میں موجود تھا لیکن بابو کو محسوس ہوا کہ اس کی زندگی کی آخری ساعت آچکی تھی اور اب ناگ راجہ بیدردی سے اسے پیس کر رکھ دے گا فضا میں قدرے بلندی تک اچھلنے کے بعد بابو کا بدن سخت اور غیر مسطح زمین پر گرا تھا بابو کو چند ثانیے کے لیے تو شبہ ہوا کہ بابو کے کئی جوڑ اپنی جگہ سے چھوڑ چکے ہوں گے لیکن حیرتناک طور پر ابو کو کوئی چوٹ بھی نہیں آئی تھی بدحواسی میں کمی ہوتے ہی یک بیک بابو چونک پڑا ہولناک دھماکوں سے چنگھاڑتی ہوئی فضا میں ہر آواز پر حاوی ناگ راجہ کی جانی پہنچانی آواز گونج رہی تھی ناگ بھوی اجنبیوں کی موت ہے بابو یہاں کی مٹی کا ذرا ذرا تیرے خون کا پیاسا ہے اور یہ رات تجھے نگلے بغیر نہ بیتے گی کالی چرن سے تو تو بچ کر یہاں آگیا پر مجھ سے اب نہ بچے گا میرا آخری وار سنبھالنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اس کی آواز خونی قہقہے میں ڈھل کر بتدریج معدوم ہوگئی اور فرط دہشت سے بابو کے بندن کے تمام مساموں سے ٹھنڈے ٹھنڈے پسینوں کی دھاریں بہہ نکلیں ناگنی بابو نے حلق میں پھنسی ہوئی آواز میں پکارا مگر جواب ندارد و بابو کے اعصاب پر سنسنی کی ایک نئی چادر پھیلنے لگی حیوانی طلسمات سے خونی پکار تھی اور ان لمحات میں ناگنی بھی بابو کا ساتھ چھوڑ چکی تھی ناگنی بابو نے دہشت زدہ آواز میں پوری قوت سے چلایا جیسے یک بیک صور اسرافیل پھونک دیا گیا ہو بابو نے دہشت زدہ ہوکر آنکھیں کھولیں تو چند گز کی بلندی پر کافی وسیع رقبے کی فضا کے اندر ہولناک آگ لگی ہوئی تھی اور زمین پر تاحد نظر ہر سمت غبار کا دھواں اڑ رہا تھا۔ آسمان کی وسعتوں کی طرف لمبی لمبی زبانوں کی صورت میں لپکتے ہوئے سرخ شعلے کے نکاس میں مٹی کا وہ دھواں خونی رات کا غبار لگ رہا تھا بابو اس وقت ایک کئی فٹ گہرے اور طویل گڑھے کے قریب ملبے کے ڈھیر پر پڑا ہوا تھا۔ بابو کے اردگرد ہر طرف بوسیدہ اینٹوں چوبی شہتیروں اور پتھروں کا ملبہ بکھرا ہوا تھا کئی جگہ پیدا ہو جانے والے گڑھوں اور دھماکوں کے باعث پانی ابل آیا تھا جس کی وجہ سے جابجا دلدل بن گئی تھی اس وقت تک جسمانی طور پر بابو کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا لیکن پے درپے واقعات کے باعث اس کے حواس اور اعصابی قوتیں انتشار کا شکار ہوچکی تھیں چند ثانیوں تک تو بابو کی عقل بالکل ہی مفلوج رہی اور وہ فیصلہ نہ کرسکا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

وہاں کا ماحول! اس قدر بھیانک اور سکوت اس قدر گہرا تھا کہ کسی بھی ذی روح کا کلیجہ شق ہو جانا تھا انتہائی خوف سے بےچین ہوکر بابو زمین پر سے اٹھ گیا بابو کے قدموں پر نمایاں طور پر لرزش طاری تھی اس نے اسی جگہ کھڑے رہ کر گردوپیش پر ویران نگاہیں دوڑائیں لیکن خاک سے ملے ہوئے اس ملبے میں کہیں بھی کوئی ذی روح کا وجود نہیں تھا بابو کو ڈر ہوا کہ ناگنی کہیں اپنی بےبسی کے باعث ملبے میں دب کر جانکنی میں مبتلا نہ ہوا تا تو وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کی اور ناگنی کی کامیابی میں بوکھلا کر ناگ راجہ نے بھوی مندر کو اس طرح تباہ کردیا تھا کہ کسی بھی مقام کی شناخت ممکن نہ رہ سکے غالباً

اس طرح ناگ بھوی جانے والے راستے کو مسدود کرنا چاہتا تھا تکہ یہ دونوں کسی طرح بھی وہاں تک پہنچنے نہ پائے ایک طرف تو یہ قیاس تھا اور اسی کی بنا پر اندازہ ہوتا تھا کہ ناگن نگ راجہ کی طاقت کو مفلوج کردینے میں کامیاب ہوگئی تھی لیکن دوسری طرف ناگنی کا پراسرار طریقے پر لاپتہ ہوجانا بابو کے دل میں وہم اور شبہ کا باعث بن رہا تھا کہ اگر وہ اپنی مرضی سے غائب ہوئی ہوتی تو اس کے طلب کرنے پر ہر حالت میں اسے بلا تاخیر بابو کے پاس لوٹ آجانا چاہیے تھا کیونکہ اس کا منکا بابو کے قبضے میں تھا اس کا واپس نہ آنا بابو کے لیے بہت زیادہ تشویش ناک تھا۔ وہشت امید اور مایوسی کی ملی جلی کیفیت میں بابو غیر ارادی طور پر ملبے کے ایک نسبتاً اونچے ڈھیر کی طرف بڑھنے لگا بابو کے ذہن میں خیالات کی آندھیاں چل رہی تھیں اور اس کے قدم غیر ارادی طور پر اس ڈھیر کی جانب بڑھ رہے تھے کہ ایک گری ہوئی دیوار باقی ماندہ آثار کے پہلو سے گزرتے ہوئے بابو کے حلق سے چیخ نکل گئی اور وہ اچھل کر کئی قدم پیچھے لوٹ آیا۔

اس ادھوری دیوار کی اوٹ سے ایک بہت ہی حسین اور سبک اندام لڑکی باہر نکلی اسے دیکھتے ہی ایک ثانیے کے لیے بابو کو لگا کہ شاید ناگنی نے مذاقاً نیا روپ دھار لیا ہے لیکن بابو کا ذہن یہ بات قبول نہ کرسکا کہ اس سنگین اور روح فرسا حالات میں ناگنی اس سے ایسا مذاق کرسکتی ہے دور دور تک پھیلے ہوئے ملبے کے درمیان دراز وہ لڑکی کئی ثانیوں سے بابو کی طرف دیکھتی رہی اس کی نگاہوں میں مسکراہٹ ناچ رہی تھی اور بابو دہشت اور سکتے کے عالم میں آنکھیں پھاڑے ہوئے اسے گھورتا رہا پھر اس کے گورے گورے نازک ہاتھ جنبش میں آئے اور اس نے اشارے سے بابو کو اپنے قریب بلایا بے اختیار بابو کا جی چاہا کہ واپس پلٹ کر وہاں سے بھاگ جائے لیکن یہ ممکن نہ ہوا یوں لگ رہا تھا جیسے اس پراسرار دوشیزہ کی نگاہوں کا سحر اسے بالکل بے بس کرچکا ہے جب اس کے اشارے پر بھی بابو کے قدموں کو جنبش نہ ہوئی تو ایک ثانیے کے لیے فضا میں لپکتے ہوئے شعلوں کے انعکاس میں اس کا چہرہ تمتما اٹھا اور وہ تیزی کے ساتھ ملبے کے ڈھیر پر سے اٹھ گئی اور پراعتماد انداز میں بابو کی طرف بڑھنے لگی اس لڑکی کے چہرے اور انداز میں نا جانے کیا خوف اور عنصر تھا جو بابو کو اس سے دور بھاگ جانے پر اکسا رہا تھا۔ بابو کو اپنے ذہن میں بے شمار حشرات الارض رینگتے ہوئے محسوس ہوئے لیکن وہ اپنے اس خوف کے سبب جاننے سے قاصر تھا آہستہ آہستہ وہ چلتی ہوئی بابو کے قریب آکر ٹھہر گئی اس کے اور بابو کے درمیان اب چند بمشکل چند فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا اور بابو بے بسی کے عالم میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے رہنے میں ہی مجبور تھا کسی نادیدہ طلسم کے زیر اثر اس کے پتلے پتلے ہونٹ اب بھی تک غیر فطری انداز میں بھینچے ہوئے تھے اور بابو یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ آخر وہ اپنی ہنسی روک رہی ہے تو آخر بولنے سے کیوں گریز کررہی ہے اور وہ بابو کے ذہن میں ابھرنے والے خیالات سے بے پرواہ تھی تم چپ کیوں ہو کیوں نہیں بولتیں تم کون ہو۔

آخر کار تجسس اور ہیجان سے بوکھلا کر بابو پاگلوں کی طرح چیخ اٹھا اس نے اس نے ہمدردانہ انداز میں بابو کی طرف دیکھا اور اپنے منہ سے قریب انگلیوں سے اشارے کرکے بتایا کہ وہ بولنے سے معذور ہے اس کے گونگے پن کے انکشاف نے بابو کو اس قدر بوکھلا دیا کہ نادیدہ مقناطیسی بندھن میں جکڑی ہوئی بابو کی نگاہیں بے اختیار اس لڑکی سے فرار کی راہیں تلاش کرنے لگیں شاید وہ اس کے ارادے کو بھانپ گیا اور اس سے قبل کہ بابو اس لڑکی سے فرار پانے کے لیے کچھ قدم اٹھاتا وہ پھرتی سے بابو کی جانب لپکی اور اس کے گلے میں جھول گئی بابو نے تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلنا چاہا لیکن اس کی گرفت مضبوط تھی بابو خود کو غیر معمولی طور پر پراسرار حالات میں گھرا ہوا محسوس کررہا تھا بھوی مندر کی مسدود عمارت سے اٹھتا ہوا دھواں وغبار دھندلا چلا تھا لیکن فضا میں بھڑکتی ہوئی آسیبی آگ کے سرد ہونے کے کوئی آثار نہ تھے میرا دم گھٹ رہا ہے یہ آگ میری شریانوں میں آگ بھر رہی ہے خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو بابو پوری قوت

سے چیخا۔

اس کے لہجے کی بے چارگی اور فریاد پر وہ ایکدم کھلکھلا کر ہنس دی اور بابو دہشت سے تیورا گیا اس کے ہنستے ہی اس کے منہ سے بے شمار ننھے ننھے اور زندہ سرخ سرخ سانپ بابو کے چہرے اور بدن پر جھڑنے لگے اگر وہ لڑکی اپنی باہنوں کا سہارا نہ دیتی تو وہ یقیناً گر پڑا ہوتا بابو دہشت سے پھٹی ہوئی نگاہوں سے ان باریک باریک زندہ سانپوں کو دیکھ رہا تھا جو اس پراسرار اور دہشت ناک دوشیزہ کے منہ سے جھڑنے کے بعد تیزی کے ساتھ زمین کے مساموں میں سماتے جارہے تھے۔ بابو کی دہشت کا احساس ہوتے ہی اس کی ہنسی ختم ہوگئی میں نے اس لیے اپنے ہونٹ بند کیے ہوئے تھے وہ سنجیدگی کے ساتھ بولی تو اس مرتبہ اس کے منہ سے نیلے رنگ کے سانپوں کی جھڑی لگ گئی مجھ سے ڈرو نہیں میں تمہاری ہمدرد ہوں رہی یہ آگ تو دیکھو یہ ابھی غائب ہوجاتی ہے یہ کہہ کر اس نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھا کر اوپر بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف اچھال دی اور پل بھر میں وہاں ایسا گھور اندھیرا چھا گیا کہ بینائی تک سے محروم ہوگیا چند ثانیوں بعد جب بابو کی آنکھ اس پر ہول تاریکی کی عادی ہوئی تو اس نے اپنے قریب ہی اس پراسرار لڑکی کا ہیولا دیکھا وہ اس بار بابو سے چند گز دور تھی آؤ میرے ساتھ چلے آؤ یہاں سب تمہاری گھات میں ہیں میں تمہارے لیے کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کروں گی وہ بابو کے قریب آکر اس کی کمر میں اپنا ہاتھ ڈالتے ہوئے دھیمی سرگوشی میں بولی اور اس کے ساتھ ہی تاریکی میں تیزی سے ایک طرف روانہ ہوگئی خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اس پراسرار لڑکی کے ساتھ ملبے کے ناہموار ٹیلے عبور کرتے ہوئے بابو نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس وقت ناگنی کا منکا بابو کے گلے میں جھول رہا تھا جان لو گے سب کچھ جان لو گے وہ تاریکی میں کھلکھلا کر ہنسی اور بابو نے اس کے منہ سے جھڑنے والے کئی باریک باریک سانپ اپنے جسم پر گرتے ہوئے محسوس کیے بابو یہ تو سمجھ چکا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے عام لڑکی نہیں ہے اور یقیناً اپنی پراسرار طاقتوں کے سہارے اس کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے تم یہاں کیا کررہی تھیں بابو نے کچھ دیر کے سکوت کے بعد دوبارہ زبان کھولی میں یہیں رہتی ہوں وہ شوخ لہجے میں بولی بھوی مندر میں بابو نے اپنے استفار طلب لہجے میں خوف اور تجسس نمایاں آویزش محسوس کی یہی سمجھ لو وہ اپنے بارے میں دوٹوک گفتگو کرنے سے گریز کررہی تھی بابو کے ذہن میں یک بیک روشنی کا ایک تڑاقا ہوا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ شاید وہ بھی کوئی ناگن ہو اور ناگ بھوی کی بسنے والی ہے تم نے یہاں کسی اور لڑکی کو تو نہیں دیکھا بابو نے خود ہی ایک خیال کے تحت اس سے سوال کیا۔

اس ویرانے میں کسی لڑکی کا کیا کام وہ روکھے لہجے میں بولی جیسے اسے بابو کا یہ سوال گراں گزرا ہو تم بھی تو لڑکی ہو بابو نے کسی بے ساختہ جذبے کے تحت اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور وہ شوخ آواز میں ہنس دی میں لڑکی نہیں ناری ہوں سندری ناری بابو نے پہلی مرتبہ بے خوفی سے اور جرات سے کام لیتے ہوئے کہا بابو محسوس کررہا تھا کہ انتہائی خوفناک اور غیر یقینی حالات کے باوجود اس کا وجود بابو کے دل ودماغ پر خمار کی دھند بکھیرتا جارہا تھا۔ ناگنی اور ناگ بھوی کے پر ہول اندیشے غیر محسوس طریقے پر بابو کا ذہن پھسل چکا تھا اور ہر گزرنے والا لمحہ اسے خوف کی وادی میں لے جارہا تھا۔ تمہارا نام کیا ہے بابو نے چلتے ہوئے کہا نام میں کیا رکھا ہے میں ہر دم تمہارے ساتھ ہوں تم نام جان کر کیا کریں گے۔ اس کی آواز میں مستی کا رنگ نمایاں ہونے لگا اور تم نے کہا تھا کہ تم یہاں رہتی ہو بابو نے تائید طلب لہجے میں کہا۔ ہوں اوں۔۔ وہ قدرے متذبذب ہوکر بولی اس کا تذبذب دیکھ کر بابو کا حوصلہ بڑھ گیا ایسا تو نہیں کہ تمہاری جنم بھوی کا تعلق بھوی مندر سے جاتا ہو اس نے تیزی سے رک کر جھٹکے سے اپنا کندھا بابو کے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کرلیا اور پھر اس کی سرد آواز سنائی دی ہاں تم ٹھیک سمجھے ہو پر مجھے غصے دلانے کی کوشش نہ کرو غصے میں میرے منہ سے کالے رنگ کے سانپ جھڑتے ہیں اور جو بھی میرے سامنے ہو اسے ڈس ڈس کر پل بھر میں ٹھکانے لگادیتے

ہیں اس بات کا خیال رکھو گے فائدے میں رہو گے اس کی باتیں سن کر بابو کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور بابو کا تجسس حد سے زیادہ بڑھ گیا نہ جانے اس نے بابو کے کسی خیال کی تصدیق کی تھی بابو تو خود اس کی زبان سے ناگ بھومی کے بارے میں تحیر خیز انکشاف سننے کا منتظر تھا مگر اس نے مبہم سا جواب دے کر بابو کے آتش شوق کو اور بھڑکا دیا تھا۔ اب تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو۔

بابو نے چند ثانیوں بعد کہا یہاں ہر طرف تمہارے دشمن بکھرے ہوئے ہیں تاریکی میں اس کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری اور بابو کو اپنے مساموں سے پسینے کی ٹھنڈی ٹھنڈی بوندے بہتی ہوئی محسوس ہونے لگیں میں تمہیں ایک پناہ گاہ میں لے جا رہی ہوں جہاں شاید تم ہر آفت سے محفوظ رہو گے تم ناگ بھومی کا راستہ جانتی ہو اس کے اشارے دوبارہ اپنا سفر شروع کرتے ہوئے بابو نے اس سے دھیمی آواز میں کہا اس نے بابو کے سوال پر بڑا ابھر پور قہقہہ لگایا۔ ابھی اس کی آواز کی گونج معدوم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ وہ دونوں اچانک روشنی میں نہا گئے چاروں طرف سے آنے والی تیز روشنی نے چند ثانیوں کے لیے تو بابو کو چندیا کر دیا۔ لیکن بینائی بحال ہوتے ہی بابو کے طوطے اڑ گئے۔ وہ پراسرار لڑکی بابو کے قریب ہی کھڑی غصے سے کانپ رہی تھی اور اس کی قہر بار آنکھیں روشنی اگلتے ہوئے بڑے بڑے مبہم انداز سے دھیرے کے عقب سے آگے بڑھتے ہوئے کسی سائے پر جمی ہوئی تھیں جونہی وہ سایہ بابو کے قریب آیا بابو کا دل بے اختیار ڈوبنے لگا آنے والا ناگ راجہ کا چیلا تھا جس سے ایک بار بابو کا آمنا سامنا پراسرار دینا کے اندر ہوا تھا اس کے چہرے پر بے رحمانہ مسکراہٹ ناچ رہی تھی اور اس کے بھیانک تیوروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ آج وہ بابو کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ناگو تیری یہ جرات آخر کار وہ لڑکی پھٹ پڑی اس کے بولتے ہی اس کے منہ سے کالے سانپوں کی برسات شروع ہو گئی بابو خوفزدہ ہو کر پیچھے سرک گیا لیکن وہ سانپ بابو پر توجہ دیئے بغیر تیزی کے ساتھ ناگو کی طرف لپکے اور پھر اس سے کئی فٹ دور زمین پر یوں تڑپنے لگے جیسے ان کے پھن کسی وزنی چٹان کے نیچے پیس ڈالے گئے ہوں پل بھر میں وہاں خوفزدہ اور دبی دبی آوازوں میں پھنکارنے والے سانپوں کا ایک مردہ ڈھیر جمع ہو گیا راج کماری تیرا غلام کبھی تیرے منہ نہیں آسکتا ناگو سر کو قدرے خم دے کر سپاٹ اور سرد لہجے میں کہہ رہا تھا مجھے معلوم ہے تیرا اس وقت کا ساتھی ناگ بھومی کے ازلی دشمنوں میں سے ہے اور تو اس دھرتی کے حکمران ناگ راجہ کی اکلوتی بہن ہے کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ ایک دو کوڑی کے چھوکرے کے لیے اپنی جنم بھومی سے منہ موڑے اپنی اوقات پہنچان ناگو راج کماری اس کے انداز گفتگو پر بری طرح تلملا اٹھی تیری ہدایت کی۔

مجھے کوئی ضرورت نہیں ناگ بھومی کے شاہی خاندان والے خوب جانتے ہیں کہ انہیں کس موقع پر کیا کرنا ہے اسی وقت یہاں سے دفعہ ہو جا نہیں ناگو کے ہونٹوں پر مکارانہ مسکراہٹ بکھر گئی میں تجھے اس مرد کے پاس اکیلا نہیں چھوڑوں گا یہ بہت ذلیل اور جھوٹا ہے ناگو تو حد سے بڑھ رہا ہے وہ پوری قوت سے چیک کر اس کی طرف جھپٹی میں جا رہا ہوں ناگو تیزی سے الٹے قدموں سرکا۔ لیکن یہ بتا دوں کہ تو اسے ناگ بھومی میں نہ لے جا سکے گی ناگ راجہ نے مجھے پوری اجازت دے دی ہے کہ بابو کو اس کی مرضی کے خلاف ناگ بھومی میں زندہ نہ گھسنے دوں اگر تو نے ضد کی تو شاید مجھے تیرے مقابلے میں آنا پڑے گا۔ آج کی رات میں آزاد ہوں جہاں میری مرضی ہو گی اسے وہاں لے جاؤں گی غصے کی شدت کے باعث راج کماری کی آواز بھر آئی یہ یاد رکھ کہ اس کے فریب میں پھنس کر ناگنی کی زندگی دوبھر ہو چکی ہے اگر تو نے بھومی مندر کی دھنسی ہوئی سرنگ کا راستہ تلاش کرنا چاہا تو تو اپنی آنکھوں سے اس کا حشر دیکھ لے گی اور میں کچھ نہیں کہتا ناگو اور اس کے ساتھ وہ تیز روشنیاں یوں معدوم ہو گئیں جیسے فضا پر چھائی ہوئی بھیانک سیاہی انہیں نگل گئی ہوں بابو کافی دیر تک اندھیرے میں راج کماری کے تیز تیز سانسوں کا شور سنتا رہا بابو کا اپنا حلق خشک ہوا جا رہا تھا لیکن اس میں بولنے کی ہمت باقی نہیں رہی تھی ناگ بھومی کے پراسرار واقعات بابو کو دہلائے دے

رہے تھے۔

راج کماری کی حیثیت اور اس کا درجہ ظاہر ہونے کے بعد بابو کے لیے یہ قیاس کرنا دشوار نہیں تھا کہ وہ بھی غلط اندازی کی ہے اور محض اتفاقاً ہی بابو سے آٹکرائی ہے ورنہ ناگنی کی پراسرار گمشدگی کے بعد بابو کے لیے ناگو کے آہنی چنگل سے بچ نکلنا دشوار ہو جاتا ہے ناگنی کہاں اور کس حال میں ہے وہ اس سے لاعلم تھا لیکن ناگو کے آخری دو فقرے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ ناگنی بھومی مندر والی سرنگ کی تلاش کسی مشکل میں مبتلا ہو چکی ہے اور اب اس سے مدد کی امید کرنا بے سود تھا کیونکہ اس منکا ابھی تک بابو کے قبضے میں تھا لیکن وہ بابو کے طلب کرنے پر بھی اس کے پاس نہیں آئی تھی ان حالات میں اس کے لیے یہی بہتر تھا کہ موقع پرستی سے کام لے کر راج کماری کی پوری پوری حمایت حاصل کر لیتا اور پھر اس کی مدد سے نہ صرف ناگ بھومی میں جا گھستا۔ بلکہ اپنی بیوی للتی تک بھی رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا چلو رات ناگو کی آخری وہ ناگ بھومی کے شاہی خاندان کے منہ آنے والوں کو کہیں پناہ نہیں ملتی میں اسے پیس کر رکھ دوں گی اپنی حالت پر کسی حد تک قابو پانے کے بعد راج کماری بابو کا ہاتھ تھام کر مشتعل لہجے میں بولی ہاں وہ بہت کمینہ ہے بابو نے اس کے جذبہ انتقام کو مزید بھڑکان کی نیت سے کہا ناگنی پر قوت آزمانے کے بعد اس کے حوصلے بڑھ گئے ہیں اگر تم واقعی راج کماری ہو تو ناگو کو یہ جرات بھی مہنگی پڑنی چاہیے تم یہ سب کیا جانو اس کی آواز میں تحیر ابھر آیا۔ ناگ بھومی کے بارے میں جو کچھ جانتا ہوں وہ شاید ہی آج تک کسی غیر نسل کو معلوم ہوا ہو گا بابو نے اپنے لہجے میں بے خوفی پیدا کرتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ اور پھر تم بھی زندہ ہو وہ بدستور حیرت زدہ تھی نہ صرف زندہ ہو بلکہ ناگو کا غرور خاک میں ملا دینا چاہتا ہوں ویسے میرا خیال ہے کہ تم بھی اسی نسل کی ہو ہاں میں بھی ایک ناگن ہوں وہ حسرت بھری آواز میں بولی کیا تمہیں اپنے ناگن ہونے پر افسوس ہے بابو اپنے تعجب کو سوال میں ڈھلنے سے نہ روک سکا کیوں نہ ہو اس کی آواز اب بھی حسرت زدہ تھی مجھے جب سے اپنا روپ بدلنے کی قوت حاصل ہوئی ہے میں نے عورت کے روپ میں کئی مردوں کو اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے لیکن میں نسل کے اعتبار سے ناگن ہوں میری فطرت ہرجائی ہے میں نے تھوڑے تھوڑے دنوں بعد ان میں سے ہر ایک کو ٹھکرا دیا لیکن اب بھی وہ رہ کر میرا دل ان کی یادوں میں تڑپتا ہے تم واقعی محبت کے قابل ہو وہ خود اپنے ہرجائی پن کا اقرار کر چکی تھی لیکن بابو اس کی کمزوری بھانپ چکا تھا۔ اسی سے خوبرو اور وجیہہ کڑیل مرد اس کی کمزوری تھی لیکن وہ اپنی کمزوری کو محبت کا مقدس نام دیتی تھی بابو نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ناگ بھومی کی سرزمین پر پہنچنے تک تک راج کماری کو محبت کے فریب میں مبتلا رکھوں گا رات اندھیری اور سر پر کھلا آسمان ہے تم کسی محفوظ پناہ گاہ کا ذکر کر رہی تھی وہاں چلو۔ ہاں آؤ وہ کسی فوری خیال کے تحت بولی کہیں ایسا نہ ہو کہ ناگو پوری سرنگ کو ہی تباہ کر دے وہ ناگی کے ساتھ تمہاری پیش قدمی سے بری طرح بوکھلا گیا تھا اسے ڈر تھا کہ تم ایک مرتبہ بھومی مندر میں آگھسے ہو تو اس کے لیے تمہارا راستہ روکنا دشوار ہو جائے گا اسی لیے اس نے بھومی مندر کی عمارت خاک کر دی تاکہ ناگ بھومی جانے والی سرنگ کی مخصوص نشانیاں مٹ جائیں ہم اس سرنگ میں اسی وقت داخل ہوں گے اور آج کی رات ناگ بھومی میں گزاریں گے وہ جگہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے وہاں میرا ایک محل ہے جس میں میری مرضی کے بغیر ناگ سانپ قدم نہیں رکھ سکتا یہ پہلا موقع ہو گا کہ کوئی انسان ناگ بھومی کی سرزمین پر قدم رکھے گا بابو کا دل تیزی کے ساتھ دھڑکنے لگا بابو کا مشن ناقابل واقعات اور حادثات سے شروع ہو کر پراسرار دیدیوں کا شکار ہوتا چلا گیا تھا۔

اب خلاف توقع تیزی سے پورا ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا اماوس کی تاریک راتوں میں نظر آنے والے بھیانک بھتنوں کی سرزمین۔ ناگ بھومی جہاں تک پہنچنے کے لیے بابو سرگرداں تھا اب چند گھڑیوں کی مسافت پر رہ گئی تھی گزرنے والے لمحات کے ساتھ ساتھ بابو اور ناگ بھومی کا درمیانی فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

راج کماری کافی دیر تک بابو کو ہمراہ لیے بھومی مندر کے تاریک کھنڈرات میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر بھٹکتی رہی ساتھ ہی وہ ناگو کی شان میں قصیدے پڑھتی جارہی تھی جس نے اس سرنگ کی ہر پہنچان مٹا ڈالی تھی مجھے بتاؤ کہ تم کس پہچان کی تلاش میں ہو بابو نے طویل خاموشی کے بعد اس سے دریافت کرہی ڈالا اس سرنگ کے بھومی مندر والے دہانے پر پتھر کی ایک ایسی چٹان ثبت ہے جس کی تراش کسی بہت بڑے ناگ کے پھولے ہوئے پھن سے مشابہ ہے وہ بولی ارے بابو اس کی بے وقوفی میں متحیر رہ گیا۔ ایسی تو کئی چٹانیں تم دیکھ چکی ہو کیا ناگو نے تمہاری بینائی کو بھی مفلوج کر ڈالا ہے نہیں وہ چڑ کر بولی۔

اس حرامزادے نے اس ملبے میں ہر طرف ایسی ہی چٹانیں رکھ دی ہیں مجھے دشواری ضرور ہوگی لیکن وہ سرنگ زیادہ دیر تک میری تیز نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکے گی اس لیے تم پاگلوں کی طرح یہاں ملبے میں بھٹک رہی ہو سرنگ کے دہانے میں جو پھن ہے اس میں ایک ناگ کی اصلی زبانیں موجود ہیں ایک نے ناگ راجہ کی شان میں گستاخی کی تھی چنانچہ اسے نوچ نوچ کر ہلاک کر دیا گیا اور اس کی زبان کھینچ کر اس پتھر یلے پھن میں لگا دی تھی وہ زبانیں آج بھی ایک منتر پڑھنے پر حرکت کرنے لگتی ہیں۔ اوہ۔ میں نس ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ ہمیں ان کھنڈرات میں گھومتے آدھی رات سے زیادہ گزر گئی ہے لیکن کامیابی کے آثار بالکل نظر نہیں آئے رات کے آخری پہر میں جب بابو اس بے سود بھاگ دوڑ سے تنگ آگیا اور راج کماری کو واپس لوٹ جانے کا مشورہ دینے کی سوچ رہا تھا تو اس کی حسرت بھری آواز نے بابو کو چونکا دیا یہ دیکھو اس بت کی زبانیں کس طرح باہر لپک رہی ہیں وہ ایک تاریک مجسمے کے قریب جھکی ہوئی تھی بابو لپک کر اس پتھر یلی چٹان کے قریب پہنچا تو حیران رہ گیا وہ چٹان نہایت نفاست کے ساتھ کسی بھپرے ہوئے ناگ کے پھن کی شکل میں تراشی گئی تھی اس پھن کے دہانے سے کئی زندہ لکیریں بار بار باہر کی جانب لپک رہی تھیں ایک پتھر یلے پیکر میں یوں جزوی طور پر زندگی کا تجربہ بابو کے لیے نہایت سنسنی خیز تھا لیکن راج کماری اشتیاق کے عالم میں اس کے مجسمے کے سامنے دوزانوں بیٹھی زیرلب کوئی عمل پڑھے جارہی تھی۔ کئی وقت تک وہ اسی عالم میں رہی پھر وہ پتھریلا پھن بہت آہستگی سے اپنی جانب سرکنے لگا جوں جوں وہ مجسمہ ایک جانب سرک رہا تھا اس کے نیچے والی زمین میں ایک تاریک خلا ابھرتا ہوا نظر آرہا تھا آخر کار راج کماری سیدھی کھڑی ہوگئی مبارک ہو بابو وہ راستہ مل گیا ہے وہ مسرت بھری آواز میں بولی اور اس کے منہ سے ننھے ننھے سانپ برسنے لگے کیا یہی وہ سرنگ ہے بابو نے تاریک خلا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے راج کماری سے سوال کیا۔ ہاں یہی راستہ ہے جو یہاں سے ناگ بھومی تک جاتا ہے اس وقت تک پتھر کا وہ مجسمہ ایک جگہ ٹھہر چکا تھا اور اس پھن میں سے بار بار لپکنے والی زبانیں نہ جانے کہاں روپوش ہو چکی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ ناگو اس تاریک سرنگ میں ہماری گھات لگائے بیٹھا ہو بابو نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا تو اس کا امکان نہیں اور اگر وہ سامنے آبھی گیا تو اسے میرے مقابلے میں منہ کی کھانی پڑے گی یہ سرنگ کتنی گہری ہے۔ بابو اس تاریک خلا میں جھانکتے ہوئے سوال کیا یہ بہت گہری ہے وہ بابو کی طرف پلٹتے ہوئے بولی میں تو اپنے اصلی روپ میں آسانی سے اندر اتر جاؤں گی لیکن تمہیں اندر چھلانگ لگانی پڑے گی چھلانگ بابو بے اعتباری سے ہنسا شاید تم میری ہڈیاں توڑنا چاہتی ہو تاکہ مجھ سے پیچھا چھڑا سکو۔

نہیں یہ بات نہیں ہے یہ کہہ کر اس نے ایک ثانیے کے لیے توقف کیا پھر بولی کیا ناگن کا منکا اب تمہارے قبضے میں نہیں ہے بے اختیار بابو کے منہ سے ایک گہرا سانس آزاد ہو گیا بھاگ دوڑ میں پھنس کر بابو منکے کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھا تھا اور اس منکے کی کہانی ناگ بھومی کے باسیوں میں عام ہو چکی تھی پھر راج کماری نے اپنے جسم کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور ناگن کے روپ میں آگئی اس نے پھن اوپر اٹھا کر اپنی تاریکی میں چمکتی ہوئی آنکھوں سے بابو کا جائزہ لیا اور پھر آہستگی کے ساتھ اس کا بدن پتھر یلے مجسمے کے نیچے سے نمودار ہونے والے تاریک خلا میں روپوش ہونے لگا بابو کی

نگاہیں پورے انہماک سے اس پر جمی ہوئی تھیں چند منٹ میں ہی راج کماری کا پورا بدن اس تاریک خلا میں غائب ہو گیا۔

بابو کئی منٹ تک اس بھیانک خلا میں سے کسی کے پھنکار کا منتظر رہا اور جوں ہی اندر سے راج کماری کی تیز پھنکار سنائی دی بابو نیچے سرنگ میں چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہو گیا آنے والے لمحات سنسنی خیز تھے بابو ناگ بھومی جانے والے راستے کے دہانے پر موجود تھا بس یہی ایک سرنگ بابو کے اور ناگ بھومی کے درمیان حائل تھی اس کے بعد بابو اس اجنبی سرزمین پر اپنی پیاری بیوی للتی کے حصول کی جنگ لڑنی تھی تاریک سرنگ کے دہانے سے اس بار راج کماری کی نسوانی آواز ابھری اندر کود جاؤ بابو شاید وہ اندر پہنچ کر دوبارہ نسوانی روپ اختیار کر چکی تھی بابو آگے بڑھ کر سرنگ کے دہانے پر آیا اور پھر اپنی آنکھیں بند کر کے اس اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دی کئی سیکنڈ تک بابو کا بدن تاریک فضا میں نیچے گرتا چلا گیا پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس کے قدم زمین پر جا لگے درمیانی وقفے کی بنا پر بابو اندازہ کر چکا تھا کہ وہ سرنگ بہت گہری ہے لیکن ناگنی کے منکے کے باعث بابو کے بدن پر خراش تک نہ آئی بابو کے سنبھلنے سے قبل ہی گھور اندھیرے میں اس سے کوئی لپٹ پڑا آہٹ پاتے ہی بابو سمجھا کہ وہ راج کماری ہوگی لیکن جب وہ دیوہیکل جسم بابو سے جونک کی طرح لپٹ گیا اور بابو کا دم سینے میں گھٹنے لگا تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ بے خبری میں گھیر لیا گیا ہے یہ بھی امکان تھا کہ راج کماری نے دانستہ اسے اس جال میں پھنسایا ہو بابو نے اس شخص کی گرفت سے نکلنے کے لیے بہت زور لگایا لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا وہ بابو کے بدن پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے بعد اب بابو کی پسلیوں کو بری طرح دبا رہا تھا راج کماری۔ بابو گھبرا کر بے اختیار چیخ پڑا۔ وہ یہاں نہیں ہے ناگ بھومی کی روایات سے بغاوت کھیل نہیں ہے سرداور گز یہی آواز سن کر بابو کا دل ڈوبنے لگا سرنگ کی گھور تاریکی میں منحوس ناگو بھی قریب ہی موجود تھا اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ آنکھیں نہ ہونے کے باوجود وہ اس مقابلے میں بابو کی بے بسی سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا جب اس شخص کی گرفت بابو کے لیے ناقابل برداشت ہونے لگی تو بابو تڑپ کر اس کے پیٹ کے نچلے حصے میں اپنے داہنے گھٹنے کی ضرب رسید کی اور وہ کراہ کر کھڑا ہو گیا بس ایک ثانیے کے لیے اس کی گرفت کمزور پڑی اور بابو کو اس قدر مہلت درکار تھی بابو جھک کر اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان گھس گیا تھا اور وہ بوکھلائی ہوئی آوازوں میں بس چلاتا ہی رہ گیا مگر اس کے قدم تیزی سے اوپر اٹھتے چلے گئے اس نے پہلے بابو کی گردن اور پھر بال جکڑنے چاہے لیکن اس کی گرفت مضبوط ہونے سے قبل ہی بابو نے ایک جھٹکا دے کر اسے زمین پر گرا لیا سرنگ کی محدود فضا ایک تیز دھماکے اور پھر چیخ سے لرز اٹھی۔

ناگی۔۔ لعنت ہے تجھ پر یہ کیا کر رہا ہے ناگو کی غصے میں جھلائی ہوئی آواز نے سرنگ کی تاریک فضا میں جھنکار سی پیدا کر دی بابو نے تاریکی میں اس شخص کے سائے کو زمین پر تڑپتے ہوئے سیدھا ہوتے دیکھا اور بجلی کی سرعت بابو کا ہاتھ ناگنی کے منکے پر گیا بابو نے پھرتی کے ساتھ وہ منکا گلے سے اتار کر مضبوطی سے مٹھی میں تھاما اور لپک کر اس دیوہیکل شخص پر وار کر دیا جیسے ناگو نے راگی کہہ کر پکارا تھا منکے کی ضرب اس کی داہنی پسلیوں پر پڑی اور وہ اچھل کر دور جا گرا گو بابو کی ضرب اتنی شدید نہیں تھی لیکن منکے کے باعث اس شخص کے حلق سے بھیانک چیخ نکلی اور اندھیرے میں کچھ فاصلے پر اس شخص کے بدن کے تڑپنے کی پرشور آوازیں سنائی دینے لگیں وہ شخص ساتھ ہی ساتھ کراہتا بھی جا رہا تھا اس کی آوازوں میں ایسی وحشت تھی کہ بابو کو اس کی موت کا یقین ہو چلا تھا بابو چند ہی ثانیوں بعد ناگو کی شناسا آواز سنائی دی تو نے اپنے کمینے پن کا ثبوت دیا ہے بے خبری میں منکے سے وار کر کے تو یہ بازی جیت گیا ہے میرا دوست ناگی اب ذرا ہی دیر کا مہمان ہے مگر تو میرے دوسرے وار کے لیے تیار ہو جا ناگو کی سمت سے بابو کو تالی کی تیز آواز سنائی دی اور پھر وہ سرنگ دودھیا رنگ کی تیز روشنی سے بھر گئی بظاہر اس روشنی کا کوئی مخراج یا منبع نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ سرنگ کم از کم بیس فٹ اونچی اور دس بارہ فٹ چوڑی تھی اس کا نم آلود فرش کچا تھا جبکہ چھت اور دیواروں کی مٹی پتھروں سے روکی گئی تھی سرنگ تیس چالیس فٹ دور جا کر بائیں جانب گھوم گئی تھی لہٰذا اس بارے میں کچھ کہنا محال تھا ناگو بابو سے چند قدم دور ہاتھ سینے پر باندھے یوں کھڑا تھا جیسے اسے کسی نے تیار کیا ہو اس کے سر پر بالوں کی جگہ لہراتے ہوئے بے شمار ننھے ننھے سانپ کلبلا رہے تھے اور اس کی بصارت سے محروم آنکھوں کے ہیبت ناک پپوٹے تیزی سے حرکت کر رہے تھے اس وقت اس کے گلے میں دو سیاہ رنگ کے کئی کئی من وزنی سانپ جھول رہے تھے جن میں سے کوئی بھی تیس فٹ سے کم نہ تھا ناگو سے تھوڑی دور زمین پر ایک دیو قامت اور گندمی جلد والا شخص بے جان پڑا تھا اس کے چہرے پر کرب کے نقوش ثبت تھے اور اس کی داہنی پسلیوں سے بہنے والا خون کافی حد تک زمین میں جذب ہونے کے باوجود تالاب کی طرح جمع تھا جس سے اس کی زخم کی نوعیت ظاہر ہو رہی تھی ناگنی کہاں ہے بابو نے ناگو کو گھورتے ہوئے جذبات سے کہا جہاں اسے ہونا چاہیے تھا ناگو کا لہجہ بہت زہریلا تھا اور راج کماری ناگو بابو کے اس سوال پر زور سے ہنسا۔

تو مجھ سے اس طرح سوالات کر رہا ہے جیسے میں تیرا قیدی ہوں چھوکرے منہ سنبھال کر بات کر ہاں تو میرا قیدی ہے بابو نے ایک فوری خیال کے زیر اثر پر اعتماد لہجے میں کہا۔ یقین نہ ہو تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تیرے پیچھے میرا محافظ موجود ہے ناگو بابو کے اس زبانی جھانسے میں آ کر پھرتی سے پیچھے پلٹا او. بابو نے فوراً ہی اس مہلت سے فائدہ حاصل کر لیا ناگنی کا منکا پہلے سے بابو کے ہاتھ میں تیار تھا ناگو کے پلٹتے ہی بابو تیزی سے آگے کی طرف لپکا اور اس کی کھوپڑی کے عقبی حصے پر منکے سے وار کرنا چاہا لیکن اسے شاید اپنی پراسرار قوتوں کے سہارے پہلے ہی بابو کی کاروائی کا علم ہو چکا تھا اس نے بہت تیزی سے ساتھ نیچے جھکنے کی کوشش کی اور وہ بڑی حد تک اپنی کوشش میں کامیاب بھی رہا کیونکہ کھوپڑی کی ضرب اس کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی بابو کی مٹھی میں دبا ہوا منکا اس کی پشت پر پڑا اور ناگو کریہہ آوازیں نکالتا ہوا آگے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ بابو اپنی اس کامیابی پر بے اختیار ہنسنے لگا ناگوں سرنگ کے موڑ پر پہنچ کر ٹھہرا اور بابو کی طرف گھوم کر جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ تجھے آج ہی اس منکے کا یہ استعمال بھی معلوم ہو گیا مگر اب بھی میں تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گا اس کے چہرے پر سخت تکلیف کے آثار نمایاں تھے جیسے اس کا کوئی جوڑ یا ریڑھ کی ہڈی کا کوئی مہرہ اپنی جگہ چھوڑ گیا ہو ناگنی کے مہرے کے سامنے ناگو کی بے بسی کا ایک نیا پہلو بابو کے ہاتھ آ چکا تھا اس کامیابی نے بابو کے خوف زدہ اعصاب پر بڑا خوشگوار اثر ڈالا اور بابو نے یہ جان کر خاصا سکون محسوس کیا کہ ناگو کے سامنے وہ اب بالکل ہی بے بس نہیں رہے گا ناگو سرنگ کے موڑ پر کھڑا پہلو بدل بدل کر اپنے جوڑ کو سکون دلانے کی کوشش کر رہا تھا اور بابو چند منٹ تک اسے دیکھ دیکھ کر محظوظ ہوتا رہا۔ اچانک ہی بابو منکا مٹھی میں دبا کر اس کی طرف دوڑ پڑا۔ ناگوں نے بابو کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر کریہہ چیخ ماری اور وہ دودھیا رنگ کی روشنی میں غائب ہو گئی بابو سرنگ کی ساخت کا اندازہ کر چکا تھا اس لیے تاریکی کے باعث اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی اور وہ ناگو کی طرف بڑھتا رہا۔

میں دیکھ رہا ہوں حرام خوف میں دیکھ رہا ہوں۔ اندھیرے میں ناگو کی جھلائی ہوئی آواز ابھری مجھے دھوکہ دینا آسان نہیں ہے پھر وہ سرنگ ناگو کے دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سے گونجنے لگی۔ وہ بابو سے دور ناگ بھوی کی سمت میں بھاگ رہا تھا اور دبی دبی کراہوں کے درمیان بابو کو غلیظ اور شرمناک گالیاں بھی دیتا جا رہا تھا ناگو ایک غیر انسانی پیکر تھا اسے بہت سی پراسرار قوتیں حاصل تھیں اور وہ اس راستے کا عادی معلوم ہوتا تھا اپنی شدید تکلیف کے باوجود ذرا سی دیر میں بابو سے اتنی دور نکل گیا کہ اس کی آہٹیں تک معدوم ہو گئیں۔ مسلسل بھگ دوڑ کے باعث بابو پر بھی تھکان طاری ہونے لگی تھی ناگ بھوی کے راستے کی طوالت کا بابو کو کوئی اندازہ نہیں تھا اس لیے بابو نے رک جانا

ہی مناسب سمجھا اور سرنگ کی پتھریلی دیوار کے سہارے ٹک کر اپنے سانس درست کرنے لگا بابو کو وہاں بیٹھے ہوئے بمشکل تیس ہی سیکنڈ گزرے ہوں گے کہ بابو کو سرنگ میں کسی کے دبے دبے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی چور قدموں سے بابو کے قریب آ رہا ہو بابو فوراً ہی چوکنا ہو کر بیٹھ گیا بابو نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آنے والا جوں ہی اس کے قریب آئے گا اسے بے رحمی سے پکڑ لوں گا۔

کئی منٹ گزر گئے لیکن کوئی بھی بابو کے نزدیک نہ آیا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ موقع کی گھات میں ہو یہ صورت حال بابو کے لیے بے حد صبر آزما ثابت ہوئی نجانے وہ کون تھا اور اس کیوں پوشیدہ رہنا چاہ رہا تھا دوسرے یہ بات بھی ممکن تھی کہ وہ ناگ بھوی کا کوئی قدیم باسی رہا ہو اور اب دہانے کے قریب کسی خاص چیز کی تلاش میں ہو گھور اندھیرے میں یہ یک طرفہ آنکھ مچولی کافی دیر تک چلتی رہی اور بابو بڑی مشکل سے اپنی آواز روکے انتظار کی گھڑیاں کا شمار رہا آخر خدا خدا کر کے وہ آہٹیں بتدریج بابو کے قریب آن لگی قدموں کی ہلکی دھمک سے بابو نے اندازہ لگایا تھا کہ آنے والا گھرے اور چشت چالاک بدن کا مالک ہے پھر اس سے قبل کہ بابو آنے والے اجنبی کے بارے میں اپنی مزید کچھ رائے قائم کرتا وہ آہٹیں بابو کے بہت قریب آ گئی جونہی بابو نے اپنے بہت قریب آہٹیں سنی بابو نے اندازہ قائم کر کے آگے کی طرف جھپٹا اور آواز نکالے بغیر اس کی ایک پنڈلی جکڑ لی۔ آنے والا پوری قوت سے تڑپ کی پنڈلی چھڑانے لگا پنڈلیوں کے گداز اور جلد کی نرماہٹ محسوس کر کے ہی بابو چونک پڑا اس بار وہ کوئی مرد نہیں لڑکی تھی اس کی بے آواز کوششوں پر ابھی بابو متحیر بھی نہ ہو پایا تھا کہ اس کی آواز سنائی دی اور بابو کی انگلیاں نرم پڑ گئیں تم کون ہو میری ٹانگ چھوڑ دو۔ میں راج کماری ہوں اس کی آواز پہچانتے ہی بابو بدک اٹھا۔ اگر. وہ آخری فقرہ نہ بھی ادا کرتی تو بابو آواز کی بنا پر اسے پہچاننے میں کوئی دشوار نہ ہوتی۔

تم کہاں جا مری تھیں۔ بابو کی پنڈلی چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا چڑچڑے لہجے میں بولا اوہ بابو تم یہاں چھپے ہوئے تھے وہ بابو کو فوراً ہی پہچان گئی۔ میں تو تمہاری زندگی سے مایوس ہو چکی تھی میں کافی دیر سے تمہارا یہاں انتظار کر رہی تھی مجھے ناگو کی بڑی فکر تھی اس کے سفید جھوٹ پر بابو کو غصہ آ گیا کہ وہ کافی دیر تک راگی سے یہاں اسی سرنگ میں دست و گریباں تھا پھر اسی مقام ہی ناگو اور اس کا معرکہ ہوا تھا اگر راج کماری اس سرنگ میں موجود تھی تو اس نے یقیناً یہ سب کچھ دیکھا تھا اور شاید دانستہ خاموش رہی تھی تم کب سے یہاں ہو بابو نے برابر میں کھڑے ہوتے ہوئے تیز لہجے میں سوال کیا اسی وقت سے یہاں تھی لیکن آج نجانے کیوں مجھ پر غنودگی چھا گئی تھی اور اسی دوران میں نے خواب میں تمہیں ناگو اور اس کے ایک جانثار راگی کے ساتھ برسرپیکار دیکھا تم نے راگی کو تو مار ڈالا اور ناگو کہیں غائب ہو گیا وہ معصوم لہجے میں بولی ہوں بابو ہونٹ بھینچ کر غرایا کیا تم اس سرنگ میں روشنی کا بندوبست کر سکتی ہو ہاں کیوں نہیں وہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں بولی یہ لو ابھی یہاں روشنی آ جاتی ہے اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ تیرہ و تاریک سرنگ روشنی میں نہا گئی وہ ہی تیز دودھیا روشنی بے اختیار بابو کی نگاہیں اس طرف گئیں جہاں اس نے راگی کی خون میں نہائی ہوئی لاش چھوڑی تھی۔ لیکن وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ زمین پر بھی خون کا کوئی دھبہ نہیں تھا بابو نے راج کماری کی طرف دیکھا وہ بابو کی جانب دیکھے جا رہی تھی جیسے بابو کی باتیں اس کے لیے ناقابل فہم ہوں۔ جسے تم خواب کہہ رہی ہو وہ حقیقت تھی بابو نے نرم لہجہ میں کہا۔

ابھی چند ثانیوں قبل راگی کی لاش یہاں پڑی ہوئی تھی اور تمہارا دور دور تک پتہ نہیں تھا نہیں اس کی بے ساختہ آواز میں تیز نمایاں تھا میری تو عقل کام نہیں کرتی آخر میں تمہیں کیسے اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں بابو نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ناگو میرے اعصاب پر بھی حاوی ہوتا جا رہا ہے یقیناً یہ سب اس ملعون کی شدت ہے وہ تنویم اور نظر بندی کا ماہر ہے راج کماری پر خیال انداز میں آہستہ سے

بولی سنو میں ہر قیمت پر آج کی رات ناگ بھوی میں پہنچنا چاہتا ہوں بابو نے قدرے توقف کے بعد اپنے لہجے میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا آج رات اس نے حیرت سے دہرایا یہاں سے ناگ بھوی کئی روز کی مسافت پر ہے اور یہ رات تو ہم اسی جگہ گزاریں گے تاکہ ناگو کے ردعمل کا پورا پورا اندازہ ہو سکے۔ بے سود ہے اب میں یہاں سے ناگ بھوی پہنچ کر اس پر آخری وار کرنا چاہتا ہوں اور تمہیں میرے ساتھ دینا ہوگا بابو نے اٹل اور فیصلہ کن لہجے میں کہا ساتھ دوں گی جان وہ اٹھلا کر بولی اور پھر بابو پر غنودگی چھانے لگی وہ بولی۔

کیا بات ہے بابو۔ میں کچھ اجنبی آوازیں سن رہا ہوں بابو نے دھیمی آواز میں کہا اس نے بابو کے جواب میں اطمینان کا سانس لیا۔ یہ آوازیں تمہارے لیے اجنبی ہیں مگر میں ان سے خوب ناگو کے چیلے ہمارا راستہ مسدود کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں یعنی وہ ہر قیمت پر ہمارا راستہ روکنے پر تلا ہوا ہے بابو کی آواز میں تشویش کے سائے لہرانے لگے ہاں اور بہتر یہی ہے کہ ہم اپنا سفر شروع کریں اسے جتنی مہلت ملے گی وہ اسی قدر خطرناک چالیں اختیار کرے گا راج کماری بولی راج کماری نے اسی وقت اپنی پراسرار قوتوں کے سہارے دو چست اور ہلکے لباس فراہم کئے اور انہیں پہننے کے بعد وہ وہاں سے آگے چل دیئے راج کماری چاہتی تو پوری سرنگ کو روشن کر سکتی تھی لیکن اس نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا پوری سرنگ اس کی خوب دیکھی بھالی تھی لہٰذا کسی لغزش کا بہت کم امکان تھا وہ بابو سے ایک قدم آگے چل رہی تھی اور بابو نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا جونہی وہ دونوں سرنگ کے موڑ تک پہنچے وہاں سے ابھرنے والی آوازیں یکلخت معدوم ہو گئیں اور وہاں ان کے محتاط قدموں کی دھمک اور سانسوں کے زیر و بم کے سوا اور کوئی تیسری آواز باقی نہ رہی۔ اس وقت باہر تو دن نکل آیا ہوگا بابو نے وہ موڑ گھومتے ہوئے راج کماری سے دریافت کیا بھول جاؤ وہ آہستہ سے بولی۔

باہر کی دنیا کی باتیں وہیں رہ گئیں یہاں وقت کا وہی پیمانہ ہے جو ناگ بھوی میں ہے یہاں اسی طرح اندھیروں کا راج رہتا ہے نم ناک دھندلکوں میں ناگ بھوی کے باسیوں کو زندگی کی سچی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ سفر کسی طرح تیز رفتاری کے ساتھ طے کر لیں بابو نے راج کماری سے دریافت کیا ممکن تو ہے وہ پر خیال آواز میں بولی مگر مناسب نہیں ہے کیوں۔ میں کوئی بھی سواری اپنی قوت سے منگوا سکتی ہوں مگر یہ امکان ہے کہ کہیں ناگو اس کی آڑ میں اپنا کوئی گرگا نہ بھیج دے راج کماری کی یہ باتیں سن کر بابو کو جھرجھری سی آ گئی سرنگ کا موڑ گھومنے کے بعد فضا میں عجیب سی بساندرچی ہوئی محسوس ہو رہی تھی گھور اندھیرے میں آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بابو راج کماری کے بارے میں سوچ رہا تھا وہ بابو کے لیے انتہائی عجیب و غریب سی لڑکی تھی بولتے اور ہنستے ہوئے اس کے منہ سے بے شمار ننھے ننھے سانپ جھڑتے تھے وہ خود کو ناگ راجہ کی بہن کہتی تھی اس لحاظ سے اس کے پاس سب سے زیادہ قوتیں ہونی چاہیے تھیں۔ لیکن اس کے برعکس ناگو اس پر حاوی تھا نجانے کتنی دیر تک وہ اس راستے پر آگے بڑھتے رہے پہلے موڑ کے بعد یہ پوری سرنگ بالکل سیدھی تھی اس لیے بابو سمت کا اندازہ لگانے میں بہت زیادہ سہولت ہوئی تھی بابو دراصل پوری صحت کے ساتھ اس بات کا تعین کرنا چاہتا تھا کہ بھوی مندر سے ناگ بھوی کس سمت میں ہے وہ دونوں قطعی خاموشی کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم اٹھا کر آگے بڑھ رہے تھے کہ یکبارگی اندھیرے میں شوں کی ہلکی سی آواز ابھری اور ان کے سنبھلنے سے قبل ہی مضبوط ڈوری والا جال ان کے گرد لپٹ گیا بابو اور راج کماری کی چیخیں بہت تیز تھیں لیکن ان کا کوئی اثر نہ ہوا وہ جال پڑتے ہی کسی جانب سے اسے کھینچا جانا شروع ہو گیا۔ بابو اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اس جال میں گر گیا دوسرے سرے پر موجود شخص واقعی کوئی بے رحم انسان تھا کیونکہ وہ ان دونوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں مصروف تھا غصے اور بے بسی کے عالم میں بابو کے منہ سے مغلظات کا ایک طوفان امڈ پڑا تھا اور راج کماری بھی آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھی خدا خدا کر کے وہ جال ٹھہرا اور بابو اپنے بدن کو ٹٹولنے لگا بابو کو یہ

جان کر بہت خوشی ہوئی کہ ناگنی کے منکے کے باعث اس کے جسم پر خراش تک نہیں آئی تھی راج کماری آج تو میرے قبضے میں آئی ہیں اندھیرے میں غیر متوقع طور پر ناگنی کی زہریلی آواز سنائی دی ناگنی تم زندہ ہو بابو مسرت بھری آواز میں چلایا بابو مجھے تمہاری بے وفائی پر افسوس ہے ناگنی کی سرد آواز سنائی دی تم ذرا سی مہلت پاتے ہی اس آوارہ ناگن کے قریب میں آ گئے۔

یہ اپنے عاشقوں سے صرف تین بار دل لگاتی ہے اور پھر عادت سے مجبور ہو کر انہیں ڈس لیتی ہے تم اب تک کہاں تھیں تم سے مایوس ہو کر میں نے اس کا سہارا لیا تھا بابو مسرت سے بھرائی ہوئی آواز میں بولا حرام زادی تیری یہ جرات کیسے ہوئی کہ تو نے اس سرنگ میں قدم رکھا راج کماری بپھرے ہوئے لہجے میں ناگنی کو للکارنے لگی اس کے منہ سے جھڑنے والے سانپ کی بوچھاڑ سیدھے بابو کے بدن پر آئے اور وہ کراہت سے پھریری لے کر رہ گیا ناگ بھوی میری جنم بھوی ہے ناگنی کی تیز آواز ابھری کوئی طاقت مجھے وہاں جانے سے نہیں روک سکتی اچانک فضا میں کچھ چنگاریاں سی لپکیں اور بابو اور راج کماری کے گرد پڑا ہوا جال پل بھر میں جل کر راکھ ہو گیا پھر ایک سیکنڈ بھی نہیں گزرا تھا کہ بابو نے تاریکی میں دو زندہ لکیریں فرش پر رینگتی ہوئی ایک دوسرے کی جانب بڑھتی ہوئی دیکھیں اور پھر سرنگ کی فضا ہولناک پھنکاروں سے دہل اٹھا وہ دونوں ناگنیں ایک دوسرے کے مقابلے میں جم چکی تھیں۔ تیز پھنکاروں کے ساتھ وہ دونوں کافی دیر تک وہیں پر جمی رہیں اور آپس میں لڑتی رہیں اور پھر ایک جانب کھڑا اس مقابلہ کا فیصلہ کا منتظر رہا پھر ان میں سے ایک ناگن تیزی سے بھاگنے کی مدھم سی سرسراہٹیں سنائی دیں بابو دل ہی دل میں ناگنی کی کامیابی کی دعائیں مانگنے لگا تاریکی کے باعث بابو یہ نہ دیکھ سکا کہ فرار ہونے والی کون ہے اچانک ان دونوں میں سے کسی کا جسم تیزی سے بابو کے گرد لپٹنے لگا اور بابو کو کچھ سمجھنے سے بیشتر ہی وہ ناگن بابو کو لے کر آگے دوڑ پڑی۔ بابو کا قیاس یہ تھا کہ اب وہ جلدی ہی ناگ بھوی تک پہنچ سکے گا ناگنی کو اس قدر غیر متوقع طور پر زندہ پا کر بابو کو بہت زیادہ تقویت ملی تھی کافی دور تک دوڑتے ہوئے ناگن رک گئی اور دھیمے دھیمے سارے بل کھول دیئے بابو آہستگی کے ساتھ زمین سے اٹھا اور دل ہی دل میں ناگنی کو اپنے قریب طلب کر لیا۔ اگلے ہی ثانیے میں ناگنی اس کے ساتھ تھی۔ وہ بھاگ گئی بابو۔ ناگنی بابو کے سینے میں منہ چھپا کر بولی بھوی مندر تباہ ہوتے وقت مجھے ناگو کی جھلک نظر آئی تھی میں اس کے تعاقب میں سرنگ تک آ پہنچی تھی اور تم کو یہ موقع ہاتھ آ گیا اگر میں بروقت نہ آ جاتی تو راج کماری تمہیں زیادہ مہلت نہ دیتی ناگ بھوی میں اس نے اپنے محل میں اپنے چالیس عاشقوں کی سوکھی ہوئی کھوپڑیاں بڑے فخر سے سجائی ہوئی تھیں لیکن تم تو میرے طلب کرنے پر بھی نہ آئی تھیں۔

بابو نے شکایت بھرے لہجے میں کہا سنو منکے کی وجہ سے میں تمہارا ہر حکم ماننے پر مجبور ہوں لیکن اس وقت تم باہر تھے اور میں اس سرنگ میں ناگ بھوی کی حدیں اس سرنگ سے ہی شروع ہو جاتی ہیں تمہاری دنیا سے اس سرنگ کا کوئی رابطہ نہیں ہے اس لیے تمہارا حکم مجھ تک نہیں پہنچا تھا۔ راج کماری کہاں بھاگی ہوگی بابو نے چونک کر سوال کیا وہ بہت مکار ہے ناگ بھوی ہی بھاگی ہے اب وہاں سے کمک لے کر لوٹے گی وہ مجھے ہمیشہ سے نیچا دکھانا کے چکر میں ہے اور بار تو ضرور خاک چاٹے گی اپنے قریب ہی بابو نے ناگو کی آواز سن کر اچھل پڑا وہ ملعون ایک بار پھر آڑے آ گیا تھا ناگو کی تالی کے ساتھ ہی سرنگ روشن ہو گئی اور بابو نے ناگو کو راج کماری سمیت وہاں موجود پایا ناگو کے گلے میں اس وقت بے شمار سانپ اور ناگ زندہ مالاؤں کی طرح جھول رہے تھے ناگ بھوی کی راہ سہل ہوتے ہوتے کٹھن ہوئی جا رہی تھی اور اب نیا چکر مقابلہ تیار تھا بابو نے فوراً ہی ناگنی کا منکا اپنی داہنی مٹھی میں دبایا اور ناگو کی بے خبری میں بابو اس کے عقب کی طرف بڑھنے لگا۔

آخری اور فیصلہ کن وار کے لیے۔ ناگو جی دیکھو۔ وہ مکار تمہارے پیچھے آ رہا ہے ناگو کو بے خبر دیکھ کر راج کماری

بوکھلائی ہوئی آواز میں اسے خبردار کیا ناگو اس کے الفاظ سنتے ہی تیزی کے ساتھ اچھلا اور اپنی جگہ سے کئی گز دور جا کر سرنگ کے فرش پر تنک گیا ناگو کو یہ بوکھلا جانے کے بعد راج کماری ناگنی کے مدمقابل تنہا رہ گئی اور ناگنی اس موقع کو غنیمت جان کر راج کماری پر ٹوٹ پڑی راج کماری بھی اسی وقت بہت زیادہ طیش کے عالم میں تھی جونہی ناگنی اس کے قریب پہنچی اس نے اپنا منہ ناگن کی طرف کر کے زور سے ایک چیخ ماری اور بے شمار ننھے ننھے سانپ اس کے دہانے سے اڑ کر ناگنی پر آ گرے۔

راج کماری کی اس حرکت پر چند ثانیوں کے لیے ناگنی بوکھلا گئی اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر راج کماری بار بار چیخیں مارنے لگیں اور ناگنی کے جسم پر چھوٹے چھوٹے سانپوں کی ایک بہت موٹی چادر سی چڑھنے لگی اور چند ہی سیکنڈ میں ناگنی پوری طرح ان عجیب و غریب سانپوں میں چھپ کر رہ گئی اور گھبرا کر اچھل کود کرنے لگی وہ بار بار اپنے ہاتھوں سے بھی سانپ ہٹا رہی تھی لیکن جونہی وہ اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہلکی ہلکی پھنکاریں مارتے دوبارہ اس کے جسم سے لپٹ جاتے۔ ادھر ناگو دور کھڑا اپنی بے نور اور کراہت انگیز آنکھوں کے پپوٹوں کو بار بار یوں جنبش دے رہا تھا جیسے وہ راج کماری کی جملہ کارگزاری دیکھ رہا ہو جب ناگنی بہت زیادہ پریشان ہو کر بری طرح اچھل کود کرنے لگی تو بابو اس کا منکا مٹھی میں تھام کر اس کی طرف بڑھا اس وقت ناگنی کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ننھے ننھے زندہ سانپوں کی انسان نما پہاڑی ناگ بھوی کو جانے والی سرنگ میں کسی ذی روح کی طرح اچھل کود کر رہی ہو بابو کو آگے بڑھتا ہوا دیکھ کر ناگو نے اپنی جگہ سے ہی ایک کریہہ چیخ ماری اور دونوں ہاتھوں سے اپنی دونوں رانوں کو پیٹ پیٹ کر اچھلنے لگا اس کی حالت سے یوں لگ رہا تھا کہ وہ کسی شدید تکلیف میں مبتلا ہو اور اپنی اذیت پر قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا ہو بابو تحیر اور مسرت کے عالم میں اپنی ہی جگہ پر ٹھٹک کر رک گیا بابو کسی وار کے بغیر ہی ناگو کا یوں پریشان ہو جانا بابو کے لیے واقعی حیرتناک تھا لیکن حقیقت میں بابو کی یہ بھول تھی کہ ناگو نے اپنی اس عجیب و غریب حرکت کے ذریعے چند ثانیوں کے لیے اپنے سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی جو کامیاب رہی ابھی بابو اپنی جگہ سے ہلنے بھی نہ پایا تھا کہ سرنگ کے ناگ بھوی والے راستے سے کئی کئی من وزنی تین اژدہے زمین پر گھسٹتے ہوئے نظر نظر آئے اور ناگو قہقہہ مار کر ہنس پڑا ان خوفناک اژدہوں کے آتے ہی ناگو کے گلے میں جھولتے ہوئے سانپ بھی سرسراتے ہوئے نیچے اترے اور وہ پورا جلوس تیزی کیساتھ بابو کی طرف آنے لگا۔

بابو نے ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں فیصلہ کر لیا کہ ناگو کے اس حربے سے مقابلہ ہونے سے قبل اسے ناگنی کی مدد کرنی چاہیے ورنہ اس کے الجھ جانے کے بعد راج کماری ناگنی کو بری طرح پریشان کرے گی اور وہ بے بسی کے عالم میں گھر جائے گی یہ فیصلہ کرتے ہی بابو تیزی سے ناگنی کی جانب بڑھا اور جونہی اس نے اس کا منکا اس کے جسم سے چھوا فضا میں سرمئی دھوئیں کا ایک مرغولا ابھرا اور جب وہ دھواں صاف ہوا تو ناگنی اس مصیبت سے چھٹکارا پا چکی تھی اسی اثنا میں ناگو کو بلائے ہوئے اژدہے بابو کے قریب پہنچے اور بابو کے جسم سے لپٹنے کی کوشش کرنے لگے لیکن جونہی بابو کا منکا والا ہاتھ جنبش میں آیا وہ سب تیزی کے ساتھ دور بھاگتے چلے گئے۔ جیسے انہیں کوئی ہولناک بلا نظر آ گئی ہو پھر ناگنی اور راج کماری کی دست بدست لڑائی شروع ہو گئی بابو نے محسوس کیا تھا کہ ان دونوں نے ہی ایک دوسرے پر اپنے پراسرار قوتوں کا طلسم آزمانا چاہا لیکن کسی کو بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی اور وہ جھلا کر باہم دست و گریباں ہو گئیں۔ ناگو دور کھڑا کسی سوچ میں گم تھا اس کے جابجا پھولے ہوئے کریہہ چہرے پر تفکر کی پرچھائیاں ناچ رہی تھیں وہ غالباً فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ بابو کو کس طرح زیر کرے بابو کے دیکھتے ہی دیکھتے ناگنی اپنی حریف پر غالب آ گئی اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اونچا اٹھا کر بے دردی سے ناگو کی طرف پھینک دیا۔ راج کماری زمین پر گرتی ہی بری طرح چلائی لیکن اس کے سنبھلنے سے قبل ہی ناگنی دوبارہ اس کے سر پر سوار ہو گئی جب ناگو نے رنگ بگڑتا دیکھا تو پھرتی سے ناگنی

کے بال مٹھی میں جکڑ لیے اور زور زور سے کھینچنے لگا اب بابو کے لیے سوچ و چار بالکل بے سود تھی وہ اور ناگنی ناگ بھوی کو جانے والے پراسرار زمین دوز راستے میں موجود تھے اور بابو اپنی محبوب بیوی کنبی سے مختصر سی مسافت پر تھا ناگ بھومی کی ہولناک سرزمین بابو کے قدموں کے نیچے پامال ہونے والی تھی اور وہ اس راہ کی رکاوٹ صرف ناگو تھا۔ اسے زیر کرتے ہی بابو کا راستہ صاف ہو جاتا۔

ناگنی نے غضب ناک آواز میں کچھ اجنبی الفاظ ادا کیے اور فوراً ہی اس سرنگ کی زمین اور دیواریں بری طرح لرزنے لگیں گو اس وہ سب ہی اس سرنگ میں موجود تھے اور سرنگ تباہ ہونے کی صورت میں ہر ایک کے لیے یکساں خطرہ پیدا ہونے کا امکان تھا لیکن ناگو اس صورت حال پر بہت سراسیمہ ہو گیا اور فوراً ہی ناگنی کے بال چھوڑ دیئے ناگ بھوی پر بربادی کے بادل منڈلا رہے ہیں ناگنی اس سرزمین کے حکمران کی عزت تھی مگر آج ہر ایک اس کے منہ آتا ہے میں سب کچھ برباد کر دوں گی ناگ بھوی کے باسی پوری دنیا میں راندہ درگاہ پھریں گے ناگنی کے منہ سے جھاگ اڑ رہے تھے اور وہ سخت طیش کے عالم میں گھونسے لہرا لہرا کر ہذیانی انداز میں چیخے جا رہی تھی ناگ بھومی کو جانے والا زمین دوز راستہ اس طرح لرز رہا تھا جیسے دیوہیکل عفریت وہاں گھس کر آپس میں لڑ پڑے ہوں یہ اس طرح باز نہیں آئے گی اچانک ناگو جھلا کر غرایا پھر اس نے اپنی داہنی کلائی اپنے ہی دانتوں سے نوچ ڈالی اور اس زخم سے بہنے والا سیاہی مائل سرخ خون بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر لے کر ناگنی کی طرف اچھالنے لگا ناگنی پر یکا یک نقاہت سی سوار ہونے لگی اور وہ ہانپتی ہوئی اسی غار کی ایک دیوار سے جا لگی۔ اس کی آنکھوں سے بے بسی ٹپک رہی تھی اور اس کی حالت بگڑنے کے ساتھ ہی زلزلے جیسی کیفیت بالکل ختم ہو گئی تھی بابو جلدی سے جھپٹ کر جلدی سے آگے بڑھا اور منکا ناگنی کے حوالے کر دیا بابو سمجھ چکا تھا کہ اس بار منکے کے بغیر وہ ان دونوں سے چھٹکارا نہیں حاصل کر سکے گی منکا ہاتھ میں آتے ہی ناگنی کی حالت بدل گئی اس نے جوش میں آ کر زیر لب کچھ کہا اور بابو کے دیکھتے ہی دیکھتے راج کماری کی جسامت سکڑتے سکڑتے بغیر پروں والے سیاہ رنگ کے بھنورے میں تبدیل ہو گئی اور وہ بے چینی سے فرش پر چکرانے لگی اسے اٹھا کر اپنی مٹھی میں بند کر لو بابو جی ناگنی نے جلدی سے بابو کو ہدایت کی اور اس نے لپک کر راج کماری کو اپنی گرفت میں لے لیا یہ دیکھ کر ناگو پلٹ کر بھاگا اور ناگ رانی یعنی ناگن زور زور سے ہنسنے لگی جب ناگو کافی دور نکل گیا تو اس نے اپنی مٹھی اس کی جانب لہرائی اور سرنگ کی محدود فضا ناگو کی کریہہ چیخوں سے لرز اٹھی وہ دوڑتے دوڑتے فضا میں اڑتا ہوا اس طرح ناگنی کے قدموں میں آ گرا جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے ہلکے پھلکے بچے کی طرح شانوں سے پکڑ کر پیچھے اچھال دیا ہو ناگنی نے بے رحمی کے ساتھ ناگو کے چہرے پر ٹھوکر رسید کی اور وہ کراہ کر زمین پر لوٹنے لگا اس کی پیشانی سے خون کی دھاری ابل پڑی۔

میرے دشمنوں کے دن پورے ہونے والے ہیں ناگنی اس کی پسلیوں میں ٹھوکر مارتے ہوئے بولی تو اس کا لہجہ زہر کی تلخی میں ڈوبا ہوا تھا ناگ راجہ کے حواریوں نے میری بہت ذلت کی۔ ہے اب میں گن گن کر اپنی تذلیل کا انتقام لوں گی اور تم لوگوں کی بدنصیبی پر کوئی رونے والا نہ ہو گا ناگنی۔ ۔ ناگ رانی جی ناگو زمین پر تڑپتے ہوئے بلبلایا۔ تو جانتی ہے کہ میں کسی کی مرضی کا غلام ہوں اور نمک حرامی سے مجھے نفرت ہے جب تک میری شکتیاں زور میں رہیں میں بار بار منہ کی کھانے کے بعد بھی تیرے مقابلے میں ڈٹا رہا لیکن اب میں ہار چکا ہوں میری قوتیں دم توڑ چکی ہیں میرا یہ غرور خاک میں مل چکا ہے کہ ناگ بھوی کا کوئی باسی میرے سامنے سر نہیں اٹھا سکتا اس وقت تو مجھ پر حاوی ہو چکی ہے تو مجھ پا اتنا رحم کر کے میرے ساتھ بہادر فاتح والا سلوک کر جان بخشی چاہتا ہے ناگنی پر غرور لہجے میں بولی۔ فکر نہ کر میں تجھے سسکنے کے لیے زندہ رکھوں گی میں تجھے مارنا نہیں چاہتی۔ میں جانتا ہوں۔ ۔ میں جانتا ہوں رانی جی کہ تو مجھے زندہ رکھے گی ناگ بھوی کے عتاب زدہ باسیوں سے رسوا کرائے گی وہ تقریباً رو دینے والی آواز میں گڑگڑاتا ہوا ناگنی

کے قدموں سے لپٹ گیا مگر میں تجھ سے بہادروں والا سلوک چاہتا ہوں اس وقت میں جان چکا ہوں کہ اب کبھی تیرے سامنے سر نہ اٹھا سکوں گا تو مجھے اپنے قدموں سے روند کر ہلاک کردے تجھے اس کا حق ہے میں اب زندہ نہیں چاہتا ناگ دیوتا کی قسم میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتا ناگنی نے اپنے پیروں سے ناگو کے کراہیہ ہونٹ نوچے اور تحکمانہ آواز میں بولی۔

تو زندہ رہے گا ناگو تجھ جیسے پاپی اتنی آسانی سے مرا نہیں کرتے پھر ناگنی نے کوئی منتر پڑھ کر ناگو پر پھونکا اور وہ فوراً ہی سیاہ رنگ کے کتے کے پلے میں بدل گیا توانا ہونے کے باوجود لمبے لمبے بالوں والا وہ پلا چند گھنٹوں کی عمر کا معلوم ہوتا تھا اور بار بار اپنے قدموں پر چلنے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔ ناگنی نے اپنا داہنا پیر آگے بڑھایا اور وہ سیاہ پلا سہمی سہمی آوازیں نکالتا ہوا اس کے پیر سونگھنے لگا پھر ناگنی نے زمین پر تھوکا اور کتے کے پلے کو اپنا پیر سے مجبور کردیا کہ وہ تھوک چاٹے لیکن وہ خوفزدہ ہوکر دوسری طرف پلٹ گیا حرامزادے اب تو مجھ سے بچ نہیں سکتا۔ تجھے وہی کرنا ہوگا جو میں چاہوں گی یہ کہہ کرناگنی نیچے جھکی اور بے رحمی کے ساتھ کتے کے پلے کو اپنے ہاتھ میں دبوچ کر اپنا تھوک چاٹنے پر مجبور کردیا وہ بے بسی کے ساتھ منمنایا اور زمین چاٹتا رہا لو بابو جی اب یہ مر کر بھی مجھ سے بے وفائی نہیں کرسکتا ناگنی زمین سے اٹھ کر فاتحانہ شان سے بولی آج اس کا قصہ ہمیشہ کے لیے نمٹ گیا یہ کہہ کر ناگنی نے اس پلے کو زوردار لات ماری اور وہ بری طرح چیختا ہوا کئی گز دور جا گرا بابو سمجھا کہ وہ کمزور پلا یہ چوٹ سہہ نہ سکے گا لیکن بابو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کی پیشانی پر کاری زخم آنے کے باوجود وہ بری طرح چیختا ہوا زمین پر لڑھکتا ہوا ناگنی کی طرف واپس چلا آرہا تھا اب ہمارے اور ناگ بھومی کے درمیان سے ناگو کا فتنہ ہمیشہ کے لیے صاف ہوگیا بابو جی۔ ناگنی والہانہ انداز میں بولی۔ اس کامیابی پر بابو کا دماغ آسمان کی وسعتوں میں پرواز کرنے لگا۔ اور بابو کے رگ وپے میں ناقابل بیان سنسنی کی لہریں دوڑ رہی تھیں لاڈوہ مغرور بھنورا کہاں ہے بابو سے الگ ہونے کے بعد ناگنی کسی فوری خیال کے تحت چونک کر بابو سے بولی۔

کیوں کیا راج کماری کو ختم کرنے کا ارادہ ہے بابو نے نرم لہجے میں پوچھا۔ اسے بھی اتنی آسانی سے ختم نہیں کروگی وہ اس بار تمہاری وجہ سے مقابلے پر آکر ماری گئی ورنہ وہ ہمیشہ دور رہ کر مجھے زک پہنچانے کی کوششوں میں لگی رہتی تھی میں اسے سسکا سسکا کر ختم کروں گی ناگنی پر انتقام لہجے میں بولی اسے نہ تڑپاؤ ناگنی بابو نے دبی ہوئی آواز میں کہا میرا خیال ہے کہ یہ ناگو کے بھڑکانے پر تمہارے خلاف کچھ نہ کچھ کرتی رہی تھی اب اس کا قصہ نمٹنے کے بعد یہ تم سے الجھنے کی حماقت نہیں کرے گی شاید کسی مرحلے پر ہمارے کام ہی آجائے ناگنی نے جو اس وقت انسان روپ میں تھی غور سے بابو کے چہرے کی طرف دیکھا جیسے بابو کی نگاہوں میں جھانک کر اس کی باتوں کی تہہ تک پہنچنا چاہتی ہو بابو نے اس سے نظریں چرالیں دراصل لبنی کے حصول کے عظیم مقصد کے سامنے بابو کے لیے کسی کی بھی کوئی حیثیت نہیں تھی بابو کی زندگی کا بس ایک ہی مقصد تھا کہ کسی طرح جلد از جلد ناگ بھومی پہنچ کر اپنی بیوی لبنی کو ناگ راجہ کے چنگل سے آزاد کرالے بابو کی بیوی ناگ بھومی کی گناہ افروز سرزمین پر اپنی کوکھ اس کے لخت جگر کو جنم دینے والی ہے اور کیا پتہ شاید جنم دے بھی چکی ہو بابو کو فقیر بابا سے پتہ چلا تھا کہ ناگنی ناگ بھومی کے حکمران کی معتوب ہے وہ اپنے جذبہ انتقام اور شاید بابو کی محبت کی خاطر اسے ناگ بھومی تک پہنچا دے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد وہ بابو کے لیے کارآمد ثابت نہ ہوتی بلکہ امکان یہی تھا اس کے باعث بابو کو کچھ زیادہ ہی دشواریاں جھیلنی پڑتی جبکہ راج کماری ناگ راجہ کی بہن تھی اور ناگ بھومی میں باحیثیت منصب کی مالک تھی گو اس میں اور ناگنی میں چشمک چلتی تھی لیکن وہ دونوں ہی بظاہر بابو کی محبت میں گرفتار تھیں اس تعلق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بابو ناگ بھومی پہنچ کے بعد راج کماری سے بہت سے کام لے سکتا تھا۔

بابو اس بات کے لیے کوشاں تھا کہ راج کماری کو ناگنی کے ہاتھوں مزید زک نہ پہنچنے دے اور اپنے احسان کے بدلے میں ناگ بھومی میں راج کماری سے بہت کام لے سکتا تھا۔ بابو جی۔ ناگنی نے دل سوز لہجے میں کہا کیا راج کماری تمہیں اتنی پیاری لگی ہے کہ تم اس کی حمایت کررہے ہو حمایت نہیں ناگنی بابو جلدی سے اپنی صفائی میں بولا اب راج کماری ہمارے قبضے میں ہے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد اس کے ساتھ جو چاہیں سلوک کرسکتے ہیں مقصد ناگنی ٹھنڈی سانس لے کر بولی بابو جی میرا دل کہتا ہے کہ تمہاری بیوی مل جانے کے بعد تم مجھ سے آنکھیں پھیر لو گے مجھ سے وعدہ کرو کہ مجھے اپنی باندھی بنا کر اپنے قدموں میں رکھو گے اور مجھے خود سے جدا نہیں کروگے۔ دیکھو ناگنی تم اس وقت احمقانہ باتیں کررہی ہو بابو سنجیدگی سے بولا میرے پاس وقت بہت کم ہے اگر ناگ راجہ کو بدلے ہوئے حالات کا علم ہوگیا تو وہ ناگ بھومی تک پہنچنے سے پہلے ہی مشکلات میں گر جائیں گے تم میری بات کا جواب ٹال رہے ہو وہ یک بیک مغموم نظر آنے لگی مجھے انجام معلوم ہے لیکن کیا کروں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں میں چاہتی تو تمہیں دانستہ ناگ بھومی سے دور بھٹکا سکتی تھی لیکن میرا دل تمہارا دیوانہ ہے تمہیں فریب دوں اس خیال سے ہی مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی ہے میرا انجام اب جو ہو مگر میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں اگر تمہاری بیوی کو حاصل کرنے میں میری جان بھی چلی گئی تو خوشی ہوگی اس طرح کم ازکم جیتے جی اپنے پیار کی بے وفائی کا صدمہ جھیلنے کی مصیبت سے تو بچ ہی جاؤں گی میں تم سے پیار کرنے لگی ہوں بابو سچے دل سے۔ تم پر قنوطیت طاری ہورہی ہے بابو اپنی جھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

اب یہاں سے آگے بڑھو ہماری منزل ابھی کافی دور ہے ناگنی نے۔ کچھ کہنے کے لیے زبان کھولی ہی تھی سرنگ میں کچھ دور ہلکا سا دھما کہ ہوا اور ناگنی بابو کو سنبھلے کر دیوار کے ساتھ چپک گئی اور فضا میں پھونک مار مار کر پھیلی ہوئی دودھیا روشنی کو گھور تاریکی میں بدل دیا تاکہ آنے والا با آسانی ان کو نہ دیکھ سکے ان کو سانس روکے وہاں کھڑے کافی دیر گزر گئی لیکن دوبارہ کوئی آہٹ سنائی نہ دی ناگو کتے کے پلے کے روپ میں ناگنی کے پیر چاٹے جارہا تھا کسی طرح اطمینان ہوجانے کے بعد وہ دونوں اپنی جگہ سے سرکے اور پھر آگے کی طرف چل پڑے اس زمین دوز راستے میں گھور تاریکی کا راج تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دے رہا تھا فضا میں کافی بدبو دار سیلن سی محسوس ہورہی تھی جو اکثر سپیروں کے بدن میں رچی بسی ہوتی ہے بابو کو اب کم ازکم اتنا تو یقین تھا کہ اب وہ ناگنی کی راہبری میں بلا کسی رکاوٹ کے ناگ بھومی تک جا پہنچے گا ناگو ان کی راہ کا سب سے بڑا پتھر تھا اور اس کے زیر ہوجانے کے بعد بابو کو کافی اطمینان ہوگیا تھا وہ اس وقت خاموشی کے ساتھ بابو اور ناگنی کے قدموں میں الجھتا ہانپتا کانپتا تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا راج کماری پیروں سے محروم بھونرے کے روپ میں بدستور بابو کی مٹھی میں قید تھی۔ ناگ بھومی یہاں سے کتنی مسافت پر ہے ناگنی اندھیری سرنگ میں کافی دیر تک خاموشی سے چلتے رہنے کے بعد بابو نے ناگنی سے سوال کیا کئی دن کی مسافت ہے ناگنی کی آواز میں تشویش کے سائے لرزاں تھے اب تم کسی بات پر متفکر ہو بابو نے چونک کر کہا۔ اس راستے میں ایک جگہ اگن کنڈل پڑتا ہے۔

میں سوچ رہی ہو کہ تم اس سے کس طرح گزرو گے یہ ہماری دنیا کی صدیوں پرانی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے کوئی اجنبی ان راستوں سے گزر کر ناگ بھومی پہنچنے کی کوشش کررہا ہے وہ بدستور اسی لہجے میں بولی اس کے آخری فقرے پر بابو کا اعتماد متزلزل ہوگیا ناگنی کو ابھی تک یقین نہیں تھا کہ وہ اس کے ہمراہ ناگ بھومی پہنچنے کی کوشش میں کامیاب ہوسکے گا اگن کنڈل کیا چیز ہے بابو نے متجس لہجے میں سوال کیا۔

اگن کنڈل ناگ بھومی کے ان لاکھوں رازوں میں ایک راز ہے جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے اور کہاں ہے اس کا لہجہ اس بار بھی تشویش سے پر تھا بابو کو شبہ ہوا کہ وہ اس سے جھوٹ بول رہی ہے ابھی تم نے خود

کہا تھا کہ اس راستے میں ایک جگہ اگن کنڈل پڑتا ہے اور اب تم اس سے انجان بن رہی ہو بابو نے اپنے لہجے کی نرمی برقرار رکھنے کی کامیاب کوشش کرتے ہوئے کہا اس کی اصلیت کوئی نہیں جانتا۔ سب کو بس وہ ہی روایات معلوم ہیں جو نسلوں در نسلوں سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے جب تک کوئی اجنبی اس راستے سے نہ گزرے اگن کنڈل کا راز نہیں کھل سکتا وہ بابو کی بات کی پر ناراض ہوئے بغیر بولی۔

معاً بابو کو خیال آیا کہ اس وقت منکا اس کے قبضے میں ہے اس لیے وہ اپنی جنم بھومی کے اسرار مجھ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہی ہے بابو کا جی چاہا کہ اس سے منکا واپس طلب کرے لیکن مصلحت کے پیش نظر بابو کو باز رہنا پڑا بابو اس وقت اپنی دینا کی آزاد فضاؤں میں نہ تھا بلکہ ناگ بھومی کی پراسرار سرزمین پر تھا۔ ایسے وقت میں ناگنی کی ناراجی بابو کے لیے اندازوں سے کہیں بڑھ کر مہنگی ثابت ہو سکتی تھی۔ تمہیں جس قدر معلوم ہے میں بس وہ ہی جاننا چاہتا ہوں بابو نے اپنے غصے اور جھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا جب ناگ دیوتا نے ناگ بھومی کی دنیا آباد کرنا چاہی تو سب سے پہلے آگ اگلنے والے کالے پہاڑوں کا سینہ چیر کر دھرتی کے نیچے ایک عجیب جگہ تیار کی اور پھر اس جگہ کے سات چکر لے کر جدھر منہ اٹھا اسی جانب ایک پھونک ماری جس سے آگ کی آندھی چل پڑی ناگنی کی آواز عقیدت اور احترام کے جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی اور غیر ارادی طور پر اس کے قدموں کی رفتار سست پڑ گئی تھی وہ آگ اور مٹی کی ایسی بھیانک آندھی تھی کہ اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو جلا کر راکھ کرتی چلی گئی وہ آندھی جس طرف سے گزری وہاں کے پتھر تک پگھل کر راکھ بن گئے اور پھر وہ آتشی اندھی باہر کی دنیا میں پھیل گئی اس آندھی میں عجیب و غریب بیماریاں اور روگ چھپے ہوتے ہوئے تھے جو وہ ناگ بھومی سے لے کر نکلی تھی تاکہ یہاں کبھی لوگ نہ پھیلنے پائیں۔ اور ناگ بھومی کے روگ تمہاری دنیا میں پھیل گئے ناگ بھومی کو آنے والی یہ سرنگ جس میں ہم چل رہے ہیں اس آندھی کے گزرنے سے بنی تھی ناگ بھومی اور اس کا راستہ تیار ہو جانے کے بعد ناگ دیوتا نے تین بار اس سرنگ کے راستے باہر جا کر اندازہ لگایا کہ اس کے پجاریوں کو اس راستے سے کوئی تکلیف تو نہ ہو گی یہ یقین ہونے کے بعد وہ اس سرنگ میں کسی جگہ کنڈل مار کر بیٹھا اور تین برس تک اس حالت میں بیٹھا اپنے پھن سے آگ اگلتا رہا پھر آخر میں اس نے اس جگہ سے اتنی تیز پھنکاریں ماریں کہ تمہاری دنیا میں بھونچال آ گیا ہری بھری بستیاں زمین میں درگور ہو گئیں زمین کے سوتے پھوٹ کر ہر طرف پانی ہی پانی ٹھاٹھیں مارنے لگا آخر ناگ دیوتا کی پھنکاریں سن سن کر نگر نگر سے ناگ اور اژدھوں کے ہجوم ناگ بھومی آنے لگے اور یوں یہ پراسرار بستی آباد ہو گئی اتنا کہہ کر وہ سانس لینے کے خاموش ہو گئی لیکن ناگ بھومی کی ادھوری روایتی کہانی بابو کو شدید شوق اور تجسس میں مبتلا کر چکی تھی پھر کیا ہوا ناگنی بابو نے خوف اور تجسس سے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ناگ بھومی آباد ہو گا ناگنی گہرا سانس لے کر بولی۔ ناگ دیوتا نے اپنے پجاریوں کے سکون کی خاطر اس دینا کو ہمیشہ کے لیے گہرے اندھیرے کی چادر اوڑھا دی پھر اس نے یہاں پر راج کرن والوں کے لیے طریقے بنائے اور اپنے گمنام مسکن کی طرف لوٹ گیا ناگ بھومی میں نسلوں سے یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ ناگ دیوتا اس سرنگ میں جہاں آسن جما کر تین برس تک اپنے پھن سے آگ کے شعلے برساتا رہا تھا وہاں نظر نہ آنے والی آگ کا ایک حصار قائم ہے ناگوں کے سوا کسی اور نسل کا جاندار کبھی اس نظر نہ آنے والی دیوار سے زندہ نہ گزر سکے گا۔

وہ حصار کہاں قائم ہے ناگ بھومی میں بھی کوئی نہیں جانتا لیکن سیانوں کا کہنا ہے کہ وہ سرنگ کے بیچ میں واقع ہے اور جو بھی اجنبی اس حد میں داخل ہو گا نظر نہ آنے والی آگ کے شعلے چند ثانیوں میں ہی اسے جلا کر بھسم کر دیں گے اور ناگ بھومی ہمیشہ اسرار کے پردوں میں لپٹا رہے گا۔ خوفناک بہت ہی خوفناک کہانی ہے بابو نے غیر ارادی طور پر پھریری لیتے ہوئے سرگوشیانہ آواز میں ناگن سے کہا پرکھوں سے آنے والی کہانیاں کچھ نہ کچھ سچائی رکھتی ہیں وہ تفکر

آمیز لہجے میں بولی میں ڈرتی ہوں کہ تمہیں میں آگ کی اس دیوار سے کیسے گزاروں گی تمہارا منکا میری مدد کرے گا بابو نے فوری خیال کے تحت پر امید لہجے میں کہا بیکار ہے وہ مایوسانہ آواز میں بولی دیوتاؤں کے سامنے ایسے ہزاروں منکے بھی پتھروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

مجھے یاد آیا کہ جل منڈل میں جب میں نے ناگ راجہ کا تعاقب سے گھبرا کر پناہ لی تھی تو مجھے اس کے بارے میں پتہ چلا تھا یہ بہت بری خبر ہے ناگنی بابو متفکر لہجے میں بولا۔ آگ کی وہ نظر نہ آنے والی دیوار کسی بھی لمحے مجھے جلا کر راکھ کر سکتی ہے کیونکہ ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ وہ ہے کہاں بابو کی وجہ سے شاید پہلی بار نگ بھومی کے باسیوں کو علم ہو گا کہ وہ آگ کی دیوار کہاں ہے اتنی لاپرواہی سے نہ سوچوں وہ جلدی سے بول پڑی وہ آگ چند ثانیوں میں ختم تو ضرور کر دے گی۔ لیکن سنتے آئے ہیں کہ اس کا شکار بننے والے ہر وہ لمحے صدیوں کی طرح گزریں گے تیل کے کڑھاؤ میں زندہ ابالے جانے والے باغی ناگوں نے بھی ان سزاؤں پر اطمینان کا سانس لیا ہے ناگ بھومی والے اس دیوتائی آگ سے بری طرح کانپتے ہیں لیکن ایک بات قابل غور ہے بابو نے ذہن میں آنے والے ایک نکتے کے تحت کہا وہ کیا ناگنی بابو کے بدلے ہوئے انداز گفتگو پر شاید چونک پڑی تم نے بتایا تھا کہ راج کماری اپنے محل میں اپنے چالیس عاشقوں کی کھوپڑیاں بڑے فخر سے سجائی ہوئی ہیں آخر وہ کھوپڑیاں صحیح سلامت ناگ بھومی میں کیسے پہنچی جبکہ وہ اجنبی نسل سے تعلق رکھنے والوں کے سر ہیں وہ مردہ کھوپڑیاں لائی گئیں تھیں ناگنی ایک گہرہ سانس لے کر بولی ہمیں تن بے تقدیر ہو کر آگے بڑھنا پڑے گا بابو نے حوصلہ کن لہجے میں کہا اب میں اس مقام سے واپس نہیں لوٹ سکتا تم جانتی ہو کہ للتی کے بغیر میری زندگی بالکل بے مقصد ہو کر رہ گئی ہے میں اپنی روح کا اضطراب بھلانے کے لیے واپس کیسے لوٹ جاؤں فرط جذبات سے بابو کی آواز رندھنے لگی میں تھک گیا ہوں ناگنی۔۔ زندگی کی خاطر اس بھاگ دوڑ نے مجھے بیزار کر دیا ہے اگر للتی کی خاطر میری جان بھی چلی گئی تو مجھے خوشی ہو گی بے مقصد زندگی سے بامقصد موت بہتر ہے بابو ناگنی بے چین ہو کر بابو سے بولی۔ میں تمہاری کنیز ہوں اور جب تمہاری بیوی تم کو مل جائے تو مجھے کھلونے ہی کی طرح توڑ کر بھول جانا مجھے کوئی دکھ نہ ہو گا میں تم سے دور رہ کر بھی تمہارے قریب رہوں گی بابو نے بے کیفی کے باوجود اس کا دل رکھنے کے لیے مسکرا دیا اور آگے بڑھ گئے آگے کی طرف اٹھنے والے ہر قدم پر بابو کا دل تیزی سے دھڑک اٹھتا تھا تمام تر بے خوفی اور زندگی سے بے زاری کے باوجود اذیت ناک موت کا تصور خاصا وحشت ناک تھا ناگ بھومی میں میرے بھی کچھ جانثار ناگنی چلتے چلتے سرگوشیانہ آواز میں بولی۔

حالات نہ ساز ہونے کی وجہ پر وہ ناگ راجہ سے باغی ہونے کے باوجود خاموش رہنے پر مجبور ہیں میں ان میں سے دو کو یہاں طلب کر لیتی ہوں یہ طویل مسافت تمہیں ہلکان کر دے گی وہ دونوں پستہ قامت خچروں کے روپ میں ہمارے لیے مضبوط سواری کا کام کریں گے یہ تو بہتر ہو گا بابو نے جواب دیا اس وقت واقعی بابو پر تکان مسلط ہونے لگی تھی اور بابو کا جی چاہ رہا تھا کہ کھردری زمین پر ہی ہاتھ پاؤں پسار کر لیٹ جائے اور دنیا و مافیا سے بے خبر ہو کر اس سرنگ میں پھیلی ہوئی نم ناک تاریکی اور تیز سائد کے باعث بابو کے اعصاب بری طرح بجڑ کے ہوئے تھے اور بابو جلد از جلد اس سرنگ کو عبور کرنا چاہتا تھا لاؤ وہ بھنورا کہاں ہے ناگنی نے بابو سے راج کماری کے بارے میں سوال کیا اس کا کیا سوال کرو گی بابو نے وہ بھنورا اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ اگر تم اس کو زندہ رکھنے پر ہی مصر ہو تو میں اسے معذور کرنے پر ہی اکتفا کروں گی۔

ناگنی نے یہ کہتے ہوئے وہ بھنورا بابو سے لے لیا تم اس کے ساتھ جو چاہے سلوک کر سکتی ہو بابو نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔ بس میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گی وہ بولی چند ثانیوں تک سکوت رہا پھر ناگنی نے وہ معذور بھنورا بابو کے حوالے کر دیا تاکہ بابو اسے اپنی جیب میں ڈال لے پھر اس نے دبی دبی ہوئی آواز میں کچھ بڑبڑانا شروع کر دیا اور

بابو کے دیکھتے ہی دیکھتے وہاں پھیلتی ہوئی گھور سیاہی میں دو پست قامت مگر گٹھیلے خچر آ موجود ہوئے اور اپنے سم پتھریلی زمین پر بار بار مارنے لگے جیسے جلد از جلد وہاں سے روانہ ہونا چاہتے ہوں وہ دونوں الگ الگ خچروں پر سوار ہوئے اور وہ ترتیب یافتہ انداز میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے ناگن تم انسانی روپ میں اگن کنڈل کا نشانہ نہ بن جانا۔ بابو نے اپنا خچر تیز کرتے ہوئے ناگن سے کہا۔

نہیں تم میری فکر نہ کرو وہ ہنس کر بولی ناگ بھوی کے باسی کسی بھی روپ میں ہوں ان کی اصلیت نہیں بدلتی ۔سرنگ تاریک تھی اندھیرے میں گونجتی ہوئی خچروں کے سموں کی ٹاپ فضا میں بھیانک ارتعاش پیدا کر رہی تھی ناگو کتے کے پلے کے روپ میں خچروں کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا اور بابو کا دل بہت گھبرا رہا تھا بابو کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ آنے والے لمحات اس کے لیے مصیبت کی کوئی نئی کہانی لانے والے ہیں ناگنی اندھیرے کی ہولناک یکسانیت سے اکتا کر بابو نے ناگنی کو مخاطب ۔کیا تم کچھ پریشان ہو بابو جی وہ بابو کے لہجے کو بھانپ کر بولی تمہارے ہاتھوں ناگو اور راج کماری نے جو ذلت اٹھائی ہے کیا ناگ راجہ اس سے بے خبر ہے بابو نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا نا ممکن وہ قطعی لہجے میں بولی ناگ راجہ کو اپنے ہم نسلوں کی پل پل کی خبر رہتی ہے یہ اور بات ہے یہ اور بات ہے کہ وہ خود ہی لاپرواہی کا مظاہرہ کر رہا ہو شاید اسے پورا یقین ہے کہ تم آتشی دیوار عبور کر کے ناگ بھوی تک نہیں پہنچ سکو گے اس وقت بابو کو اپنی پیاری بیوی للتی کا خیال آیا اور پھر بابو بے اختیار اچھل پڑا خچر قدرے بدکا لیکن راس کھینچتے ہی اس کی رفتار متوازن ہو گئی۔

ناگنی یہ فریب ہے کہ اس سرنگ میں کوئی آتشی حصار ہے بابو فرط جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا یہ کیسے خیال آیا وہ متحیرانہ لہجے میں بولی پرانے ناگ خوب جانتے ہیں کہ تمہاری نسل عیاشی ہوتی ہے اگر وہ اس طرح آتشی دیوار کی فرضی کہانی نہ پھیلاتے تو ہر روز سینکڑوں ناگ اور ناگنیں ہماری دنیا سے اپنی پسند کی عورتوں اور مردوں کو اغوا کرتے اور انہیں ناگ بھوی لا کر گناہ کے کھیل رچاتے اور ناگ بھوی راز نہ رہتا اس کی پراسرار اور ناقابل یقین کہانیاں ایک نہ ایک دن اس دنیا کی تباہی کا باعث بن جاتیں بابو غیر ارادی طور پر اپنے خچر کی رفتار تیز کرتے ہوئے بولا تمہارے لہجے کا انداز بتا رہا ہے کہ تمہارے ان اندازوں اور شبہات بہت مضبوط ہیں ناگنی بابو کے ان انکشاف پر بدستور حیران تھی آخر تمہیں یہ خیال کیسے آیا سنو تمہاری دنیا کا ہوس ناک حکمران میری پیاری بیوی للتی ۔۔آگے بابو کہنا چاہا کہ لیکن ناگنی نے بابو کی بات کاٹ دی میں سمجھ گئی سمجھ گئی وہ بابو کی بات سمجھ کر جوش میں آ گئی اگن کنڈل اگر فریب نہیں ہے تو اس میں سے زندہ انسانوں کے گزرنے کی یقیناً کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہے تمہاری بیوی کو میں نے اپنی رقابت کی خاطر اغوا کیا تھا لیکن بھوی مندر میں ناگو نے اسے میری تحویل سے لے لیا تھا ان دنوں وہ میرا احترام کرتا تھا اس نے للتی کو ناگ بھوی پہنچایا تھا اگر اگن کنڈل سے انسانوں کے زندہ گزرنے کی کوئی تدبیر ہے تو ناگ راجہ کے ساتھ ہی ناگو بھی اسے ضرور واقف ہوگا ورنہ للتی ہر گز ناگ بھوی میں زندہ نہ پہنچ پاتی تمہیں یہ بہت دور کی سوجھی ہے۔بابو جی اب ہمیں ناگ بھوی پہنچنے کی کوئی نہ کوئی محفوظ صورت نکالیں گے اور اپنا خچر روک لو تاریکی میں دوڑتے ہوئے خچروں کے سموں کا شور یک بیک بے ترتیب ہو گیا اور وہ اس طرح رک گئے جیسے اچانک سامنے کوئی گہری کھائی آ گئی ہو پھر ناگنی کے خچر کی پشت سے کودنے کی دھمک گونجی اور بابو بھی اپنے خچر کی پشت سے اتر گیا ناگنی نے آہستہ سے کوئی غیر مانوس سا لفظ کہا دونوں خچروں نے زور زور سے اپنے سم زمین پر مارے اور پھر غائب ہو گئے اور ساتھ ہی سرنگ میں قدرے محدود دھندلائی ہوئی روشنی پھیل گئی جس میں بابو چند گز دور تک بخوبی دیکھنے کے قابل ہو گیا کتے کے سیاہ پلا بڑی بے چینی کے ساتھ ناگنی کے قدموں میں لوٹ رہا تھا ناگنی نے کہہ بار نظروں سے اس پلے کو گھورا اور بے دردی کے ساتھ اس کی پسلیوں میں زوردار ٹھوکر رسید کی وہ بری طرح بلبلاتا ہوا سامنے پتھریلی دیوار سے ٹکرا کر زمین پر گرا اور دو تین

بار لوٹنے کے بعد ناگو انسانی روپ میں آ گیا ناگنی جھپٹ کر اس کی طرف لپکی اسی وقت فضا میں ایک تیز دھار خنجر چمکتا نظر آیا وہ تیزی سے تیرتا ہوا ناگنی تک پہنچا اور اس نے خنجر تھام کر پھرتی سے ناگو کے سر پر آگے زندہ اور کلبلاتے ہوئے سانپ گاڑ دیے ڈالے ناگو کے حلق سے چند بے معنی سی چیخیں نکلیں اور وہ اپنے منڈے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرتا رہ گیا لیکن بابو نے محسوس کیا کہ وہ خلاف توقع خوفزدہ ہونے کے بجائے کامے تلخ موڑ میں ہے ناگو تیرے چہرے کی نحوست اب تیرا مقدر بن چکی ہے اگر تو زندگی اور آزادی چاہتا ہے تو تجھے مجھ سے سمجھوتا کرنا ہوگا ناگنی نے زہریلے اور تحقیر آمیز لہجے میں کہا میں جانتا ہوں کہ تیری ضرورت ایک وقت تجھے اس موڑ پر بھی لے آئے گی وہ بھیانک انداز میں مسکرا کر سرد لہجے میں بولا۔

تو جانتی ہے کہ میں دوسروں کے ساتھ جتنا بے رحم ہوں اپنے ساتھ بھی اتنا ہی سنگدل ہوں جس وقت تو مجھے زیر کر چکی تھی تو میں نے تجھ سے اس لیے موت کی آرزو کی تھی کہ میں تو مر جاتا لیکن تو نے جس ہرجائی مرد کی خاطر ناگ بھوی کی روایات اور میری ذات کو کھلونا بنایا وہ بے خبری کے عالم میں اگن کنڈل کے ان دیکھے شعلے کا نشان بن جائے گا تو میری روح انتقام کی خلش سے محفوظ ہو گی مگر تو نے مجھے زندہ رکھا اور دیکھ اب تو اپنے ایک قیدی کے سامنے اپنی ضرورت کا سوال پیش کرنے پر مجبور ہو چکی ہے ناگنی میں تجھ سے بہت اونچا درجہ رکھتا ہوں ناگ بھوی میں کبھی بھی مجھ سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے تیری بھول ہے ناگو ناگن قہر بار لہجے میں غرائی۔

یہ میرا سوال نہیں حکم ہے اگر تو نے سر جھکا دیا تو آزادی تیرا انعام ہوگی ورنہ تو خوب جانتا ہے کہ تو ہر ان سسک سسک کر موت کی تمنا کرے گا لیکن موت تیرے لیے ایک بھیانک سراب بن جائے گی کیا حکم ہے تیرا ناگو نے مضحکہ خیز لہجے میں پوچھا اگن کنڈل کو عبور کرنے کا راز ناگنی کا لہجہ ٹھوس اور فیصلہ کن تھا بابو کو میرے حوالے کر دے۔ سن تجھے وہ راز بتا دوں گا ناگو نے ناگنی کے لہجے کی مضبوطی سے خائف ہونے کے باوجود اپنی شرط پیش کر دی تجھ جیسے ذلیل کیڑے شرطیں پیش نہیں کیا کرتے ناگنی نے زہریلے لہجے میں کہا لمحہ بہ لحہ اس کے تیور بھیانک ہوتے جا رہے تھے ایک مرد کو اپنے جال میں پھانس کر شاید تو بھول گئی ہے تو بھی اصل میں کیڑے کے سوا اور کچھ نہیں ہے ناگو پر ڈالنے پر تیار نہیں تھا ناگنی نے اپنی داہنی ہتھیلی کا رخ ناگو کے چہرے کی طرف کر کے دو بار اپنی انگلیوں کو تشنج کے سے انداز میں حرکت دی اور اس سرنگ کی فضا روشنی کی تیز کرنوں کی چکا چوند سے جگمگا اٹھی لہروں کا وہ پراسرار جال تیزی سے ناگو کی طرف گیا اور تیز آوازوں کے ساتھ دم توڑ گیا اس چکا چوند کے خاتمے کے کئی سیکنڈ کے بعد بابو کی آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئی تو بابو کانپ اٹھا اس روشن جال نے ناگو کے چہرے اور جسم کی کھال بری طرح سے پھاڑ دی تھی جیسے اس کی کھال میں گہری دراڑیں پڑ گئی ہوں اور وہ سر سے پیر تک اپنے خون میں نہایا ہوا تھا ناگو بابو کے لیے کتنا بھی کریہہ اور قابل نفرت سہی لیکن اس کی حالت پر بابو کا رواں رواں کانپ اٹھا لیکن اس سخت جان جہنمی کیڑے کے خون آلود ہونٹوں پر اس عالم میں بھی زہریلی مسکراہٹ رقصاں تھی اب تک دوسروں کو اذیت دینا میرا دل پسند کھیل رہا ہے۔ اب ایک آوارہ اور کمینی کے ہاتھوں ذلت اٹھانی بھی منظور ہے لیکن میں تمہارے سامنے سر نہ جھکاؤں گا اذیت سے اس کی آواز کانپ رہی تھی لیکن لہجے کی تلخی پھر بھی کم نہ ہوئی مجھے ہر قیمت پر وہ راز چاہیے ناگو ناگنی کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا ناگ بھوی کو جانے والی اس سرنگ میں ایک نیا خونیں باب شروع ہو چکا تھا بابو اپنے تمام تر تجسس کے باوجود اس نم ناک اور خون آلود فضا میں گھبرا رہا تھا بابو کا اپنا سانس سینے میں گھٹتا اور دل کی دھڑکنیں مفقود ہوتی محسوس ہو رہی تھیں راز ناگو ہذیانی انداز میں زور سے ہنسا۔

میں تیری طرح اپنی جنم بھومی سے غداری نہیں کر سکتا ناگ بھوی ایک اجنبی دنیا ہے اور وہ انسانوں کے لیے ہمیشہ ایک راز ہی رہے گی اس بار ناگنی نے اپنی آنکھوں کو غیر فطری انداز میں ناک کی جڑ پر مرکوز کیا اور سرنگ کی چھت

سے ایک بہت وزنی پتھر چلی چٹان ناگو کی ٹانگوں پر گری اس کے حلق سے دبی دبی سی غراہٹ نکل کر رہ گئی جیسے اس نے بمشکل اپنی چیخ کو ضبط کیا ہو اور وہ تیورا کر زمین پر گر گیا اس چٹان نے ناگو کی دونوں پنڈلیاں بری طرح کچل دیں اور وہ کسی قریب المرگ لوتھڑے کی طرح زمین پر پڑا پہلو بدل رہا تھا ناگو میں تیرے جواب کی منتظر ہوں۔ ناگنی کے لہجے میں اس بار بھی خوفناک تنبیہہ پوشیدہ تھی اور اس کا چہرہ دوران خون کی شدت سے سیاہ پڑ چکا تھا نہیں وہ ہونٹ بھینچ کر اپنی آواز کی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے تقریباً چیخ کر بالا ناگو بزدل نہیں ہے کہ جان کے خوف سے ناگ بھومی سے غداری کر گزرے۔

ناگنی کی آنکھوں کے ڈیلے ایک بار رہ ناگ کی جڑ میں چلے گئے اور اس بار سرنگ کی چھت سے گرنے والے دو وزنی پتھروں نے اس کے بازوؤں کو کچل کر سرمہ بنا دیا اور اس بار ناگو اپنی کربناک چیخ نہ روک سکا اس کی حالت نہایت ہیبت ناک اور رڈراؤنی ہو چکی تھی سرنگ کا کافی حصہ اس کے خون کا غسل کر چکا تھا اور وہ اس کے باوجود اپنی جنم بھومی کو اپنے مزید خون کی بھینٹ دینے پر تلا ہوا تھا کمینی ہرجائی مجھے مار دے اندھا اور بے بس ناگو اس بار ہذیانی انداز مین پوری قوت سے چیخ پڑا۔ وہ اب ایسے مقام پر پہنچ چکا تھا جہاں اس کی قوت برداشت دم توڑ چکی تھی اس وقت موت تیرے لیے سب سے بڑا انعام ہے ناگنی اس کی بے بسی اور تکلیف کا اندازہ کر کے بے رحمانہ انداز میں ہنس کر بولی اور اگن کنڈول کا راز بتائے بغیر اب موت بھی تجھے نصیب نہ ہو گی ناگو نے پہلو بدلنے کے لیے اپنے خون آلود دھڑ کو جنبش دی اور کچلی ہوئی پنڈلیوں کے نکیلے ریزوں کی چبھن پر تڑپ کر چیخ اٹھا ناگ راجہ تو کہاں مر گیا میرے دوست وہ پوری قوت سے حلق پھاڑ کر چیخا اس وقت ناگو کی حالت گہرے اور طوفانی سمندر میں ڈوبتے ہوئے کسی ایسے بے بس انسان سے مشابہ تھی جو لہروں کے غضبناک تموج کے ساتھ سمندر میں ڈوب کر ابھر رہا ہو اس کے جسم میں بری طرح پانی بھر چکا ہو اور اسے افق کے نزدیک کسی جہاز کی دھواں اگلتی چمنی نظر آ رہی ہو وہ مدد کے لیے پکار رہا ہو لیکن لہروں کا شور ہر بار اس کی آواز دبا لیتا وہ نہیں آئے گا ناگنی کا غصہ اب سکون میں بدل چکا تھا اور وہ کسی ماہر رساں کی طرح کچلے ہوئے ناگو کی حالت پر بیٹھے انداز میں مسکرائے جا رہی تھی۔ وہ ناگ بھومی میں عیش کر رہا ہے اسے بالکل پرواہ نہیں کہ تجھ پر کیا گزر رہی ہے تو جھوٹی ہے وہ رو دینے والی آواز میں بولا۔ وہ آ رہا ہے وہ ضرور میری مدد کو آئے گا مگر میں اس کا انتظار نہیں کر سکتی ناگنی نے یہ کہہ کر پھر اشارہ کیا اور پھر اس بار ایک پتھر سرنگ کی چھت سے ٹوٹ کر ناگو کے پیٹ اور پسلیوں کے نچلے حصے پر گرا اور پھر وہاں خون آلود چٹانوں اور بھرتا بنے ہوئے جسم کے درمیان صرف اس کی کھوپڑی گردن اور چند پسلیاں تڑپتی رہ گئیں بتا رہا ہوں میں سب بتا دوں گا ناگو بھرائی ہوئی آواز میں چیخ کر بولا لیکن میری ایک شرط ہے اس مرحلے پر ناگنی سوچ میں پڑ گئی کہ ناگو پر مزید تشدد اس کی زندگی کا خاتمہ کر سکتا ہے وہ ہی سخت جان تھا جو اس درجے کو پہنچ کر بھی اپنی بالادستی کا بھرم رکھنے پر تلا ہوا تھا ورنہ اسے تو اب تک دم توڑ دینا چاہیے تھا دوسری طرف وقت کا ضیاع بھی بہت مہنگا پڑ سکتا تھا اور پھر جیتی ہوئی بازی ہارنے کے امکانات پیدا ہو سکتے تھے کیا شرط ہے تیری ناگنی چند ثانیوں تک خاموش رہنے کے بعد بولی۔

بستر پر تیرا قرب وہ لڑکھڑائے ہوئے لہجے میں بولا تجھے روندھ کر ہی میں اپنی زبان کھولوں گا تیرے لیے یہ قیمت زیادہ نہیں ہے فرط حیرت سے بابو کا سانس سینے میں گھٹنے لگا ناگو کا پورا جسم کچلے ہوئے لوتھڑوں میں بدل چکا تھا اور وہ محض کاسہ سر اور چند ہڈیوں کا ڈھیر بن چکا تھا لیکن پھر بھی اس کی انانیت ناگنی کو روندھنا چاہتی تھی وہ واقعی بہت ضدی اور سخت جان تھا یہ شرط منظور ہے ناگنی فاتحانہ لہجے میں بولی۔ اگر تو وعدے سے پھرے تو دوسرے جنم میں میرے انتقام کا نشانہ بنے گی اس کے لہجے میں اذیت کے ضطراب کے باوجود دھمکی پوشیدہ تھی میں جانتی ہوں ناگنی کو ناگ دیوتا کے درشن کے بعد نگ بھومی لے جایا گیا تھا وہ رک رک کر کہنے لگا تیرا بابو بھومی مندر میں ناگ دیوتا کا دیدار

کر چکا ہے اس کے لیے اگن کنڈل بے ضرر ہے اور ہاں تم دونوں اگن کنڈل کی حد سے آگے آ چکے ہو ناگو کے آخری انکشاف پر بابو کا دل بلیوں اچھل پڑا اس نے ایسی خبر دی تھی جس پر یقین کرنا مشکل نظر آ رہا تھا ناگو کی نسل میں آپس کے وعدے سے پھرنا یاب ہے۔

ناگنی پرسکون سے لہجے میں ناگو سے بولی ہاں اور اب اپنا وعدہ پورا کرو وہ رک رک کر بولا جیسے اس کا سانس پھنس رہا ہو ضرور ہے تو نے میرا قرب مانگا تھا تیرے مرنے کے بعد میں ایک بار پھر تیرے بے جان جسم کو اپنے پہلو میں ڈال لوں گی اور میرا عہد پورا ہو جائے گا ناگن بے رحمانہ قہقہہ لگا کر بولی نہیں وہ بھیانک آواز میں چیخا میں زندہ آنا چاہتا ہوں معاہدے میں اس کا ذکر نہیں تھا ناگنی نے بابو کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا مجھے آگے جانا ہے اور تو پتہ نہیں کب تک سسکتا رہے میں تیری سانسوں کی لڑی کا خاتمہ کرتی ہوں تیرا بے جان پہلو گرمانے کے بعد میں سکون سے آگے بڑھ سکوں گی اس وقت ناگنی کے اشارے پر سرنگ کی دیوار سے ایک دیوہیکل پتھر ٹوٹ کر گرا اور ناگو کی بھیانک چیخ اس کے شور میں دم توڑ گئی اب ان پتھروں کے درمیان کسی کچلے ہوئے انسانی جسم کے بجائے بے شمار زخموں سے چور ایک بہت بڑا سیاہ ناگ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ آخری سانسوں پر ناگو خود بخود اپنے اصل روپ میں آ گیا تھا میرا عہد مجھے پکار رہا ہے بابو ناگنی ہنس کر بولی اس سے قبل کہ بابو اس سے کچھ کہتا وہ آگے بڑھی اور خون آلود زمین پر پتھروں کے درمیان کچلے ہوئے ناگو کے بے جان جسم کے پہلو میں بے تکلفی سے نیم دراز ہو گئی چند ہی سیکنڈ بعد وہ وہاں سے اٹھ گئی بابو کے قریب آ کر اس نے اپنے جسم پر ہاتھ پھیرا اور خون کے تمام دھبے اس طرح صاف ہو گئے جیسے وہاں خون کے دھبے نہ ہوں ناگ بھومی کی صحیح راہ پر لگ جانے کے بعد حالات نے اتنی تیزی کے ساتھ اور اس قدر غیر متوقع موڑ لیے تھے کہ بابو کی عقل ہی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی ناگو والے تازہ ترین واقعہ نے تو بابو کے اعصاب پر ایسا اثر ڈالا تھا کہ اسے ناگو کے خاتمے کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔

بابو کافی دیر تک سکتے کے عالم میں آنکھیں پھاڑے اس سیاہ ناگ کے بے جان جسم کو گھورتا رہا جس نے طویل عرصے سے بابو کی زندگی میں خوف اور ڈر کا زہر گھولا ہوا تھا اور بار بار بابو کا راستہ کاٹتا تھا صحیح معنوں میں وہ بابو کے اور ناگ بھومی کے درمیان ایک دیوار بنا ہوا تھا۔ اور اس کے خوف سے بابو منہ چھپائے دربدر بھٹکتا رہا اس قدر موذی اور ناقابل تسخیر دشمن کے یوں تمام ہو جانے پر بابو کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اسے کانوں سے پکڑ کر اچانک خلا میں معلق کر دیا ہو اب اسے بھول جاؤ ناگنی بابو کا شانہ چھو کر اس کا انہماک توڑتے ہوئے بولی ناگنی کے دشمنوں کا یہی انجام ہوتا ہے وہ ایک ڈراؤنا خواب تھا اس کے بارے میں زیادہ نہ سوچوں ناگ بھومی پہنچنے کے بعد شاید ہمارے لیے مصائب اور مقابلوں کی ایک نئی کہانی شروع ہونے والی ہے تمہیں خود کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار کرنا چاہیے اور اپنے سکون کے لیے میرا منکا اپنے پاس رکھ لو پھر ناگنی نے وہ ہی دونوں پستہ قامت خچر طلب کیے اور وہ ایک بار پھر ناگ بھومی کی طرف بڑھنے لگے ناگو کی کچلی ہوئی لاش پر ہول تاریکی میں وہیں پڑی رہ گئی بابو پر عجیب سی خالی الذہنی کا عالم طاری تھا بابو کا خچر اسے ناگنی کے عقب میں تیز رفتاری سے لیے اڑا جا رہا تھا سموں کی گونجیلا آہنگ اور پھر اس کی دوہری بازگشت بابو کے ذہن میں ہتھوڑوں کی طرح دھمک رہی تھی جب وہ آواز بابو کے لیے ناقابل یقین برداشت ہونے لگی تو بابو نے اپنا خچر آہستہ کر لیا لیکن ناگنی اپنی دھن میں اسی رفتار سے بڑھتی دور نکل گئی بابو نے بھی اسے پکارنا مناسب نہ سمجھا راستے کی ساری رکاوٹیں دور ہو چکی تھیں اگن کنڈل وہ عبور کر چکے تھے اور وہ نمناک اور اندھیری سرنگ سیدھی ناگ بھومی کو جاتی تھی لہٰذا بابو کو بھٹکنے کا کوئی اندیشہ نہیں تھا بابو کو یقین تھا کہ کچھ دیر میں ناگنی کو اس کے پیچھے رہ جانے کا احساس ہو گا تو وہ خود رک کر یا واپس آ کر اس سے آ ملے گی ناگنی کے خچر کے دوڑنے کا شور کافی دور سنائی دے رہا تھا۔ پھر وہ آوازیں یکلخت رک گئیں اور پے در پے کئی ہلکے ہلکے دھماکے سنائی دیئے جیسے دو جسم آپس میں الجھ

پڑے ہوں ناگنی کا منکا بابو کے پاس تھا اور منکے کے بغیر وہ اپنی خاص قوتوں سے محروم ہو جاتی تھی لہذا اسے خطرہ ہونے کا احساس ہوتے ہی بابو نے اپنے خچر کو پوری رفتار سے دوڑا دیا فضا میں ابھرنے والوں دھماکوں کی آوازیں اب زیادہ تواتر کیساتھ ابھر رہی تھیں جیسے آگے کوئی باقاعدہ معرکہ ٹھن چکا ہوا ر دونوں حریف ایک دوسرے کو جسمانی طور پر مغلوب کر لینے پر تل چکے ہوں بابو کا خچر برق رفتاری سے اڑا چلا جا رہا تھا اور بابو کی پشت سے اڑ کر پہلو کے بل زمین پر گرا۔

اس کے ساتھ یوں محسوس ہوا جیسے بابو بھڑ کتے ہوئے شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا ہو ناگنی کے منکے کی وجہ سے خچر کی پشت سے زمین پر گرتے ہوئے بابو کو کوئی چوٹ نہ آئی لیکن نادیدہ شعلوں کی تپش بابو کو راکھ کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اس آگ کا احساس بابو کو ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ہوا بابو کا سانس لینے میں گھٹ رہا تھا اور موت سر پر تلی ہوئی تھی بابو کے اردگرد شعلوں کے لپکنے کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی بابو کے بدن کا رواں رواں آگ میں جھلس رہا تھا لیکن آگ نظر نہیں آ رہی تھی معا بابو کو ناگو اور ناگنی کے مکالمے یاد آ گئے شاید ناگو سمجھ چکا تھا کہ اس کی زندگی کے لمحات پورے ہو چکے ہیں لہذا اس نے مرتے مرتے بھی اس کینہ پروری موذی نے زک پہنچانے سے گریز نہیں کیا اور ان دونوں کو تسلی دے دی کہ وہ اگن کنڈل عبور کر چکے ہیں اس طرح اس کا مقصد یہی ہوگا کہ ناگنی اگن کنڈل کی جانب سے مطمئن ہو کر حفاظت کی کوئی تدبیر نہ کر پائی اور بابو بے خبری کے عالم میں اگن کنڈل کے جہنمی شعلوں کا شکا ہو جائے بابو کو جسم پر شعلوں کا اذیت ناک لمس محسوس ہوتے ہی ناگو دیا آ گیا۔ بابو کو وہ بابا یاد آ گئے جن سے مل کر وہ ناگ بھومی کے لیے چل پڑا تھا ان بزرگ کے تصور کے ساتھ ہی غیر ارادی طور پر بابو کے لبوں کو جنبش ہوئی اور بابو کے لاشعور میں دبے ہوئے وہ مقدس کلمات اذیت ناک ان لمحات میں بابو کی زبان پر رواں ہو گئے جن کا ورد کرتے ہوئے بابو نے ناگنی کو اپنا بنایا تھا بابو کی گناہ گار زبان سے وہ الفاظ جاری ہوتے ہی حیرت ناک طور پر شعلوں کی تپش اور گھٹن کا جان لیوا احساس فوراً کافور ہو گیا اور بابو کا جسم ایک تیز جھٹکے کے ساتھ فضا میں اڑتا اس سمت جا گرا جدھر سے بابو اپنے طور پر بابا کے بتائے ہوئے مقدس کلمات کا ورد کرتا رہا بابو کی پھٹی پھٹی آنکھیں گھور اندھیرے میں اس طرف نگران تھیں جہاں اگن کنڈل کے شعلوں نے بابو کے جسم کو چاٹا تھا اسی اثنا میں شاید ناگنی کو بابو کے سفر کا سلسلہ منقطع ہو جانے کا احساس ہوا اور بابو نے اس کے خچر کے قریب آتی ہوئی تیز ٹاپیں سنیں پھر بابو کو گھور تاریکی میں اس جگہ ایک تاریک ہیولا دوڑتا ہوا نظر آیا جہاں بابو کے تجربے کے مطابق اگن کنڈل واقع تھا آناً فاناً وہ تیز رفتار خچر بابو کے قریب آ رکا اور اس کی پشت سے ناگنی نیچے کود پڑی کیا ہوا کیا ہوا بابو جی وہ بڑے بے تابانہ عالم میں بابو کے جسم اور چہرے کو ٹٹولتے ہوئے بولی۔

ارے یہاں تو بابو کے جلنے کی بو آ رہی ہے اور تمہارے سر کے بال بھی جھلس کر کناروں پر سخت ہو گئے ہیں اگن کنڈل بابو نے سرسراتی ہوئی خوفزدہ آواز میں کہا۔ اور بابو کے باقی الفاظ بابو کے خشک حلق میں پھنس کر رہ گئے کہاں وہ حیرت سے تقریبا اچھل پڑی ناگو مکار تھا بابو نے نقاہت آلود آواز میں کہا تم نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جس کا وہ مستحق تھا بابو تھوک نگل کر اپنا حلق تر کرنے لگا لیکن تم اس نادیدہ آگ سے کیسے بچے وہ متحیر آواز میں بولی کچھ مقدس کلمات کے باعث اس اگن کنڈل نے مجھے واپس پیچھے اچھال دیا ورنہ یہاں میری راکھ تک نہ ملتی بابو کا سارا چہرہ اور بدن بری طرح جھلس گیا ہے پلکیں بھوئیں اور سارے بال تک جل گئے ہیں۔ بابو نے رک کر کہا منکا کہاں ہے میرا منکا منہ میں ڈالو شاید اس سے کچھ سکون ملے وہ بابو کی جھلسی ہوئی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے بولی بابو نے اپنا گلا ٹٹولا اور منکا موجود پا کر اطمینان کا سانس لیا منکا منہ میں رکھتے ہی نقاہت اور پیاس کا احساس تو فوراً کافور ہو گیا پر آگ کے ڈالے ہوئے زخموں کی تکلیف میں کوئی کمی نہ ہوئی بابو نے فوراً ہی منہ سے منکا نکال کر اپنی شدید تکلیف کے بارے میں

ناگنی کو بتایا اور وہ متاسفانہ انداز میں بابو کے جسم سے لگ گئی یہ دیوتاؤں کی لگائی ہوئی آگ ہے اس کے ڈالے ہوئے زخموں کا کوئی علاج نہیں ہے یہ خود بخود بھر یں گے اور آبلو کے بدنما داغ ہمیشہ کے لیے تمہارے روگ بن جائیں گے ۔۔یہ بہت برا ہوا ناگنی بابو مضطربانہ لہجے میں بولا اب ہم اس رکاوٹ کو کیسے دور کریں گے میری بیوی میرا انتظار کر رہی ہوگی نجانے میرا معصوم بچہ کس حال میں ہوگا لبنیٰ ابھی تک ناگ راجہ سے بچی ہوئی ہے وہ جب بھی لبنیٰ کے قریب جاتا ہے کوئی نہ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے کہ ایسے الٹے قدموں واپس لوٹنا پڑتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور قوتیں بھی تمہارا ساتھ دے رہی ہیں۔

تمہارا بچہ ابھی تک تو خیریت سے ہے اور ایک غار میں سانپوں کے درمیان پل رہا ہے لیکن لبنیٰ کو مجبور کرنے کے لیے ناگ راجہ عنقریب اس بچے کو ماں کے سامنے ایذئیں دینے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور میری راہ اگن کنڈل نے مسدود کی ہوئی ہے اور تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا ناگنی بابو کرب آلود لہجے میں بولا۔ یہ سب مجھے ابھی میرے رازداروں نے بتائی ہے اور وہ کون سے کلمات تھے جن کے ورد سے تم اگن کنڈل سے باہر آ پڑے وہ پر اشتیاق لہجے میں پوچھنے لگی وہ کلمات تو شاید ناگ دیوتا کی قوتوں پر بھی بھاری ہیں اور ان کا اثر اسی وقت تک رہے گا جب تک میں انہیں راز رکھوں گا خیر وہ بابو کے سینے سے الگ ہٹتے ہوئے بولی اتنا تو پتہ چل گیا کہ ان کلمات کی وجہ سے اگن کنڈل تم پر اثر نہیں کرے گا یا زیادہ سے زیادہ تمہیں باہر اچھال دے گا اب تم وہی کلمات پڑھتے ہوئے بڑھو مجھے امید ہے کہ تم اگن کنڈل سے سلامت گزر جاؤ گے۔ نہیں نہیں بابو جھجکتے ہوئے بولا وہ تجربہ میرے لیے بہت روح فرسا تھا میں اب دوبارہ اس میں گھس کر پڑنے کا حوصلہ نہیں رکھتا ناگو مارا جا چکا ہے وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ اب اگن کنڈل عبور کروانے کا راز ناگ راجہ کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم ناگو زندہ ہوتا تو شاید میں اس کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو جاتی لیکن وہ ہٹ دھرم ہمیں دھوکہ دے کر زندگی کے جھمیلوں سے نجات پا چکا ہے اب دو ہی راستے ہیں اگر خطرہ مول لینے سے گھبراتے ہو تو ناگ بھومی اور لبنیٰ کا خیال ترک کر دو ورنہ حوصلہ کر کے ایک بار اگن کنڈل میں گھسنے کی کوشش کر دو انسان کو اپنی زندگی کتنی عزیز ہوتی ہے اس کا احساس بابو اس وقت ہوا یوں تو بابو لبنیٰ کی خاطر راندہ درگاہ پھر رہا تھا اور اس کے حصول کی خاطر سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھا اور خود بھی لبنیٰ سے پیار کی خاطر جان کی قربانی دینے کا عہد تک کر چکا تھا لیکن اب جو جان پر کھیل جانے کا مرحلہ پیش آیا تو بابو سوچ میں پڑ گیا چند ثانیوں کی ذہنی کشمکش کے بعد محبت زندگی کی خواہش پر غالب آ گئی زندگی اور وہ بھی لبنیٰ کے بغیر یہ تصور بابو کے لیے بڑا ہی مانوس اور اجنبی تھا اگر وہ خدانخواستہ مر گئی ہوتی اور بابو نے اسے اپنے ہاتھوں سے اسے مٹی دی ہوتی تو شاید اس کے بغیر بابو میں زندہ رہنے کا کچھ حوصلہ پیدا ہوتا لیکن اب تو وہ زندہ تھی اور بابو خوب جانتا تھا کہ وہ کہاں اپنی نوشتہ تقدیر پورا کر رہی ہے ایسی صورت میں اس کو بھلا دینے کا تصور تک عذاب سے کم نہیں تھا۔ تم ٹھیک کہتی ہو ناگنی بابو کراہ کر اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا بابو اگن کنڈل کو عبور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

بابو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ مجھے تائید غیبی حاصل ہے۔ اگر یہ درست ہے تو نظر نہ آنے والی آگ کی دیوار میری راہ میں حائل نہ ہو سکے گی بابو سیدھا کھڑا ہو کر چند لمحوں تک اگن کنڈل والے مقام کو گھورتا رہا پھر دل ہی دل میں بابا جی کے بتائے ہوئے مقدس کلمات کو بھول کر دیوانہ وار آگے کی طرف دوڑا ناگنی بھی پہلو بہ پہلو بابو کے ساتھ دوڑ رہی تھی دوڑتے دوڑتے جونہی بابو اگن کنڈل کی حدود میں داخل ہوا تو اسے تیز جھٹکوں کا احساس ہوا جیسے وہ طاقتور برقی ننگے تاروں پر دوڑ رہا ہوں بابو بار بار دائیں بائیں اور آگے پیچھے جھول رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بابو پر دو قوتیں رسہ کشی کر رہی ہوں ایک طاقت بابو کو پیچھے اچھال پھینکنا چاہتی تھی اور دوسری قوت بابو کو مسلسل آگے کی جانب دھکیلے جا رہی تھیں اس کشمکش میں دو تین بار بابو کی زبان دانتوں تلے آ کر کٹ گئی مگر بابو نے ان مقدس کلمات کا ورد

ترک نہ کیا بلکہ دانت سختی سے بھینچ لیے بابو کو خوب علم تھا کہ ان کلمات کی وجہ سے ہی وہ اگن کنڈل کے نادیدہ شعلے اس پر اثر نہیں کر رہے تھے بابو نے ذرا بھی یہ تسلسل توڑا وہ شعلوں میں جھلس جائے گا بابو جھٹکے اور ہچکولے کھاتا گرتا پڑتا آگے بڑھتا رہا۔

اس وقت بابو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا جب پندرہ بیس گز کا فاصلہ اسی عالم میں طے کر جانے کے بعد جھٹکوں کی رو وہ کیفیت یکلخت ختم ہوگئی بابو سمجھ گیا کہ وہ اگن کنڈل عبور کر چکا ہے اس وقت بابو کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا حفظ ماتقدم کے طور پر بابو وہ وظیفہ پڑھتا مزید کئی گز تک دور چلا گیا اور پھر پلٹ کر والہانہ انداز میں ناگن کو اپنی گود میں اٹھا کر ناچنے لگا ناگ بھومی اب تسخیر کیا جائے گا ناگنی بابو مسرت سے بھرائی ہوئی آواز میں بولا میں اگنی کنڈل عبور کر چکا ہوں اب کوئی طاقت مجھے ناگ بھومی میں گھسنے سے نہیں روک سکتی اپنے خچر طلب کرو اب میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کرنا چاہتا تمہارے بدن پر آبلے پڑے ہوئے ہیں بابو یوں بے احتیاطی نہ کرو ورنہ یہ زخم تمہیں کہیں کا نہ چھوڑیں گے ناگنی بابو کی گود سے اترنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی بابو نے اسے چھوڑ دیا اس وقت بابو خود کو بہت بڑا فاتح تصور کر رہا تھا ایک ناقابل عبور رکاوٹ کو عبور کر کے آگے بڑھ آنے کے بعد بابو پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہوتی چلی تھی اور بابو جلد از جلد باقی مسافت طے کر کے ناگ بھومی کے ناگ راجہ کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانا چاہتا تھا اپنی بیوی اور اپنے بچے کی حصول کی خاطر چند ہی ثانیوں بعد وہ ہی خچر پھر آ پہنچے اور اس بار وہ آندھی اور طوفان بن کر آگے کی جانب روانہ ہوگئے بابو ناگ راجہ کے ہوشیار ہو کر دو بدو آ جانے سے قبل ہی ناگ بھومی میں جا گھسنا چاہتا تھا للتی کی بازیابی کے علاوہ اب بابو کو وہ پراسرار سرزمین دیکھنے کا شوق بھی ستا رہا تھا جس کی گمنام کہانیاں بابو اب تک سنتا چلا آیا تھا پہلے تم مجھ سے اتنی دور کیوں نکل گئی تھی بابو نے اونچی آواز مین ناگنی سے پوچھا۔ میں یہ سوچ رہی تھی ناگ بھومی پہنچے کے بعد تم کو کہاں رکھوں گی مجھے یہ فکر لاحق تھی کہ کہیں ناگ بھومی پہنچتے ہی دھر لیے نہ جاؤ اگن کنڈل کا وہم تک نہ تھا بس اسی سوچ وچار میں آگے نکل گئی۔

اس نے بتایا کیا آگے تمہاری جھڑپ ہوئی تھی کسی سے نہیں میرے خچر کا پیر پھسل گیا تھا پھر وہ نہ جانے کتنی دیر تک تاریک سرنگ میں سفر کرتے رہے اس بار ناگنی نے بابو سے آگے جانے کی کوشش نہیں کی تھی گزرنے والے ہر لمحے کے ساتھ بابو کے اعصاب پر تناؤ اور اضطراب چھاتا جا رہا تھا۔ اور بابو کے کان کسی نئی آواز یا آہٹ پر جمے ہوئے تھے بابو اپنے وہم وگمان سے بھی بڑھ کر عجیب پراسرار اور طلسم ربا سرزمین پر قدم رکھنے والا تھا آخر کار وہ اس سرنگ کے دوسرے سرے سے دھیمی دھیمی پھنکاروں اور سیٹوں کا ملا جلا شور سنائی دینے لگا جیسے کسی بہت بڑی کھاہ میں لاکھوں اژدھے اور سانپ اپنی اپنی بولیاں بول رہے ہوں سن رہے ہو بابو جی۔۔ ناگنی ہیجان آمیز آواز میں چلائی ناگ بھومی کی ڈراؤنی اور اندھیری سرزمین کے باسیوں کی یہ آوازیں کسی قدر پراسرار اور خوفزدہ لگ رہی ہیں بابو نے اپنا حلق خشک ہوتا ہوا محسوس کیا آنے والے لمحات کے تصور سے بابو کے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے اور ہاتھ پاؤں پر تشنج کی کیفیت طاری ہو چکی تھی دل کنپٹیوں میں دھمک رہا تھا اور سارے بدن کے مساموں سے ٹھنڈے پسینوں کی دھاریں بہہ نکلی تھیں خچر پوری جانفشانی سے اس وسیع سرنگ میں دوڑتا تھا بابو کی نگاہیں سامنے حد نظر تک پھیلی ہوئی تھیں گھور سیاہی میں نجانے کس چیز کی تلاش میں بھٹک رہی تھی گزرنے والے ہر لمحے کے ساتھ بابو کے لیے اپنے اعصاب پر چھائی ہوئی سنسنی اور ہیجان پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا۔

بابو کی زبان بالکل خشک ہو کر اینٹھنے لگی تھی۔ ناگ بھومی ڈراؤنے خوابوں ہوشربا داستانوں اجنبی مخلوق اور نمناک اندھیروں کی پراسرار زمین قریب آ چکی تھی وہاں قدم قدم پر بکھرے ہوئے مہلک اور ناقابل تصور خطرات بابو کے لیے ایک جان گسل اور روح فرسا داستان کو جنم دینے کے لیے تیار تھے اور اس سرزمین کے حکمران کی بہن راج

کماری ایک معذور بھنورے کے روپ میں بابو کی جیب میں قید تھی ناگنی بابو نے اپنی اینٹھتی ہوئی زبان کو جنبش دینے کی کوشش کی بابو جی تم بہت زیادہ پریشان ہو تمہارے اعصاب پر ناگ بھومی کی بھیانک دھرتی کا خوف چھایا ہے میری مانو تو ذرا رک کر خود پر قابو پالو ورنہ ناگ بھومی میں گھستے ہی جوش میں کوئی غلطی کر بیٹھو گے اور جان جوکھم میں پڑ جائے گی وہ ہمدردانہ لہجے میں بولی۔

اب رکنے کا نام نہ لو ناگنی بابو نے ہیجان آمیز لہجے میں کہا میری للتی مجھے پکار رہی ہے اب میں ایسی منزل میں پہنچ چکا ہوں جہاں ذرا بھی توقف دشواریاں ڈال سکتا ہے ناگنی اس بار کچھ نہ بولی۔ سرنگ میں ہر سو مہیب تاریکی کا راج تھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود چند قدم آگے بھی کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اپنی زندگی میں کبھی اتنے گہرے اور گھور اندھیرے سے بابو کا سابقہ نہیں پڑا تھا دونوں خچر اس اندھیرے کے باوجود اس پراسرار سرنگ میں یوں سرپٹ دوڑ رہے تھے جیسے وہ ان راستوں سے بخوبی واقف ہوں ان کے سموں کی تیز ٹاپیں سرنگ کی حدود میں بھیانک بازگشت پیدا کر رہی تھیں اور سرنگ کے آخری دہانے کی طرف سے دہشت میں ڈوبی ہوئی دھیمی دھیمی پھنکاروں اور سیٹوں کا ملا جلا شور ابھر رہا تھا کسی وسیع کھاہ میں بے شمار ناگوں اور اژدھوں کی آوازوں کی گونج سے مشابہ وہ آوازیں بابو کو دہشت کے پسینوں میں نہلائے دے رہی تھیں بابو کے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے اور بابو کو اپنی جلد پر بے شمار چیونٹیاں سرسراتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اعصاب پر تشنج کی کیفیت طاری تھی اور جسم کے سارے مساموں کے دہانے کھل چکے تھے چند ثانیوں کے بعد سرنگ میں کافی فاصلے پر بابو کو گہری سیاہی میں بے شمار ننھے ننھے جگنو چمکتے اور جھلملاتے ہوئے نظر آ رہے تھے آہستہ آہستہ ان روشن نقطوں کی تعداد بڑھنے لگی پھر تاریکی کا وہ سمندر جلتے بجھتے روشن نقطوں سے بھرا ہوا نظر آنے لگا۔ یہ اڑتی ہوئی چنگاریاں کیسی ہیں ناگنی بابو نے سرگوشیانہ اور متذبذب آواز میں ناگ رانی سے دریافت کیا ناگ بھومی قریب آ چکا تھا۔

بابو جی ناگنی کی متفکرانہ آواز ابھری ناگ بھومی نمناک اندھیروں میں ڈوبی ہوئی طلسم ربا سرزمین جہاں زمین پر رینگنے والے حقیر کیڑوں کی حکمرانی تھی قریب آ چکی تھی لمحہ بہ لمحہ بابو اس کے قریب پہنچتا جا رہا تھا بابو کی کنپٹیوں میں آگ سی بھرنے لگی اور بدن پر سردی کا احساس چھانے لگا ناگنی ناگ بھومی کا وحشت ناک تصور اب میرے اعصاب پر سوار ہوتا جا رہا تھا یہ روشن نقطے مجھے اپنی دماغ کی گہرائیوں میں نشتر کی طرح چبھتے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں زمین سے بلندی پر جگمگاتے ہوئے روشن نقطے ان بے چین ناگوں کی چمکیلی اور سحر آفریں نگاہیں ہیں جو تمہاری آمد کی خبر پا کر اپنے پھن فضا میں بلند کیے ناگ بھومی کے دہانے پر تمہارے منتظر ہیں ان کی موجودگی پریشانیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہیں تم ان سے بچ کر کس طرح ناگ بھومی میں داخل ہو سکتے ہو بابو نے فضا میں جلتے بجھتے ان رشن نقطوں پر نگاہیں مرکوز کر کے ناگ رانی سے سوال کیا ناگ راجہ کے باغیوں کو بھی شاید ہماری آمد کا علم ہو چکا ہوگا ان کی تعداد تو ضرور کم ہے لیکن ان میں بعض بہت طاقتور ہیں اور ان سب کی دلی ہمدردیاں میرے ساتھ ہیں ناگن کہنے لگی اگر وہ یہاں موجود ہوئے تو مجھے بڑی مدد ملے گی ورنہ اس ہجوم سے نمٹے بغیر ناگ بھومی میں داخلہ ناممکن ہے یہ ہمیں روکنے کے لیے اپنی جان تک لڑا دیں گے باغی تمہاری کیا مدد کر سکیں گے بابو نے تشویش آمیز لہجے مین پوچھا میں ان کی مدد سے افراتفری پھیلا سکتی ہوں اس افراتفری میں ہم موقع نکال کر آسانی سے ناگ بھومی میں جا گھسیں گے ایک بار اندر پہنچ جانے کے بعد شاید ہم اپنے حامیوں کی مدد سے اتنے کمزور نہیں رہیں گے کہ ناگ بھومی والے ہمیں ایک ہی ریلے میں مسل سکیں۔ لیکن تم ان باغیوں سے رابطہ کیسے قائم کرو گی بس تم دیکھتے رہو ناگنی کا لہجہ اس بار قدرے سخت تھا دونوں خچر پوری رفتار سے دوڑتے رہے۔

آخر کار بابو کو تاریکی میں رنگ برنگی زندہ لکیریں لہراتی ہوئی نظر آنے لگیں ہر رنگ اور جسامت کے سینکڑوں

ناگ اور اژدھے اپنے پھن فضا میں اٹھائے تیز پھنکاریں مار رہے تھے انکی آوازوں سے سرنگ میں بھیانک گونج پیدا ہو رہی تھی ان مشتعل ناگوں کی سلگتی ہوئی قہر بار نگاہیں بابو کی جانب نگراں تھیں جب وہ اس ہجوم سے کچھ دور رہ گئے تو دونوں خچروں کی رفتار سست پڑنے لگی اور پھر وہ رک گئے ناگنی بابو کو اشارہ کر کے نیچے کود پڑی بابو بھی اپنے خچر کی پشت سے نیچے اتر گیا اس مقام سے سرنگ قدرے ڈھلان دار ہو گئی تھی اور بظاہر کسی بہت بڑی زیر زمین گھپاہ کے دہانے پر ختم ہوتی ہوئی نظر آ رہی تھی ناگنی ان دونوں خچروں کے درمیان کھڑی ہو کر چند ثانیوں تک سرگوشیانہ آوازوں میں کچھ کہتی رہی اور پھر اس نے ان کی پشت پر ایک ایک تھپکی دی۔ اور وہ دونوں دودھیا رنگ کے موٹے موٹے سانپوں میں تبدیل ہو کر سرنگ کی کھردری زمین پر سرسراتے ہوئے آگے بڑھ گئے ناگنی کئی سیکنڈ تک ان کی جانب دیکھتی رہی جب وہ سفید لکیریں سرنگ کے نمناک اندھیرے میں مدغم ہو گئی تو وہ ایک گہری سانس لے کر بابو کی جانب پلٹی جانتے ہو کہ میں نے کیا کھیل رچایا ہے۔

وہ فاتحانہ لہجے میں بابو سے بولی بابو نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی۔ یہ دونوں میری خاطر بہت بڑی قربانی دیئے گئے ہیں انکی زندگیوں کا بھی بھروسہ نہیں ہے ان میں سے ایک تمہارا روپ اختیار کرے گا اور دوسرا میری انسانی صورت میں ناگ بھوی کے باسیوں کے مشتعل ہجوم کی جانب آئے گا مجھے پورا یقین ہے کہ اس وقت وہاں پراسرار قوتوں سے محروم سانپوں کی کثرت ہے وہ ان دونوں کو دیکھتے ہی ان پر ٹوٹ پڑیں گے شکتیوں والے ناگ اصل تھعہ ضرور سمجھ جائیں گے اور انہیں روکنا چاہیں گے لیکن وہاں ان کی بات کوئی نہیں سنے گا مجھے یقین ہے کہ ناگوں کی اکثریت ان دونوں لے کر ناگ بھوی میں جا گھسیں گے اور پھر مقابلہ تعداد کے بجائے شکتیوں پر ہوگا اور ہم دونوں سکون کے ساتھ ناگ بھوی میں داخل ہو جائیں گے بابو خاموش رہا بابو کی نگاہیں سامنے کی جانب تھی۔ بابو کے دل و دماغ اور اعصاب پر تذبذب اور بے یقینی کی ملی جلی کیفیت طاری تھی کو ناگن اپنے منصوبے پر بہت مطمئن نظر آ رہی تھی لیکن بابو اس کی جانب سے اب بھی شبہات کا شکار تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ سارے واقعات ناگنی کی توقعات کے مطابق ہی ہوتے چلے جائیں اور وہ بلا مزاحمت اپنا مقصد حاصل کر لے ناگنی کا پرتاثیر منکا بابو کے گلے میں موجود تھا بابا کے بتائے ہوئے مقدس کلمات بابو کے ذہن میں محفوظ تھے اور بابو شدید گھبراہٹ کے عالم میں بار بار دل ہی دل میں ورد کر رہا تھا۔ ناگ بھوی کے حکمران کی بہن راج کماری ایک معذور بھنورے کے روپ میں بابو کی جیب میں مقید تھی اور بابو فیصلہ کر چکا تھا کہ ناگنی کی مخالفت کے باوجود بابو حسب موقع اسے اپنا آلہ کار بنائیں گا بابو جس طرح ٹھوکریں کھاتا در بدر بھٹکتا اور ذلیل خوار ہوتا ناگ بھوی کے دہانے پر پہنچا تھا اس کے ردعمل کے طور پر بابو کے تمام لطیف احساسات مٹ چکے تھے لبنیٰ کے حصول کی خاطر بابو قطعی فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اپنی آنکھوں پر خود غرضی کی پٹی باندھ کر آگے بڑھنا ہوگا اور کسی کو بھی داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کرے گا خواہ وہ ناگنی ہو یا راج کماری اتنے عرصے کا بابو کو اپنے آپ پر قابو میں رکھنا ہمت تھی "لبنیٰ کو اتنے قریب پہنچ کر وہ سب کچھ بھول چکا تھا۔۔ سرنگ میں واقع آتشی حصار کو عبور کرتے ہوئے پڑنے والے آبلہ اور زخموں کی سوزش بابو کو سخت جان ناگو کی یاد دلا رہی تھی جس کے باعث منزل بار بار فریب نظر آتی تھی لیکن اب وہ موذی زندگی سے ہاتھ دھو چکا تھا اور اس کی کینہ پروری شخصیت بابو کے لیے رکاوٹ بن سکتی تھی۔

بابو ان خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا سامنے دیکھ رہا تھا کہ یکا یک سرنگ میں گونجنے والا پھنکاروں کا دھیما دھیما شور غضبناک آوازوں میں تبدیل ہو گیا تھ جیسے وہ تمام سانپ آپس میں برسرپیکار ہو گئے ہوں اس کے ساتھ روشن نقطے تیزی کے ساتھ زاویئے بدلنے لگے میرا وار کامیاب ہو گیا بابو جی۔ ناگنی بابو کا بازو دبا کر مسرت سے کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ وہاں ہنگامہ جنم لے چکا ہے اب میرا اشارہ پاتے ہی تم کو آگے بڑھنا ہوگا بابو کئی سیکنڈ تک سکتے کے عالم میں

اپنی جگہ پر کھڑا رہا ناگو کا غضبناک شور اب وہاں قیامت کا سماں باندھ رہا تھا؛ یوں لگ رہا تھ جیسے کسی تنگ کوٹھڑی میں مقید جہنمی بلاؤں کو ایک ایک کر کے آزاد کر دیا گیا ہو اور وہ آزاد ہوتے ہی آپ میں معرکہ آرا ہو گئی ہو دوڑو بابو جی اچانک ناگنی چلائی اور بابو گھور اندھیرے میں اس کے قدموں کی تیز آہٹ کے تعاقب میں دوڑ پڑا تاریک فضا میں رچی ہوئی بساند اس مقام پر خاصی بڑھ چکی تھی اگر عام حالات میں ایسی بدبو سے واسطہ پڑتا تو بابو کے لیے ایک لمحے کے لیے بھی وہاں ٹھہرنا دشوار ہوتا۔

اس وقت وہ اپنے مقصد کی لگن کے سامنے بابو کے تمام احساسات مٹ چکے تھے دوڑتے دوڑتے بابو نے خود کو اچانک ایک کھڑی ڈھلان کے کنارے پایا۔ اس مقام پر سرنگ ختم ہو جاتی تھی اور شاید ڈھلان دار راستہ ناگ بھوی میں داخل ہو جاتا تھا تمام روشن نقطے اس وقت غائب ہو چکے تھے سانپوں کا مہیب شور سرنگ کے آخری حصے سے دور ہو کر اب ناگ بھوی کے کسی تیرہ و تار حصے میں ابھرتا سنائی دے رہا تھا یہاں سے سنبھل کر اترنا بابو کو اپنے قریب ناگنی کی آواز سنائی دی بابو کو حیرت تھی کہ یہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا تمہارا اگلا اقدام اب ناگ بھوی میں ہوگا بابو کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا بابو نے گھور تاریکی میں دیکھتے ہوئے اپنا قدم اٹھایا ہی تھا کہ تاریک فضا تیز روشنی سے جگمگا اٹھی اور بابو دونوں آنکھیں بھینچ کر لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا طویل عرصے تک اندھیرے میں رہنے کے باعث وہ روشنی سوئیوں کی طرح بابو کی آنکھوں میں چبھی تھی یہ تیری بھول ہے ناگنی روشنی ہونے کے ساتھ ہی ایک کرخت مردانہ آواز ابھری۔

ناگ بھوی کے رکھوالے اتنے غافل نہیں رہتے کہ اس دنیا کی روایات توڑنے والوں کے ساتھ ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ اب تیرا مقدر ہے پھر ناگنی کی تیز چیخ سنائی دی بابو نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں کئی سیکنڈ تک بابو دیکھنے کے قابل ہوا تو اپنے سامنے اور ناگ بھوی کے درمیان سات بڑے بڑے ناگوں کا حائل پایا ان کی سحرانی بابو کے قدموں کی جنبش کی منتظر تھی اور ان کے دہانے بابو کو نگل جانے کے لیے تیار تھے ان کے عقب میں ایک لمبا تڑنگا مضبوط بدن کا مالک خوبرو نوجوان کھڑا ہوا تھا اس کی شعلہ بار نگاہیں ناگنی پر جمی ہوئی تھیں جو بابو سے کچھ دور بری طرح چیختی جا رہی تھی اس کے دونوں ہاتھ فضا میں یوں حرکت کر رہے تھے جیسے وہ کسی نظر نہ آنے والے جسم کو پوری قوت سے پیچھے دھکیل رہی ہو۔ اسی وقت بابو کی عقل مفلوج ہو کر رہ گئی بابو فیصلہ نہ کر سکا کہ اس وقت اسے کیا کرنا چاہیے بابو اسی تذبذب کا شکا تھا کہ کسی جانب سے مضبوط رسی سے بنا ہوا درندوں کو پکڑنے والا جال اڑتا ہوا بابو کے اور ناگنی کے اوپر آ رہا تھا بابو نے ہاتھ پیر مارے لیکن پھرتی کے ساتھ جال کھینچ لیا گیا۔ اور بابو زمین پر گر پڑا ایک ثانئے کے لیے بابو کی نظر سات ناگوں کے عقب میں کھڑے ہوئے خوبرو نوجوان پر پڑی وہ زہریلے انداز میں مسکرا مسکرا کر جال کھینچ رہا تھا

(اس کے بعد کیا ہوا یہ جاننے کے لیے اگلے شمارے میں آخری قسط ضرور پڑھیے۔)

زندگی

زندگی جو کہ پانچ حروف سے مل کر ایک لفظ بنتا ہے۔ اس میں کچھ غم، تکالیف، پریشانیاں، ہجر کی راتیں، یہ سب چیزیں شامل ہیں۔ یہ سب چیزیں اگر زندگی سے نکل جائیں تو زندگی برائے نام رہ جاتی ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ زندگی ایک چاہت کا نام ہے۔ زندگی ایک خوبصورت کام ہے۔ زندگی محبت بھرا جام بھی ہے مگر زندگی کا دوسرا روپ ناکامی بھی ہے۔ زندگی موت بھی ہے، غلامی بھی ہے اور موت کی شام بھی ہے کیونکہ جب زندگی کی شام ڈھل جاتی ہے تو موت آ جاتی ہے۔ پھر گہری سیاہ رات زندگی پر موت کی رات بن کر تن جاتی ہے۔

معاف کردینا

---تحریر: الیس امتیاز احمد کراچی---

حویلی کے در و بام پر اداس بال کھولے سو رہی تھی مختلف راہ داریوں سے گزر کر وہ لان میں آ گیا وقت عصر ڈھلنے کو تھا اسے ایک سوگواریت سی در و دیوار سے لپٹی ہوئی محسوس ہوئی وہ وہیں برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا قدیم طرز کی حویلی کا وسیع و عریض لان سامنے دیکھا قطار در قطار سامنے دیوار سے لگے درخت جو چاروں طرف لگے ہوئے تھے سر جھکائے ظلم و ستم کی تصویر پیش کر رہے تھے ان درختوں نے اس گھر میں کتنے مد و جزر دیکھے ہیں۔ میرے جانے کے بعد گھروں میں لگے درخت تو اپنائیت کے رشتوں میں بندھ جاتے ہیں اس پیپل کے درخت نے میری جدائی کو کیسے سہا ہوگا میرا بچپن تو اس درخت کی لمبی لمبی ڈالیوں سے لٹکتے ہوئے جھومتے ہوئے گزرا تھا آم کے درخت نے بڑی اماں کے دکھ کو کیسے برداشت کیا ہوگا وہ اس درخت کے نیچے بچھے تخت پر بیٹھ کر سب بچوں کی شکایتیں سنا کرتی تھیں حکایتیں بیان کیا کرتی تھیں ناریل کھجور اور سیب کے درختوں سے ہوتی اس کی نگاہ جامن کے پیڑ پر رک گئی موسم کے سارے درخت سارے پھل گھر کے اندر ہی لگا دیئے تھے شاہ صاحب نے۔۔اس کی پلکیں یکدم بھیگ گئیں۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

مت پوچھا بیٹا کہ تمہارے جانے کے بعد ہم پر کیا بیتی ہے اس دکھ کو اس اذیت کو لفظوں میں بیان کر ہی نہیں سکتے اور دکھ سہنے اور دکھ محسوس کرنے میں بہت فرق ہے زندگی نے ہمارے کیسے کیسے امتحان لیے ہیں بڑی ماں دھیرے دھیرے بول رہی تھیں اور ان کے سامنے قالین پر بیٹھا ہوا عامر سر ہاتھوں میں پکڑے ہوئے یہ سب کچھ سن رہا تھا تمہاری جان بچانے کے لیے جانے کس کس کی جان گئی ہے اس زمین کا قرض ہم پر کتنا بڑھ گیا ہے ساری عمر بھی گزاریں تو شاید ادا نہ ہو مگر شاہ صاحب ۔شاہ صاحب تو وڈیرے تھے رئیس تھے یہاں کے ۔انہوں نے کیا کیا۔

وہ تو کہہ رہے تھے کہ میں سب سنبھال لوں گا ۔۔پھر۔عامر نے دھیرے سے سر اٹھا کر بوجھل لہجے میں بڑی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔اس سے بہتر تھا بڑی ماں میں ادھر ہی رہتا حالات کا مقابلہ کرتا حقائق کا سامنا کرتا مگر آپ ۔۔آپ نے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔بڑی ماں منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گویا ہوئیں ۔وہاں کے قبیلے کے لوگ وہاں کے جاگیر دار انتقام کی آگ میں اندھے ہو رہے تھے انہیں خون کا بدلہ خون چاہیے تھا اور تم۔۔تم ہمارے اکلوتے بیٹے اور اس جائیداد کے واحد وارث تھے ہم تمہیں کیسے سامنے لے آتے ۔جھریوں زدہ بوڑھے چہرے پر سجی بڑی بڑی ویران آنکھوں کو دوپٹے سے صاف کیا جہاں آنسوؤں کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا عامر کی آنکھیں بھی بھیگنے لگیں وہ اس دکھ کو محسوس کر سکتا تھا جو اس حویلی پر اس حویلی کے مکینوں نے سہا تھا جو آتش فشاں پھٹا تھا۔اور جو جرم اس سے سرزد ہی نہیں تھا اس کی سزا بھگتی تھی اسی کے خاندان نے اس کے پیاروں نے ۔ان جالیوں نے عامر کی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں چپکے چپکے آنسو پونچھتی بڑی ماں کو دیکھا اور آگے بڑھ کر شانے سے لگا لیا انہیں بہت عرصے بعد ایک کندھا میسر آیا تھا دل کا لہو بہانے کے لیے غبار نکالنے کے لیے عامر دھیرے دھیرے انہیں تھپکنے لگا اس کی پلکیں بھیگ رہی تھیں۔

مرد رویا نہیں کرتے مرد ضبط کرتے ہیں برداشت کی

حدوں پر کھڑے ہو کر بڑی ماں۔ بعد میں باتیں کریں گے اس وقت آپ کو آرام کی ضرورت ہے یہ کہتے ہوئے اس نے ماتھے کا بوسہ لیا اور دھیرے سے انہیں بستر پر لٹا دیا بوڑھا جھریوں بھرا چہرہ نم پلکوں سے اسے دیکھنے لگا اب میں ادھر ہی آ گیا ہوں کبھی نہ جانے کے لیے اس نے بڑی ماں کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

وہ بھی طمانیت سے مسکرائیں اور آنکھیں موند لیں کچھ دیر بعد بڑی ماں کو روتا دیکھ کر وہ باہر آ گیا حویلی کے در و بام پر اداسی بال کھولے سو رہی تھی مختلف راہ داریوں سے گزر کر وہ لان میں آ گیا وقت عصر ڈھلنے کو تھا اسے ایک سوگوار سی در و دیوار سے لپٹی ہوئی محسوس ہوئی وہ وہیں برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا قدیم طرز کی حویلی کا وسیع و عریض لان سامنے دیکھا قطار در قطار سامنے دیوار سے لگے درخت جو چاروں طرف لگے ہوئے تھے سر جھکائے ظلم و ستم کی تصویر پیش کر رہے تھے ان درختوں نے اس گھر میں کتنے مدوجزر دیکھے ہیں۔ میرے جانے کے بعد گھروں میں لگے درخت تو اپنائیت کے رشتوں میں بندھ جاتے ہیں اس پیپل کے درخت نے میری جدائی کو کیسے سہا ہوگا میرا بچپن تو اس درخت کی لمبی لمبی ڈالیوں سے لٹکتے ہوئے جھومتے ہوئے گزرا تھا آم کے درخت نے بڑی اماں کے دکھ کو کیسے برداشت کیا ہوگا وہ اس درخت کے نیچے بچھے تخت پر بیٹھ کر سب بچوں کی شکایتیں سنا کرتی تھیں حکایتیں بیان کیا کرتی تھیں ناریل کھجور اور سیب کے درختوں سے ہوتی اس کی نگاہ جامن کے پیڑ پر رک گئی موسم کے سارے درخت سارے پھل گھر کے اندر ہی لگا دیئے تھے شاہ صاحب نے۔۔

اس کی پلکیں یکدم بھیگ گئیں میری بہن۔۔میری پیاری بہن انیلہ کی کھنکھناتی ہنسی اس کے کانوں میں بازگشت کرنے لگی وہی انیلہ جو اس کی جان پر قربان ہو گئی اور وہ کہاوت نبھا دی بہن بھائیوں پر قربان ہوتی آئی ہیں کیسے اس کے صدقے میں چلی گئی اس گھر کی خوشیاں بچانے کے لیے در و دیوار کی سلامتی اور رشتوں کی بقا کے لیے اسی کے بدل میں چلی گئی تھی دشمنوں کی پناہ گاہ میں

عامر کی آنکھوں میں مرچیں سی لگنے لگیں کاش۔۔کاش دھیرے سے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے آنکھوں کو مسلا مت لڑا کر عامر بہنوں کے ساتھ یہ بہنیں ہی ہوتی ہیں جو کڑے وقت میں بھائیوں کے کام آتی ہیں ان کی خیر خواہ ہوتی ہیں بڑی ماں کے لفظ کانوں میں گونجنے لگے بھائی انہیں بہت پیارے ہوتے ہیں اور کتنے پیارے ہوتے ہیں اس کے جانے کے بعد اس کے لیے قربان ہو کر اپنے سچے ہونے کا ثبوت دے دیا وہ دھیرے سے اٹھا اور جامن کے پیڑ تلے آ کر کھڑا ہو گیا کچے جامنوں کی خوشبو اس کی سانس سے ٹکرائی سر اٹھا کر دیکھا تو جامن کا درخت کچے خوشوں سے بھرا ہوا تھا ابھی انہیں پکنے میں دیر تھی وہ دھیرے سے ادھر ہی بیٹھا اور سر کے نیچے دونوں ہتھیلیاں رکھ کر چت لیٹ گیا۔

بڑی ماں نے فون پر بتایا تھا انیلہ کے جانے کے بعد جامن کے درخت پر اتنا پھل لگتا تھا جتنا پہلے کبھی نہیں لگا اور نہ کسی اور جامنکے درخت پر لگا کرتا ہے بس یہ ہی جامنکا درخت انیلہ کی یاد میں ہرا بھرا۔ اس نے پلکوں کو بند کر کے انیلہ کے وجود کو محسوس کیا اور اس کی کھلکھلاتی ہوئی ہنسی کانوں میں گونجنے لگی عامر اور پر اوپر بہت اوپر۔۔اتنا اوپر جھولا دو کہ میں آسمان کو چھو لوں اور وہ اتنا اوپر اوپر کرتے کرتے اپنے اوپر سے اس کا جھولا گزارتا ایک اور جھٹکا دے کر اوپر کرتا اور آگے سے ہٹ جاتا جھولا جھٹکے سے اوپر جاتا۔۔انیلہ کی چیخ بلند ہوتی پھر کھلکھلاتی ہنسی میں بدل جاتی ہلکی سی آہٹ ہوئی اور چند جامنیں اسی کے اوپر گریں آنکھیں کھول دیں جامن کا ہرا بھرا درخت اس کے سامنے تھا اس کے اوپر نیلا آسمان تھا سورج مغرب میں ڈوب چکا تھا بنفشی شعاعوں نے آسمان کو زرد کیا ہوا تھا اسی آسمان تلے کیا سے کیا ہو گیا اس حویلی میں اس کے مکینوں نے کیسے کیسے دکھ جھیل لیے اور یہ کیسے اب تک اپنی بنیادوں پر کھڑی تھی اس کی بنیادیں کتنی مضبوط تھیں یہ اس کا دل جانتا تھا کس قدر کھوکھلی ہو چکیں تھیں آنکھوں سے چند آنسو نکل کر آنکھوں کے گوشوں سے ہوتے ہوئے سبز گھاس پر گرنے لگے فراز کی جدائی قتل کے بدلے قتل بدلے

میں انیلہ گئی اسی دکھ میں امی جان کا ہارٹ فیل ہو گیا راتوں رات اسے ملک بدر کر دیا گیا۔ شاہ صاحب اتنا روئے کہ اس کی جدائی کا بار سہا نہ سکے دل کو جتنا مضبوط کر لو دل تو ہے کب تک سہہ سکتا ہے۔

والدین اولاد کے لیے جیا کرتے ہیں ان کی تربیت اچھی تعلیم اور ضروریات زندگی تکمیل کے لیے اگر جوان اولاد والدین کے ہاتھوں سپرد خاک ہو تو پھر والدین کس کے لیے جئیں۔ اولاد کی جدائی والدین سے جینے کی امنگ ترنگ چھین لیتی ہے صبر و برداشت نے ان کے وجود میں بسیرا کرنے سے انکار کر دیا اور ایک دن ان کا وجود بھی بھربھری مٹی کی طرح زمین بوس ہو گیا اور بڑی ماں بڑی ماں کا بوڑھا کمزور وجود زندگی کی سانسیں پوری کرتا سب کچھ سہہ رہا تھا اور وہ جی رہی تھیں وہ دھیرے سے اٹھ بیٹھا شام کا اجالا رات کے اندھیرے میں بدل گیا ارد گرد اڑنے والے تمام پرندے شب بسری کے لیے درختوں پر اتر رہے ملازم نے تمام لائٹس آن کر دیں تھیں پورے لان میں پرندوں کی چہچہاہٹ کا شور تھا شاخوں پر ہلچل سی تھی بس پرندے شاید ایک دوسرے کو تمام دن کی روداد سنا رہے تھے عامر بھی ملک بدری کی سزا کاٹ کر لوٹ آیا تھا اس کی دل فگار اور روح زخمی تھی یک بیک ہی وہ رو دیا اندھیرا بہت سی باتوں کا بھرم رکھ لیتا ہے اس حویلی نے اگر دکھ سہا تھا تو اس کے وجود نے تنہائی جھیلی تھی اور روح نے ہجر انکا دکھ سانجھا تھا۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا حویلی کے در و دیوار پر ایک آسیب سا بیٹھا ہوا محسوس ہوا اداسی بین کر رہی تھیں اور روحیں بے چینی سے زمین پر اتر رہی تھیں اپنے بیٹے کو سینے سے لگانے کے لیے سب کچھ اجڑ گیا بچے زندگیاں چلی گئیں انتقام کا پیٹ نہ بھرا قبائلی جھگڑے سالہا سال تک چلتے ہیں اور ایک دوسرے کو بھینٹ دیتے رہتے ہیں تو بھی تو بھی اپنے پیاروں کا بدلہ لے رکھا ہے جینے میں اب بڑی ماں جانے دکھ کے کون سے مرحلے میں تھیں جانے کس دھیان میں تھیں ایک نسل ایک عمر ختم ہو گئی حویلی کی رونقیں ختم ہو گئیں مہمان نوازیاں نہ رہیں تعلقات ختم ہو گئے ایک خوف ایک دہشت لپٹی رہتی ہے یہاں اس کمروں میں دالانوں میں ادھر ادھر عامر دم بخود سب سن رہا تھا۔ تو کیا وہ اسی لیے واپس آیا ہے اگر یہ ہی کرنا تھا تو اسے جانے ہی کیوں دیا گیا۔ قربان گاہ کیوں بنائی گئی اتنی لوگوں کی کیوں بھینٹ دی گئی مجھے انیلہ کی چیخیں نہیں بھولتیں انا کا درد نہیں بھولتا عامر جب جرگے نے فیصلہ سنا دیا تھا خون کا بدلہ خون قتل کا بدلہ قتل ورنہ قصاص۔ فراز پاگل ہو گیا۔ اس کے خون میں جاگیردارانہ نظام دوڑ رہا تھا اسے سکون آیا تھا نہ قرار۔

آہ ایک کڑوا کسیلا احساس رگوں کو فگار کرتا ہوا عامر کے تن من کو جلانے لگا دھیرے سے سر تکیے پر رکھ لیا بڑی ماں اتنے سالوں سے نہاں درد دھیرے دھیرے کہہ کر وجود سے نکال رہی تھیں عامر نے انہیں بولنے دیا ان کا بولنا اس کے وجود کو ہلا رہا تھا اور جب اتفاقی قتل کے بدلے میں انیلہ کو انہوں نے مانگ لیا تھا تم یہاں سے جا چکے تھے ہم تمہاری بھینٹ نہیں دے سکتے تھے تم اس جائیداد کے ولی عہد تھے انیلہ جرہی تھی انا اس کی جدائی میں پاگل ہو رہی تھی مگر جرگے کا فیصلہ تھا بہن کے دکھ میں فراز نے قسم کھائی تھی کہ بدلہ ضرور لے گا اور اپنی بہن کو واپس لائے گا انتقام کی آگ میں وہ جل رہا تھا پڑھائی لکھائی اپنا مستقبل سب کچھ بھول گیا تھا بندوق لے کر زمینوں پر نکل جاتا ہر کسی سے بھڑ جاتا پھر ایک دن ایسے ہی ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے اس نے گولیاں چلائیں اور دشمنوں کا ایک آدمی مار دیا آہ ایک کرب ایک اذیت عامر کو اپنے وجود میں سرایت کرتے ہوئے محسوس ہوئے اس کا وجود جلنے لگا عالم تصور میں وہ فراز کو دیکھ رہا تھا چتونی اور غصیلا فراز انتقام کی آگ میں جل کر فائرنگ کر رہا تھا دشمن نے اسے گولی مار دی اس کے سینے سے تازہ تازہ سرخ لہو فوارے کی شکل میں ابل رہا تھا اف اس نے آنکھیں میچ لیں گرم گرم آنسو گال بھگو رہے تھے اس روز ہمارے گھر سے دو جنازے اٹھے فراز کا اور انا کا جوان کڑیل بیٹے کی لاش کا دکھ اس سے سہا نہیں گیا وہ بھی اس کے مرقد پر ڈھے گئی عامر بے چینی سے سینہ ملنے لگا۔ ایاز ہمیشہ کے لیے گنگ

ہوگیا میرا امن پسند صلح جو بیٹا ہمیشہ سے خون جنگ اور گولیوں کی لڑائی کا خلاف تھا جو جرگے میں بھی اسی بات پر ئٹ کرتا تھا کہ پرانے نظام حکمرانی کو ختم ہو جانا چاہیے مگر اس کی کون سنتا تھا پرانا نظام حکومت ہی انہیں عزیز تھا بھری پری حویلی ویران ہوگئی اور یہ ویرانیت ایاز کو مار گئی انسان سوچتا کیا ہے اور ہوتا کیا مگر مشیت الٰہی کے آگے کس کی چلتی ہے ایک دن وہ بھی دکھوں کی تاب نہ لا کر چل دیا رہتی ماں کو اکیلا چھوڑ کر۔

بڑی ماں کا بھیگا لہجہ اس کے وجود کی آزمائش بن رہا تھا مگر میں نے زندگی میں یہ ہی دیکھا ہے عامر لوگ جھکے ہوئے کو زمین سے لگا دیتے ہیں کمزور کو لاغر سمجھ لیتے ہیں اور خدا کے بعد طاقت کے زور پر زمینی خدا بن جاتے ہیں انسے انتقام لینا ہی بہتر ہے دل میں حسرت تو نہ رہے کاش اے کاش بڑی ماں رو رہی تھیں سسکیاں ان کے وجود میں ہچکولے لے رہی تھیں اور ان کے منہ سے متضاد باتیں سنتا عامر ہونق ہو گیا اس کا وجود ساکت ہو گیا اس کی زندگی کیوں بچائی گئی کیوں اس نے جدائی کا ملک بدری کا ہجر کا درد سہا کیوں کربناک اور لہو کو خوفناک راتیں اس نے دیار غیر میں گزاریں اور علم حاصل کیا علم کی روشنی کی مشعل اپنے ساتھ لے کر آیا جب اس کا مستقبل ہی بدلہ لینا تھا اور قصاص دینا ٹھہرا تو۔۔۔تو۔۔۔اب دکھ نہیں سہا جاتا عامر اب اذیت برداشت نہیں ہوتی میری زندگی کا مقصد کیا ہے کیوں میں زندگی کو گھسیٹ رہی ہوں تو آگیا ہے تو پھر خون کی ہولی کھیلی جائے گی پھر پرانے بدلے لیے جائیں گے پھر۔۔۔پھر ان کی اندرونی بین نگاہ جانے کیا کیا دیکھ رہی تھی در زخمی نگاہوں سے عامر انہیں دیکھ رہا تھا اس کا دل در رہا تھا۔

وہ دھیرے دھیرے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور عقیدت واحترام کے احساس سے ان کے کمزور وجود کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں تنہا اکیلے رونے سے بہتر کسی اپنے کے کندھے سے لگ کر رو لیا جائے تسلی تو ہو جاتی ہے کہ کوئی ہے کہ کوئی ہے اپنا جو ہمیں جانتا ہے اور جس کا دکھ ایک جیسا ہے۔کیا میں یہ سب کر سکوں گا اپنے کندھے پر بندوق اور ہاتھ میں گولیاں پکڑ سکوں گا اور میرے اندر ہمت ہے کہ خون کی ندیاں بہا دوں انتقام اور خون کی جنگ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہے مرے جانے کے بعد یہاں سوائے آنسوؤں کے اس حویلی میں کچھ نہیں بچا در و بام بھیگے ہوئے نظر آتے ہیں ہر لمحے سسکیاں سنائی دیتی ہیں۔ہر لمحہ یہی احساس ہوتا ہے جیسے انیلہ مجھے خفگی سے دیکھ رہی ہو اور کہہ رہی ہو کہ بھائی مجھ بے گناہ کا قصور۔خیالی زرد کہیں کہیں سے سبز خشک گھاس کے قطعے پر چلتے ہوئے عامر نے سوچا انیلہ میری بہن میری زندگی اگر تو زندہ ہوتی تیری زندگی ہوتی تو تو میں کچھ بھی کر لیتا تیری باقی ماندہ زندگی کو بچانے کے لیے مگر دکھ کی شدت اتنی تھی کہ تو مقتل میں ایک رات بھی اپنی سانسیں نہ جی سکی اور مر گئی میں میں لوٹ کر اس لیے تو نہیں آیا کہ غم کاشت کروں دکھ بانٹوں اور آنسوؤں کے نذرانے وصول کروں انتقام دوسری طرح سے بھی تو لیا جا سکتا ہے اس نے میٹالی نے خشک گھاس پر چلتے ہوئے سر اٹھا کر زرد آسمان کو دیکھا سورج مغرب میں ڈوب چکا تھا فیصلہ کسی طرح بھی ہو سکتا تھا وہ اپنی نسل کو قبائلی جھگڑوں کا ورثہ نہیں دے گا خون کے بدلے خون نہیں بہے گا۔

وہ اپنی نسل اپنی اولاد کو ایک نیا رخ دکھائے گا زندگی کا نیا چہرہ جو خون آلود نہیں ہوگا صاف شفاف غلاظت سے پاک ہوگا وہ اپنی نسل کو معافی درگزر رحم دلی کا سبق دے گا اپنی اولاد کو حشر کے راستے پر چلائے گا کہ۔۔۔کہ خدا اپنے ان بندوں سے پیار کرتا ہے جو اس کے بندوں سے پیار کریں اور خدا جب راضی ہو جائے تو ہر چیز مکمل اور خوشگوار ہو جاتی ہے اور اس کے جانے کے بعد اس کی نسل آرام وسکون سے رہ سکے یہ ناممکن ضرور تھا مگر اسے ممکن بنانا تھا صبح کی اولین روشنی۔۔۔نے زمین تک کا سفر طے کیا تو ایک نیا منظر دیکھا حویلی کا بند دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے قبیلے کو معافی کا پیغام پہنچایا تھا اور اپنی جانب نکلتے تمام گناہ معاف کر دیئے تھے بڑی ماں بہت خفا اور ناراض تھیں بڑی ماں۔اس نے دھیرے سے ان کی گود میں سر رکھ لیا بڑی ماں۔یہ وقت کا تقاضا بھی ہے اور ہماری ضرورت بھی کیا ساری عمر ہم لوگ خاک خون اور آگ کی ہولی کھیلتے رہیں گے کیا ہماری نسلیں صرف تعاون اور ہرجانے ادا کرتی رہیں گی ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتتی رہیں گی۔نہیں نہیں بڑی ماں اب یہ نہیں ہو سکتا کسی کو بارش کا پہلا قطرہ بننا ہے کسی کو نظام زندگی بدلنا ہے کوئی تو ہو جو قدیم اور فرسودہ قبائلی روایات اور نظام کو بدلنے کے لیے آواز اٹھا سکے اب تعلیم شعور اجاگر کر رہی ہے گاؤں اور دیہات میں آگہی آرہی ہے تعلیم چل پڑے میں تو قافلہ بنتا چلا جائے گا عامر نے بڑی ماں کی گود سے سر اٹھایا۔

اس کا چہرہ بھیگ رہا تھا اور اندرونی کرب سے بڑی ماں کی پلکیں لرز رہی تھیں۔میرا دکھ میری اذیت میرے اپنے۔۔۔آواز کپکپا گئی۔معاف۔معاف کر دیں درگزر کر دیں بالکل اس طرح سے جیسے ہمارے نبی پاک ﷺ نے معافی کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا دل خوش ہو قلب مطمئن ہو تو صبر خود بخود ہی آجاتا ہے دھیرے دھیرے سے ان کے بوڑھے ہاتھ تھام کر چوم لیا اور وہ بھی شاید دکھ کی شدت برداشت کرتے کرتے تھک گئی تھیں دھیرے سے نم پلکوں اور بھیگے ہوئے رخساروں سمیت مسکرا دیں اور اور بڑی ماں ہمیں یہ بھی تو سوچنا ہے کہ ہمارے بعد ہمارے جانے کے بعد ہماری آنے والی نسلیں آرام وسکون سے رہ سکیں یقین واعتماد سے انہیں دیکھا دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر عزم واعتماد سے مسکرا دیئے اب انہیں زندگی اور اس حویلی کا چہرہ نئے انداز سے سنوارنا اور نکھارنا تھا نئے رواجوں اور نئی رسموں کو اجالنا اور پھیلانا تھا۔

❀❀❀

یاد رکھنے کی باتیں

P انسان کے اعمال ہی اس کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔نیک نیتی سے کی جانے والی کوششیں کبھی ناکام نہیں ہوتیں۔جو شکوہ کرتا ہے وہ اللہ کی تقسیم پر راضی نہیں۔

P حاسد اپنے سوائے کسی کا نقصان نہیں کرتا،ناکامی کی وجہ تقدیر نہیں ہڈحرامی،بدنیتی اور بے عملی ہوتی ہے۔

P قسمت آپ کے ہاتھ میں نہیں لیکن کام آپ کے ہاتھ میں ہے،قسمت آپ کا کام نہیں سنوار سکتی لیکن کام آپ کی قسمت سنوار سکتا ہے،اس لئے ہمیشہ اپنے آپ پر اعتماد کریں،خیال رکھیں کہ آپ ہر کام کیسے کر سکتے ہیں۔

P جب آپ روشنی میں ہوتے ہیں تو ہر چیز آپ کے پیچھے چلے گی لیکن جب آپ اندھیرے میں داخل ہوں گے تو ہر چیز حتیٰ کہ آپ کا سایہ بھی ساتھ چھوڑ جائے گا۔یہی زندگی ہے۔

P اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر انسان کو رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے مگر یہ وعدہ اس نے نہیں کیا کہ وہ ہر اس کو بخش دے گا پھر کیوں ہم رزق کے لئے پریشان ہیں اور مغفرت سے بے پرواہ۔

P جو کہتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے وہ دراصل کچھ نہیں جانتا اور جو کہتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا وہ دراصل سب کچھ جانتا ہے۔

P بہتر کام وہ ہے جس میں دین و دنیا دونوں کا فائدہ ہو پھر وہ جس میں صرف دین کا،پھر وہ جس میں صرف دنیاوی فائدہ ہو وہ کام فضول ہے جس میں دینی فائدہ ہو نہ دنیاوی۔

P گلے شکوے سے زبان بند رکھو نعمت عطا کی جائے گی۔غیبت سے آپ کے دشمن کو فائدہ ہے کیونکہ اس سے آپ کی نیکیاں ضائع ہوتی ہیں اور اس کے گناہ جس کی غیبت کی جائے۔

☆......ایم خالد محمود سانول۔مروٹ

لطیفہ

سکول کے ایک ٹیسٹ میں مضمون کا عنوان تھا ''کرکٹ''۔ایک بچے نے صرف دو منٹ میں مضمون ختم کر لیا اور پیپر ٹیچر کے حوالے کر دیا۔پیپر میں لکھا تھا۔بارش کی وجہ سے میچ نہیں ہو سکا۔

☆......ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ۔جعفر آباد

مردے سے ملاقات

---تحریر: محمد افضل ٹیپو۔ گگو منڈی بورے---

دو آدمی ایک عورت کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لائے جب وہ میرے قریب آئے اور میں نے اس عورت کو دیکھا تو میرے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی وہ عورت میری امی تھی مجھے دیکھ کر وہ کڑے سے باہر کھڑی ہو گئی اور میرے سامنے فریاد کرنے لگی بیٹا یہ جو تو عمل کر رہا ہے ہوا سے چھوڑ دو ورنہ یہ مجھے جان سے مار دیں گے میرا خون پی کر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جائیں گے وہ زار و قطار رو رہی تھیں اور میری منتیں کر رہی تھیں میں نے عمل پڑھنا چھوڑ دیا اس سے پہلے کہ میں بھاگ کر اپنی امی کے گلے لگا لیتا اور ان کی جان بچا لیتا کہ استاد جی کی آواز سنائی دی بچہ ذرا سنبھل کر یہ سب نظر کا فریب ہے خاموشی سے اپنا عمل پڑھتا رہ کڑے سے باہر قدم نکالا تو فوراً ہلاک ہو جائے گا استاد جی کی آواز سن کر میں ذرا ٹھٹکا اور خاموشی سے عمل پڑھنے لگا اور حوصلہ کر کے کس سے مس نہ ہوا اس خوفناک مخلوق کا جانور بادشاہ جو تخت پر بیٹھا تھا میرا استقلال دیکھ کر مشتعل ہو گیا اس نے اشارہ کیا تو دونوں جانور نما آدمی میری امی کو پکڑ کر اس جانور نما بادشاہ کے پاس لے گئے اور بالوں سے پکڑ کر اوندھے منہ لٹا دیا اے بدبخت انسان ایک آواز میدان میں گونجی یہ عمل چھوڑ دے اور گھر چلا جا ہم تجھے کچھ نہیں کہیں گے اگر تو باز نہ آیا تو تیری ماں کو ہم ابھی قتل کر دیں گے ہم اس کا خون پی جائیں گے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے بول باز آتا ہے کہ نہیں وہ بندر نما بادشاہ میری امی کو کوڑے مارنے لگا میری امی کی دلدوز چیخیں میدان میں گونجنے لگیں وہ میرا نام لے کر اپنی ممتا کے واسطے دے رہی تھیں میرا دل ڈوبنے لگا مجھ پر غشی کی کیفیت سی طاری ہونے لگی میں پھر بے اختیار آگے بڑھا پھر استاد جی کی للکار سنائی دی اوئے یہ کیا کر رہا ہے کڑے کے اندر ہی رہ ورنہ مارا جائے گا مجھے پھر ہوش آ گیا اس عجیب الخلقت بندر بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ میں پھر ثابت قدم ہو گیا ہوں تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی اس نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا نجانے کہاں سے اس کے ہاتھ میں قصائیوں والا بگدا آ گیا امی اوندھے منہ اس کے آگے پڑی ہوئی تھی بادشاہ نے مجھے شعلہ بار نظروں سے دیکھا اور مجھے پھر اس عمل سے باز رکھنے کو کہا۔ میں نہ رکا تو اس نے اس بگدے سے میری امی کی گردن کاٹ دی میں نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

سچی بات تو یہ تھی کہ میں اس کے عشق میں پاگل ہو رہا تھا وہ ایک بے حد امیر گھرانے کی بے انتہا خوبصورت اور حسین لڑکی تھی اور جس نے میری طرف کبھی دیکھا بھی نہیں تھا میری سرتوڑ کوششوں کے بعد صرف اتنا ہوا تھا کہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں اسے بے حد چاہتا ہوں ایک دفعہ سامنا ہوا تھا تو وہ شان بے نیازی سے مسکرائی تھی اور کندھے اچکا کر چلی گئی تھی اور میں تڑپتا ہی رہ گیا تھا اور اس کا حصول میرے لیے ناممکن سے بھی زیادہ بے انتہائی ناممکن تھا میں نے اپنے ایک دوست سے ذکر کیا تو اس نے کہا یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے ایک منٹ میں یوں حل ہو جائے گا۔

اس نے چٹکی بجاتے ہی کہا وہ کیسے میں نے سراپا اشتیاق بن کر کہا وہ ایسے کہ ایک پیر صاحب ہیں انہیں نذرانہ دینا پڑیگا وہ ایک عمل بتائیں گے اور محبوب تمہارے قدموں میں ہوگا تم جدھر جاؤ گے تمہاری محبوبہ تمہارے پیچھے پیچھے آئے گی تم لاکھ جان چھڑانا چاہو مگر

پھر بھی وہ تمہاری جان نہیں چھوڑے گی اس نے مسکرا کر کہا ہائے یا میری تو کب سے حسرت ہے کہ وہ مجھ سے چند لمحے گفتگو ہی کرے۔

اگر ایسا ہو جائے تو میں تمہارے پیر صاحب کے پاؤں دھو دھو کر ساری عمر پیوں گا اگلے دن ہی ہم دونوں موٹر سائیکل پر پیر صاحب کے پاس پہنچ گئے میرے دوست نے میرا مسئلہ بیان کیا تو وہ مسکرائے بچہ ایسا کر اس لڑکی کے دونوں پاؤں کی مٹی لے آؤ لڑکی اور اس کی ماں کا نام بھی لے آؤ خوش قسمتی سے چاند چڑھا ہوا ہے اور حب کے کام ایسے ہی دنوں میں ہوتے ہیں میں عمل کروں گا اور تمہارا کام ہو جائے گا میں خوشی خوشی وہاں سے اٹھا اور ہم دونوں واپس گھر آ گئے ثانیہ اور اس کی والدہ کا نام تو مجھے پہلے ہی معلوم تھا ثانیہ کے پاؤں کی مٹی میں نے جس طرح حاصل کی وہ ایک علیحدہ داستان ہے اگلے دن ہم دونوں دوست پیر صاحب کے پاس گئے ثانیہ کے پاؤں کی مٹی اور اس کی ماں کا نام پیر صاحب کو دیا اور اپنے دوست سے کہنے پر تین ہزار روپے نذرانہ دیا پیر صاحب کچھ دیر کے لیے اٹھ کر اندر کمرے میں چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر مجھے تین تعویذ دیئے۔ ایک پر پڑھائی کر کے اسے آٹے کی گولی میں لپیٹ کر نہر میں بہانا تھا اور دوسرے کو کسی درخت کے ساتھ ایسے لٹکانا تھا کہ وہ ہوا کے ساتھ ہلتا رہے اور تیسرے تعویذ کو راستے میں دبانا تھا جہاں ثانیہ روز گزرتی ہو اس کے علاوہ پیر صاحب نے مجھے چند الفاظ بتائے کہ عشاء کی نماز کے بعد کسی مخصوص جگہ پر مخصوص وقت پر اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف گیارہ تسبیح ان الفاظ کی کرنی ہیں اور لڑکی کا تصور ذہن میں رکھنا تھا اور بعد میں کسی سے بات نہیں کرنی ہے اور سو جانا ہے اور یہ عمل گیارہ دن کرنا ہے اور گیارہ دنوں کے بعد لڑکی آپ کے قدموں میں ہوگی۔

اور ہاں جب لڑکی تمہارے پاس آئے گی تو کوئی غلط حرکت نہیں کرنی ورنہ بہت نقصان ہوگا اور اگر شادی کرنی ہے تو مجھ ایک اور عمل کرنا پڑے گا لیکن پہلے لڑکی کی تمہارے ساتھ دلچسپی ہو جائے اس کے لیے پہلے یہ عمل کر جو میں نے تمہیں بتایا ہے میں وہاں سے اتنا خوش خوش اٹھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اب بس ثانیہ میری بانہوں میں آ گئی ہے میں تو اس کی زلفوں کی خوشبو بھی اپنے شانوں پر محسوس کرنے لگا میں نے پیر صاحب کی ہدایت پر ایک تعویذ پڑھائی کر کے آٹے کی گولی بنا کر نہر میں بہا دیا اور ایک تعویذ درخت پر بھی لٹکا دیا اور اب جو تعویذ راستے میں دفن کرنا تھا وہ ذرا اوکھا کام تھا کیونکہ اس گلی میں چوبیس گھنٹے الگھا ٹاپا بہت تھا دوسری مصیبت یہ تھی کہ گلی میں پکا سولنگ لگا ہوا تھا میں آدھی رات کو اٹھا ہاتھ میں ایک رمبا پکڑا اور ثانیہ کی گلی میں پہنچ گیا گلی سنسان تھی میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تسلی کر کے میں نے سولنگ کی ایک اینٹ اکھاڑنی شروع کر دی چند لمحوں کے بعد اینٹ نکال لی اور میں رمبے کے ساتھ نیچے والی زمین کھودنے لگا میرا ارادہ تھا کہ نیچے گڑھا کھود کر اس میں تعویذ دبا کر دبا دوں گا اور اینٹ اوپر رکھ کر اچھی طرح سولنگ برابر کر دوں گا ابھی میں گڑھا کھود ہی رہا تھا کہ اچانک مجھ پر ٹارچ کی تیز روشنی پڑی تو میں بری طرح گھبرا گیا دیکھا تو چوکیدار مجھ پر روشنی ڈال کر مجھے پہچان رہا تھا میں شرمندہ سا ہو گیا اوئے خوچہ تم ادھر کیا کھودتی ہے چوکیدار نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں پوچھا تو میں شرمندگی سے مسکرایا اور کہا۔

اب میں تمہیں کیا بتاؤں مجھ پر کسی باہر کی چیز کا سایہ ہے جس کی وجہ سے مجھے خطرناک دورے پڑتے ہیں اسی لیے ایک بزرگ نے مجھے تعویذ دیا تھا کہ یہ کسی چلتی گلی میں دفن کر دینا تو تم ٹھیک ہو جاؤ گے اسی لیے یہاں تعویذ دبا رہا ہوں بس اتنی سی بات تھی میں نے مسکین سی شکل بنا کر کہا اوہ اچھا اچھا اللہ تم پر رحم کرے وہ آیت الکرسی پڑھتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا اور جلدی جلدی تعویذ دبا کر گھر واپس آ گیا اگلی رات سے میں نے عشاء کی نماز کے بعد پیر صاحب کا بتایا ہوا عمل پڑھنا شروع کر دیا عمل کے دوران ان گیارہ دنوں میں دو تین بار ثانیہ سے میرا آمنا سامنا ہوا یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی ہو اور ساتھ مجھے بھر پور

نظروں سے دیکھا بھی ہو میرا حوصلہ کچھ بڑھا کہ تعویذ اور پڑھائی میں کچھ اثر تو لگتا ہے اور میں اور دل لگی کے ساتھ پڑھائی مصروف ہو گیا گیارہ دن کے بجائے اکیس دن گزر گئے لیکن کوئی نیا واقعہ پیش نہ آیا میں نے اپنے دوست سے کہا۔

یار پیر صاحب نے جو کام بتائے تھے وہ میں نے سب پورے کر دیئے ہیں پڑھائی بھی گیارہ دن کے بجائے اکیس دن کی ہے مگر کچھ بھی نہیں بنا یار یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے دوست نے بے یقینی سے کہا یار میں جھوٹ کہہ رہا ہوں میں نے برا مناتے ہوئے کہا ہم دونوں پھر پیر صاحب کے پاس چلے گئے انہیں بتایا کہ کام تو ہوا ہی نہیں پہلے تو کبھی ٹاکرہ ہو جاتا تھا اور وہ بھی اوکھی سوکھی ایک نظر تو ڈال لیتی تھی جب سے تعویذ دبائے ہیں اور عمل کیا ہے صرف ایک بار ہی نظر آئی ہے پھر دوبارہ صورت ہی نظر نہیں آئی پیر صاحب نے مجھ سے ساری تفصیلات پوچھی کہ کس طرح تعویذ دبائے نہر میں کیسے دبائے گلی میں کیسے دفن کیا کس طرح عمل کیا میری ساری باتیں سن کر پیر صاحب ناراض ہو گئے کام تمہارا ہونا ہی نہیں تھا کیسے ہوتا جو تعویذ تم نے درخت سے لٹکانا تھا وہ کسی پھل دار میٹھے درخت سے لٹکانا تھا اور تم نے ٹاہلی سے لٹکا دیا میٹھے درخت سے لٹکانے کا ایک خاص اثر ہوتا ہے محبت کی مٹھاس پیدا ہوتی ہے مطلوب کے دل میں اور جو آٹے کی گولی بنا کر تعویذ نہر میں بہانا تھا وہ باوضو ہو کر نیاز دے کر دریا میں بہانا تھا اس طرح پیر صاحب نے میری عمل میں اتنے نقص نکال دیئے کہ مجھے خود محسوس ہونے لگا کہ میں نے عمل سے زیادہ نقص کیے ہیں میں نے ہمت کر کے پیر صاحب سے کہا۔

یہ باتیں تو آپ کو چاہیے تھا کہ مجھے پہلے سے بتاتے مجھے کوئی الہام تو نہیں ہوتا تھا کہ کون سا عمل کس طریقہ سے کرنا ہے یہ تو آپ کا کام تھا کہ عمل کے ساتھ طریقہ بھی بتاتے اور اب آپ میرا قصور نکال رہے ہیں المختصر کہ میں اور میرا دوست وہاں سے واپس آ گئے مجھے پیر صاحب پر بہت غصہ آ رہا تھا اور اس سے بھی زیادہ اپنے دوست پر یار تمہارے اس کو کیا کہوں تین ہزار روپیہ بھی لے لیا اور محنت بھی کروائی اور الٹا قصور بھی میرا ہی نکال دیا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تم اس ٹھگ پیر کے ٹاؤٹ ہو جو کہ پیر کو گاہک پھنسا کر دیتے ہو اور شاید تمہارا کمیشن بھی ہو میں نے اپنے دوست کی خاصی بے عزتی کی اور سارا غصہ اپنے دوست پر نکالا اور اس کے بعد بہت سے پیروں فقیروں کے ڈیروں پر گئے اور درباروں کے چکر لگائے بہت کچھ کیا نذرانے دیئے مگر کچھ بھی نہ بنا اگرچہ میرا اپنا کچھ بھی نہ تھا لیکن اس لائن میں میری کافی واقفیت ہو گئی تھی پھر مجھے ایک عامل کا پتہ چلا جو کالے علم کا ماہر تھا اور کالا عمل کرتا تھا میں نے اس کے گھر کے چکر لگانے شروع کر دیئے جتنے میں پیروں فقیروں کے گھروں کے چکر لگا رہا تھا اتنا ہی میرے دل ثانیہ کا پیار بڑھتا جا رہا تھا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کیا کروں آہستہ آہستہ میری اس عامل سے کافی بے تکلفی ہو گئی ایک دن میں نے اس سے کہا کہ استاد جی مجھے ایک بات تو بتاؤ یہ جو عملیات ہوتے ہیں ان کی کوئی حقیقت بھی ہوتی ہے یا بس لوگوں کو لوٹنے کا ایک بہانا ہے استاد جی نے کہا۔

یار یہ جو عملیات ہوتے ہیں ان میں حقیقت تو ہوتی ہے میں جھوٹ نہیں بولوں گا ایسے کئی لوگ ٹھگ ہوتے ہیں ان کے پلے کچھ بھی نہیں ہوتا ہے بس بزرگوں کا حلیہ اختیار کر کے اور اللہ کے کلام کی آڑ میں لوگوں کو لوٹ رہے ہیں اور قرآن پاک کے لفظوں کے مطابق اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور جو صحیح بزرگ ہوتے ہیں اللہ کے بندے ہیں وہ تو اپنا آپ کسی کو بتاتے ہی نہیں ہیں اور نہ ہی ایسے لڑکیاں پھنسانے والے تعویذ دیتے ہیں اور نہ ہی کوئی ایسا ویسا عمل دیتے ہیں اگر موج میں ہوں تو کسی کا کام کر دیتے ہیں اور پیسے وغیرہ تو خیر بالکل ہی نہیں لیتے باقی رہی نوری عملوں کی بات تو ہوتے تو وہ برحق ہیں لیکن ان کی رفتار بہت آہستہ ہوتی ہے مہینوں میں جا کر کہیں تھوڑا بہت اثر دکھاتے ہیں اور نوری عمل کے لیے بڑی سخت محنت کرنا پڑتی ہے پھر اس میں چوبیس گھنٹے باوضو رہنا پانچ وقت کی نماز پڑھنا گناہ کبیرہ اور صغیرہ

سے سختی سے بچنا اور خاص طور پر جنسی مخالف کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا صحیح طریقہ سے وقت کی پابندی کے ساتھ عمل کرنا ایسے بہت سے پرہیز ہیں۔

خاص طور پر کھانے پینے کے بہت پرہیز ہیں ہر قسم کا گوشت گوشت سے بنی ہوئی چیز دودھ گھی سے بنی ہوئی چیز سے پرہیز اس کو ترک حیوانات اور ترک جمالات کہتے ہیں لہسن پیاز اچار تمبا کو نوشی سے مکمل پرہیز اور ہر ایسی چیز سے پرہیز کے استعمال سے منہ میں بدبو آئے صرف جو کی روٹی کھانا دریا کا پانی پینا کم سونا زیادہ جاگنا لمبے عرصے کے پرہیز کے بعد پھر کہیں جا کر روحانیت کی لائن ذرا سی ملتی ہے جو کہ ایک ناممکن تو نہیں کہہ سکتے ہیں لیکن مشکل ضرور ہے اور باقی رہی کالے علم کی بات یا سفلی علم کی یہ عمل کام تو بڑی سپیڈ سے کرتے ہیں لیکن اس کے لیے بڑا مضبوط دل ہونا چاہیے ایک تو اس عمل کو کرنے کے لیے ناپاک رہنا بہت ضروری ہے اس کے نقصانات بھی بہت ہیں اس علم کے عامل کی روزی تنگ ہو جاتی ہے اگر شادی شدہ ہو تو بچے مر جاتے ہیں گھر میں بیماریاں اور پریشانیاں ڈیرہ ڈالے رکھتی ہیں ہم عامل لوگ ہزاروں روپیہ روزانہ کماتے ہیں مگر تا پھر بھی کچھ نہیں بنتا لیکن کام کی گارنٹی میں دیتا ہوں اگر تم نے عمل کرنا ہے تو نفع نقصان کی ذمہ داری تمہاری ہوگی بعد میں مجھے الزام نہ دینا۔ میں تو تانیہ کے پیار میں پاگل ہو رہا تھا استاد جی شادی تو میری ہوئی نہیں اس لیے میرے بیوی بچے کہاں مرنے ہیں باقی رہی بات جان کے نقصان کی تو میں اس کے لیے تیار ہوں تانیہ کے لیے میں بڑی آسانی سے جان دے سکتا ہوں میں نے بڑے جوش سے کہا۔

اچھا ایسا کرو دو چار دن اچھی طرح سوچ لو پھر مجھے بتانا اس نے کہا استاد جی سوچنا کیا ہے بس سوچ لیا ہے آپ مجھے عمل بتائیں خواہ کتنا ہی خوفناک اور خطرناک کیوں نہ ہو میں کرنے کو تیار ہوں استاد جی مسکرائے اور کہا دیکھو لو عمل ناکام ہو گیا تو تم پاگل بھی ہو سکتے ہو تمہارا دماغ پھر سکتا ہے تمہیں کوئی بلا چڑیل یا کوئی ہوائی چیز چمٹ سکتی ہے استاد جی میرے چاہے ٹوٹے ٹوٹے ہو جائیں چاہے کچھ بھی ہو جائے میں نے تانیہ کو ضرور حاصل کرنا ہے اب تو سال بھر میں اس کی شادی بھی ہونے والی ہے اگر تانیہ کو میں نے اپنے قدموں میں نہ بٹھایا تو میرے لیے مرنے کا مقام ہوگا۔ بس استاد جی فیصلہ ہو گیا اب آپ آگے کی بتائیں کہ کون سا عمل کرنا ہے اس کس طرح کرنا ہے میری بات سن کر استاد جی کچھ دیر گہری سوچ میں ڈوب گئے کچھ دیر کے بعد بولے تم اگر یہ عمل مکمل کر لو تو تم نا صرف تانیہ کو حاصل کر لو گے بلکہ تم اس کے عمل کے عامل بھی بن جاؤ گے اور تم خود بھی ایسی قابل ہو جاؤ گے کہ تم کسی اور کا کام بھی کر سکتے ہو میں یہ سن کر زیادہ اصرار کرنے لگا کہ میں یہ عمل ضرور کروں گا اور انشاء اللہ کامیابی بھی حاصل کروں گا استاد جی نے مجھے ایک عمل لکھ کر دیا اور صحیح تلفظ کے ساتھ مجھے پڑھا دیا کافی لمبا عمل تھا اور کافی مشکل بھی تھا یہ تم زبانی یاد کرو جب پانی کی طرح تمہاری زبان پر رواں ہو جائے تو پھر مجھے بتانا میں نے عمل چند دنوں میں یاد کر لیا استاد جی زبانی سنایا تو استاد جی میرا جنون دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

اب استاد جی کیا کرنا ہے میں نے بڑی بے تابی سے پوچھا پرسوں اتوار ہے اور اتوار کی رات کو یہ عمل ایک عیسائیوں کے قبرستان میں کسی پرانی قبر میں داخل ہو کر تابوت کے اندر مردے کے ساتھ لیٹ کر کرنا ہے یہ تین راتوں کا عمل ہے اپنے ساتھ ایک میٹھی روٹی رکھنی ہے کیونکہ عمل کے بعد یا عمل کے دوران جب مردہ اٹھے گا تو اسے بڑے زور کی بھوک لگی ہوگی وہ تم سے روٹی مانگے تو تم نے اسے روٹی نہیں دینی اسے کہنا ہے کہ پہلے میرا کام کرو اگر وہ کام کرنے کا وعدہ کرے تو پھر اسے روٹی دے دینی ہے پھر قبر سے نکل کر تم نے دوڑ لگا دینی۔ سستی نہیں کرنی ورنہ وہ تمہاری جان کا نقصان بھی کر سکتا ہے دوڑ لگانے کے بعد پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا تم گھر جاؤ گے تو تمہاری تانیہ تمہاری منتظر ہوگی وہ تم سے کس طرح رابطہ کرتی ہے یہ اس کا مسئلہ ہے پھر وہ ساری دنیا چھوڑ دے گی لیکن تمہیں نہیں چھوڑے گی عمل کی تفصیل سن کر ایک بار تو میرے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی لیکن تانیہ کے

حصول میرے خوف پر غالب آ گیا پھر یہ بات دن کے وقت ہو رہی تھی اس لیے اتنا خوف محسوس نہ ہوا میں نے حامی بھر لی ٹھیک ہے استاد جی پرسوں اتوار کو آپ عمل شروع کروا دیں میں یہ عمل ضرور کروں گا۔

یہ سردیوں کا موسم تھا اتوار کی رات جب استاد جی اور میں عیسائیوں کے قبرستان میں داخل ہوئے تو گھپ اندھیرا تھا گہری سیاہ تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دے رہا تھا سرد ہوا چلنے کی آواز اس طرح سے محسوس ہو رہی تھی جیسے کوئی سینکڑوں بدروحیں بین کر رہی ہوں بال کھولے رو رہی ہوں مجھے تو یوں لگا جیسے اس کی سسکیاں میرے کانوں میں گونج رہی ہوں قبروں کے ہیولے گہری تاریکی میں مدہم مدہم سے نظر آ رہے تھے میرا دل خوف سے لرز رہا تھا استاد جی مجھے ایک پرانی قبر پر لے گئے جو اوپر سے کھلی ہوئی تھی استاد جی نے ٹارچ سے قبر کے اندر روشنی ڈالی تو اندر ایک پرانا اور خستہ تھا تابوت پڑا ہوا تھا استاد جی نے اندر داخل ہو کر تابوت کا ڈھکن زور لگا کر اوپر اٹھایا جو کیلوں سے جڑا ہوا تھا پھنوں کی تیز چرچراہٹ یوں بلند ہوئی جیسے کوئی بھوکا دیو کسی انسان کی ہڈیوں کو چبا رہا ہو استاد جی نے بالآخر تابوت کو اکھاڑ ہی دیا اور اندر روشنی ڈالی ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ جس پر گوشت کا نام و نشان تک نہ تھا سیدھا چت پڑا ہوا تھا آنکھوں کی جگہ بڑے بڑے سوراخ تھے اور ٹارچ کی روشنی میں اس کی ہڈیاں چمک رہی تھی مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ مردہ اپنا منہ کھول کر تھوڑا سا ہنسا ہو میری ٹانگیں کانپنے لگیں استاد جی نے کہا تابوت تو کافی کھلا ہے۔

اب تم ایسا کرو اس کے ساتھ لیٹ جاؤ اور عمل پڑھنا شروع کرو، میں قبر کے پاس ہی بیٹھا ہوا ہوں تم پریشان مت ہو۔ یہ مردے کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں میں نے استاد جی کا دیا ہوا عمل یاد کرنے کی کوشش کی مگر خوف کی وجہ سے میں وہ عمل بھول چکا تھا میں نے استاد جی بتایا کہ میں عمل بھول گیا ہوں لعنت ہے تم پر استاد غصہ سے غرایا پھر اس نے مجھے عمل دوبارہ یاد کروایا تھوڑی سی کوشش کے بعد میری زبان پر پھر رواں ہو گئی دیکھو اگر ڈرنا ہے تو تانیہ کا خیال چھوڑ دو اسے کسی اور کی ہو لینے دو استاد جی نے میری غیرت جگانے کی کوشش کی میں نے بھی قبر سے باہر بیٹھ کر کچھ پڑھنا ہے اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے پاس ہی ہوں صبح جونہی اذان ہو تم عمل ختم کر کے قبر سے باہر آ جانا چلو اب تابوت میں مردے کے ساتھ لیٹ جاؤ اور عمل شروع کر دو استاد جی نے مجھے کچھ اور ہدایات دیں میں دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتی ہوئی ٹانگوں کے ساتھ قبر میں اترا اور تابوت میں مردے کے ساتھ لیٹ گیا چند لمحات تک تو میں اپنے آپ کو سمیٹ کر لیٹا رہا میں نے آہستہ آہستہ عمل پڑھنا شروع کر دیا خوف کی وجہ سے میری زبان بھاری ہو گئی تھی بڑی مشکل سے پورا عمل ایک بار پڑھا میٹھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی کہ جب بھی مردہ روٹی مانگے گا اور کام کی یقین دہانی کے بعد اسے دے دوں گا۔

آہستہ آہستہ میری زبان رواں ہو گئی اور میں بلند آواز میں عمل پڑھنے لگا قبر میں میری آواز گونج رہی تھی خوف سے میرا جسم پسینہ اگل رہا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا کہ ابھی مردہ اٹھ کر میری گردن پکڑ لے گا اور اس وقت تک دباتا رہے گا جب تک میری جان نہ نکل جائے عمل پڑھنے کے دوران میں کن آنکھیوں سے کبھی مردے کی طرف دیکھتا تو خوف سے مرے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے میں سرد اور تاریک قبر میں بلند آواز سے عمل پڑھتا رہا باہر استاد بیٹھا ہوا تھا وہ کبھی کبھی کھنگارتا تو مجھے اس کی موجودگی سے کچھ حوصلہ ہوتا کبھی کبھی میرا جسم مردے سے مس ہو جاتا تو میرے سارے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگتیں اللہ اللہ کر کے صبح کی آزان ہوئی تو میں تابوت سے اٹھا اور قبر سے باہر آ گیا باہر کھلتے وقت مجھے ایسے محسوس ہوا کہ جیسے ابھی کوئی نادیدہ ہاتھ بڑھے گا اور مجھے واپس تابوت میں کھینچ لے گا جب میں باہر نکلا تو استاد جی نے مجھے گلے سے لگا کر تھپکی دی اور شاباش دی اور خود استاد جی نے قبر میں اتر کر تابوت کا ڈھکن برابر کیا اور باہر آ گیا شاباش شہزادے استاد جی نے پھر مجھے شاباش دی یار تم تو بڑے

حوصلے والے ہو سچ پوچھو تو میں قبر کے باہر بیٹھا پڑھ رہا تھا لیکن مجھے خدشہ تھا کہ تم کسی بھی وقت عمل درمیان میں چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے پر آفرین ہے تم پر یہ ایک رات گزر گئی بس اب کچھ نہیں ہوگا اور یہ مردے بیچارے تو خود مجبور ہوتے ہیں تمہیں کیا کہہ سکتے ہیں۔

ہاں عمل کے زور سے حرکت پذیر ہوں تو اور بات ہے ہم باتیں کرتے ہوئے واپس گھر آ رہے تھے کچھ کچھ روشنی سی ہوگئی تھی اس لیے ذرا دل کو حوصلہ ہوا رات کی تاریکی انسان کو بزدل اور کمزور بنا دیتی ہے استاد جی اپنے اور میں اپنے گھر کو چلا گیا اور ناشتہ کرنے کے فوراً بعد سو گیا سوتے میں مجھے برے برے خواب آتے رہے کبھی مجھ پر ایک ایسا آدمی حملہ آور ہوتا ہے جس کی شکل بن مانس سے ملتی جلتی تھی اور اس کا قد آسمان جتنا اونچا تھا اس کے ہاتھ میں ایک تلوار ہوتی ہے اور وہ مجھ پر حملہ کرتا ہے نجانے کس طرف سے ایک بزرگ مجھے آ کر بچا لیتے ہیں پھر ایک عورت آتی ہے بالکل برہنہ حالت میں کالا سیاہ رنگ اور وہ مجھے مارنے کے لیے میری طرف بڑھتی ہے تو میری اچانک آنکھ کھل جاتی ہے جب میری آنکھ کھلی دوپہر کے دو بجے کا وقت تھا سردی کے باوجود میرا جسم پسینے سے شرابور تھا اور میرا سارا جسم خوف سے کانپ رہا تھا بڑی مشکل سے مرا دل قابو میں آیا مغرب کی آذان کے بعد استاد جی کا بلاوا آ گیا جوں جوں رات کی تاریکی بڑھتی جا رہی تھی میرا دل پھر بے اختیار ہو کر خوف سے دھڑک رہا تھا۔ پہلے تو میں نے ارادہ کیا کہ ایسے خطرناک کام کو دفع کردوں تانیہ کو حاصل کرنے کا کوئی آسان راستہ ڈھونڈ لوں گا لیکن استاد جی نے مرا حوصلہ بڑھایا تو میں عمل کو پھر جاری رکھنے پر آمادہ ہو گیا۔

وہ دوسری رات بھی اسی طرح خوف کے عالم میں گزر گئی اور پھر آج تیسری رات تھی اور یہ فیصلہ کن مرحلہ تھا تانیہ کا خیال آتا تو میں اپنے دل کو مضبوط کر لیتا۔ میں قبر میں اتر تابوت کا ڈھکن اٹھایا گھور گھپ تاریکی میں مردے کی ہڈیاں چمک رہی تھیں فضا میں خوفناک بے بسی ویرانی اور دہشت رچی ہوئی تھی ہو کا عالم تھا میرے ہاتھ میں روٹی پکڑی ہوئی تھی مردے کے ساتھ لیٹ کر میں نے بلند آواز کے ساتھ عمل پڑھنا شروع کر دیا خوف سے میری جان نکلی جا رہی تھی ان یہ دھڑکا تھا کہ مردہ اب بھی اٹھا کہ اب بھی اٹھا۔ مجھے عمل پڑھتے ہوئے تقریباً تین گھنٹے ہو گئے تھے کہ یوں محسوس ہوا کہ جیسے تابوت جھولے کی طرح جھول رہا ہوں میرے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی اچانک جیسے آسمانی بجلی زور سے کڑکی ہو اور قبر تیز روشنی سے بھر گئی اور مردے نے میری طرف کروٹ لی تو اس کی ہڈیاں کی کڑکڑاہٹ کی آواز مجھے صاف سنائی دی میرے تو حواس ہی گم ہو گئے میں نے دیکھا کہ مردہ ہاتھوں کو زمین پر ٹکا کر اٹھ رہا تھا جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو وہ آدھا قبر سے باہر تھا اور اس کی آنکھوں کے گڑھوں سے شعلے نکل رہے تھے اس کا منہ کھلا ہوا تھا اس کی کھڑکھڑاہٹ نما آواز یوں ابھری جیسے سینکڑوں مشینیں اچانک چل پڑی ہوں میرے حواس دحواس پر غشی سی طاری ہونے لگی اس نے میرا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس میں روٹی پکڑی ہوئی تھی اس کا ہاتھ آگ کی طرح گرم تھا میرا ہاتھ بری طرح جھلس گیا روٹی دو۔

اس نے اپنی خوفناک آواز میں کہا اس کی آواز یوں تھی جیسے بے شمار بادل گرج رہے ہوں روٹی خوف کی وجہ سے میرے ہاتھ سے گر پڑی مجھے نہیں ہوش کہ میں کس طرح قبر سے باہر نکلا اور کس طرح گھر پہنچا کئی دن کے بعد ہوش آیا تو میرا جسم بری طرح بخار میں جل رہا تھا اور میرے منہ سے بے ربط سے جملے نکل رہے تھے میں نے اپنے استاد کو اپنے پاس بیٹھے دیکھا اس کے چہرے پر نظر ڈالی تو میں پھر سے چیخنے لگا وہ استاد نہیں تھا بلکہ وہی قبر والے مردے کا چہرہ تھا چیختے چیختے میں پھر بے ہوش ہو گیا نجانے کب ہوش آیا تو استاد جی میرے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر نجانے کیا پڑھ رہے تھے۔ چند دنوں کے بعد میری حالت سنبھلنے لگی بخار اتر گیا میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا لیکن تنہائی اور تاریکی سے میں بہت ڈرنے لگا تھا مردے نے جب میرا ہاتھ پکڑا تھا تو وہ ہاتھ جھلس گیا تھا

نشان تو نہیں پڑا مگر جلن بہت ہو رہی تھی استاد اس پر نہ پڑھ پڑھ کر کون کون سے تیل لگا رہا تھا وہ ہاتھ بھی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہا تھا بہت دنوں کے بعد استاد جی نے پھر بات چھیڑی یار تم نے اچھا بھلا عمل مکمل کر لیا تھا جب مردے نے تم سے روٹی مانگی تو تم اپنے ہوش وحواس قابو میں رکھتے اور کام کا وعدہ لے کر روٹی اسے دے دیتے بس اتنا سا عمل تھا اور تم تو پھر قبر سے نکلے جیسے بندوق سے گولی نکلتی ہے اور میں تمہیں دیکھتا ہی رہ گیا اور تم نے گھر جا کر دم لیا اور بے ہوش ہو گئے تمہارے گھر والوں سے میں نے علیحدہ گالیاں کھائی کہ ہمارے لڑکے کو تم نے الٹے کام پر لگا دیا ہے اگر ہمارے لڑکے کو کچھ ہو گیا تو تمہیں جان سے مار ڈالیں گے۔

استاد جی وہ سین ہی اتنا خوف ناک تھا کہ مجھے تو کچھ سوجھا ہی نہیں تھا اور روٹی میرے ہاتھ سے گر گئی تھی یار اگر نے روٹی تمہارے ہاتھ سے ہی لے کر کھانی تھی تم اٹھا کر اسے دے دیتے جب بھی کسی مردے کو عمل کے ذریعے اٹھایا جاتا ہے تو اسے بھوک نہیں لگتی ہے اور وہ بار بار روٹی مانگتا ہے اسے روٹی نہ دو اس سے پہلے اپنے کام کا وعدہ لو جو بھی تمہارا کام پھر اسے روٹی دے دو جب وہ وعدہ کر لیتا ہے تو پھر وہ کام لازمی کرتا ہے اور تم خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہاری جان بچ گئی اور ساتھ تمہارے گھر والوں سے میری بھی عمل نامکمل والوں کو مردہ بھاگنے نہیں دیتا بلکہ پیچھے سے پکڑ کر گردن توڑ دیتا ہے تم تو مردے سے بھی تیز نکلے تم نے تو اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی مروانا تھا تو پھر اب کیا کیا جائے استاد جی میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا اب کیا کرنا ہے تم ایسا کرو کہ کوئی نوری عمل پکڑ لو نوری تو وہ خاصا لمبا ہے لیکن اس سے نقصان نہیں ہوتا ویسے یہ عمل وغیرہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے اگر میں تمہیں کچھ اور بتاؤں گا تو جب صبح ٹائم آئے گا تم پھر بھاگ جاؤ گے اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوئی ایسا ناقابل تلافی نقصان ہو جائے کہ ساری زندگی پچھتانا پڑے یہ ضروری نہیں کہ تم ہر بار بھاگنے میں کامیاب ہو جاؤ اس لیے تم رہنے ہی دو تو اچھا ہے تم کوئی چلہ وغیرہ ہی کر لو تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

میں نے استاد جی کو تو نہیں بتایا تھا کہ میں اپنے کام کے ساتھ ساتھ عامل بننے کے چکر میں بھی ہوں۔ استاد جی میں آج مرتا پھر رہا ہوں اور آپ چالیس دن کی بات کر رہے ہیں میں نے مسکین سی صورت بنا کر کہا نہیں یار تم اس قابل نہیں ہو تم میں بڑکیں بہت ہیں اور حوصلہ نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے اب تم رہنے ہی دو تو اچھا ہے میں کافی دن استاد کی منتیں کرتا رہا آخر کار وہ بڑی مشکل سے راضی ہو گئے اور وہ بھی بڑی کڑی شرطیں منوانے کے بعد اچھا ٹھیک ہے جو عمل میں تمہیں کروانے جا رہا ہوں وہ میری ساری زندگی کا نچوڑ ہے اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں ساری زندگی کوئی اور عمل کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ عمل حب اور دشمنی دونوں میں برابر چلتا ہے چاہے کسی میں دوستی کروانی ہو یا دشمنی کسی کی شادی کروانی ہو یا طلاق کسی کے رشتے کروانے ہوں یا رشتے تڑوانے ہوں گھر میں کسی کے لڑائی کروانی ہو یا اتفاق حتیٰ کہ یہ عمل ہر کام میں مفید ہے یہ عمل مکمل کرنے کے بعد اس پر عمل چالو رکھنے کے لیے مہینے میں ایک بار قبرستان کے باہر کھڑے ہو کر پڑھنا ہے تمہارا عمل چالو رہے گا تمہیں بار بار قبر میں اترنا نہیں پڑے گا میں خاموشی سے استاد جی کی باتیں سنتا رہا اور اندر ہی اندر اپنا یقین پختہ کرنے لگا کہ میں یہ عمل ضرور کروں گا استاد جی نے مجھے پڑھنے کے لیے ایک عمل دیا اور کہا۔

یہ زبانی یاد کرو اس کاغذ کو تم نہیں کرنا یہ ساری زندگی تمہارے کام آئے گا اور دوسری بات اس عمل کے لیے تمہیں کسی جوان کی موت کا انتظار کرنا پڑے گا یہ عمل بھی تین دن کا ہے میت کو قبر میں دفناتے وقت اس کے ناک اور کان میں روئی سے بند کیے جاتے ہیں تم نے میت کے دونوں کانوں اور ناک سے روئی کو نکالنا ہے ایسا کہ کسی کو پتہ نہ چلے استاد جی یہ تو خاصا مشکل کام ہے میں نے فکر مندی سے کہا کسی نے دیکھ لیا روئی نکالتے ہوئے تو جوتے بہت پڑیں گے یار اگر شوق ہے تو یہ خطرہ تو مول

لینا ہی پڑے گا اب یہ دعا کرو کہ کوئی قسمت کا مارا فوت ہوجائے اتفاق کی بات ہے کہ تقریباً ایک مہینے کے بعد ہمارے محلے کا ایک نوجوان ایک ایکسیڈنٹ میں فوت ہوگیا محلہ داری کی وجہ سے مرگ والے گھر کے ہر کام میں پیش پیش رہا تھا قبر کھدائی جنازہ تیار کروایا جنازہ پڑھا میں خود پہلے ہی لحد میں اتر گیا میرے ساتھ ایک اور بھی آدمی تھا میت کو ہم قبلہ رخ کیا میں نے کفن کھول کر درست کرنے کے بہانے میت کے دونوں کانوں سے روئی نکال لیں اور کسی کو پتہ نہ لگنے دیا بعد میں قبر کو مٹی دے کر دعا مانگنے کے بعد ہم سب واپس آ گئے میت کے دونوں کانوں کی روئی لے کر میں استاد جی کے پاس گیا۔ استاد جی بڑے خوش ہوئے۔

پہلے پہل حوصلہ تو کافی کر لیتے ہو اور عین وقت پر بھاگ جاتے ہو نہیں استاد جی اب خواہ کچھ بھی ہوجائے چاہے جان بھی چلی جائے بھاگوں گا نہیں اچھا اب یہ بھی دیکھ لیں گے اچھا اب اس روئی پر میں نے تین دن کچھ پڑھنا ہے پھر تمہیں بتاؤں گا کہ کب عمل شروع کرنا ہے اور اس کے ساتھ ہی مجھے ایک اور عمل بھی یاد کرنے کے لیے دے دیا میں نے وہ عمل بھی زبانی یاد کرلیا پھر استاد جی نے مجھے عمل کے بارے میں تفصیل بتائیں یہ عمل رات بارہ بجے زوال کے ٹائم قبر کے پاؤں کی طرف کھڑے ہوکر پڑھنا ہے اور دو گھنٹے کا عمل ہے اور اس عمل کے پڑھنے کے بعد میت نے قبر پھاڑ کر اس سے طرح سے باہر کھلنا ہے کہ وہ قبر میں اس طرح سے کھڑا ہوگا کہ اس کا دھڑ تک جسم قبر سے باہر ہوگا اور باقی جسم قبر کے اندر ہوگا اور اس کے کندھوں پر ایک کلہاڑی ہوگی جب وہ باہر نکل کر کھڑا ہوگا تو وہ کچھ کھانے کو مانگے گا اس کے لیے بھی میٹھی روٹی لے کر جانی ہے۔

جب وہ کھانے کو کچھ مانگے گا تو اسے کہنا کہ پہلے میرا کام کرو پھر کھانے کو دوں گا بھوک کی شدت سے مجبور ہوکر وہ وعدہ کرے گا تو پھر اسے روٹی دے دینا۔ پھر جیسے وہ کوئی طریقہ بتائے ویسے ہی کرنا ہوگا کام ہوجائیگا لیکن سب سے اہم بات وہ مردہ تمہیں باتوں میں لگا کر تمہیں اپنے قریب کرنے کی کوشش کرے گا تمہیں اپنے پاس آنے کو کہے گا وہ تمہیں اتنا قریب لانے کی کوشش کرے گا کہ تم اس کے کلہاڑے کی زد میں آ جاؤ اس عمل میں جب مردہ قبر سے نمودار ہوگا تو وہ قبر سے باہر نہیں نکل سکتا اسی لیے وہ چالاکی سے تمہیں اپنے وار کی زد میں لانے کی کوشش کرے گا۔ جونہی تم کلہاڑی کی زد میں آ گئے بھول کر یا اس کی چالاکی سے یا پھر کسی بھی طریقہ سے تو پھر کلہاڑی بجلی کی طرح چلے گی اور تمہاری گردن کئی گز دور جا گرے گی۔ اور تمہارا قصہ اور عشق تمام ہوجائے گا۔ اور مردہ قبر میں غائب ہوجائے گا اور قبر یوں برابر ہوجائے گی جیسے یہاں کچھ ہوا ہی نہیں اب پھر سوچ لو کہ تم یہ عمل کرسکتے ہو یا نہیں استاد جی کام تو خاصا بلکہ انتہائی خطرناک ہے لیکن اب ثانیہ کی جدائی بھی مزید برداشت نہیں ہورہی ہے اب موت کو قبول کرنا ہے لیکن اب پیچھے نہیں ہٹوں گا استاد جی کانو والی روئی پر پڑھائی کردی اور مجھے اگلی رات کا وقت دے دیا ہم دونوں تقریباً گیارہ بجے قبرستان پہنچ گئے ہر طرف خاموشی تنہائی تاریکی تھی تیز سرد ہوا چل رہی تھی تیز اور سرد چلتی ہوا کی آواز ایسے محسوس ہورہی تھی جیسے نجانے کتنی بدروحیں زور زور سے گہری گہری سانس لے رہی ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے ابھی قبروں سے تمام مردے چیختے ہوئے نکل آئیں گے اور مجھ سے چمٹ جائیں گے اور لمحہ بھر کے بعد میرا جسم بھی ایک ڈھانچہ بن کر رہ جائے گا اور میں بھی ایک مردہ بن کر رہ جاؤں گا۔ میرے دل پر ایک عجیب سا خوف چھا رہا تھا باتیں سننا اور باتیں کرنا آسان ہوتا ہے لیکن خود یہ سب کرنا کتنا مشکل اور خوفناک ہے یہ مجھے اب پتہ چل رہا تھا استاد جی نے قبر کے سرہانے سے لے کر پاؤں تک ایک دھاکہ ناپا۔ اور قبر کے پاؤں کے چند فٹ پیچھے کی طرف ایک جگہ پر نشان لگا دیا اس نشان والی جگہ پر کھڑے ہوکر میں نے عمل کرنا تھا۔

بات سنو عمل کرنے سے پہلے آیت الکرسی کا کڑہ مارنا ہے اور کڑہ لوہے کی چھری سے مارنا ہے جہاں دائرہ ختم ہو، ہاں چھری سیدھی گاڑ دینی ہے تم ربڑا قرن پڑے

گا شاید تمہیں کوئی چیز باہر کی طرف کھینچنے کی کوشش کرے گی خوفناک آوازیں آئیں گی شکلیں نظر آئیں گی لیکن ڈرنا نہیں کڑے کے اندر ہی رہنا ہے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر کڑا توڑ کر بھاگے تو پھر کوئی نہ کوئی نقصان ضرور ہوگا ٹھیک ہے استاد جی میں تیار ہوں میں نے آیت الکرسی کا کڑہ لگایا اور کھڑے ہوکر عمل کرنا شروع کردیا میت کے دونوں کانوں سے نکالی ہوئی روئی میں ہاتھ میں تھی۔

مجھے عمل پڑھتے ہوئے ابھی دس منٹ ہی ہوئے تھے۔ کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے مجھے کوئی اٹھا کر کڑے سے باہر لے جانے کی کوشش کررہا ہے اور اس کے ساتھ ہی میری گردن پر ایک زوردار گھونسا پڑا اور میں اپنی جگہ سے لڑکھڑا گیا اس کے ساتھ ہی ایک چنگھاڑ جیسی خوفناک آواز آئی مجھے یوں لگا کہ جیسے اس خوفناک آواز کے ساتھ میرے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں خوف سے میری گھگھی بندھ گئی عمل پڑھتے ہوئے میں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنی جیب سے وہ چاقو نکالا جو استاد جی نے مجھے پڑھ کر دیا تھا میں نے وہ چاقو اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر چاروں طرف گھمایا جیسے کسی پر وار کیا جاتا ہے ایسا کرنے کے بعد مجھ پر سارا بوجھ ختم ہوگیا تو میری جان میں جان آئی میں نے عمل پڑھنا جاری رکھا جتنی مخصوص تعداد میں عمل پڑھنا تھا اس کے لیے دو گھنٹے درکار تھے لیکن مجھے اڑھائی گھنٹے لگ گئے عمل ختم ہونے کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے کڑا مارنے والی چھری اکھاڑ کر کڑا توڑا اور ڈرتے ڈرتے باہر قدم رکھا لیکن کچھ بھی نہ ہوا استاد جی ذرا دور کھڑے ہوئے تھے وہ بھی میرے قریب آ گئے اور مجھے شاباش دی۔

اگلی رات استاد جی کچھ پریشان تھے یا حوصلہ رکھنا یا بھاگ مت جانا تمہیں خواہ کچھ بھی دکھائی دے ذرا سا بھی اثر نہ لینا وہ سب ایک فریب ہوگا تمہیں عمل سے روکنے کے لیے اور تم اپنا عمل پڑھتے رہنا استاد جی اگر مجھے کچھ دکھائی دیا تو میں اپنی آنکھیں بند کرلوں گا میں نے کہا یار تم چاہے اپنی آنکھیں کھلی رکھنا یا بند رکھنا تمہیں جو نظر آتا ہے وہ تو نظر آئیگا ہی بس ڈرنا نہیں حوصلہ رکھنا دوسری رات کے لیے اپنی مخصوص جگہ پر میں نے پھر عمل شروع کردیا کوئی آدھا گھنٹہ کے بعد یوں لگا کہ جیسے میں کسی اور ہی میدان میں کھڑا ہواں اور بے شمار کالے کلوٹے انسان جن کی شکلیں جانوروں کی تھیں ہاتھوں میں تلواروں لیے گھوم رہے تھے۔ کہ اچانک ایک ایسا آدمی آیا کہ جس کا قد پچاس فٹ سے قریب تھا جس کا دھڑ لنگور کی طرح تھا اور کئی گز لمبی دم تھی اور چہرہ کسی انتہائی خوفناک دیو کی طرح تھا اس کے دو لمبے لمبے دانت تھے جن پر دو بڑے بڑے سانپ پھن پھیلا کر بیٹھے ہوئے تھے اور زبان باہر کسی کتے کی طرح تقریباً پانچ فٹ تک لٹک رہی تھی وہ اپنے چاروں ہاتھوں اور پاؤں پر چلتا ہوا آیا اور میدان میں بچھے ہوئے تخت پر آ کر بیٹھ گیا اس کے تخت کے چاروں کونوں پر دو بڑے بڑے گدھ بیٹھے ہوئے تھے اس کے تخت پر بیٹھتے ہی اس قدر شور ہوا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی میں جسم پر کپکپی طاری ہوگئی میری ٹانگیں بری طرح کانپ رہی تھیں ایک طرف سے دو آدمی ایک عورت کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لائے جب وہ میرے قریب آئے اور میں نے اس عورت کو دیکھا تو میرے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

وہ عورت میری امی تھی مجھے دیکھ کر وہ کڑے سے باہر کھڑی ہوگئی اور میرے سامنے فریاد کرنے لگی بیٹا یہ جو تو عمل کررہے ہو اسے چھوڑ دو ورنہ یہ مجھے جان سے ماردیں گے میرا خون پی کر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھا جائیں گے وہ زاروقطار رو رہی تھیں اور میری منتیں کررہی تھیں میں نے عمل پڑھنا چھوڑ دیا اس سے پہلے کہ میں بھاگ کر اپنی امی کے گلے لگا لیتا اور ان کی جان بچا لیتا کہ استاد جی کی آواز سنائی دی بچہ ذرا سنبھل کر یہ سب نظر کا فریب ہے خاموشی سے اپنا عمل پڑھتا رہا کڑے سے باہر قدم نکالا تو فوراً ہلاک ہوجائے گا استاد جی کی آواز سنکر میں ذرا ٹھٹکا اور خاموشی سے عمل پڑھنے لگا اور حوصلہ کرکے ٹس سے مس نہ ہوا اس خوفناک مخلوق کا جانور بادشاہ جو تخت پر بیٹھا تھا میرا استقلال دیکھ کر مشتعل

ہوگیا اس نے اشارہ کیا تو دونوں جانور نما آدمی میری امی کو پکڑ کر اس جانور نما بادشاہ کے پاس لے گئے اور بالوں سے پکڑ کر اوندھے منہ لٹا دیا اے بدبخت انسان ایک آواز میدان میں گونجی یہ عمل چھوڑ دے اور گھر چلا جا ہم تجھے کچھ نہیں کہیں گے اگر تو باز نہ آیا تو تیری ماں کو ہم ابھی قتل کردیں گے ہم اس کا خون پی جائیں گے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے بول باز آتا ہے کہ نہیں وہ بندر نما بادشاہ میری امی کو کوڑے مارنے لگا میری امی کی دلدوز چیخیں میدان میں گونجنے لگیں وہ میرا نام لے کر اپنی ممتا کے واسطے دے رہی تھیں۔

میرا دل ڈوبنے لگا مجھ پر غشی کی کیفیت سی طاری ہونے لگی میں پھر بے اختیار آگے بڑھا پھر استاد جی کی للکار سنائی دی اوئے یہ کیا کررہا ہے کڑے کے اندر ہی رہ ورنہ مارا جائے گا مجھے پھر ہوش آگیا اس عجیب الخلقت بندر بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ میں پھر ثابت قدم ہوگیا ہوں تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی اس نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا نجانے کہاں سے اس کے ہاتھ میں قصائیوں والا بگدا آگیا امی اوندھے منہ اس کے آگے پڑی ہوئی تھی بادشاہ نے مجھے شعلہ بار نظروں سے دیکھا اور مجھے پھر اس عمل سے باز رکھنے کو کہا۔ میں نہ رکا تو اس نے اس بگدے سے میری امی کی گردن کاٹ دی میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے سامنے بہت خوفناک منظر رونما تھا میری ماں کا لاشہ بری طرح تڑپ رہا تھا اس بندر نما بادشاہ نما میری امی کا سر بالوں سے پکڑا اور گردن کو منہ لگالیا خون پینے لگا ساتھ ساتھ وہ قہقہے پر قہقہے لگانے لگا باقی جو مخلوق اکٹھی تھی وہ چھریاں چاقو لے کر امی کے جسم پر جھک گئی جس کے ہاتھ میں جسم کا جو بھی ٹکڑا لگا وہ لے کر بھاگ گیا مجھے یہ دیکھ کر ابکائیاں آنے لگیں اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا قریب تھا کہ میں بے ہوش ہوجاتا اسی وقت ایک بزرگ سبز لباس میں نا جانے کہاں سے نمودار ہوئے اور انہوں نے میدان کی طرف ایک اشارہ کیا ایک بجلی گرنے کا کڑاکا ہوا اور سارا سین غائب ہوگیا ساتھ ہی وہ بزرگ بھی غائب ہوگئے۔

بڑی مشکل سے عمل مکمل کیا کڑے والی چھڑی اکھاڑ کر درود شریف پڑھتے ہوئے کڑا ختم کیا اس کے ساتھ ہی میرے اعصاب جواب دے گئے اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا کافی دیر کے بعد ہوش میں آیا تو استاد جی میرے جسم کو دبا رہے تھے میں نے تیزی سے اٹھ کر اپنے گھر کی طرف دوڑ لگادی گھر پہنچا تو دیکھا کہ سب آرام سے سو رہے تھے امی کو دیکھا تو بھی بڑے سکون سے سوئی ہوئی تھیں انہیں دیکھ کر بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے لیکن میں نے انہیں جگایا نہیں وہ خیریت سے تھیں انہیں صحیح سلامت دیکھ کر میری جان میں جان آئی پھر یقین آگیا کہ وہ خطرناک مناظر مجھے محض عمل سے باز رکھنے کے لیے ایک فریب تھا میں اپنے کمرے میں جا کر سوگیا مجھے ہلکا سا بخار بھی ہوگیا شام کو استاد جی نے مجھے بلایا اور گلے سے لگا کر خوب شاباش دی بڑا پیار کیا کہنے لگے کہ مجھے سو فیصد یقین تھا کہ تم بھاگ جاؤ گے اور عمل مکمل نہ کرسکو گے استاد جی ایک بات تو بتائیں وہ سبز لباس والے بزرگ کون تھے میں نے پوچھا۔

میری بات سن کر استاد جی کا رنگ بدل گیا وہ سر جھکائے ہوئے کتنی دیر خاموشی سے بیٹھے رہے استاد جی بتاؤ نا وہ کون تھے میں نے اصرار کیا تم نہ ہو پوچھو تو بہتر ہے میں نے زیادہ اصرار کیا تو استاد جی ناراض ہوگئے اب مہربانی کرکے اس بارے میں دوبارہ نہ پوچھنا ورنہ تمہیں اور مجھے ایسا نقصان پہنچ سکتا ہے کہ ہم دونوں نہ دین کے رہیں گے اور نہ ہی دنیا کے میں خاموش ہوگیا تیسری رات پھر عمل شروع کردیا استاد جی نے مجھے ایک گلاس پانی دم کرکے دیا کہا اگر کوئی مشکل پیش آئے تو ایک گھونٹ پی لینا میں نے کڑا مار کے عمل شروع کردیا آج آخری رات تھی اور نہ جانے کیا ہونے والا تھا عمل شروع کرنے کے کوئی پندرہ بیس منٹ بعد میری زبان بند ہوگئی میں نے زبان ہلانے کی بڑی کوشش کی مگر وہ تو بری طرح جام ہوچکی تھی پھر مجھے استاد جی کا دیا ہوا پانی یاد آیا تو میں نے فوراً ایک گھونٹ پانی پیا تو میری زبان پھر رواں

ہوگئی میں عمل پڑھتا رہا تاریکی مزید گہری ہوتی جارہی تھی اچانک قبر گھڑی کے پنڈولم کی طرح ہلنے لگی اور میں جو قبر کے سرہانے کھڑا عمل پڑھ رہا تھا تو اچانک گرتے گرتے بچا قبر سے ایک دھماکہ کے ساتھ ایک شعلہ نمودار ہوا اور تیزی سے آسمان کی طرف بلند ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک پراسرار سی خاموشی چھاگئی میں ڈھرکتے ہوئے دل کے ساتھ عمل پڑھتا رہا۔

اچانک استاد جی کڑے کے پاس آگئے اور انہوں نے مجھے آواز دی یار بات سنو یہ عمل چھوڑ کر باہر آجاؤ پھر دوبارہ یہ عمل نہ کرنا بات یہ ہے کہ تمہارے والد صاحب فوت ہوگئے ہیں انہوں نے افسوس کیساتھ سر جھکاتے ہوئے کہا میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی میں فوراً کڑے کی طرف لپکا کہ کڑا توڑ کر باہر نکلوں کہ اچانک استاد جی آواز آئی اوئے یہ کیا کررہے ہو خبردار باہر نہیں نکلنا دھوکہ مت کھاؤ یہ بھی ایک نظر کا فریب ہے میں نے استاد جی کی طرف دیکھا وہ قریبی درخت کے نیچے دری بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اس کی طرف نظر ڈالی جو استاف کی شکل بن کر آیا تھا وہ اچانک ایک بڑے اژدھے کی صورت اختیار کرگیا اور بری طرح پھنکارنے لگا اس نے بڑے زور سے کڑے پر پھن مارا تو کڑے سے باہر کی زمین کئی فٹ نیچے دھنس گئی پھر وہ پھنکارتا ہوا غائب ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی عورتوں کے رونے پیٹنے کی آوازیں آنی شروع ہوگئی جو کہ آہستہ آہستہ خوفناک انداز میں بلند ہوتی گئی کہ میرے کانوں کے پردے پھٹنے لگے میں نے اپنا عمل پڑھنا جاری رکھا آہستہ آہستہ آوازیں ختم ہوگئیں۔

کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دو خوفناک صورت کتے جو جسامت میں تقریباً گدھوں جتنے تھے دونوں کی زبانیں باہر کو لٹکی ہوئی تھیں اور جبڑے بھیانک انداز میں کھلے ہوئے تھے اور وہ گولی کی رفتار سے میری طرف بھاگے آرہے تھے کڑے کے قریب آکر وہ رکے اور دونوں نے خوفناک انداز میں غراتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی میں بدک کر پیچھے ہٹا اور بڑی مشکل سے کڑے سے باہر گرنے سے بچا یہ بھی نظر کا ایک فریب تھا میں بری طرح ہانپ رہا تھا۔ جیسے میلوں دور سے دوڑتا ہوا آرہا ہوں میں نے گلاس سے پانی پیا اور اپنے اوسان بحال کیے اچانک زمین بری طرح سے ہلنے لگی جیسے شدید قسم کا زلزلہ آیا ہو میں اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا اور زمین پر بیٹھ گیا لیکن اپنا عمل پڑھنا جاری رکھا اچانک قبر پر بجلی سی کوندنے لگی اور ساری قبر روشن ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ کے ساتھ قبر پھٹ گئی تھوڑی دیر کے بعد مردے کا سر آہستہ آہستہ باہر کی طرف نکلا اور وہ دھڑ تک باہر آگیا اسے دیکھ کر میری سانسیں رک گئیں اور خوف کے ساتھ مجھے سکتہ ہوگیا اس کے کندھوں پر ایک چمکتی ہوئی کلہاڑی تھی اس نے مجھ پر اپنی نظریں جمادیں اس کی آنکھوں سے سرخ رنگ کی تیز روشنی نکل رہی تھی مجھے بھوک لگی ہے لاؤ مجھے روٹی دو اس نے اپنی کڑکڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

ابھی میرا عمل پورا نہیں ہوا تھا اور میں نے اپنا عمل مکمل کرکے بات کرنی تھی میں نے اپنا جی کڑا کرکے اپنا عمل پڑھنا جاری رکھا اور وہ مردہ سخت غصے سے بار بار مجھ سے روٹی مانگ رہا تھا میں کوئی جواب دیے بغیر عمل مکمل کرنے میں مصروف تھا میں اگرچہ مردے کی کلہاڑی کی زد سے باہر تھا پھر بھی اس نے انتہائی غصے سے اپنی کلہاڑی زمین پر ماری تو ایسے لگا کہ جیسے دو ٹرینیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں دھماکہ اتنا شدید تھا کہ میں نیچے گر پڑا ذرا اوسان بحال ہوئے تو میں نے عمل پڑھنا دوبارہ شروع کردیا اور آخرکار عمل مکمل ہوگیا لاؤ مجھے روٹی دو مجھے بھوک لگی ہوئی ہے عمل مکمل ہونے کے بعد مردے کے لب و لہجے میں بھی نرمی آگئی تھی اب وہ ذرا تابعداری کے ساتھ بول رہا تھا تقریباً تین بجے کا وقت تھا ایک مردہ آدھا قبر سے باہر اور کندھے پر کلہاڑی رات کی خوفناک تاریکی مردے کا سفید چمکتا ہوا کفن اور دل ہلا دینے والی آنکھیں جن سے تیز سرخ رنگ کی روشنی نکل رہی تھی میں نے حوصلہ کرکے اسے مخاطب کیا روٹی کی تو کوئی بات نہیں لیکن میں ایک کام کے لیے آپ کو تکلیف دی

ہے پہلے آپ میرا کام کریں پھر روٹی دوں گا اور ساری زندگی آپ کے لیے دعا کرونگا پہل مجھے روٹ دو مجھے سخت بھوک لگی ہے مردے نے التجا کی نہیں میں نے سخت لہجے میں کہا پہلے میرا کام پھر روٹی آخر کار وہ ہار مان گیا اچھا تم ایسا کرنا کہ میری قبر سے مٹی اٹھا کر لڑکی کے راستے میں ڈال دینا وہ وہاں سے چاہے اسی دن گزرے یا کئی دن بعد گزرے اس کے پاؤں مٹی پر آئیں یا نہ آئیں بس وہ اس راستے سے ایک بار گزر جائے پھر وہ تمہارے قدموں کے نشانوں پر پاؤں رکھتی ہوئی آئے گی اور ساری زندگی تمہاری غلام رہے گی لاؤ اب مجھے روٹی دو۔

میں نے جلدی جلدی کہا بابا جی ایک بات اور کیا یہ مٹی میں کسی اور کام کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہوں تو کیسے مردہ جو اس وقت شدید تکلیف محسوس کر رہا تھا میری طرف ایک کاغذ کا ٹکڑا پھینکا اور کہا کہ یہ الفاظ جو بھی کام کرنا ہو اس کی نیت کر کے گیارہ تسبیح گیارہ دن تک کرنی ہیں اور اس کا ہدیہ لازمی دینا ہے اور تمہارا یا کسی کا بھی کام ہو جائے گا اور اب جلدی سے مجھے روٹی دو مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے میں نے میٹھی روٹی مردے کی طرف پھینک دی مردے نے وہ روٹی ایک ہی نوالے میں اپنے حلق سے نیچے کر لی اس کے ساتھ ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا اور قبر برابر ہو گئی میں کڑا توڑ کر باہر نکلا! تو استاد جی نے مجھے گلے سے لگا لیا اور میرا جسم خوف سے کانپ رہا تھا میں نے قبر سے کافی ساری مٹی اٹھائی اور دونوں گھر واپس آ گئے اگلے دن میں اسی مٹی میں سے آدھی مٹی نکالی اور سنبھال کر رکھ لی باقی مٹی لے کر تانیہ کے گھر کے آگے بکھیر دی اور خود اس کی نگرانی کرنے لگا کوئی تین چار گھنٹے کے بعد وہ اپنے گھر سے باہر نکلی اور میری بکھری ہوئی مٹی کے اوپر سے گزر گئی میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا مجھے یوں لگا جیسے میرا مقصد پورا ہو گیا ہے میں نے جو بھی محنت کی ہے اس کا پھل مجھے مل گیا ہے۔ میں انہی خوشگوار سوچوں میں گم تھا اور وہاں ہی کھڑا تھا اور تقریباً کوئی دو گھنٹے کے بعد ایک بچہ آیا اور اس نے مجھ سے کہا۔

وہ سامنے والی آپی آپ کو بلا رہی ہیں یہ سب سن کر میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا میں خوشی خوشی تانیہ کے گھر کی طرف چل دیا مجھے اپنے گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر تانیہ نے بہت محبت اور چاہت کا اظہار کیا وہ چاہت بھری نظروں سے بار بار مجھے دیکھ رہی تھی اور میری خوشی کا کوئی بھی ٹھکانہ نہ رہا تھا میں نے جو کچھ کیا تھا جو کچھ چاہا تھا وہ مجھے مل گیا تھا۔

لمبی باتیں کیا کرنی ہیں قصہ مختصر تانیہ اب میری شریک حیات ہے اور میرے دو بچوں کی ماں ہے اور پل بھر کے لیے بھی مجھ سے جدا ہونا پڑے تو اس کی جان نکل جاتی ہے اور عمل کے بعد استاد جی مجھ پر بہت اعتماد کرنے لگے اور انہوں نے مجھے اور بھی بہت سے عمل کروائے اور سکھائے اور اب اللہ کے فضل سے اب مجھے اللہ کے سوا کسی کی محتاجی نہیں ہے اور اس قابل ہوں کہ اگر کسی بہن بھائی کا کام ہو تو میں خود کر سکتا ہوں اور کروا سکتا ہوں۔

❀❀❀

احسان

E اگر کوئی تم پر احسان کرے تو لوگوں کو بتا۔
E اگر تو کسی پر احسان کرے تو لوگوں سے چھپا۔ (حضرت علیؓ)
E مدد کرو تو کبھی اس کی آنکھوں میں نہ دیکھنا، ہو سکتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں موجود شرمندگی تمہارے دل میں غرور پیدا نہ کر دے۔ (حضرت علیؓ)
E کتنا بدنصیب ہے وہ انسان جو اپنے والدین کی خدمت کرے اور دعا نہ لے اور اوروں سے کہتا رہے کہ میرے لئے دعا کرنا۔ (حضرت علیؓ)

☆.....ندیم اقبال قریشی - بھریا روڈ

❀❀❀

لال پری

محمد ریاض

"لال پری"

تحریر: محمد ریاض

جاپان کے شہر ٹوکیو میں ہم بڑگشت کر رہے تھے۔ ایک نئی دنیا آنکھوں کے سامنے تھی۔ ہر کوئی جلدی میں نظر آ رہا تھا۔ سڑک پر بے ہنگم ٹریفک کے باوجود پورے شہر ن صفائی دلکش تھی۔ ہر طرف نفاست ہی نفاست تھا۔ مہذب قوموں کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ ہم بھی اس بھیڑ میں گم ہو گئے۔ ہمارے ثقافتی پروگرام میں تقریباً" دس لوگ ہمارے ساتھ تھے۔ ہمارے لئے ہر چیز نئی تھی۔ انوکھے مگر دلکش چہروں کو دیکھ دیکھ کر یوں لگ رہا تھا جیسے ہم کسی دوسری مخلوق میں آ گئے ہوں۔ گول مٹول خوبصورت چہرے اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے۔ فیضان دنیا و مافیا سے بے خبر خدا کی اس قدرت اور حسن کو دیکھ دیکھ کر بہت محظوظ ہو رہا تھا۔ ابھی ہم تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ اچانک فیضان کی آنکھیں ایک چہرے پر یوں مرکوز ہو گئیں جیسے پتھرا گئی ہوں۔ وہ چہرہ اس دنیا کی مخلوق سے یکسر مختلف تھا۔ لوگوں کی اس بھیڑ میں اس چہرے کو دیکھتا ہوا وہ بالکل ساکت ہو چکا تھا۔ اور وہ چہرہ مسلسل بڑی بڑی انتہائی خوبصورت آنکھوں سے فیضان کو دیکھ رہا تھا۔ فیضان کے پورے جسم میں ایک لرزہ سا طاری ہو چکا تھا۔ کیونکہ وہ چہرہ اس دنیا کی مخلوق کی عکاسی نہیں کر رہا تھا۔ وہ کوئی بالکل مختلف چہرہ تھا۔ پورے چہرے پر دو بہت بڑی بڑی آنکھیں مگر اتنی خوبصورت جیسے کسی مصور نے بڑے سکون و اطمینان سے اسے تخلیق کیا ہو۔ اور جب اس چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تو اس کے دانت یوں لگ رہے تھے جیسے چاندی فیضان کے ساتھی جو کہ اس سے کافی دور جا چکے تھے آواز گونجی فیضان کہاں گم ہو۔ سکتے کی سی کیفیت سے اچانک نکلا اپنے ہوش و حواس پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتا آگے چل دیا۔ جب اس مجسمے کے قریب سے گزرا تو ایک عجیب سی خوشبو کو محسوس کیا۔ یوں لگا جیسے دل و دماغ معطر ہو گئے ہوں۔ لیکن تاحال وہ خوبصورت چہرہ مسلسل اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہلکی سی مسکان کے ساتھ مرکوز تھا۔ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے وہیں سے گزر گیا۔ ابھی چند قدم آگے چلا ہی تھا کہ دل میں ایک بار پھر خواہش پیدا ہوئی کہ اس عجیب مگر انتہائی خوبصورت چہرے کا ایک بار پھر دیدار کریں۔ جونہی نظریں گھمائیں تو یہ دیکھ کر اس کے پاؤں سے زمین کھسکتی محسوس ہوئی۔ وہاں تو اب کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ جگہ بالکل خالی تھی۔ فیضان کے سوچنے کی صلاحیتیں مفلوج ہوتی محسوس ہونے لگیں کہ چند لمحوں میں وہ سراپا کہاں گم ہو گیا۔ پسینے چھوٹ چکے تھے۔ فیضان نے درود پاک کا ورد شروع کر دیا۔ اور انتہائی ہیجانی کیفیت میں آگے بڑھنے لگا۔ قدم اٹھ نہیں رہے تھے۔ عجیب قسم کی ہل چل مچ چکی تھی۔ عجیب قسم کے سوالات کا تانتا بندھ گیا۔ آخر یہ کون تھی؟ اس طرح کا چہرہ آج تک اس دنیا میں نہیں دیکھا۔ پھر یہ کیسے یہاں نظر آیا۔ اور پھر اچانک غائب کیسے ہو گیا۔ اتنی بڑی بڑی آنکھیں اس دنیا کی مخلوق کی نہیں ہو سکتیں۔ یہ کس دنیا کی مخلوق ہو سکتی ہے۔ اور پھر لاکھوں کی بھیڑ میں اس نے صرف میرا انتخاب کیوں کیا مجھے نہیں پتہ میرے قدم آگے کیسے بڑھ رہے تھے۔ میرے ساتھی مسلسل میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ کیا بات ہے فیضان؟ کیا ہو گیا ہے۔ تمہیں یہ اچانک تمہارا رک جانا اور پھر اتنا پریشان ہونا۔ خیریت تو ہے میری زبان گنگ ہو رہی تھی۔ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے میں نے انہیں سب کچھ بتانا چاہا۔ لیکن ایک زوردار قہقہہ فضا میں بلند ہوا۔ تمہیں تو ہر لڑکی خوبصورت ہی نظر آتی ہے۔ چلو نکلو اس حصار سے اور خدا کی اس بستی کو دیکھو جسے لوگ ٹوکیو کہتے ہیں۔ دیکھو کتنا خوبصورت شہر ہے۔ ہر چیز میں کتنا ڈسپلن نظر آ رہا ہے۔ کاش کہ ہمارا ملک بھی اسی طرح ہو جائے۔ لیکن فیضان کی سوچیں مسلسل اس خوبصورت چہرے کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ اس کی بات کو سب مذاق میں اڑا رہے تھے۔ کوئی یقین ہی نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ ایک دوست نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ فیضان آپ اس دیوار سے کیا ڈھونڈ رہے تھے جسے مسلسل دیکھ رہے تھے۔ یہ سن کر اس کا شک مزید یقین میں بدل گیا۔ کہ واقعی وہ اس دنیا کی مخلوق نہیں ہے۔ بہت تذبذب میں فیضان نے سوال ٹھونس دیا۔ ک..... کیا تم لوگوں نے اسے نہیں دیکھا۔ او یار کیسے یہاں تو ہزاروں ہیں۔ تم پتہ نہیں کس کی بات کر رہے ہو۔ نہیں یار وہ تو ہزاروں بلکہ لاکھوں میں ایک تھی۔ فیضان اس فرضی دنیا سے باہر نکلو اور جس مقصد کے لئے ہم آئے ہیں اس کی طرف توجہ دو۔ کل ہمارا پہلا پروگرام ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بری طرح فلاپ ہو جائے۔ یہ اپنا ملک نہیں جہاں گندے انڈوں کی خاطر مدارت قبول کی جا سکتی ہے۔ یہ جاپان ہے یہاں اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو صرف ہماری نہیں ہمارے ملک کی بھی بدنامی ہو گی۔ لہٰذا اس خیالی دنیا سے باہر نکلو۔ اپنے ساتھی کی بات سن کر اس کا ذہن کچھ اس طرف مائل ہوا لیکن وہ چہرہ مسلسل اس کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ اپنا پروگرام فائنل کر کے سب لوگ اپنے ہوٹل میں آ گئے۔ کھانا وغیرہ

کھایا۔ چند ساتھی ادھر ادھر گھومنے لگے۔ لیکن فیضان چھت کے ایک کونے میں کرسی لگا کر شہر کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے لگا۔ لیکن اس کا ذہن مسلسل اس چہرے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اتنی بڑی بڑی آنکھیں آخر کیا چیز ہو سکتی ہے وہ؟ ایک بار پھر اپنی سوچوں کے گرداب میں پھنس کے رہ گیا۔ رات گئے اس کے ساتھی گھوم پھر کر واپس آئے لیکن فیضان وہیں براجمان تھا۔ سب اپنے اپنے کمروں میں سو گئے۔ اور وہ بھی رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا اور اپنے بستر پر دراز ہو گیا ابھی کروٹیں ہی بدل رہا تھا کہ اچانک پردے کے پیچھے یوں لگا جیسے کوئی سایہ ہو۔ زیرو کا بلب جل رہا تھا۔ نیم روشنی میں ایک سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔ فیضان کی آنکھیں پردے پر مرکوز ہو چکی تھیں اور دل کی دھڑکنیں تیز تر تھوڑی دیر بعد پھر وہ سایہ پردے کے سامنے سے گزرتا ہوا محسوس ہوا۔ کلمہ شریف کا ورد کرتا ہوا وہ آہستہ آہستہ اٹھا اور اس کے قدم اس پردے کی طرف بڑھنے لگے۔ دل میں عجیب قسم کا خوف طاری تھا۔ لیکن دل گواہی دے رہا تھا کہ ضرور یہ وہی چہرہ ہو گا۔ جسے ایک بار پھر دیکھنے کو بے چین تھا۔ اپنے اندر کی تمام تر قوت کو یکجا کر کے فیضان نے پردے کو پیچھے ہٹا کر باہر جھانکا تو نیچے شہر کی رنگ برنگی بتیوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اب اس کی حیرانگی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ کہ ادھر کوئی ایسا Terrace وغیرہ بھی نہیں تو یہ چلتا ہوا سایہ کہاں اور کیسے گزرا۔ ایک بار کو یوں محسوس ہوا جیسے مارے ڈر کے اس کی چیخ نکل جائے گی۔ دوسرے ساتھیوں کو جگانے کی بھی ہمت نہیں کر رہا تھا کہ اگر وہ جاگے تو کیا سوچیں گے کہ یہ کوئی نیم پاگل ہے۔ تھوڑی دیر کمرے میں ٹہلتا رہا اور سارے معاملے پر غور کرتا رہا۔ آخر نڈھال ہو کر پھر چارپائی پر دراز ہو گیا اور پتہ نہیں کب نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ جب صبح آنکھ کھلی تو سب ساتھی تیار ہو رہے تھے۔ فیضان نے بھی جلدی جلدی غسل کیا کپڑے وغیرہ تبدیل کئے اور اپنے پروگرام کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ پورا طائفہ اپنے ساز و سامان کے ساتھ اس ہال کی طرف روانہ ہو گیا جہاں شو ہونا تھا۔ جم غفیر اس بات کی عکاسی کر رہا تھا کہ جاپان کے لوگوں میں موسیقی کا شعور ہے۔ جوق در جوق آ رہے ہیں لیکن فیضان کی آنکھیں اتنے بڑے ہجوم میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ لیکن ساتھ ساتھ بڑھتی ہوئی بے چینی اس کے دل کی کیفیت پر بھی بری طرح اثر انداز ہو رہی تھی۔ اور سوچ رہا تھا کہ اگر یہی حالت رہی تو اتنے بڑے ہجوم کے سامنے کیسے پرفارم کر سکوں گا۔ فیضان اپنے گیٹ اپ کے ساتھ اپنی باری کے انتظار میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ شو کا باقاعدہ آغاز ہو چکا تھا۔ ہر فنکار اپنی صلاحیتوں کے مطابق پرفارم کر کے داد وصول کر رہا تھا۔ لیکن فیضان دنیا و مافیا سے بے خبر اپنی سوچوں کے گہرے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ کہ اسی اثناء میں اعلان ہوا کہ اب آپ کے سامنے پاکستان کے ایک معروف گلوکار جناب فیضان صاحب تشریف لائیں گے اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے۔ اس اعلان کے ساتھ وہ چونک سا گیا۔ ذہن بالکل حاضر نہیں تھا۔ پتہ نہیں کن کن سوچوں میں غرق تھا۔ اور شور میں ہزاروں کے ہجوم کے سامنے پرفارم کرنا تھا وہ بھی ایک دوسرے ملک میں۔ اسی ہیجانی کیفیت میں جونہی فیضان کی Entry ہوئی تو ہجوم نے پرزور تالیوں سے اس کا استقبال کیا۔ فیضان نے ایک سرسری نظر ہجوم پر ڈالی اور مائیک کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور اچانک یہ دیکھ کر اس کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ وہی چہرہ وہی شکل و صورت سب سے اگلی لائن میں براجمان تھی۔ اس عورت کی آنکھوں کی چوڑائی تقریباً" ماتھے کی چوڑائی کے لگ بھگ تھی۔ گو کہ چہرے کی مناسبت سے آنکھیں بہت بڑی بڑی تھیں لیکن وہ آنکھیں اتنی خوبصورت تھیں کہ لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ جونہی فیضان کی نظریں اس چہرے پر پڑیں تو وہیں منجمد ہو گئیں تقریباً" چار پانچ منٹ کی خاموشی کے بعد اس خوبصورت چہرے پر بکھرتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ ایک جنبش پیدا ہوئی جیسے کہہ رہی ہوں گاؤں ناں فیضان----- اس خوبصورت چہرے کا اشارہ ملتے ہی فیضان نے اپنی غزل کا پہلا مصرعہ شروع کیا تو پورا ہال یوں لگ رہا تھا جیسے اس ہال میں سناٹا چھا گیا ہو۔ جب اس کی پرسوز آواز ہال کی بلند و بالا دیواروں سے ٹکرا کر گونجی تو عجیب سا ماحول پیدا ہو گیا۔ یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کے ہر لفظ کے ساتھ ہر شخص جھوم رہا ہے۔ چاہے اسے غزل کی سمجھ آ رہی تھی یا نہیں۔ لیکن مشرقی اور مغربی موسیقی کے ملاپ سے جو دھنیں تیار کر رکھی تھیں انہوں نے پورے ہال کو اپنی گرفت میں لے لیا اور پورا ہال جاپانی اور دوسرے ممالک کے لوگوں کے وجد سے محو رقص نظر آنے لگا۔ اور فیضان کی نظریں مسلسل اس چہرے پر مرکوز تھیں۔ اور وہ چہرہ جھوم رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے پوری دنیا محو رقص ہو۔ اور محبت کے ان دیکھے غلاف میں جکڑ کے رہ گئے ہوں۔ یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔ یوں ہمارے پروگرام کا پہلا شو انتہائی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ لیکن فیضان کی تمام تر

دلچسپیاں اور توجہ اسی پراسرار چہرے کے گرد گھوم رہی تھیں۔ عجیب عجیب قسم کے سوالات کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ یہ سلسلہ "تقریباً" ایک ہفتے تک چلتا رہا اور وہ چہرہ پروگرام میں موجود ہوتا۔ لیکن فیضان کے دوست اب بھی بضد تھے کہ نہیں فیضان تمہیں وہم ہے۔ وہاں تو ایسا کوئی چہرہ ہمیں نظر نہیں آیا۔ بہرحال وہ خود بھی اب مزید اس چہرے پر تبصرہ کرکے اپنا مذاق نہیں اڑانا چاہتا تھا۔ لیکن دل ہی دل میں اس مجسمے کی پراسرار شخصیت کو ڈھونڈنے اور اس معمے کو حل کرنے کی جستجو بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک روز وہ اپنے ہوٹل میں جس میں ان کی رہائش تھی کے لان میں ٹہل رہا تھا اور مسلسل انہی سوچوں میں گم تھا۔ کہ لان کے ایک طرف سے کچھ سرسراہٹ سی محسوس ہوئی جونہی ادھر متوجہ ہوا تو وہ چہرہ مجسم مسلسل اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ فیضان کی آنکھیں بھی مسلسل اس چہرے پر مرکوز ہو کے رہ گئیں۔ فیضان نے بڑی ہمت کرکے اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ جونہی قریب پہنچا تو اس نے ایک خوبصورت پھول فیضان کی طرف بڑھایا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنا سوال داغ دیا۔ آپ کون ہیں؟ کس مخلوق سے تمہارا تعلق ہے تو اس نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے۔۔ میرا تحفہ قبول نہیں کرو گے؟ تحفہ۔۔۔ اس کا ہاتھ ابھی تک ہوا میں تحفہ معلق تھا جس میں اس نے پھول پکڑ رکھا تھا۔ آپ بہت اچھا گاتے ہیں۔ بڑا سوز ہے آپ کی آواز میں۔ فیضان نے کانپتے ہوئے ہاتھوں اس پھول کو پکڑتے ہوئے اپنا سوال پھر دہرایا۔ بہت جلدی ہے کیا؟ ہاں بہت جلدی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ کہ تم اس دنیا کی مخلوق نہیں ہو۔ تمہارا کس مخلوق سے تعلق ہے؟ تمہارے ان سوالوں کا جواب میں دوں گا کل شام کو تو فوجی پہاڑ کے دامن میں بہنے والی ندی کے کنارے پہنچ جانا۔ تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔ اتنا کہنے کے بعد وہ سراپا اچانک غائب ہو گیا۔ اور فیضان ایک بار پھر ششدر کے رہ گیا۔ کہ آخر یہ ہے کون؟ اور مسلسل میرا پیچھا ہی کیوں کر رہی ہے؟ اکثر الف لیلیٰ داستانوں میں ایسے قصے سننے کو ملا کرتے تھے۔ لیکن اب تو یہ سب حقیقت بن کر اس کے سامنے تھا۔ یہ ضرور کوئی چڑیل ہو سکتی ہے۔ جو مجھے کسی چکر میں لانا چاہتی ہے۔ اور پھر ندی پر دعوت دینا۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ فیضان کی کیفیت اب بہت غیر ہو رہی تھی۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے جنم لے رہے تھے۔ خوف و ہراس کے سیاہ بادل منڈلانا شروع ہو گئے تھے۔ لیکن فیضان کی طبیعت شروع ہی سے جستجو پسند نہ رہی ہے۔ اور اکثر خطرات سے کھیلنے میں بہت سکون محسوس کرتا تھا۔ لیکن ایسے خطرات مول لینے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن ایک تسکین ضرور تھی کہ اس کے مرشد کامل کی نظر اس پر مسلسل تھی۔ اکثر وبیشتر وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں چلے کاٹ چکا تھا۔ اور کبھی ایسی کیفیت نہیں ہوئی تھی۔ جو اب ہو رہی تھی۔ اس گوناگوں کیفیت میں اپنے خیالوں میں گم وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ سب دوست اس پر برس پڑے کہ فیضان تم ٹھیک تو ہو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ تم ہمارے گروپ کا حصہ ہو۔ لیکن مسلسل کٹے کٹے سے ہو۔ آخر وجہ کیا ہے۔ ہم سے کوئی گستاخی ہو گئی ہے۔ یا ہم سے تم تنگ آ چکے ہو۔ ہمارے ساتھ کمپنی کرتے ہو۔ نہ گھومنے پھرنے جاتے ہو۔ مسلسل اپنی سوچوں میں گم ہو۔ آخر بات کیا ہے؟ فیضان نے طنزاً" بات تو بہت بڑی ہے اگر تم لوگ یقین کرو تو تب۔۔۔۔ ارے بابا اگر قابل یقین ہوئی تو ضرور یقین کریں گے۔ لیکن تم ہمیشہ تخیلاتی دنیا میں گم رہتے ہو اور کوئی ذی شعور تمہاری ان فرضی باتوں پر یقین کرنے سے تو رہا۔ یقین تو کرنا ہی پڑے گا۔ اگر میری ذات پر تمہیں کوئی بھروسہ یا اعتماد ہے تو میری بات پر یقین کرو۔ میں مسلسل ایک ایسے چہرے کو دیکھ رہا ہوں جو اس دنیا کی مخلوق نہیں ہے۔ چلو جی ہو گیا کام شروع۔۔۔ یہ حضرات اب گئے کام سے۔ ارے بابا اس دنیا کی بات کرو جس دنیا میں رہ رہے ہو ٹھیک ہے اگر تم لوگ میری بات پر یقین نہیں کرنا چاہتے تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ یار ہم یقین کر لیتے ہیں اگر وہ سب کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں تب۔ نہیں جناب میں یہ گارنٹی نہیں دے سکتا۔ مجھے خود معلوم نہیں وہ کب آتی ہے اور کب غائب ہو جاتی ہے اور ویسے بھی مجھے نہیں معلوم کہ تمہاری آنکھیں اسے دیکھ سکیں یا نہیں۔۔۔۔۔ لگتا ہے فیضان تم سٹھیا گئے ہو۔ سٹھیا میں نہیں بلکہ تم لوگ گئے ہو جنہیں میری کسی بات پر یقین نہیں آ رہا۔ اب میں آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ کل اس نے مجھے فوجی پہاڑ کے درمیان سے گزرنے والی ندی پر بلایا ہے۔ اب تم اس بات کا بھی مذاق اڑاؤ گے اڑاؤ مذاق۔ ہنسو مجھ پر۔ لیکن میں کل وہاں جاؤں گا۔ چاہے کچھ بھی ہو۔ میں پوری تحقیق کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے؟ اگر تم لوگوں کو میری کسی بات پر یقین نہیں تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ اب میں جانوں اور میرا کام لیکن یہ معمہ ضرور حل کروں گا۔ چاہے اس کے لئے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ فیضان کی جذباتی کیفیت کا سب ساتھی اندازہ لگا چکے تھے۔

فیضان تم ٹھیک تو ہو۔ اگلے ہفتے ہماری واپسی ہے اور تم کن چکروں میں پڑ گئے ہو۔ تم وہاں نہیں جاؤ گے۔ نہیں دوست میں وہاں ضرور جاؤں گا۔ اب لگتا ہے میری اور تمہاری راہیں یکسر بدل گئی ہیں۔ میرا مشن اب کوئی اور ہے۔ اس ذہن کے شعور شراب اور فریب کی دنیا سے میں اکتا گیا ہوں۔ میرا دل اب یہی چاہتا ہے کہ کہیں دور جنگلوں میں نکل جاؤں اور وہیں بسیرا کر لوں۔ اس دنیا سے میرا جی بھر چکا ہے۔ ہر طرف مکر و فریب غم و پریشانی اور بے شمار مسائل مسلسل پیچھا کئے رہتے ہیں۔ لیکن فیضان مشکلات سے راہ فرار حاصل کر لینا بھی تو بہادری نہیں ہے۔ تم ایک اچھے انسان ہو۔ اس دنیا میں رہ کر بھی تو اپنی دنیا بسا سکتے ہو۔ زندگی تو اس چیز کا نام ہے کہ اس قسم کی دنیا میں رہ کر لوگوں کے لئے مشعل راہ بنو۔ لوگوں کو اچھائی کی طرف مائل کرو۔ لیکن تم تم تو بزدل ہو۔ جو فرار کی راہیں ڈھونڈ رہے ہو۔ کچھ بھی ہے۔ اب میری منزل کوئی اور ہے۔ اور جب تک میں اپنی منزل حاصل نہیں کر لیتا چین نہیں آ سکتا مجھے۔ لیکن فیضان اگر تمہارے گھر والوں نے تمہارے متعلق پوچھا تو کیا بتائیں گے۔ بتا دینا کہ کہیں گم ہو گیا ہے۔ ویسے ہی میرا کون ہے۔ اس دنیا میں ایک سوتیلی ماں اور چند سوتیلے بہن بھائی۔ اگر میں نہیں ہوں گا تو بھی وہ انہیں کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن میں اس چہرے کی تلاش میں ضرور جاؤں گا۔ اور معلوم کر کے رہوں گا کہ وہ کیا ہے؟ اور کون ہے فیضان دوست تم نے بہت خطرناک راستہ چنا ہے۔ ایسے راستوں پر ایسی ایسی مشکلات پیش آتی ہیں۔ جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ویسے بھی اس دیار غیر میں تمہیں جاننے والے کتنے ہوں گے ڈھونڈنے سے بھی کوئی نہیں ملے گا۔ بہتر یہی ہے کہ تم باز آ جاؤ۔ لیکن فیضان مسلسل بضد تھا کہ میں اپنا مشن ضرور پورا کروں گا۔ سب دوستوں کے بار بار اصرار کے باوجود وہ فیضان کو اپنے ارادوں سے باز نہ رکھ سکے اور باقی سب دوست اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ رات کا پچھلا پہر تھا اور سب دوست خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ لیکن فیضان مسلسل اپنے آپ سے جنگ کر رہا تھا۔ اور صبح ہونے کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ اگلی صبح کے طلوع ہونے کے بعد ڈھلتے سورج کے ساتھ اسے اس ندی پر پہنچنا تھا۔ جہاں اس مجسمے نے نشاندہی کی تھی کہ اچانک سب بلبلا کر اٹھ بیٹھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کمرے میں زلزلے کے جھٹکے محسوس ہو رہے ہوں۔ بوکھلاہٹ میں سب کلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے جونہی بیدار ہوئے تو مارے خوف کے ان کی آوازیں ان کے حلق میں اٹک گئیں۔ ہلکی نیم روشنی میں کیا دیکھتے ہیں کہ کمرے میں ایک کونے میں وہ مجسمہ بہت بڑی بڑی خوفناک آنکھوں سے انہیں گھور رہا ہے۔ لیکن اس مرتبہ ان آنکھوں میں وہ چاہت نظر نہیں آ رہی تھی جو فیضان کو نظر آتی تھی۔ بہت بڑی بڑی آنکھیں یوں سرخ تھیں جیسے انگارے برس رہے ہوں۔ اور اس کی شکل بھی اتنی ڈراؤنی تھی کہ سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی انہیں نگل جائے گی لیکن فیضان کے چہرے پر وہ خوف و ہراس نہ تھا جو دوسرے ساتھیوں کے چہرے پر تھا۔ وہ اچانک گویا ہوئی بڑی بھدی اور خوفناک قسم کی آواز۔۔۔۔ تم لوگ اپنے دوست کی بات کا یقین کیوں نہیں کرتے۔ آج میں تمہیں یہ بتانے آئی ہوں کہ تمہارا دوست سچ کہتا ہے۔ اور اگر آئندہ تم نے اس کی بات کا یقین نہ کیا تو تمہارا حشر کر دوں گی۔ اتنی بات کہنے کے بعد وہ خوفناک بلا اچانک غائب ہو گئی۔ لیکن اتنی دیر میں فیضان کے اکثر ساتھی اپنے ہوش و حواس گم کر چکے تھے۔ پسینے چھوٹ چکے تھے۔ زبان گنگ ہو چکی تھی۔ جو قدرے اپنے حواس میں تھے کلمہ شریف اور آیت الکرسی کا ورد کرنے میں مصروف تھے۔ لیکن ان کا خوف یوں محسوس کرا رہا تھا جیسے یہ صبح ہونے سے پہلے ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ خیر خدا خدا کر کے وہ رات گزر گئی۔ لیکن وہ منظر انہیں ایک ایسے کرب میں مبتلا کر گیا کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ صبح ہوتے ہی پاکستان روانہ ہو جائیں گے اگر جہاز کی ٹکٹ نہ ملی تو کم از اس ہوٹل میں نہیں رہیں گے۔ سب دوستوں نے بوریا بستر گول کیا۔ لیکن فیضان بالکل خاموش تھا۔ ایک دوست! فیضان تم نہیں چلو گے ہمارے ساتھ۔ نہیں دوست' میں یہیں رہوں گا۔ تم لوگ اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ فیضان وہ تمہیں کچا چبا جائے گی۔ ہوش کے ناخن لو۔ تم انگاروں سے مت کھیلو۔ یہ مخلوق بہت ظالم مخلوق ہے۔ اگر تم اس کے ہتھے چڑھ گئے۔ تو تمہیں بالکل نہیں چھوڑے گی۔ یہ ڈائن چڑیل ہے۔ اس کے دانت دیکھے تھے تم نے۔ تلوار کی سی تیز دھار تھی ان میں۔ وہ کوئی لال پری نہیں فیضان وہ خونخوار چڑیل ہے۔ جو تمہیں اپنے شکنجے میں لے رہی ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔ وگرنہ تمہارا حشر بڑا عبرتناک ہو گا۔ فیضان کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے دوست تم اس کی فکر مت کرو۔ تم نے تو اس کا یہ روپ دیکھا ہے لیکن جو روپ میں نے اس کا دیکھا ہے۔ وہ بڑا پرکشش اور

دلفریب ہے اور میں اس کے حصار میں یوں جکڑ چکا ہوں جیسے اس کا ایک حصہ ہوں۔ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں بھاگوں گا جب تک اس مخلوق کی پوری تحقیق نہیں کر لیتا۔ اور ویسے بھی زندگی جستجو کا نام ہے۔ اگر یہ کسی جستجو میں چلی گئی تو کوئی ملال نہ ہو گا۔ تو باولے ہو گئے ہو فیضان۔ تمہاری عقل ساتھ چھوڑ گئی ہے تمہارا۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہوتی تو ہماری بات سے اتفاق ضرور کرتا۔ لیکن لگتا ہے تم نے بے موت مرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کوئی بات نہیں دوست! مرنا تو آخر ایک دن ہے ہی یوں نہ سہی یوں سہی لیکن یہ ملال تو نہیں رہے گا کہ جستجو نہیں کر سکا۔ کرو جستجو۔ لیکن ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ہمارے تو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ہم انہیں یتیم نہیں کرنا چاہتے۔ اس لئے میں نے ابھی تک شادی نہیں کی اپنا تو کوئی رونے والا نہیں۔ میرے جینے کی کسی کو خوشی اور مرنے کا کسی کو ملال نہ ہو گا۔ یہ باتیں کرتے کرتے فیضان کی حالت بھی عجیب ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں عجیب قسم کی وحشت اور اطمینان بھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ فیضان اس چڑیل کے مکمل حصار میں جکڑ چکا ہے۔ اور یہ اب کسی بھی صورت دیس نہیں جائے گا۔ لہٰذا سب دوستوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اسے اسی کے حال پہ چھوڑ دیں۔ جب منہ کی کھائے گا تو ہوش آ جائے گی۔ اگر زندہ رہا تو۔۔۔۔۔ یوں فیضان کے یہ رفیق سفر فیضان کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ اب انہیں کب فلائٹ ملی یا کب پاکستان روانہ ہوئے فیضان کو کوئی پتہ نہیں۔ اب فیضان بالکل اکیلا تھا۔ اب اسے کوئی ٹوکنے والا نہیں تھا۔ جوں جوں وہ وقت قریب آ رہا تھا۔ فیضان کے دل کی دھڑکنیں تیز تر ہو رہی تھیں۔ وہ مقام جہاں اس نے نشاندہی کی تھی۔ ٹوکیو سے تقریباً ساڑھے چار سو کلومیٹر دور تھا۔ فیوجی پہاڑ کا دامن جس کے دامن میں کلواساکی کا شہر آباد ہے۔ اس کے ساتھ دوسری طرف جن شہروں کا ذکر ہے ان میں سیائے تاماکین۔ کیت کوشی ملایا اور کلواگوچی وغیرہ ہیں۔ اسی طرح ہیروشیما اور ناگاساکی بھی ان شہروں کے نہیں قریب ہی ہیں۔ لیکن فیضان کو فیوجی پہاڑ کے دامن میں پہنچنا تھا۔ تین چار گھنٹے کی مسافت تھی۔ فیوجی پہاڑ سیاحوں کی دلچسپی کا بھی مرکز ہے۔ لیکن اب وقت بعد دوپہر کا ہو چکا تھا۔ اور مقررہ وقت اتنا قریب ہو چکا تھا کہ پہنچنا ناممکن حد تک مشکل ہو گیا تھا۔ کافی سوچ و بچار کے بعد فیضان نے اگلے دن کا پروگرام بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور سوچنے لگا کہ اگر کہیں دوبارہ وہ چہرہ نظر آ گیا تو بتا دوں گا۔ لیکن یہ سارا اس کا وہم ثابت ہوا۔ رات کو جب فیضان سونے کے لئے چارپائی پر گیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ فیضان کی آنکھ لگ گئی کہ اچانک اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے پٹاخ سے چارپائی (Bed) سے نیچے پھینک دیا ہو۔ کھلبلا کر اٹھا اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔ لیکن اب نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی۔ اسے یقین ہو رہا تھا۔ کہ اس کے نہ جانے کی وجہ سے وہ ناراض ہو گئی ہے۔ اس لئے ایسی حرکتیں کر رہی ہے۔ کافی دیر تک کروٹیں بدلنے کے باوجود جب فیضان کو نیند نہ آئی تو اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے کے لئے اٹھا تو جوتی غائب تھی۔ اس طرح کی آنکھ مچولی رات گئے تک جاری رہی۔ لیکن فیضان نے اب ارادہ کر لیا کہ کچھ بھی ہو اب اگلی صبح ضرور اس مقام کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ جونہی رات گزری صبح سویرے سے ہی فیضان نے اپنی تیاری شروع کر دی اور فیوجی پہاڑ کے قریبی شہر جانے والی ٹرین کی ٹکٹ لے کر مطمئن ہو گیا ضروری سامان وغیرہ ساتھ لیا اور اپنی منزل کی طرف گامزن ہو گیا۔ جاپان کا یوں تو ہر سسٹم قابل دید ہے۔ لیکن ٹرین کا سفر۔ بہت دلفریب اور پر آسائش ہے۔ مجال ہے جو گاڑی اپنے مقررہ وقت سے پانچ منٹ بھی لیٹ ہو۔ بہرحال فیضان کا سفر اس ٹرین کے سفر کے ساتھ شروع ہو گیا۔ ٹرین کو تو اپنی منزل معلوم تھی۔ لیکن فیضان اس منزل کی طرف گامزن ہو چکا تھا جس کی کوئی منزل نہیں تھی۔ تقریباً دو یا ڈھائی گھنٹے کی مسافت کے بعد فیضان کلواساکی کے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھا۔ پلیٹ فارم پر لوگوں کا ہجوم۔ فیضان بھی اس بھیڑ میں گم ہو گیا۔ ابھی پلیٹ فارم سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہ وہی چہرہ اس کا منتظر تھا۔ اس طرح اپنے مخصوص انداز میں۔ وہ بہت بڑی بڑی مگر انتہائی خوبصورت آنکھیں۔ منتظر تھیں اس کی۔ اور ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔ فیضان کے اندر کا خوف ختم ہو چکا تھا۔ تھوڑا قریب گیا تو اس نے کہا کہ اب اس سے آگے تم میرے مہمان ہو۔ اور میرے پیچھے پیچھے چلنا ہو گا۔ جونہی ہم باہر سڑک پر پہنچے تو اس کے بعد چند ہی لمحوں میں فیضان نے اپنے آپ کو ایک ایسے ویرانے میں پایا۔ جہاں نزدیک کوئی آبادی وغیرہ نہیں تھی۔ فیضان اپنے آپ کو ایسی جگہ پر دیکھ کر بہت حیران و پریشان ہوا۔ اس کے خدشات اب اس کا حوصلہ پست کرنے لگے۔ ایک طرف چٹیل میدان اور دوسری طرف بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیاں لیکن یہ فیوجی پہاڑ تو نہیں تھا۔ فیوجی پہاڑ پر سیاحوں کی بہت رونق ہوتی ہے۔ یہ مجھے کہاں لے آئی ہے۔ اور اب اب اس کا کوئی پتہ

بھی نہیں کہ کہاں چلی گئی ہے۔ اس ویرانے میں مجھے اکیلا چھوڑ کر اچھی مہمان نوازی ہے اس مخلوق کی۔ لیکن اب ساتھ فیضان کو اپنے دوستوں کے لفظوں کی گونج بھی سنائی دے رہی تھی۔ کہ فیضان تم پچھتاؤ گے۔ تمہیں اس وقت ہوش آئے گا جب تم اس کے خونی پنجوں میں جکڑ چکے ہو گے۔ فیضان کی حالت اچانک غیر ہوئی جا رہی تھی۔ ہر طرف ویرانہ اور تھکا ہارا سورج بھی اپنا سفر مکمل کر کے رات کی سیاہی پھیلا رہا تھا۔ فیضان کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ بڑی مشکل سے فیضان نے اپنی تمام تر قوت کو یکجا کیا۔ اور آیت الکرسی وغیرہ پڑھ کر اپنے رب سے مدد مانگنے لگا۔ اب بار بار فیضان کے ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا تھا کہ وہ آخر گئی کہاں۔ مجھے اس ویرانے میں اکیلا چھوڑ کر۔ ہو سکتا ہے وہ رات کی تاریکی کا انتظار کر رہی ہو۔ اور رات کی تاریکی میں وہ اپنا کام کرنا چاہتی ہو۔ یا پھر شاید کوئی اور وجہ ہو گی۔ فیضان کے سوچنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو چکی تھیں۔ انہی سوچوں میں فیضان نے پہاڑ کا رخ کر کے چلنا شروع کر دیا۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد وہ ایک ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ لیکن اتنی دیر میں رات کی سیاہی نے پورے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ فیضان مایوسیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکا تھا۔ اور اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ تم بہت بے وقوف ہو۔ جو جان بوجھ کر اس مصیبت کو گلے لگا لیا۔ لیکن اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ فیضان نے اپنے اندر ایک نیا حوصلہ پیدا کرنے کی ناکام کوشش شروع کر دی۔ ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ فیضان بچپن سے ہی بڑا پیروں کا معتقد تھا۔ اور اکثر و بیشتر اولیاء کرام کے مزاروں پر حاضری دیا کرتا تھا۔ اور ایک مرشد کامل کا مرید بھی تھا۔ اپنے مرشد کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھنے لگا۔ جس سے آہستہ آہستہ اس کے دل اور جسم میں ایک قوت سی آتی محسوس ہو رہی تھی۔ فیضان اب اس ندی کے کنارے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ لیکن وہ حیران تھا کہ آخر وہ خوبصورت چہرہ گیا تو گیا کہاں۔ خود ہی بلا کر پھر اس نے خبر نہیں لی۔ اور مجھے اس بیابان جگہ پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ فیضان کو اس وقت جو بھی آتا تھا پڑھتا گیا۔ کہ اتنے میں دور پہاڑی پر ایک دیا ٹمٹماتا نظر آیا۔ فیضان کو یوں محسوس ہوا جیسے بے جان جسم میں جان آ گئی ہو۔ فیضان کے قدم اب روشنی کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے۔ چلتے چلتے اچانک فیضان کو یوں محسوس ہوا جیسے تیز آندھی چل رہی ہو۔ ایک عجیب قسم کا شور برپا ہو رہا تھا۔ جو آہستہ آہستہ اپنی تمام تر ہولناکیوں کے ساتھ تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ فیضان موسم کی اس اچانک تبدیلی سے بہت گھبرایا لیکن تیز آندھی تو سب کچھ اڑا کر لے جاتی ہے۔ لیکن یہ تو صرف آواز تھی۔ فیضان بہت گھبرا رہا تھا۔ اور ساتھ اپنے مرشد کامل کا بتایا ہوا وظیفہ اور آیت الکرسی کا ورد کر رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کے اوپر کسی نے منوں وزن لاد دیا ہو۔ قدم اٹھ نہیں رہے تھے۔ پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا' سناٹا اور ساتھ عجیب و غریب قسم کی ہیبت آوازیں جو سناٹے کو چیرتی ہوئی فیضان کے دل میں اترتی خوف کی وادی میں لے جا رہی تھیں۔ اس کیفیت میں ابھی چند قدم ہی آگے چلا تھا کہ اسے اپنے سامنے دو ٹمٹماتے دیئے نظر آئے بالکل گول ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی انگارے ہوں۔ فیضان نے جونہی انہیں دیکھا تو اسے کچھ سہارا سا محسوس ہوا کہ اب شاید کوئی روشنی والا مقام قریب آ گیا ہے۔ فیضان کے قدم آہستہ آہستہ ادھر بڑھنا شروع ہو گئے۔ لیکن جونہی فیضان قریب پہنچنے کی کوشش کرتا تو وہ اور آگے چلتے محسوس ہوتے۔ تیز آندھی والی آوازیں بدستور جاری تھیں۔ جس کا ان کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر جانے کے بعد وہ ٹمٹماتے دیئے ایک جگہ رک گئے۔ اور فیضان ان کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی فیضان چند گز کے فاصلے پر ہی تھا کہ ان دیوں سے ایک شعلہ نکلتا محسوس ہوا اور اس شعلے کی روشنی میں فیضان کی آنکھوں نے جو دیکھا اس سے فیضان کے ہوش اڑ گئے ایک انتہائی خونخوار قسم کی شکل بہت لمبے لمبے دانت عجیب قسم کا چہرہ اور ہاتھوں کے کم از کم چھ چھ انچ لمبے ناخن اور پاؤں الٹے۔ فیضان قریب تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑتا زور زور سے اس نے آیت الکرسی کا ورد شروع کر دیا۔ اور ساتھ اپنے مرشد کے بتائے ہوئے وظیفہ کو بلند آواز میں پڑھنے لگا۔ جوں جوں تلاوت کلام پاک کی آواز تیز ہوئی تو وہ چڑیل اس سے دور ہٹتی محسوس ہوئی۔ اسی طرح تھوڑی ہی دیر میں وہ اچانک غائب ہو گئی۔ اور جاتے جاتے اتنا کہہ گئی کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم نے میرے ساتھ یہ کرنا ہے تو میں وہیں تمہارا حشر کر دیتی۔ لیکن چھوڑوں گی نہیں میں۔ اب تم مکمل طور پر میرے حصار میں ہو۔ میرے بچے کافی دنوں کے بھوکے ہیں۔ جونہی تم میرے شکنجے میں آؤ گے تو تمہاری تکہ بوٹی کروں گی اتنی بات کہنے کے بعد وہ اچانک غائب ہو گئی۔ اور فیضان کی حالت انتہائی خستہ اور قابل رحم ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود فیضان نے اس روشنی کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ اب فیضان گھپ اندھیرے میں

پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔ اور خار دار جھاڑیوں میں اس کا سفر شروع ہو گیا۔ فیضان کی حالت بہت خراب ہو چکی تھی اس طرح گرتے گرتے فیضان اس روشنی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ کہ اچانک ایک پتھر سے فیضان کا پاؤں پھسلا اور وہ لڑھکتا ہوا ایک گھائی میں جا گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

فیضان کو جب ہوش آیا تو فیضان ایک تنگ و تاریک غار کے اندر موجود تھا۔ اپنے آپ کو جھنجوڑتے ہوئے اپنے ہوش و حواس پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا کہ مارے درد کے اس کی چیخ نکل گئی۔ اس کا انگ انگ زخمی ہو چکا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ اس کے زخموں پر پٹی بندھی ہے۔ درد کی کیفیت کے ساتھ ساتھ اس کا تذبذب مزید بڑھتا گیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد کسی کے قدموں کی آہٹ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک باریش شخص سفید داڑھی اور بڑا تربوز چہرہ ہاتھ میں دیا پکڑے اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ فیضان کی حیرانگی اور خوف کے ساتھ ساتھ اس کا دل قدرے مطمئن ہو چکا تھا کہ جس نے میرے زخموں پر مرہم رکھا ہے۔ وہ یقیناً" میرا دشمن نہیں ہو سکتا۔ کہ اتنے میں بزرگ کی آواز اس کی سماعت سے گزری۔ کیسے ہو بیٹا؟ ٹھیک ہوں بابا جی۔ لیکن آپ؟ گھبراؤ نہیں بیٹا۔ تم اس وقت بہت محفوظ جگہ پر پہنچ چکے ہو۔ بیٹا تمہاری قسمت اچھی تھی۔ جو تم بچ گئے۔ اگر تم اپنے مرشد کا بتایا ہوا وظیفہ نہ پڑھتے تو شاید میں بھی تمہارے لئے کچھ نہ کر سکتا۔ جس چڑیل کے حصار میں جکڑے تم یہاں تک پہنچ چکے ہو وہ بہت ظالم قبیلے کی چڑیل ہے۔ قرآنی آیات اور تمہارے مرشد کامل کا بتایا ہوا وظیفہ تمہارے لئے بہت بڑی ڈھال ثابت ہوا ہے۔ اس لئے وہ تمہارے سامنے نہیں آئی۔ کیونکہ وہ غیر مسلم ہے۔ اور یہ اس کو معلوم ہے وہ سادہ لوح انسانوں کو اسی طرح پرکشش شکل میں سامنے آ کر اپنے جال میں پھنساتی ہیں اور وہ کوئی ایک نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ اور جو ایک بار ان کے جال میں پھنس گیا پھر اس کا بچنا ناممکن حد تک مشکل ہو جاتا ہے۔ اس درویش کی باتوں سے تو فیضان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور حیرت کدہ بن کے رہ گیا۔ بابا آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں اور اس مہربانی کی وجہ؟ بیٹا میرا نام سلمان ہے۔ اور الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ فیضان نے اس تذبذب میں ایک اور سوال ٹھونس دیا۔ بابا جی آپ اس جنگل بیاباں میں؟ بابا جی مسکراتے ہوئے بولے۔ گھبراؤ نہیں بیٹا۔ سب بتاؤں گا۔ پہلے تم اچھے ہو جاؤ۔ پھر سب کچھ بتاؤں گا۔ ابھی تمہیں بھوک لگی ہے۔ تم کھانا کھاؤ۔ فیضان کی حیرانگی میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا کہ اس جنگل میں میں کیا کھاؤں گا ابھی فیضان سوچ ہی رہا تھا کہ ایک دسترخوان فیضان کے سامنے تھا اور مختلف قسم کے کھانوں کی خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تو اس کی بھوک میں اضافے کے ساتھ ساتھ اس کی حیرانگی میں مزید اضافہ ہو تا گیا۔ فیضان نے اس کیفیت میں وہ کھانا کھایا اور جو لطف اس پر تکلف کھانے میں تھا وہ اس نے آج تک محسوس نہیں کیا تھا۔ فیضان نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا تو برتن اچانک غائب تھے۔ اور وہ بزرگ بڑے خلوص و محبت سے مسکرا رہے تھے۔ فیضان بیٹا حیران کیوں ہو۔ بابا جی آ... آ... آپ کون ہیں؟ اور یہ سب کچھ کیا ہے۔ آپ کو مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟ فیضان بیٹا۔ یہ بتاؤ تمہارے مرشد کامل کا نام کیا ہے؟ فیضان نے حیرانگی سے پوچھا۔ بابا جی آپ پوچھ کر کیا کریں گے۔ بتاؤ بیٹا یہ ضروری ہے۔ فیضان نے اپنے مرشد کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میرے مرشد تو پاکستان میں ہیں اور آپ... آپ تو درویش مسکراتے ہوئے بولے کہ بیٹا پاکستان بھلا کوئی دور ہے۔ چند لمحوں کی ہی تو مسافت ہے ہمارے لئے۔ فیضان کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے ابھی اس کے سوچنے کی صلاحتیں سلب ہو جائیں گی۔ اور حیرانگی سے بولا۔ چند لمحوں کی؟ ہاں بیٹا چند لمحوں کی بات ہے تم اپنے مرشد کامل کا نام تو بتاؤ۔ فیضان نے بتایا کہ میرے مرشد مظفر آباد کے قریب ایک پہاڑی کے دامن میں رہتے ہیں۔ اور بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ بابا جی بولے سید سلطان علی نام ہے۔ ان کا؟ اپنے مرشد کا نام سنتا تھا کہ فیضان کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی۔ مم... مگر آپ انہیں کس طرح جانتے ہیں۔ میں صرف جانتا ہی نہیں بلکہ میں بھی انہی کا مرید ہوں۔ تم جو وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ وہی میرا وظیفہ ہے۔ اس کی تو کشش تھی جو مجھے تمہاری طرف کھینچ لائی اور ویسے بھی انہوں نے میری ڈیوٹی لگا دی تھی کہ میرے مرید خاص کا خیال رکھنا اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور یوں میں تمہیں اس گھائی سے اٹھا کر لایا ورنہ اب جا کر دیکھو اس گھائی کو وہاں سے نکلنے کی کوئی جگہ ہے۔ کنواں نما گھائی ہے۔ اور وہاں سے تمہارا نکلنا صرف مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ ویسے بھی وہاں ایسے ایسے زہریلے سانپ ہیں جنہیں دیکھتے ہی تمہارا دم نکل جائے۔ اس درویش بابا کی باتیں سن کر فیضان کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ اور دل ہی دل میں اپنے رب کریم کا شکر بھی ادا کر رہا تھا۔ جس نے اس وسیلہ سے اس کی جان

بچائی تھی۔ انہی باتوں باتوں میں بابا جی نے پوچھا بیٹا کیا پروگرام ہے۔ واپس جاؤ گے؟ بابا جی واپس تو میں جاؤں گا شاید نہیں لیکن آپ اپنے بارے میں بھی تو کچھ بتائیں۔ بابا جی مخاطب ہوئے فیضان بیٹا میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور میں جنات کے قبیلے کا سردار ہوں۔ جنات کا نام سننا تھا کہ فیضان کو اپنے پاؤں سے زمین کھسکتی محسوس ہوئی۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں بیٹا۔ تم میرے پیر بھائی ہو اور تمہاری حفاظت اب مجھ پر ضروری ہے۔ لیکن بہتری یہی ہے کہ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ ورنہ وہ چڑیل بہت ظالم قبیلے کی ہے۔ وہ ہر صورت تمہیں نقصان پہنچائے گی۔ فیضان کی حیرانگی اب تجسس میں بدلتی جا رہی تھی۔ اس کا دل اب اپنے اصل مقصد کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ کیونکہ اب اسے اتنا یقین ہو گیا تھا کہ اس کے مرشد کامل مسلسل اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اور ویسے بھی جو وظائف اس کے دل میں محفوظ تھے وہ اسے بڑی سے بڑی مصیبت میں مدد کر سکتے ہیں۔ فیضان کا تجسس بڑھنا شروع ہو گیا اور اس نے بابا جی سے اس قبیلے کو دیکھنے کی خواہش کر دی۔ فیضان بیٹا تم نے غلط راستہ چنا ہے۔ وہاں جگہ جگہ زندگی اور موت کا کھیل ہے۔ لہذا تم یہ ارادہ دل سے نکال دو۔ نہیں بابا جی۔ میں اس مخلوق کو ضرور دیکھنا چاہتا ہوں اگر آپ میری کچھ راہنمائی فرمائیں تو؟ بابا جی--- تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولے۔ فیضان بیٹا یہ راستے بہت کٹھن ہیں۔ لیکن اگر تمہاری ضد ہے تو سنو۔ یوں تو تمہارے پاس وظائف کا جو خزانہ ہے وہ تمہاری بہت مدد کرے گا۔ لیکن یہ میری انگوٹھی پہن لو۔ جب بھی کوئی مشکل آئے تو اس پر یا حی یا قیوم دس مرتبہ پڑھ کر پھونکنا۔ پھر تمہارے اندر ایک ایسی طاقت پیدا ہو جائے گی اور ان چڑیلوں کا اثر زائل ہو جائے گا اور تم ان کے حملوں سے محفوظ رہ سکو گے۔ لیکن بیٹا اس کے لئے تمہیں اپنے آپ کو پاک و صاف رکھنا ہو گا۔ ٹھیک ہے بابا جی۔ لیکن میں اپنا سفر کہاں سے شروع کروں۔ کچھ راہنمائی اگر ہو جائے تو---- بیٹا راہنمائی تمہیں خود بخود ملے گی۔ لیکن اپنے عمل سے غافل نہ ہونا۔ تھوڑی سی بھی غفلت تمہیں کسی بہت بڑی مصیبت میں گرفتار کر سکتی ہے۔ بابا جی نے اپنی انگوٹھی فیضان کو پہنائی اور کہا کہ اب جاؤ بیٹا۔ کل تک تمہارے زخم بھی کچھ ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ بزرگ اچانک نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور فیضان ایک طرف لیٹ گیا۔ لیکن نیند کوسوں دور تھی۔ درد کی ٹیسیں بھی اٹھ رہی تھیں۔ اور فیضان مسلسل اس مخلوق خاص طور پر اس چہرے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جو دیکھنے میں کتنا دلکش تھا لیکن اس کا دوسرا روپ کتنا گھناؤنا تھا۔ انہی سوچوں میں پتہ نہیں کب فیضان نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ فیضان کی جب آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو ایک کھلے چٹیل میدان میں پایا۔ وہ پہاڑی سلسلہ اسے بہت دور دکھائی دے رہا تھا۔ آنکھیں ملتے ہوئے فیضان نے اپنے اردگرد کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ سب کچھ نیا تھا اس کے لئے۔ تھوڑی دیر جائزہ لینے کے بعد فیضان اٹھا اور ایک پگڈنڈی پر چلتا ہوا سامنے نظر آنے والے پہاڑوں کی طرف چلنے لگا۔ ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ سامنے اسے ایک ندی نظر آئی۔ فیضان اس ندی کنارے بیٹھ کر ہاتھ منہ دھونے لگا۔ ہاتھ منہ دھو کر پانی کے کنارے اسی طرح بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں کہاں جاؤں اور وہ بزرگ پتہ نہیں کہاں چھوڑ کے چلے گئے ہیں۔ اسی طرح سوچتے سوچتے فیضان ندی کے پانی کے ساتھ کھیلنے لگا۔ ندی کے کنارے ایک بت سا گڑا تھا۔ پتھر کا بنا ہوا۔ تقریباً" چار یا پانچ فٹ اونچا ہو گا۔ فیضان اپنی سوچوں میں گم آہستہ آہستہ اس پتھر پر ہاتھ سے پانی کے چھینٹے پھینکنا شروع ہو گیا۔ جوں جوں اس پتھر پر پانی گرتا وہ ڈھلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اس کے اوپر جمی ہوئی گرد ہٹتی محسوس ہونے لگی۔ اس پتھر کی اس بدلتی کیفیت کو دیکھ کر فیضان نے اپنی توجہ اس کی طرف مرکوز کر لی۔ فیضان اب دونوں ہاتھوں سے اس پر پانی پھینکنا شروع ہو گیا۔ جوں جوں پانی پھینکتا وہ پتھر صاف شفاف ہوتا چلا گیا۔ یہ عمل کافی دیر تک جاری رہا کہ اچانک فیضان کو اس پتھر پر ایک خوبصورت چہرہ نمودار ہوتا محسوس ہونے لگا۔ اب فیضان کا تجسس مزید بڑھنا شروع ہو گیا۔ جوں جوں پانی گرتا وہ چہرہ مزید صاف ہوتا ہوا اس کے سامنے آ رہا تھا۔ جوں جوں وہ چہرہ صاف ہو رہا تھا۔ اس چہرے کی خوبصورتی دلکش انداز میں سامنے آ رہی تھی۔ کافی دیر بعد جب وہ چہرہ مجسمہ کی صورت میں نمایاں ہوا تو فیضان کی آنکھیں اس مجسمے پر مرکوز ہو گئیں۔ اتنا خوبصورت اور دلکش چہرہ اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ فیضان نے اپنا ہاتھ اس چہرے پر پھیرنا شروع کر دیا کہ اچانک اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا ہو۔ گھبرائے ہوئے فیضان پیچھے ہٹا تو اس مجسمے سے آواز آئی۔ مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو؟ ک... ک... کون ہو تم! گھبراؤ نہیں۔ میرے سوال کا جواب دو۔ فیضان نے گھبرائے ہوئے جواب دیا۔ ہ... ہاں... ہاں۔ میں تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلے مجھے آزاد کر لو۔ ت...

ت..... تم ہو کون؟ میں لال پری ہوں۔ اور ایک جن کے قبضے میں ہوں اگر تم مجھے آزاد کرا لو تو میں تمہاری ہو سکتی ہوں۔ لیکن تم کون ہو؟ میں تمہیں کیسے آزاد کرا سکتا ہوں۔ تم جس چڑیل کے کہنے پر یہاں آئے ہو۔ اس قبیلے کا سردار ہے وہ اور انتہائی ظالم ہے وہ مجھے بھی سی طرح خوبصورت شکل میں سبز باغ دکھا کر یہاں لے آیا اور اپنی قید میں رکھ لیا۔ نہ تو مجھے مارتا ہے اور نہ ہی مجھے آزاد کرتا ہے۔ اس مجسمے میں میں قید ہوں۔ اور میری روح پر اس کا قبضہ ہے۔ اگر تم مجھے آزاد کرا دو تو تمہارا بہت بڑا احسان ہو گا مجھ پر وگرنہ شاید ساری عمر اسی طرح قید میں گزر جائے۔ فیضان اس خوبصورت چہرے کی خوبصورتی پر گرویدہ ہو چکا تھا۔ اور اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو میں اسے آزاد کرا لوں گا۔ لال پری مجھے کیا کرنا ہو گا۔ میں تمہیں کیسے آزاد کرا سکتا ہوں۔ میری راہنمائی کرو۔ اپنی جان پر کھیل سکو گے؟ بہت مشکل کام ہے۔ لڑ سکو گے اس بدی سے؟ ہاں..... ہاں میں لڑوں گا اس بدی سے۔ اور میرا مشن بھی یہی ہے۔ تم صرف میری تھوڑی سی راہنمائی کرو۔ میں صرف کوشش کروں گا۔ فیضان یہ سامنے پہاڑ دیکھ رہے ہو۔ ان پہاڑوں کی طرف چلنا شروع ان پہاڑوں پر اس قبیلے کا بسیرا ہے۔ جونہی تم اس پہاڑ کے دامن میں پہنچو گے تو وہ تمہارا قدم قدم پر راستہ روکیں گے۔ مختلف چہرے تمہیں اپنی طرف متوجہ کریں گے۔ لیکن تمہیں آگے بڑھتے جانا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی طاقت ہے تو تمہیں مقابلہ کرنا ہو گا۔ وگرنہ شاید تم راستے میں ان چڑیلوں کا شکار ہو جاؤ۔ اور وہ تمہاری تکہ بوٹی کر دیں۔ تم فکر نہ کرو۔ لال پری۔ میرے پاس بہت طاقت ہے۔ میرے ایمان کی طاقت۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ تم آگے بتاؤ۔ پہاڑ کے دامن میں ایک ندی ہو گی اس ندی کو پار کرنا ہو گا۔ اس ندی کو پار کرو گے تو تم یوں سمجھ لینا جیسے تم ان کے قبیلے میں داخل ہو گئے ہو۔ پھر اس قبیلے کے سردار کے پاس پہنچنا ہو گا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ قبیلے کے سردار تک کیسے پہنچو گے۔ اگر تم اس سردار سے مجھے آزاد کرا سکے تو یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہو گا۔ اور میں تمہاری ہو جاؤں گی۔ لیکن مجھے امید نہیں کہ تم زندہ واپس آ سکو..... وہ بہت ظالم ہیں اور انسانوں کے گوشت کے شوقین.....
بہرحال جاؤ فیضان۔ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو گا۔ تم میرا نام بھی جانتی ہو؟ فیضان اچانک گویا ہوا۔ صرف نام ہی نہیں میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم مسلمان ہو۔ بلکہ ایک سچے مسلمان پیرو مرشد والے اور میں بھی الحمد للہ مسلمان ہوں۔ لال پری تم میرا انتظار کرنا۔ میں انشاء اللہ تمہیں ضرور آزاد کراؤں گا۔ اگر آزاد نہ کرا سکا تو وہیں جان دے دوں گا واپس نہیں آؤں گا۔ جاؤ فیضان خدا تمہارا محافظ ہے۔ فیضان کو اپنی منزل سامنے نظر آنے لگی وہ جس جستجو میں تھا اس کی راہنمائی اسے مل گئی تھی۔ اب فیضان نے ان خطرات سے کھیلنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک نئے عزم اور ہمت و حوصلے کے ساتھ۔ فیضان نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا اور اس پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔ طویل مسافت تھی کئی گھنٹوں کی مسافت کے بعد فیضان پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ اور وہ ندی اب اس کے سامنے تھی جسے اسے عبور کر کے اس مخلوق کے حلقہ میں داخل ہونا تھا۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ اور تاریکی پورے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ فیضان اس ندی میں اتر گیا۔ فیضان ابھی چند قدم ہی پانی میں چلا تھا۔ پانی زیادہ گہرا نہیں تھا۔ تقریباً" درمیان میں پہنچا تو اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس پر بھاری بھر وزن ڈال دیا گیا ہو۔ اور اسے اپنے پاؤں جکڑتے محسوس ہونے لگے۔ یہاں تک کہ چلنا دشوار ہو گیا۔ کہ اچانک اسے محسوس ہونے لگا جیسے اس کے قریب کوئی ہے کیا دیکھتا ہے کہ اس کے چاروں طرف گھیراؤ بن چکا ہے۔ اور کئی خوفناک چڑیلیں خونخوار دانت نکالے بہت ڈراؤنی شکل کے ساتھ لمبے لمبے ناخنوں والے ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس کی طرح بڑھنے لگیں۔ چڑیلوں کا حصار تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ فیضان اپنے آپ کو یوں محسوس کر رہا تھا جیسے ابھی ان چڑیلوں کے خونخوار پنجے اس کی گردن کو دبوچ لیں گے اور لمبے لمبے خونخوار دانت اس کی گردن اور پورے جسم میں پیوست ہو کر اس کا سارا خون نچوڑ لیں گے۔ فیضان اپنے آپ کو بہت بے بس محسوس کرنے لگا۔ وحشت کا یہ سماں تھا کہ سارے وظائف اور بزرگ کی دی ہوئی انگوٹھی کی برکات بھی بے اثر محسوس ہو رہی تھیں۔ ندی کا پانی چونکہ کافی گدلا اور ناپاک تھا اس لئے ساتھ ان وظائف اور انگوٹھی کی برکات بے اثر ثابت ہو رہی تھیں۔ کیونکہ بزرگ نے یہ تاکید کی تھی کہ جسم کا پاک ہونا انتہائی ضروری ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ فیضان ان چڑیلوں کے حصار میں جکڑتا جا رہا تھا۔ پسینے چھوٹ چکے تھے۔ بے بسی کا عالم تھا۔ فیضان کے قدم جکڑ کے لئے تھے گو کہ ندی کی چوڑائی کوئی اتنی زیادہ نہ تھی لیکن پھر بھی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی سمندر کو عبور کر رہا ہے۔ قدم اٹھ نہیں رہے تھے۔ نہ ہی واپس مڑ سکتا تھا اور نہ ہی آگے بڑھنے کی ہمت ہو رہی تھی۔ وہ چڑیلیں اپنی پوری وحشت کے ساتھ فیضان کے بالکل قریب پہنچ چکی تھیں۔ لیکن چند فٹ کے فاصلے پر آ کر رک گئیں۔ شاید ان کی کوئی خاص حد تھی یا پھر ان وظائف اور انگوٹھی کا اثر تھا کہ فیضان کے جسم تک نہیں پہنچ سکتیں تھیں۔ یا پھر کچھ اس بزرگ پیر بھائی جن کی نظر میں بھی فیضان کے تعاقب میں تھیں۔ بے بسی کی انتہا ہو چکی تھی۔ لیکن چند ہی لمحوں بعد فیضان کی حالت انتہائی غیر ہو گئی اور پورا جسم بے جان سا ہوتا محسوس ہونے لگا۔ آنکھیں بند ہونا شروع ہو گئیں اور فیضان گھبرا کر پانی میں گر پڑا۔ ساتھ ہی ایک زوردار مگر انتہائی بھدی آواز میں ایک قہقہہ بلند ہوا جیسے وہ چڑیلیں اپنی فتح پر جشن منا رہی ہوں۔ ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اللہ کا ایک بندہ ایک ایسی مشکل میں گرفتار تھا کہ کوئی مددگار نہیں پہنچ رہا تھا۔ پہنچتا بھی کیسے کسی کو کیا معلوم کہ کوئی جنونی قسم کا آدمی ایسی مخلوق کی تلاش میں سرگرداں ہے جس کی کوئی منزل معلوم نہیں ہوتی۔ بہرحال فیضان پانی میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔ لیکن جب فیضان کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا پایا۔ پہاڑی کے دامن میں یعنی چاروں طرف پہاڑ اور درمیان میں ایک ہموار جگہ تھی جہاں ایک ایسا مجسمہ لگا ہوا تھا جیسے کوئی شادی کا سماں ہو۔ ایک طرف ایک تخت نما کوئی جگہ بنی ہوئی تھی۔ جہاں ایک انتہائی خوفناک دیو بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے اطراف میں بہت سے جن اور چڑیلیں مودبانہ انداز میں کھڑی تھیں۔ سامنے بڑی بڑی لکڑیوں سے آگ جل رہی تھی اور فیضان زنجیروں میں جکڑا ایک بہت بڑے شہتیر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ پورا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ آگ کے چاروں طرف جن بہت بڑی تعداد میں جمع تھے۔ اچانک فیضان کیا دیکھتا ہے کہ اس آگ کے ایک طرف بہت بڑا سوراخ کر کے ایک لکڑی گاڑھ دی گئی اور پھر اسی طرح دوسری طرف بھی۔ اور چند ہی لمحوں بعد کچھ انسانی جسم سلاخوں پر لٹکے ہوئے۔ انہیں آگ کے اوپر رکھ کر پکانا شروع کر دیا۔ اندوہناک چیخیں بلند ہو رہی تھیں وہ جتنی شدت سے چیخیں مارتے اتنی ہی زیادہ خوشی منائی جاتی اور اور وہ مخلوق ان انسانوں کی چیخوں سے لطف اندوز ہوتے۔ فیضان سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب یہی حشر اس کا بھی ہو گا۔ فیضان کی گھبراہٹ اور پریشانی سے پہلے ہی برا حال تھا۔ لیکن یہ اندوہناک منظر دیکھ کر تو اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ فیضان کی بے بسی کے ساتھ ساتھ اس کے پسینے چھوٹ رہے تھے کہ اچانک وہی بزرگ جنہوں نے اس کی جان بچائی تھی۔ اچانک ان کے سامنے آ گئے۔ اور گویا ہوئے بیٹا میں نے کہا تھا ناں کہ تم اس چکر میں مت پڑو یہ بہت ظالم جن ہیں اور یہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے یہ غیر مسلم ہیں اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں۔ مسلمانوں کا خون تو ان کا پسندیدہ ہے۔ اور ان کے دل میں مسلمانوں کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔ بہرحال بیٹا تم گھبرانا مت اپنی انگوٹھی سنبھال کر رکھنا اور اپنے وظائف سے غافل نہیں ہونا۔ یہ ابھی جشن مکمل کریں گے یہ جو مسلمانوں کا گوشت بھون رہے ہیں یہ خود بھی کھائیں گے اور بچوں کو بھی کھلائیں گے۔ آج تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ کیونکہ آج کی خوراک کا بندوبست ہو گیا ہے۔ تمہارا نمبر بعد میں لگائیں گے لیکن اس سے قبل میں تمہیں کسی طرح اس بادشاہ جن جو ان کا سردار ہے اس کے کمرے تک پہنچنا ہو گا۔ لیکن بزرگو! میں تو زنجیروں میں جکڑا ہوں کیسے پہنچ جاؤں گا۔ بزرگ مسکراتے ہوئے بیٹا وہ انگوٹھی بھول گئے اس انگوٹھی کو ان زنجیروں سے مس کرو گے تو یہ خود بخود ٹوٹ جائیں گے اور ہاں جب تک یہ انگوٹھی تمہارے پاس ہے تمہارے نزدیک یہ نہیں آئیں گے دور دور سے پریشان کریں گے اور گھبرانا بالکل نہیں۔ اب تم اس فنکشن بلکہ ان کی اس بربریت کے بعد اپنے آپ کو تیار رکھنا یہ تمہیں اس طرح پابند سلاسل رکھیں گے اور خود اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے جائیں گے۔ دو جن تمہاری نگرانی کریں گے۔ ان کے لئے تمہارے وظائف بھی کام کر جائیں گے۔ پھر تم نے جنوں کے سردار کا کمرہ تلاش کرنا ہے۔ جو سامنے غاروں میں ہے۔ مشکلات کافی درپیش ہوں گی۔ جوانمردی سے آگے بڑھنا ہو گا۔ جب تم اس سردار جن کے کمرے تک پہنچ جاؤ گے تو پھر وہاں تم نے ایک پنجرے کو تلاش کرنا ہے جس میں ایک فاختہ ہو گی اگر تم اس فاختہ کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے تو لال پری اس مقام پر تمہاری منتظر ہو گی۔ لال پری آپ کو کیسے معلوم۔ بیٹا میں سب جانتا ہوں تم اس کو آزاد کرانے کے لئے ہی یہاں تک پہنچے۔ ہاں بزرگو! مگر آپ----- بس بیٹا اب آگے سوچنے کی ضرورت نہیں تم اپنا مشن جاری رکھو۔ لیکن بزرگو! آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ وہاں مزاحمت کیا ہو گی۔ مزاحمت--- مزاحمت تو بیٹا شدید ہو گی۔ تمہاری جان کو بھی خطرہ ہے۔ اگر وہاں تم اس سردار کی قید میں آ گئے تو پھر بہت مشکل ہو جائے گی میرے لئے بھی۔ لہٰذا تم اپنا خنجر اپنے پاس رکھنا جب وہ حملہ آور ہوں تو اس خنجر کی انگوٹ کے ساتھ مس کر کے یا حی یا قیوم کہہ کر وار کر دینا۔ پھر

دیکھنا اس کی حالت کیسے ہوتی ہے۔ اتنی ہدایات دینے کے بعد وہ بزرگ فیضان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اتنی دیر میں وہ تقریب بھی اپنی ختم کر چکے تھے۔ انسانوں کو ہڈیوں کو بھی مل کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ فیضان سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ لیکن اس بزرگ کے آنے پر بہت حوصلہ ہو گیا تھا۔ تقریب ختم ہو گئی اور ساری محفل برخاست ہو گئی۔ چند ہی لمحوں بعد وہ میدان بالکل صاف تھا۔ اب اس جنگل میں فیضان تھا زنجیروں میں جکڑا ہوا اور دو پہرے دار جن تھے۔ فیضان نے وظائف پڑھنا شروع کر دیے۔ آہستہ آہستہ اپنی آواز بلند کرتا گیا تو وہ دونوں پہرے دار جن یوں محسوس ہونے لگے جیسے انہیں کوئی گھسیٹ کر دور لے جا رہا ہے۔ چند ہی لمحوں بعد وہ ایک شعلہ بن کر آنکھوں سے اوجھل گئے۔ اب فیضان بالکل اکیلا تھا۔ اللہ کا نام لے کر اس نے اپنی انگوٹھی ایک زنجیر سے ٹکرائی تو زنجیر ٹوٹ کر بکھر گئی۔ اس دوسری زنجیر کا بھی یہی حشر ہوا۔ چند ہی لمحوں بعد فیضان آزاد ہو چکا تھا۔ اپنے وظائف کا ورد کرتا آگے اس کھائی کی طرف بڑھنے لگا جہاں جنوں کا سردار رہتا تھا۔ ابھی چند ہی قدم چلا ہو گا کہ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ کیا دیکھتا ہے کہ انسانی ڈھانچے صرف ہڈیاں اس کے ہم سفر ہیں۔ بہت ڈراؤنی شکل جسم پر کوئی گوشت نہیں صرف ڈھانچے ہیں جو ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ جونہی ایک پگڈنڈی پر پہنچا تو ان ڈھانچوں نے گھیراؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ ان کے جسم سے عجیب عجیب آوازیں آ رہی تھیں۔ فیضان نے اپنا خنجر نکال لیا اور آگے بڑھ کر زور دار وار کیا۔ خنجر ایک ڈھانچے سے ٹکرایا تو ایک زور دار چیخ بلند ہوئی اور وہ ڈھانچہ بکھر گیا۔ اسی طرح کافی دیر مقابلہ ہوتا رہا اور وہ خنجر اپنے پیر و مرشد کی دعاؤں سے اپنا اثر دکھاتا رہا۔ اس مشکل سے جان چھوٹی تو فیضان آگے بڑھنے لگا۔ اس کھائی میں اترا تو۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بہت بڑا اژدھا پھن پھیلائے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس اژدھے نے بڑی پھرتی سے فیضان کو جکڑ لیا اور پورے جسم پر لپٹ گیا۔ فیضان کے پورا جسم اس اژدھا نے جکڑ لیا۔ اور اپنا بہت بڑا خوفناک آنکھوں کے سامنے لا کر پھنکارنے لگا۔ فیضان کے ہاتھ بھی جکڑے چکے تھے۔ کافی دیر تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ فیضان کے منہ سے وظائف بلند ہو رہے تھے۔ زمین پر گر چکا تھا اور وہ اژدھا فیضان کو ایک ہی لقمہ بنانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ وظائف کی ڈھال کی وجہ سے بچا ہوا تھا۔ اژدھا منہ آگے بڑھاتا تو یوں پیچھے کر لیتا جیسے آگے سے کسی نے منہ میں تیر اتار دیا ہو۔ فیضان نے بڑی مشکل سے اپنا خنجر نکالا اور آہستہ آہستہ زور زور لگاتا اس خنجر سے اس نے اس اژدھا کے جسم پر وار کر دیا۔ پہلا وار کیا ہوا کہ اژدھا کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ خنجر کی برکت انگوٹھی کی برکت اور ساتھ ساتھ وظائف نے تو جیسے اس کے جسم میں ایک ایسی طاقت پیدا کر دی تھی کہ اس کا حوصلہ پست نہیں ہو رہا تھا۔ جونہی اژدھا کی گرفت قدرے ڈھیلی ہوئی تو فیضان نے خنجر کا بھرپور وار کر کے اپنا خنجر اس اژدھے کی آنکھوں میں اتار دیا۔ پھر دوسرا پھر تیسرا وار چند ہی لمحوں بعد وہ اژدھا وہیں ڈھیر ہو گیا اور فیضان نے تیز دھار خنجر سے اس اژدھا کا سر الگ کر دیا۔ فیضان کافی نڈھال ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر سستانے کے بعد اس کھائی کے اندر چلا گیا جہاں جنوں کے سردار کا بسیرا تھا۔ لیکن اب فیضان کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے خون کی ایک لکیر آگے جا رہی ہے جیسے کوئی زخمی سانپ وہاں سے گزرا ہو۔ لیکن اب فیضان کا خوف کافی حد تک ختم ہو گیا تھا۔ فیضان آگے بڑھتا رہا۔ کہ اچانک ایک تنگ و تاریک گھاٹی نظر آئی اور وہ خون کی لکیریں اس گھاٹی میں جا رہی تھیں۔ فیضان آگے بڑھتا رہا اور اس مقام پر پہنچ گیا جہاں جنوں کا سردار تھا۔ لیکن وہاں تو کوئی مزاحمت نہ ہوئی کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک لاش پڑی ہے۔ سر تن سے جدا ہے اور جگہ جگہ زخموں کے نشان ہیں بغور جائزہ لینے کے بعد فیضان کو معلوم ہو گیا کہ یہ وہی جن ہے جو اژدھا کے روپ میں حملہ آور ہوا تھا اور اس جن کی جان بھی اس اژدھا میں تھی۔ جن کے مرتے ہی اس نے بھی دم توڑ دیا۔ یوں فیضان نے برائی کا سرغنہ ختم کر دیا۔ جس نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ فیضان نے بغور اس جگہ کا جائزہ لیا تو ایک کونے میں ایک پنجرہ اسے مل گیا جس میں ایک خوبصورت فاختہ قید تھی۔ فیضان نے اس فاختہ کو آزاد کر دیا۔ اور خود واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ کافی تھک چکا تھا ایک ویرانے میں لیٹ گیا اور اس کی آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو اس ندی کے کنارے پایا۔ فیضان اب بے چین ہو چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب لال پری آزاد ہو چکی ہو گی۔ فیضان کی آنکھیں لال پری کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ اس بت کے قریب گیا جہاں لال پری کا خوبصورت چہرہ اسے نظر آیا لیکن اب۔ اب تو وہاں صرف بت ہی تھا کوئی چہرہ اس کا منتظر نہ تھا بہت بے چین اور مضطرب ہو گیا۔ کہ اچانک ایک مسحور کن آواز کانوں میں گونجی کس کو تلاش کر رہے ہو۔ فیضان۔ میں یہاں ہوں لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ۔ لال پری واقعی پرستان کا ایک خوبصورت تحفہ تھی۔ سفید

لباس میں وہ جنت کی حور لگ رہی تھی۔ لال پری نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ آؤ فیضان مجھے حاصل کر لو۔ اب میں تمہاری ہوں میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم مجھے آزاد کرا لو گے تو میں تمہاری ہو جاؤں گی۔ آؤ فیضان آؤ۔ میرے گلے لگ جاؤ۔ فیضان خوشی کے عالم میں آگے بڑھنا شروع ہوا خوبصورت بانہوں کا ہار اس کا منتظر تھا۔ لال پری نے اپنی بانہیں پھیلا رکھی تھیں۔ فیضان قریب گیا تو لال پری نے اسے اپنی بانہوں میں لے کر سینے سے لگا لیا اور کافی دیر تک دونوں سرور مستی میں کھوئے رہے۔

افسانچہ

میں اپنے کمرے میں تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک تم چلی گئیں میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور مجھے ہر طرف اندھیرا نظر آنے لگا میں بہت پریشان تھا اور تمہارے انتظار میں جل رہا تھا کیونکہ تم نے میرا سکون برباد کر دیا تھا اچانک تم آئیں اور پھر جھلک دکھا کر چلی گئیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ تم نے مجھے تڑپانے کا ارادہ کر لیا ہو میں تمہارے انتظار میں مر مر کر جی رہا تھا کہ اچانک تم آئیں میں بہت خوش ہوا مجھے یوں لگا جیسے میری دنیا روشن ہو گئی ہو میں تم سے التجا کرتا ہوں مجھے چھوڑ کر مت جانا۔ اے بجلی اب مت جانا ورنہ میری آنکھوں کے سامنے پھر اندھیرا چھا جائے گا۔ (عمران فیصل طوروی' طور جہلم)

تہذیب نو

مشرق میں آج کل جس تہذیب نو کا چرچا ہے اور تو کچھ ہو نہ ہو مغرب کا بھونڈا چربہ ہے کیا خوب بانگ درا میں مرحوم نے فرمائے ہیں مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا کر اٹکا ہے اہل مشرق نے دبلا چولا اور بنے کاٹھے انگریز زہریلا پھل کھایا ہے یوں جیسے جو ملا ہے حلوہ ہے پہلے برقعہ' پھر سر سے چادر' پھر گلے سے دوپٹہ اتر گیا سڑکوں پہ ہے کافی رش' جانے اب کیا اترا ہے تہذیب کی انڈو یورپ یلغار کچھ اور نہیں بس یہ تو جنگ سرد کا ایک بھیانک' کار آمد جنگی حربہ ہے یہ جاننا چاہیے ان لوگوں کو' جو کرتے ہیں تقلید مغرب وہ کہنے کو آزاد سہی' ان پہ اوروں کا غلبہ ہے ہے کیسا عجیب ناصح مومن' کرتا ہے اوروں کو نصیحت پتہ اس کے اوپر نظر نہیں' تیرا اپنا نفس بھی فربہ ہے (شاہنواز خان)

ایک عورت ایک جلسے میں مردوں سے متعلق تقریر کر رہی تھی کہ وہ اچانک جوش میں آ کر بولی "بتائیں اگر عورتیں نہ ہوتیں تو یہ مرد کہاں جاتے"۔ جلسے میں شریک ایک لڑکے نے کھڑے ہو کر جواب دیا "جنت میں"۔ (عمران فیصل طوروی' طور جہلم)

اطلاع

اطلاعی گھنٹی بجی' خادم نے دروازہ کھولا۔ صاحبِ خانہ کے دوست تھے' انہوں نے پوچھا "مالک ہیں؟"
خادم نے جواب دیا "جی نہیں' وہ سفر پر گئے ہیں۔"
"اچھا! کیا آرام اور تفریح کے لیے گئے ہیں؟"
خادم نے سر ہلایا اور کہا "میرے خیال میں نہیں کیونکہ بیگم صاحبہ بھی ساتھ گئی ہیں۔"

عالیہ ملک' ساہیوال

عورتیں

عورتوں کی تین قسمیں ہیں۔ بعض عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے دنیا نہیں دیکھی۔ گھروں میں رہتی' فاقے کرتی' بچے پالتی اور چکی پیستی ہیں۔ یہاں تک کہ در و دیوار کی چکی انہیں پیس ڈالتی ہے۔

کچھ ایسی ہیں جو پان بہت کھاتی ہیں۔ چھالیہ کترتی' شوہروں کو خوش رکھتی اور میکے والوں کی پرورش کرتی ہیں۔

تیسری قسم ان عورتوں کی ہے جو انگریزی بولتی' ساڑھی پہنتی اور سینما دیکھتی ہیں۔ شوہر ان کی خدمت کرتے ہیں۔ اور وہ قوم کی خدمت کرتی ہیں۔ (ایک اخباری مبصر)

سعدیہ شائلہ ہاشمی ڈالوال

اعتراف

تم سامنے رہے تو سمجھ میں نہ آ سکے
اب رچ رہے ہو میرے خیال و قیاس میں
تم میرے پاس تھے کہ مہک تھی جمال کی
آنکھوں سے دور ہو کے بسے ہو حواس میں

(احمد ندیم قاسمی)

"مکار چڑیل"

تحریر= حوالدار محمد نواز

شام کے وقت آفتاب غروب ہو رہا تھا درند' چرند' پرند سب اپنے اپنے مسکنوں کو واپس لوٹ رہے تھے' درخت بھی پتوں کو لوریاں دیتا آہستہ آہستہ بند کر رہے تھے' کسان بھی تمام دن کے تھکے ہارے واپس اپنے اپنے کاشانہ لوٹ رہے تھے چاند کی چاندنی آفتاب کی روشنی کو اپنی آغوش میں لینے کیلئے بڑی بے تابی سے انتظار کر رہی تھی- میں صحن میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنی شروع ہوئی - ریسور اٹھایا تو یہ فون میرے ایک گہرے دوست میاں محمد صادق صاحب کا تھا کہ فوجی اگر آپ بیٹھے تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر کھڑے ہو تو ابھی اور اسی وقت میری طرف چل پڑو - کیوں میاں صاحب خیریت تو ہے' اس وقت؟ مجھے ایک جھٹکا سا لگا - آپ کو نہیں معلوم؟ نہیں؟ بادشاہو - میری صبح H.W سے C.H.W کی پروموشن ہے اور ٹھیک آٹھ بجے ہیڈ آفس پہنچنا ہے اس خوشی کے موقع پر آپ کو ہمراہ لے جانا چاہتا ہوں- مبارک ہو میاں صاحب- سر ماتھے پر- میں ابھی اور اسی وقت آیا- میرا انتظار کیجئے گا- میں نے ریسور فوراً نیچے رکھ دیا اور تیاری میں مصروف ہو گیا کہ والد محترم اور والدہ محترمہ میرے کمرے میں تشریف فرما ہوئے اور میرے اس بے وقت تیار ہونے کا سبب دریافت کرنے لگے کہ بیٹا اس وقت؟ اور کہاں؟ ابا جان میاں صاحب کا ابھی ابھی فون آیا تھا کہ کل میری پروموشن ہے اور آپ ابھی اور اسی وقت میرے ہاں تشریف لے آؤ - وہ تو ٹھیک ہے بیٹا- لیکن کتنا اچھا ہوتا کہ آپ غروب آفتاب سے قبل ہی چلے جاتے - تمہیں اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ رات کو سفر کرنا کتنے خطرات سے گزرنا پڑتا ہے اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ رات کو کتنے خوف ناک واقعات رونما ہو چکے ہیں اور آپ کے سامنے طوطے کو کل شام کا کسی نے اغوا کر رکھا ہے اور اس کے والدین کتنے غمزدہ ہیں اور گمشدگی کے اعلانات کروا رہے ہیں- بیٹا رات کو کچھ بھی ہو سکتا ہے کتنا اچھا ہوتا کہ آپ صبح طلوع آفتاب سے قبل ہی چلے جاتے - ابا جان آپ کا بیٹا فوجی ہے ڈرنے جھکنے اور میدان چھوڑ کر بھاگنے والا نہیں- وہ تو ٹھیک ہے بیٹا نہیں رکتے ہو تو جاؤ - اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو - میں نے موٹر سائیکل کمرے سے نکالی اور وہاں سے چل دیا-

چاند کی چاندنی بھی اپنے جوبن دکھاتی ہوئی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی' ہر طرف خوف و ہراس پھیلتا جا رہا تھا' ہر طرف جنگلی درندوں کے غرانے کی آوازیں زور پکڑتی جا رہی تھیں اور پھر دھیرے دھیرے جنگلی درندے سڑک پر آنا شروع ہو چکے تھے یہ کچی سڑک تھی اور جنگل کے ساتھ ساتھ گزرتی ہوئی ملتان روڈ جا ملتی ہے - میں اپنی منزل کی طرف گامزن تھا کہ سامنے ایک خوبصورت الڑمیار لڑکی نقاب اوڑھے چیخ چلا رہی تھی اور چار بھیڑیوں نے اسے گھیرے میں لے کر کچا چبانے کیلئے حملہ آور ہو رہے تھے اور وہ بیچاری جان بچانے کی خاطر ہاتھ پاؤں مار رہی تھی- میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دوپٹہ اتار کر بھیڑیوں کے آگے پھینک دیا یہاں تک کہ ایک بھیڑیا اس نقاب پوش الڑمیار کی ٹانگ نوچ لیتا- میں نے رائفل کندھے سے اتاری اور چلتی موٹر سائیکل کو ایک ہاتھ میں لیتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں رائفل تھام لی - رائفل پہلے ہی لوڈ تھی- سید ھا برسٹ اس بھیڑیئے کی چھاتی میں پیوست کر دیا جو اس مجبور لاچار لڑکی کی ٹانگ تک پہنچ چکا تھا اسے وہیں ڈھیر کر دیا اور دوسرے دونوں بھیڑیئے اگلی ٹانگیں اوپر اٹھا کر ڈانس کرنے کے انداز میں بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے - میں نے فوراً موٹر سائیکل کھڑی کر دی اور پریشانی کے عالم میں یہ عجیب منظر دیکھتا رہ گیا اور لڑکی بیچاری بھاگ کر ہانپتے ہوئے میرے قدموں میں آگری- میں نے اس فوراً بازوؤں سے پکڑتے ہوئے اوپر کھڑا کر دیا اور رائفل ہاتھوں میں لیے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن بھیڑیوں کے قریب تک کوئی آثار نہ تھے - یہ منظر دیکھتے ہی میرے جسم میں آگ بھڑک اٹھی اور دل میں خنجروں نے بارش کر دی اور میں چکنا چور ہونے لگا کہ بھیڑیوں کا پاؤں اٹھا کر ڈانس کے انداز میں بھاگنا آخر ماجرہ کیا ہے۔ اتنے میں وہ بولی جوان اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی امان میں رکھے - آج آپ نے میری جان بچا کر میرے سر بہت بڑا احسان کیا ہے - ایک نہ ایک دن اس کا بدلہ چکانے کی کوشش ضرور کروں گی مجھے اس کی گفتگو اور چال ڈھال کچھ مشکوک محسوس ہونے لگی- ارے لڑکی تم کون ہو؟ اور اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو - ارے بد نصیب بد بخت لڑکی اگر اس وقت میرا یہاں سے گزر نہ ہوتا تو ...... تو یہ بھیڑیئے مجھے اب تک ختم کر چکے ہوتے - میں آپ کی شکر گزار ہوں جی - آپ نے میری جان بچائی ہے- میں آپ سے پھر پوچھتا ہوں کہ آپ یہاں اور اس وقت کیا لینے آئی ہو - سچ سچ بتا دو کہ کہیں شمع اور پروانہ کا کھیل تو نہیں کھیلنے آئی ہو- نہیں بابو جی نہیں- ایسی کوئی بات نہیں مجھے چکر دے رہی ہو - میں نے ایک

زوردار طمانچہ اس کی نرم و نازک گالوں پر رسید کیا۔ اف یہاں کسی مقصد کے لئے تو آئی ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ نہیں تو ان بھیڑیوں کی طرح تم بھی اپنے آپ کو ختم سمجھو۔ دراصل بابو جی میری بڑی کزن بہت سخت بیمار ہے اور میں اپنے مماں کے ہمراہ اپنی کزن کی بیمار پرسی کرنے گئی تھی۔ یہاں پہنچ کر مماں کو سخت بخار ہو گیا ہے اور پیچھے گھر کوئی بھی نہ تھا ابو بھی کسی کام کی غرض سے کہیں گئے ہوئے تھے اس لیے میرا گھر آنا اشد ضروری تھا۔ اس وجہ سے میں لیٹ ہو گئی تھی۔ اچھا۔ وہ نمناک آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ ارے اجنبی لڑکی آپ کی باتیں مجھے مشکوک دکھائی دے رہی ہیں۔ میری اس بات پر اس نے سسکیاں لینا شروع کردیں اور اچانک اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا لاوا ابل پڑا اور ہاتھ جوڑ کر بولی۔ خدا کیلئے مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ نہیں تو یہ بھیڑیئے میری بوٹی بوٹی نوچ لیں گے۔ میرے دل میں خدا خوفی پیدا ہو گئی کہ ٹھیک ہے لیکن آپ کو کہاں لے جاؤں اور آپ کا کاشانہ کہاں ہے اور کس گاؤں میں آپ رہائش پذیر ہیں۔ اتنی دیر میں وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ چکی تھی۔ میں نے موٹر سائیکل کو گیئر میں کیا اور وہاں سے چل دیا ویسے بابو جی۔ بابو جی نہیں' مجھے فوجی کہتے ہیں۔ فوجی صاحب۔ آپ گاؤں کا پوچھ کر کیا کرنا چاہتے ہو۔ آپ نے یہ بات تو سن رکھی ہوگی کہ انسان اپنی بھینس کا دودھ 100 میل دور بیٹھ کر بھی پی لیتا ہے۔ ہاں ہاں اب میں سمجھ گئی جہاں سے میں نے لڑکی کو بھیڑیوں کے چنگل سے آزاد کروایا تھا۔ عین اسی وقت وہاں پر آگ بھڑک اٹھی اور اس آگ کی روشنی دور تک پھیلنے لگی اور ساتھ ہی ساتھ وہاں سے میوزک اور گیتوں کی آوازیں میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔ پہلے تو میں کچھ بوکھلایا اور پھر خوف سا طاری ہو گیا۔ دل میں ہل چل مچلنے لگی' بے چینی نے خطرناک رخ اختیار کرنا شروع کردیا۔ میں نے سپیڈ بڑھا دی اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا کہ راستے میں موٹر سائیکل آگے سے بار بار اٹھنا شروع ہو گئی۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میرے پیچھے کسی نے پانچ چھ سو کلوگرام وزنی چیز رکھ دی ہو۔ کئی دفعہ موٹر سائیکل گرتے گرتے بچی۔ میں نے اپنا توازن برقرار رکھتے ہوئے موٹر سائیکل کو بڑی مشکل سے اپنی گرفت میں رکھا لیکن پیچھے سے کبھی کبھی اتنی روشنی نکلنی شروع ہو جاتی کہ موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ کو مات کر جاتی۔ میں نے کئی بار پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن دور دور تک کسی گاڑی کے آثار تک نظر نہ آتے تھے۔ ابھی انہیں سوچوں میں گم تھا

اسی کشمکش میں ڈوبا جا رہا تھا۔ اتنے میں اوکاڑہ چھاؤنی کی حدود کراس کر چکا تھا فوجی صاحب موٹر سائیکل روک دو۔ اس نے بڑی شیریں آواز میں کہا۔ میں نے فوراً بریک لگائی اور موٹر سائیکل سے نیچے اتر آیا اور وہ اجنبی بھی نیچے اتر کر بلا جھجک میرے سامنے اور اتنا قریب آکر کھڑی ہو گئی کہ اسکی گرم گرم سانسیں میرے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس نے کچھ یوں پھول نچھاور کیے کہ یہ رہا میرا غریب خانہ۔ اس نے انگشت کرتے ہوئے کہا۔ کہاں؟ مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ آؤ میرے ساتھ۔ وہ میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے مسکرائی۔ لیکن یہاں تو سارا جنگل اور جھاڑیاں ہیں۔ اسی جنگل میں ہی ہمارے قبیلے نے برسوں سے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے اور ہم اس جنگل میں سب سے پرانے باسی ہیں۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ نا میرے ساتھ۔ نہیں پھر کبھی سہی' اب میں جلدی میں ہوں' صبح میرے دوست میاں صادق صاحب کی پروموشن ہے جس کی وجہ سے مجھے ہر حالت اس کے ہاں پہنچنا ہے۔ فوجی صاحب ایک منٹ اپنا تعارف تو کرواتے جایئے اس کی آواز بلبل سے کم نہ تھی۔ جی مجھے فوجی ذوالفقار کہتے ہیں۔ اچھا' بھلا آپ کہاں کے باسی ہیں چک 32 جی ڈی چاہ لاڈاں والا۔ آپ کا نام فوجی صاحب میرا نام دراصل کوربھی ہے کوربھی میری ہنسی نکل گئی؟ ہاں؟ پیار سے والدین فرح کہتے ہیں۔ ویسے کوربھی نام میں نے اپنی حیات میں کسی لڑکی کا نہیں سنا۔ فوجی صاحب ہمارے قبیلے میں ایسے نام بہت زیادہ پسند کیے جاتے ہیں۔ ویسے فوجی صاحب آپ مجھے بہت دلیر بہادر۔ نڈر لگتے ہو۔ وہ کیسے بھلا؟ رات ایسی جگہوں پر سفر کرنا عام آدمی کا کام نہیں۔ دیکھ فرح ہمارا کام ہے دشمن کے آگے چٹان بن جانا۔ فوجی کی جان جاتی ہے تو بے شک جائے پرواہ نہیں۔ فوجی کی گردن تن سے جدا ہو سکتی ہے لیکن دشمن کے خوف سے میدان چھوڑ کر بھاگا کبھی نہیں۔ اس نے میری اس بات پر سر ہلا دیا۔ فرح اب مجھے اجازت دیں۔ نہیں رکتے ہو تو ٹھیک ہے لیکن آپ سے ملاقات ضرور ہوتی رہے گی۔ بائے وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے جھاڑیوں کی طرف چل نکلی۔ میرے پاؤں وہیں رک گئے۔ خدا جانے اس کی آنکھوں میں محبت کی اتنی کشش کہاں سے آئی تھی اس کا کول مٹول چہرہ حسن اور محبت سے مالا مال تھا وہ مجھے پیار کے سمندر میں ڈبو کر چلی گئی۔ کاش میں ایک دفعہ اس کا ڈیرہ دیکھ لیتا۔ دل میں کئی قسم کے سوال اٹھنے لگے لیکن اتنی دیر میں وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی اس کی

رنگ برنگی باتیں اور وہ بلبل کی آواز مجھے ہلاک کرتی جارہی تھیں میں نے بوجھل قدموں سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی لیکن میرا دل پھر اس خزاں زدہ پھول کی طرح جس کے سوکھ جانے کے بعد اس کی رنگ اور خوشبو ختم ہو جاتی ہے' ختم ہونا شروع ہو گیا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے پہلے بھیڑیئے پھر آگ اور گیت۔ میوزک اور پھر روشنی کا ہیڈ لائٹ کو کراس کرنا یہ کسی انسان کا کام نہیں۔ ایسی حرکتیں کرنا چڑیلوں کا کام ہے۔ ہو سکتا ہے۔ اتنا کچھ معلوم ہونے کے باوجود میں نے ہمت نہ ہاری کہ ٹھیک ہے موت برحق ہے ایک نہ ایک دن تو موت کا مزہ چکھنا ہے جو بھی سامنے آئے گا چھلنی چھلنی کرکے رکھ دوں گا۔ میں وہاں سے چل نکلا۔ ابھی چند گز بھی فاصلہ طے کیا تھا کہ سامنے ایک خونخوار بلا جس کا منہ گدھے کا کان گھوڑے کے پاؤں الٹے ہاتھ انسانی اور بڑے بڑے خونی دانت جو بظاہر تلوار سے کم نہ دکھائی دے رہے تھے اور زبان جو پہلے ہی خوفناک حد تک لٹک رہی تھی ہانپتے ہوئے سڑک کے درمیان پاؤں پھیلائے آکر کھڑی ہو گئی۔ اسے دیکھتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا خوف کے بادل منڈلانے لگے دل ٹوٹ کر چکنا چور ہونے لگا لیکن میں نے صبر کا دامن پھر بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ہمت اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً موٹر سائیکل کھڑی کردی اور وہ چڑیل بار بار ناک چڑھاتی اور کان ہلاتی ہوئی ہنسنا کر مجھ پر جھپٹ پڑی۔ میں نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے رائفل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ٹرائیگر دبا دیا اور پورا برسٹ اس کی چھاتی میں پیوست کرکے اس کی ٹانگیں کھڑی کردینا چاہتا تھا لیکن اس نے فوراً ایک ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے پورا برسٹ ہتھیلی میں کھا لیا۔ میں نے فوراً دوسری لوڈ شدہ میگزین چڑھا کر پھر سے برسٹ رسید کیا لیکن اس بار اس خونخوار بلا نے تمام گولیاں ایک ہاتھ میں پکڑ کر میرا حملہ ناکام بناتے ہوئے مجھ پر حملہ آور ہو گئی اور بمعہ رائفل مجھے ٹانگ سے اٹھا کر سڑک کے کنارے ایک کھنڈر میں پھینک دیا جونہی میں کھنڈر میں گرا اور ادھر ادھر نظر دوڑائی تو چار اور چڑیلیں اس چڑیل کی ہم شکل کھنڈر میں گھات لگائے کھڑی تھیں بڑی چالاکی۔ ہوشیاری اور مستعدی سے ہمہ وقت مجھ پر جھپٹ پڑیں وہ چاروں چڑیلیں اس چڑیل سے عمر میں کافی چھوٹی معلوم ہو رہی تھیں۔ میں نے بھی جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر برسٹ رسید کیا لیکن قسمت کا کمال کہ تمام گولیاں چیمبر میں پھنس گئیں۔

میں نے رائفل سے ڈانگ (لاٹھی) کا کام لینا شروع کردیا۔ وہ بار بار مجھ پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔ میں نے ہمت نہ ہاری اور جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فلائنگ کک برسائیں' گھونسے رسید کیے' رائفل کے بٹوں کی بارش کردی' کھلم کھلا دنگل لڑا۔ دست بدست گھمسان کی جنگ لڑی لیکن ایک ایک اور دو گیارہ ہوتے ہیں۔ ابھی ایک فلائنگ کک رسید کرنے کیلئے اچھلا ہی تھا کہ چاروں چڑیلوں نے مجھے دبوچ لیا۔ دو نے میری ٹانگیں اور دو نے میرے بازو پکڑ کر آپس میں اس طرح تان لیے جیسے کپڑا بان کپڑے کو کھڈیوں میں تان لیتا ہے اب اکیلا مجبور لاچار کرتا تو کیا کرتا ان کے ہاتھوں کے ناخن میرے جسم پر پیوست ہوتے جارہے تھے میرا جسم زخموں سے چور چور ہوتا جارہا تھا۔ جگہ جگہ سے خون رسنا شروع ہو گیا اور وہ ظالم چڑیل اوپر کھڑی قہقہے پہ قہقہہ لگائے جارہی تھی۔ اب میں سمجھ چکا تھا کہ یہ میری زندگی کے آخری منٹ باقی ہیں اب کلمہ پڑھ لوں تو بہتر ہے۔ وہ بدبخت چڑیل کہنے لگی کہ ٹانگیں بازو اور دھڑ تم ابھی اور اسی وقت چبا جاؤ اور صرف سر میرے لئے بچا لینا کیونکہ میں اس غنڈے بدمعاش اور والدین کے نافرمان کا سر اس کے گاؤں کے ایک درخت پر آویزاں کرنا چاہتی ہوں اور پورے گاؤں والوں کو سبق سکھانا چاہتی ہوں کہ نافرمانوں کا حال یہی ہوتا ہے کہ اتنے میں ایک زبردست تھاہ کی آواز گونجی اور وہ چڑیل لڑکھڑاتی ہوئی میرے اوپر آگری اور پھر ایک بڑھک کی آواز گونجی تو وہ سب چڑیلیں مجھے وہیں پھینک کر چیختی چلاتی ہائے ہائے کرتی ہوئیں بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئیں۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ بھاگ کر کھنڈر سے باہر نکلنے لگا کہ پھر دھڑام سے نیچے جا گرا۔ پھر سے قوت ارادی کو مضبوط کرتے ہوئے چھلانگ لگا کر کھنڈر سے باہر نکلا تو سامنے ایک سفید ریش داڑھی والے بزرگ گلے میں موتیوں کی مالا' کانوں میں مندرے ہاتھ میں مٹھی بھر موٹا اور مضبوط رنگین ڈنڈا حق حق کرتے ہوئے اور رنگین ڈنڈے کو گھماتے ہوئے کہنے لگے۔ ارے کم بخت جوان آج اور اس وقت میرا یہاں سے گزر نہ ہوتا..... تو بابا جی میرا قصہ تمام تھا۔ میں نے کانپتے ہوئے کہا۔ ارے بچہ ذرا یہ بتاؤ کہ یہاں اور اس وقت کیا لینے آئے ہو۔ بابا جی میں اپنے ایک دوست کے ہاں ضروری کام کی غرض سے جارہا تھا کہ راستے میں ان کے چنگل میں آپھنسا ہوں۔ ارے بچہ تم کون ہو۔ بابا جی میں فوجی ہوں اچھا۔ جی بابا جی۔ ارے بچہ آپ کس گاؤں کے باسی ہیں جی بابا جی چک 32

جی ڈی لاڈاں والا - کا - اچھا - اتنے میں میری قوت ختم ہوتی جارہی تھی اور پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت بھی جدا ہوتی جارہی تھی دو دفعہ باباجی کے سامنے لڑکھڑا کر گرتا گرتا بچا - سنبھلو بچہ - باباجی مجھے اپنے سینے پر لگاتے ہوئے کچھ پڑھ پھونکنے لگے - ارے بچہ ان کے آگے گھٹنے مت ٹیکنا - میں ان کو مٹھی میں لینے کا ڈھنگ خوب جانتا ہوں میں ان کو آہنی شکنجے میں لینے کیلئے کالی عمل سیکھ چکا ہوں -

ارے بچہ اگر آپ گھر سے نکلتے وقت دعائے سفر' درود شریف اور اور آیت الکرسی پڑھ کر اپنے سینہ پر پھونک لیتے اور والدین سے دعا لیکر روانہ ہوتے تو یہ بدبخت تمہارے قریب تک نہ بھٹکتیں - اچھا ہوا' میں بروقت پہنچ آیا - اب کہاں کا ارادہ ہے بچہ - باباجی جیسے آپ حکم کریں غلام آپ کے حکم کی تعمیل کرے گا - میرے خیال میں تم میرے ساتھ چلو رات میرے ہاں بسر کرو - صبح میں آپ کو تمہارے گاؤں پہنچادوں گا اور ایک عمل تمہیں بتادیتا ہوں - اسے ہر وقت یاد رکھنا' اچھا - بہتر باباجی - چلو موٹر سائیکل اسٹارٹ کرو - میں نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی سا باباجی میرے پیچھے بیٹھ گئے - چلو بچہ - ہم وہاں سے چل پڑے - کافی سفر طے کرنے کے بعد باباجی بولے موٹر سائیکل یہی روک دو بچہ - میں نے موٹر سائیکل کھڑی کردی اور خود نیچے اتر آیا اتنے میں باباجی بھی نیچے تشریف لا چکے تھے - آؤ میرے پیچھے پیچھے آؤ - بچہ - میں باباجی کے پیچھے چل پڑا -

چاند کی چاندنی اپنی جوانی کے جوہر دکھا دکھا کر مدھم ہونا شروع ہو چکی تھی ہر طرف اندھیرا اپنے پر پھیلائے روشنی کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا - خوف و ہراس خوب پھیل چکا تھا کہ باباجی مجھے ایک ویران سڑک پر لے آئے - موٹر سائیکل لاک کردو بچہ - میں نے موٹر سائیکل لاک کردی - باباجی مجھے ہمراہ لئے ایک کھنڈر میں اتر گئے اس کھنڈر میں ایک غار تھی - باباجی ٹارچ آن کرتے ہوئے ٹارچ کی روشنی میں اس غار میں داخل ہوگئے - میں بھی پیچھے پیچھے چلتا رہا - غار میں اندھیرا خوب پھیل چکا تھا لیکن ٹارچ کی معمولی سی روشنی میں ہم باآسانی چل رہے تھے - کافی دیر کے بعد ہم غار سے باہر نکلے تو سامنے ایک جنگل تھا ہم اس جنگل میں داخل ہوگئے درختوں کے پتوں پر چلتے ہوئے چرچراہٹ کی آوازیں سن کر چمگادڑ' الو اور جنگلی درند' چرند' پرند کے اڑنے اور بھاگنے کی آوازیں ہمارے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں - جنگل کے اختتام پر سامنے ایک پہاڑ تھا اور اس پہاڑ کے اندر ایک اجنبی قسم کی ایک چھوٹی سے غار تھی ہم اس غار میں داخل ہوگئے - آ رہے ہو بچہ - جی باباجی خادم آپ کے پیچھے ہی آرہا ہے - اچھا بچہ - باباجی حق حق کرتے اور رنگین ڈنڈا گھماتے ہوئے چل رہے تھے کہ غار کے منہ پر ایک عجیب پتھر پڑا تھا باباجی نے پتھر اٹھا کر غار کے منہ سے جدا کیا تو سامنے ایک خوبصورت کمرہ تھا جب ہم اس کمرے میں داخل ہوئے تو باباجی نے وہ بھاری بھر پتھر اٹھا کر غار کے منہ پر رکھ دیا - کمرے کو بڑے عمدہ طریقے سے سجایا گیا تھا - کمرے میں ایک خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا باباجی نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا - میں فوراً بیٹھ گیا باباجی بھی ٹارچ بند کرتے ہوئے کمرے میں حق حق کرتے بیٹھ گئے - میں نے ایک نظر کمرے کا جائزہ لیا تو کمرے میں بڑی عجیب وغریب قسم کی تصویریں آویزاں تھیں - میری نظریں ان تصویروں پر جم کر رہ گئیں کیا دیکھ رہے ہو بچہ - ہاں ہاں بولو بچہ بولو - دراصل باباجی یہ یہ تصویریں مجھے انسانی نہیں' بلکہ یہ تو مجھے چڑیلوں اور بدروحوں کی معلوم ہوتی ہیں - ہاں بچہ آپ نے سچ سمجھا - باباجی میں ایک بات اور معلوم کرنا چاہتا ہوں - جی بچہ - مجھے وہ بھی معلوم ہے کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہو - اب آپ اس کمرے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہو کہ کمرہ چاروں طرف سے بند ہے اور اس میں روشنی بھی کچھ کچھ موجود ہے اور ہوا کی کمی بھی محسوس نہیں ہو پا رہی ہے - دیکھ بچہ وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے وہ تو پتھروں میں کیڑوں کو روزی دیتا ہے - کس چیز کی کمی ہے اس پروردگار کو - وہ ہر چیز کو پالنے والا ہے - باباجی - ہاں بچہ میں سمجھ گیا ہوں کہ اب آپ سامنے والے کمرے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو' آؤ میرے ساتھ - باباجی اٹھ کھڑے ہوئے - میں بھی باباجی کے پیچھے چل دیا - کمرے کا دروازہ بند تھا اور اسے ایک اجنبی قسم کا لاک لگا ہوا تھا - باباجی دھیرے دھیرے چلتے ہوئے دروازہ کے پاس پہنچ کر رک گئے اور رنگین ڈنڈا لاک کی طرف بڑھاتے ہوئے کچھ عمل پڑھنا شروع کیا تو لاک کھل کر باباجی کے قدموں میں آگرا - اور ہم اندر داخل ہوگئے - اندر دیکھتے ہی میں پتھر بن کر رہ گیا کمرے کے اندر آہنی سلاخوں سے ایک پنجرہ تیار کیا گیا تھا اور اس پنجرے کو چاروں اطراف سے آہنی جالی کا جال بچھا کر مضبوط کیا گیا تھا اور اس پنجرے میں حد سے زیادہ خوفناک چڑیلیں باباجی نے قید کر رکھی تھیں - باباجی کو دیکھ کر خوف کے مارے تڑپنے لگیں اور اس آہنی پنجرے کو ٹکریں مارنے لگیں اور چیخنا چلانا شروع کردیا - اس پنجرے کے قریب بچوں کی گردنیں

بکھری پڑی تھیں اور شیش ناگوں نے آہنی پنجرے کو گھیرے میں لے رکھا تھا - باباجی کو دیکھ کر سب سانپ اپنی اپنی جگہ رک گئے اور پھن نکال کر ان چڑیلوں کو گھورنے لگے -

ارے بدبخت اب کیوں کمرہ سر پر اٹھا رکھا ہے - وہ تمام بدروحیں باباجی کے آگے ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئیں اور منتیں کرنے لگیں کہ باباجی ہم بدنصیبوں سے خطا ہوگئیں تھی' بھول ہوگئی تھی ہم سے' ہمیں معاف کردو - میں کون ہوں معاف کرنے والا تم تو ظالم ہو - ان کے والدین سے پوچھ جن کی گودیں آپ نے اجاڑی ہیں اگر میں نے آج تمہیں آزاد کردیا تو تم ظلم کرنے سے کبھی باز نہیں آؤ گی جتنا مرضی چیخو' چلاؤ' شور مچاؤ' کمرہ سر پر اٹھاؤ' تم یہی کے قابل ہو اور یہی رہو گی -

ان بچوں کی گردنوں میں ایک گردن اس بچے کی تھی جو دو روز قبل میرے گاؤں سے غائب ہو چکا تھا اور وہ والدین کا اکلوتا اور لاڈلا بچہ تھا - اس کے والدین رو رو کر پاگل ہو رہے تھے - اس کی ماں اسے طوطا کہہ کر پکارتی پھرتی تھی - ماں تو در کنار پورے گاؤں والے اس سے بے حد پیار محبت' شفقت کرتے تھے اور تمام دن طوطا طوطا کی آوازیں بازار میں گونجتی رہتی تھیں - اصل میں اس کا نام باؤ محمد عاشق تھا' صرف اکلوتا اور لاڈلا ہونے کی وجہ سے پیار میں سب طوطا کہتے تھے - مجھے طوطا کا سر دیکھ کر سکتہ طاری ہوگیا - کہر کے پہاڑ ٹوٹ پڑے - غم نے برچھیاں برسانا شروع کردیں - دل ٹوٹ پھوٹ کر خون کے آنسو برسانے لگا - مجھے یہ صدمہ برداشت کرنے کی سکت نہ رہی - خدا تمہیں غارت کرے - میں طوطے کے غم میں ڈوب چکا تھا کہ اچانک باباجی بڑے ملائم لہجہ میں بولے - آؤ بچہ واپس چلیں - شاید باباجی یہ سب کچھ جان چکے تھے - میں بوجھل قدموں سے باباجی کے ساتھ باہر نکل آیا - میں اپنا دکھ بھول چکا تھا لیکن طوطے کا دکھ میرے دل میں گھر کرتا جارہا تھا - آنسوؤں کی مالا ٹوٹنے کا نام تک نہیں لے رہی تھی - باباجی نے وہ رنگین' ڈنڈا لاک کی طرف کرتے ہوئے کچھ عمل پڑھ کر پھونک دیا تو لاک فوراً اڑ کر دروازہ میں پیوست ہوگیا - ہم واپس اسی کمرے میں آکر بیٹھ گئے - دیکھو بچہ آپ کو طلوع آفتاب سے قبل واپس لوٹ جانا چاہئے لیکن ایک بات نوٹ کرلو - گھبرانا نہیں' ہمت حوصلہ اور جوانمردی سے کام لینا' ہاں وہ عمل کبھی نہ بھولنا - میں ان بدروحوں کی طرح اس چڑیل سے بھی نمٹ لوں گا اس سے ہاتھ جوڑی ضرور کروں گا - ایک نہ ایک دن وہ میرے جال میں ضرور آ پھنسے گی - اس کی گرفتاری کے لیے میں کانٹے دار جال پھینک چکا ہوں لیکن باباجی میں واپس کیسے جاؤں گا؟ غار میں تو گھپ اندھیرا ہے - اچھا - باباجی اٹھے اور پتھر کو غار کے منہ سے علیحدہ کیا آؤ بچہ آؤ اپنے پاؤں میری ہتھیلیوں پر رکھ دو - میں نے اپنے دونوں پاؤں باباجی کی ہتھیلیوں پر رکھ دیئے - آنکھیں بند کرو بچہ - میں نے آنکھیں بند کرلیں باباجی نے لبوں میں کچھ گنگنایا اور چھوٹی سی پھونک دے ماری - میں نے جب آنکھیں کھولیں تو موٹر سائیکل کے پاس کھڑا تھا اور موذن نماز فجر کیلئے پکار رہے تھے - روشنی آہستہ آہستہ پوری کائنات کو روشن کرنے میں مگن تھی - میں نے کھنڈر سے منہ موڑ لیا اور موٹر سائیکل لے کر وہاں سے بھاگ نکلا - مجھے اپنے دکھ سے زیادہ طوطے کا غم کرچی کرچی کرتا جارہا تھا - میں نے ایک نظر اپنے اردگرد گھمائی لیکن دور دور تک کچھ دکھائی نہ دیا - خوف اور ڈر نے مجھے بڑی مضبوطی سے اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا - اب میری قوت ارادی ختم ہوتی جارہی تھی - گھر پہنچتے ہی بے سدھ بیڈ پر جا گرا - سبھی گھر والے مجھے اس حالت غیر میں دیکھ کر پریشان ہو کر رہ گئے اور پھر بخار نے تابڑ توڑ حملے کرنا شروع کردیئے اور میں بخار سے تھر تھر کانپنے لگا مجھے اس حالت غیر میں دیکھ کر بڑے بھائی اصغر علی' ڈاکٹر قیصر عباس کی خدمات حاصل کرنے کے لیے جا چکے تھے - والدین کے بار بار اصرار پر میں نے اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اور طوطے کی داستان غم ان کے گوش گزار کی تو سبھی کے منہ سے ہائے ہائے نکلنے لگی اور سب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے - یہ سنتے ہی چچاجی برائے اللہ اللہ کروانے اختر علی شاہ بودلہ کی خدمات حاصل کرنے چل نکلے - مجھ سے زیادہ انہیں طوطے کا غم کھانے لگا - یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پورے گاؤں میں پھیل چکی تھی طوطے کی والدہ بیٹے کا سنتے ہی چیخی چلاتی گریہ زاری کرتی لڑکھڑاتی گرتی گرتی ننگے سر' ننگے پاؤں میرے بیڈ روم میں آگری - ہاتھ آگے پھیلاتے ہوئے بیٹا فوجی میرے طوطے کو آپ نے کہاں دیکھا ہے اور میرا طوطا کس حال میں تھا - خالہ جی میری ٹھنڈی آہ نکل گئی - بتاؤں تو کیا بتاؤں - میری تو ہچکی بندھنے لگی میں طوطے کی امی کی یہ حالت دیکھ کر برداشت نہ کرسکا میری آنکھوں سے خون کی ندیاں بہنے لگیں کون تھا مائی کا لال جو اس وقت چیخا نہیں - کون تھا اس وقت جس کی آنکھوں سے خون کی بارش نہیں ہوئی - پورا بیڈ روم آنسوؤں سے جل تھل ہونے لگا - سب عزیز واقارب اور

بڑی ایک دوسرے کو ڈھارس بندھاتے اور چپ کرواتے رہے لیکن آج میں بھی طوطے کے غم میں جی بھر کر رونا چاہتا تھا۔ طوطے کی ماں کی حالت غیر دیکھ کر مجھ میں برداشت کی سکت نہ رہی۔ میں بھی جی بھر کر رو دیا۔ روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ اسی دوران ڈاکٹر قیصر عباس بھی اپنا فرض پورا کرنے میں ڈٹے ہوئے تھے اور اختر علی شاہ بودلہ صاحب بھی اللہ اللہ کرنے میں مصروف تھے تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو طوطے کی غمزدہ ماں غم سے نڈھال میرے بیڈ پر سر رکھے زاروقطار رو رہی تھی۔ پورا کمرہ تو درکنار میرے گھر کا پورا لان ہجوم سے بھر چکا تھا مجھے بیدار دیکھ کر کہنے لگی فوجی میرے طوطے کو آپ نے کہاں دیکھا تھا اور وہ کیا کر رہا تھا۔ اس بات پر میری چیخ نکل گئی میں نے خون کے آنسو بہاتے ہوئے طوطے کے بارے میں جب بتایا تو پورا ہجوم دھاڑیں مار مار کر آنسو برسانے لگا۔ طوطے کی ماں رو رو کر غم سے نڈھال ہو کر بین کرنے لگی کہ

1- طوطا میرا رنگ دا ساوا۔ چھڈ کے ٹر گیا اماں نے بلاوا
کدوں آکرسیں قول قرار طوطے اڑ جانا

2- طوطا میرا رنگ دا سوہا چھڈ کے ٹر گیا' گھر تے بوہا
کدوں آکرسیں قول قرار طوطے اڑ جانا

3- طوطا میرا رنگ دا پیلا۔ چھڈ کے ٹر گیا کھیش قبیلا
کدوں آکرسیں قول قرار طوطے اڑ جانا

4- طوطا میرا بڑا سیانہ۔ موڑی سامی اتے ڈھیم سرانا کدوں
آکرسیں قول قرار طوطے اڑ جانا۔

یہ سن کر میرے گھر صف ماتم بچھ گئی۔ سب لوگ دھاڑیں مار مار کر زاروقطار رونے لگے۔ طوطے کی ماں کے دکھیارے اور دردناک خون آلود کھڑے سننے کی کسی میں سکت نہ تھی اسی دوران چند معزز لوگ میرے پاس تشریف لے آئے جن میں ملک محمد طفیل بیٹو اور مہر بشیر صاحب نمایاں تھے۔ باقی کچھ لوگ طوطے کی والدہ کی ڈھارس بندھا رہے تھے کہ بہن صبر سے کام لو۔ ہم لوگ سرتوڑ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طریقے سے کھوج لگا کر طوطے کا سر حاصل کر سکیں۔

طوطے کا دکھ، غم اور کرب وہ شیریں اور طوتلی باتیں وہ اچھل کود اور پھر اس کی ماں کے دردناک بین سب مل کر میری زندگی کو آگ لگا لگا کر خاک کرتے جا رہے تھے اور طوطے کا سر میری آنکھوں سے اوجھل ہونے کا نام تک نہیں لے رہا تھا۔ میں طوطے کا سر حاصل کرنے کی سردھڑ کی بازی لگانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا کہ جان جاتی ہے تو جائے پرواہ نہیں خواہ وہ چڑیل میری بوٹی بوٹی نوچ لے اب سر حاصل کر کے دم لوں گا۔ چند اور معزز جوان بھی میرا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے جن میں سیف اللہ اور امجد نواز جیسے معزز لوگ بھی شامل ہو چکے تھے میں پہلے انہیں وہاں لے کر پہنچا جہاں بھیڑیوں نے میرے ساتھ الٹا کھیل کھیلا تھا اور میں نے انہیں برسٹ برسائے تھے وہاں کوئی مردہ بھیڑیا اور آگ وغیرہ کے نشانات تک نہ تھے۔ اس کے بعد اس کھنڈر پر جا پہنچے جہاں پر چڑیلوں نے مجھے لہولہان کیا تھا اور میں نے اپنے ہنر، فن دانشمندی سے چڑیلوں کو مزہ چکھایا تھا کھنڈر تو وہاں موجود تھا لیکن کسی کے پاؤں وغیرہ کے نشان تک نہ تھے حالانکہ وہاں میں نے چڑیلوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ لڑی تھی۔ پھر میں نے انہیں اس سڑک پر لیے گامزن ہو گیا جس سڑک پر بابا جی مجھے لے کر گئے تھے وہاں پہنچ کر دیکھا کھنڈر تو تھا لیکن غار اتنی تنگ تھی کہ انسان لیٹ کر کہنیوں کے بل قرالینگ کرتے ہوئے بھی نہیں چل سکتا تھا۔ پھر ہم وہاں سے اس جنگل اور پہاڑ کی تلاش میں چل نکلے لیکن نہ وہ جنگل اور نہ وہ پہاڑ کچھ تلاش نہ کر سکنے پر بے بس، غم سے نڈھال، دکھ، بھوک، پیاس اور تھکن سے چکناچور بوجھل قدموں سے واپس لوٹے تو راستے میں میرے ذہن میں بار بار یہی خیال اڈنے لگتا کہ یہ لوگ کیا کہیں گے کہ فوجی نے سراسر جھوٹ بولا ہے اس نے ہمارے ساتھ فراڈ اور دھوکہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ اس نے بکواس کیا ہے تو میں نے دل ہی دل میں اللہ رب العزت کو یاد فرمایا اور مدد مانگی کہ میرے مولا تو بڑا غفور الرحیم ہے اگر طوطے کا سر نہ ملا تو میں گاؤں میں رہنے کے قابل نہیں رہوں گا۔

اس وقت شام ہو رہی تھی آفتاب کی روشنی بھی اپنے مسکن واپس جا رہی تھی۔ چاند اپنی چاندنی کی کرنیں پوری کائنات پر بکھیرنے میں مگن تھا۔ سب پنچھی بھی اپنے اپنے گھونسلے میں لوٹ کر اپنے بچوں کو لوریاں دینے میں مصروف ہو چکے تھے لیکن طوطے کی ماں گاؤں کے کونے پر ہمارے واپس لوٹ آنے کے انتظار میں کھڑی اپنے طوطے کے دیدار کی ایک ایک جھلک کو ترس رہی تھی۔ ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے چلائی فوجی میرا طوطا۔ یہ سنتے ہی غم نے ہمیں خنجر پہ خنجر گھونپنے شروع کر دیے۔ اس کے بین غموں کی یلغار کر رہے تھے۔ میں ختم ہوتا جا رہا تھا پھر دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے چلائی بھائیو میرا طوطا میرے دامن میں ڈال دو۔ اس کی آنکھوں سے خون کی بارش برس رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر ہم سب پتھر بن کر رہ گئے۔ ایک معزز محمد اقبال مہر دل پر پتھر رکھتے

ہوئے بڑی عاجزی و انکساری سے بولے۔ بہن طوطا آج تو نہیں ملا لیکن ایک نہ ایک دن ضرور مل جائے گا۔ یہ سنتے ہی طوطے کی ماں کے منہ سے ہائے نکلی تھی کہ وہیں گری اور خالق حقیقی کے پاس جا پہنچی تو یہ خبر بھی جنگل کی آگ سے کم نہ تھی۔ جب یہ خبر طوطے کے غمزدہ والد کے کانوں تک پہنچی تو وہ بھی گرے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دنیا فانی سے آخرت کو سدھار گئے۔ ہمارا گاؤں تو کیا قریب قریب کے تمام گاؤں کئی روز تک سوگ میں ڈوبے رہے لیکن میں پھر تن تنہا اس بابا جی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا اسی دوران میاں صادق صاحب کی پروموشن بھی ہو چکی تھی اور میاں صاحب کا فون پہ فون آ رہا تھا جب میں نے یہ داستان غم میاں صاحب کے گوش گزار کی تو میاں صاحب کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرنے لگے اور میاں صاحب کی سسکیاں فون میں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ اگلی صبح میاں صاحب چل کر میرے پیش آنے والے واقعہ پر دکھ کا اظہار کرنے لگے کہ فوجی آپ کتنے خوش نصیب انسان ہیں کہ آپ مکار چڑیل کے چنگل سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ میری تو دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بابا جی کی عمر دراز فرمائے یار فوجی یہ تو کسی کی ہڈی پسلی تک نہیں چھوڑتیں۔ فوجی آؤ میرے ساتھ اب طوطے کے گھر برائے ماتم پرسی چلتے ہیں لیکن میاں صاحب وہاں تو...... او ہو...... میاں صاحب کا ٹھنڈا سانس نکل گیا میاں صاحب بھی غم سے نڈھال اور چکناچور ہو کر واپس لوٹ گئے۔ گھر میں پھر اکیلا۔

ابھی دو دن گزر رہے تھے کہ رات کو آندھی، طوفان اور بارش نے دہشت پھیلا دی تھی درخت جڑوں سے اکھاڑ پھینکے تھے۔ فون بالکل خاموش ہو چکے تھے' ٹرانسپورٹ کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا۔ بے شمار درخت سڑکوں پر گر چکے تھے انسان گھروں میں دب کر رہ گئے تھے کسی پرندے کے چہک چہانے کی تو درکنار چیخنے چلانے کی آواز تک سنائی نہ دے رہی تھی لیکن میرے ارمانوں کو طوطے کا غم بار بار قتل کیے جا رہا تھا۔ رات کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں طوطے کا سر حاصل کرنے کی خاطر میں جان قربان کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا آفتاب بھی بادلوں کی اوٹ سے آنکھ مچولی جاری رکھے ہوئے تھا۔ اب میں نے موٹر سائیکل کی بجائے گھوڑے پر سفر کرنے کو ترجیح دی۔ دیکھ بیٹا غروب آفتاب سے قبل واپس لوٹ آنا کہیں پہلے کی طرح کسی اور کے ہتھے نہ چڑھ جانا ابا جی فکر نہ کریں میں سورج کی روشنی میں ہی واپس لوٹ آؤں گا۔ اب میں کسی حسینہ کے جال میں نہیں پھنسوں گا۔ اگر آج کسی نے بھی میرے ساتھ دھوکہ بازی کرنے کی کوشش کی تو اس کی ناک اور منہ سے خون کے فوارے چھڑوا دوں گا۔ میرے اندر شیر کے دل گردے ہیں گیدڑ کے نہیں۔ ہر سامنے آنے والے کو پاش پاش کر کے رکھ دوں گا۔ اچھا بیٹا خدا حافظ۔

دوپہر کا وقت ہو چکا تھا ہر طرف سنسان بیابان اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ قریب قریب کوئی انسان تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں بابا جی کی تلاش جاری رکھے ہوئے تھا گھوڑا آہستہ آہستہ چل رہا تھا کہ راستے میں وہی جاذب نظر چہرہ سڑک کے کنارے ٹانگ پکڑے منہ میں آنچل لیے ہائے ہائے کر رہا تھا۔ ارے فرح تم ہائے ہائے میری ٹانگ گئی۔ میں نے سندر مکھڑے کو دیکھ کر فوراً" گھوڑے سے چھلانگ دے ماری وہ ہلکے گلابی رنگ کے کپڑوں سنہری بال اور بھوری آنکھوں میں ملکہ حسن لگ رہی تھی اور ہلکے گلابی آنچل اس کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔ اور میں اس کی ٹانگ پکڑ کر دیکھنے لگا کیا ہوا ہے یہاں؟ وہ وہ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ میرا گھوڑا۔ کیا ہوا ہے گھوڑے کو؟ میرا یہ سندر گھوڑا چلتا چلتا اچانک گرا ہے اور میری ٹانگ نیچے آ گئی۔ ہائے ہائے۔ لیکن فرح گھوڑا تو مر چکا ہے۔ ہاں وہ اسی وقت گرتے ہی دم توڑ گیا تھا۔ ہائے ہائے۔ ذرا چپ تو کرو۔ فرح مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہڈی فریکچر ہو گئی ہے۔ ہڈی فریکچر تو درکنار یہاں کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ پلیز فوجی میری مدد کرو اور مجھے اپنے ہمراہ گھوڑے پر بیٹھا کر یہاں قریب میرے عزیز رہائش پذیر ہیں وہاں پہنچا دو۔ آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔ دیکھو فرح میرے ساتھ یہ ناٹک اب مت رچاؤ۔ کونسا ناٹک۔ مجھے بڑوں نے بتایا ہے کہ وہ مجبور لڑکی نہیں بلکہ چڑیل تھی جس نے مجبوری ظاہر کر کے آپ کے ساتھ الٹی چال چلی تھی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ مجھے پیار کے جال میں پھنسا کر کچا چبانا چاہتی ہو۔ توبہ توبہ ہزار بار توبہ بھلا کوئی انسان، انسان کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتا ہے کونسی ہماری نسلوں کی دشمنی چلی آ رہی ہے یہ سب آپ لوگوں کی بھول ہے میرے سنگ چل کر تو دیکھو۔ خوب مزے نہ اڑاؤ تو پھر کہنا۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں محبت کا اظہار کرنے لگی۔ اس کا انگ انگ ہر بات پر لچک رہا تھا باتوں ہی باتوں میں اس نے پیار کے رس گھولنے شروع کر دیے۔ فرح ایک بات بتاؤ؟ کیا؟ آپ اکیلے کیوں گھومتی

پھرتی رہتی ہو۔ تمہیں پوچھنے والا کوئی نہیں۔ آج میں آپ کی بھول نکال ہی دیتی ہوں۔ ٹھیک ہے میں والدین کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی ہوں۔ اس لئے والدین مجھے کبھی گھومنے پھرنے یا عیش و عشرت سے کبھی منع نہیں کیا۔ ارے فرح کیا کہہ رہی ہو۔ تم جوان لڑکی ہو۔ تمہارا یہ اکیلے گھومنا پھرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ فوجی اس بحث و تکرار میں مت پڑو۔ میری ٹانگ کا کچھ کرو۔ میں نے اسے مجبور سمجھ کر گھوڑے پر پیچھے بیٹھالیا۔ گھوڑا آہستہ آہستہ ہمیں لے کر چلنے لگا گھوڑا دھیرے دھیرے چل رہا تھا اور وہ میرے ساتھ چمٹ کر بیٹھ چکی تھی۔ فوجی آج آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہو۔ اس نے میرے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔ دیکھ فرح میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں۔ سچ پوچھو تو میں اس باباجی کی تلاش میں ہوں جس کے پاس طوطے کا سر ہے اور میری جان بھی چڑیلوں سے بچائی تھی اس نے، کچھ بدروحوں کو اپنے پاس قید کر رکھا ہے اور میں نے طوطے کی والدہ اور گاؤں والوں سے وعدہ کیا تھا اگر آج میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ تو طوطے کی ماں کی روح خوش ہو جائے گی اور گاؤں والوں کو بھی منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں گا کہ فوجی سچا تھا۔ میں نے اسے غار اور پہاڑ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ تو وہ چونک کر بولی۔ کہاں وہ پہاڑ تو میں نے کئی بار دیکھا ہے آؤ آج میں بھی آپ کے ہمراہ چلتی ہوں۔ اور تمہیں سیدھا اس غار میں لے چلوں گی۔ جہاں باباجی رہائش رکھے ہوئے ہیں گھوڑا کافی برق رفتاری سے چل رہا تھا۔ اور وہ میرے گلے میں بانہیں ڈالے پھول نچھاور کرتی آ رہی تھی۔ ہر طرف سنسان، بیابان اور سناٹا خوب پھیلا ہوا تھا۔ فوجی صاحب بولو کیا خدمت کر سکتی ہے خادم آپ کی، بولو، آج خادماں کی تو تمہارے لئے جان بھی حاضر ہے۔ ایسی باتیں مت کرو۔ فرح، دیکھ فوجی میں تو پہلی ہی نظر میں آپ کی محبت میں ڈوب چکی ہوں۔ آپ کے کرب پیار کی اسیر ہو چکی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں پیار کی زنجیروں میں جکڑ کر دل کے شیش محل میں بند کر لوں اور محبت چاہت کے جھولے میں ساری زندگی جھولتی رہوں۔ اگر آج میرا گھوڑا نہ مرتا اور میری ٹانگ کو ٹھیس نہ پہنچتی تو میں جناب کے کاشانہ پہنچ چکی ہوتی۔ اب تو میرا آپ کے بغیر زندہ رہنا پانی کے بغیر مچھلی کی مانند ہے۔ وہ بار بار محبت کے چراغ جلا جلا کر میرے دل کو روشن کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہی تھی۔ فرح محبت میں ناٹک مت رچاؤ کہیں یہ نہ ہو کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور چبانے کے اور۔ واہ واہ فوجی ابھی تک آپ کو یقین نہیں ہوا۔ گھوڑا بڑی تیز رفتاری سے چل رہا تھا کہ راستے میں پھر وہی حرکتیں ہونا شروع ہو گئیں۔ کبھی اس کے پاؤں زمین پر گھسنے شروع ہو جاتے اور کبھی اس کے بال گھوڑے کی دم کو کراس کر جاتے۔ جب میں پیچھے مڑ کر دیکھتا تو وہ سندر مکھڑے کے روپ میں ہی بیٹھی ہوتی۔ میرے دل میں ہچکچاہٹ شروع ہو گئی یا مولا آج پھر یہ سبز باغ دکھا کر مجھے اپنے جال میں پھنسا لینے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ میرے دل میں دھک دھک شروع ہو چکی تھی۔ دل میں خوف طاری ہونے لگا گھوڑا بڑی برق رفتاری سے چلتا ہوا اچانک آہستہ ہونا شروع ہو گیا گھوڑا آہستہ ہوتے ہی دو تین دفعہ متواتر لڑکھڑایا۔ تو میں نے فوراً" نیچے چھلانگ لگا دی میرے پیچھے فرح نے بھی چھلانگ لگا دی۔ ہمارا اترنا تھا کہ گھوڑا گرا اور وہیں دم توڑ گیا۔ میں کچھ دیر تک گھوڑے کے پاس بیٹھ کر آنسو بہاتا رہا کیونکہ اس گھوڑے کو میں نے بچپن سے ہی بڑے شوق سے پالا تھا اور میرے مشکل وقت کا ساتھی تھا۔ اب آنسو بہانے کا کیا فائدہ گھوڑا تھا مر گیا تو کیا ہوا۔ ہاں فرح آپ کو کیا معلوم کہ یہ گھوڑا تھا یا کہ میرا بچپن کا دوست تھا۔ چلو اٹھو اب پہاڑ سامنے بالکل صاف دکھائی دے رہا ہے۔ ہم وہاں سے پیدل چل نکلے تو اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے انگلیوں کی کنگھی بنا کر پھر سے محبت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ کہ فوجی چاند چاندنی کے بعد کبھی اچھا نہیں لگا۔ فوجی تمہیں پیسہ، چاندی، سونا، ہیرے، جواہرات یا شیش محل کیا چاہئے کہو تو آج ہی مالا مال کردوں لیکن میرے ساتھ محبت ضرور کرنا ہو گی۔ میرا آپ کے بغیر اچھی نہیں لگتی۔ میں تنہا تو اس خزاں زدہ درخت کی مانند ہوں جس کے پتے اور پھول سب گر کر صرف سوکھی شاخیں رہ جاتی ہوں۔ ساری زندگانی آپ کے قدموں میں بسر کردوں گی۔ میرا دل خائف ہے کدھر کدھر چھلانگیں لگاتا جا رہا تھا۔ اس نے ایک بازو میری گردن میں ڈال دیا اور میرا بازو پکڑ کر اس نے اپنی گردن پر آگے لٹکا دیا اور میرے ساتھ لگانے کے انداز میں چلنے لگی۔ ایک طرف تو میرا ذہن چھلانگ پہ چھلانگ لگاتا ہوا دور بھاگا جا رہا تھا دوسری طرف جب میرا ہاتھ اس کے نرم گلے پر لگتا تو دل کملا محبت کے بھرپور حملے کرنے کے لئے مچل اٹھتا کہ اتنے میں پہاڑ قریب آ گیا۔ لو جان من رہا وہ پہاڑ جس کو آپ صبح سے ڈھونڈ رہے تھے لیکن فرح یہ وہ پہاڑ نہیں؟ پھر اس میں کوئی راستہ بھی دکھائی نہیں دے رہا اس کے اوپر چڑھنا بڑی مشکل دکھائی دے رہا ہے۔ میری اس بات پر وہ قہقہے لگانے لگی کہ یہ کونسا مشکل کام ہے آؤ میرے قریب آؤ۔ آؤ میرے پاؤں پہ پاؤں رکھو۔ آنکھیں بند کر لو۔ میں نے آنکھیں تو بند کر لیں تمہیں تو کھولو جان من۔ کہاں ڈوب گئے ہو جناب۔ وہ کوئل کی سی آواز میں مسکرا کر بولی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو ہم اس بلند ترین پہاڑ کی چوٹی پر یک جان کھڑے تھے اب مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ کے دل کی دھڑکنیں کیوں تیز ہو رہی ہیں۔ میں حاضر ہوں۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں جناب عالی۔ وہ بار بار پیار محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ جب میں نے پہاڑ پر نظر دوڑائی تو ہم دونوں کے سوا اور کچھ نہ پا کر میرے دل میں پھر سے کڑ تڑاک کی آوازیں شروع ہو گئیں اور خوف کے بادل منڈلانے لگے کہ آج پھر یہ مکار چڑیل مجھے اپنے جال میں پھنسانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اب میں بھاگوں تو کدھر سے کہاں بھاگوں گا۔ اے رب العزت آج تو ہی مدد کرنے اور بچانے والا ہے یہ وہ پہاڑ نہیں جس کی تلاش میں میں پھرایا تھا چلیں سرکار۔ اس نے میرے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے پھر سے انگلیوں کی کنگھی بنا کر بازوؤں کو جھولا جھولاتی ہوئی ایک الڑ مٹیار کی طرح مٹک مٹک کر چلنے لگی۔ کہ آؤ باباجی کے پاس چلیں۔ چند گز کے فاصلے پر ایک غار تھی وہ مجھے اس غار میں لے کر اترنے لگی۔ لیکن میں وہی رک گیا۔ دیکھو محبت کے ونجارے گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو پریوں کا پہاڑ ہے یہاں آپ کو بہت کچھ دیکھنے، کھانے پینے اور عیش و عشرت کے لئے ملے گا۔ ایک سے بڑھ کر ایک۔ پتہ نہیں کیا کیا تمہارے لئے مہیا کیا جائے گا اور تم آؤ تو کیا سب رشتہ دار بھی بھول جاؤ گے۔ ہم اس غار میں داخل ہو گئے تو سامنے غار میں ایک عجیب قسم کا ایک کمرہ تھا جس کو بڑے خوبصورت انداز سے سجایا گیا تھا اور کمرے کے چاروں کونوں میں ایک سے بڑھ کر ایک ملکہ حسن تشریف فرما تھیں اور ان کے درمیان ایک نوجوان باڈی بلڈر پہلوان آلتی پالتی مار کر بیٹھا ہوا تھا۔ ہمیں آتے دیکھ کر وہ سب تعظیماً" کھڑے ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہو فوجی اس باڈی بلڈر کا نام چنچلا ہے اور یہ میرا نوکر ہے۔ چنچلہ میری ہنسی نکلی تو سہی لیکن ہنسی اندر ہی اندر جل کر راکھ ہو گئی اور یہ وہی حسینہ ہیں جو اس وقت آپ کے سامنے ہیں جنہیں آپ نے باباجی سے ذلیل کروایا تھا۔ لو چنچلہ صاحب یہ ہے وہ غنڈہ فوجی ذوالفقار جس نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ یہ سنتے ہی باڈی بلڈر پہلوان نے ڈنڈ بیٹھکیں مارنی شروع کر دیں کیوں جی غنڈے صاحب اب بتاؤ اس دن تو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن اب بھاگ دوڑ اور بلا اپنے باباجی کو آج میں تمہاری بوٹی بوٹی ٹکڑے ٹکڑے ریزہ ریزہ کر کے ہی دم لوں گا میری جان پہ بن گئی اور وہ باڈی بلڈر پہلوان ڈنڈ لگاتے ہوئے مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ اس وقت میرے پاس رائفل، پسٹل یا ڈنڈا تو درکنار غلیل تک نہ تھی۔ جب اس نے میرے ساتھ ہاتھ جوڑی کرنے کی کوشش کی تو میں نے فوراً" اسے بازو سے پکڑا خود نیچے لیٹ کر ٹانگوں سے اٹھا کر اسے دیوار کے ساتھ مار کر زخمی کر دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ مجھے وزن میں کوئی اتنا زیادہ نہیں لگ رہا تھا مجھے بھی اپنی جوانی اور طاقت پر فخر، غرور اور گھمنڈ ناز تھا جب میں اسے ٹانگوں میں پھنسا کر دیوار کے ساتھ مار کر زخمی کرنے لگا تو اسی وقت اس ظالم کا وزن دس بارہ من سے بھی زیادہ ہو گیا۔ اور پھول کر خونخوار درندے کی شکل اختیار کر گیا اور میری گردن پر اپنے نوکیلے دانت رکھ کر میری گردن تن سے جدا کر دینا چاہتا تھا۔ میں اس کے نیچے دب کر رہ گیا۔

پیارے قارئین میں اس وقت باباجی کا بتایا ہوا عمل تو بھول چکا تھا لیکن درود شریف اور آیت الکرسی کا ورد میری زبان پر جاری تھا جب تک وہ میری گردن پر دانت رکھ دیتا تو میں نے نیچے پڑے ہی پھونک دے ماری۔ میری ایک ہی پھونک سے وہ اس طرح چیختا چلاتا ہوا بھاگا جیسے کسی نے تلواریں مار مار کر چھلنی چھلنی کر دیا ہو۔ ہائے ہائے اور توبہ توبہ کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کر گیا اتنی دیر تک میں غار سے باہر بھاگ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور اس وقت اندھیرا خوب پھیل چکا تھا کسی طرف کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی اثناء وہ چاروں ملکہ حسن اور (سندر مکھڑا ظالم فرح) بھی اپنے وہی سابقہ روپ خوفناکی میں تبدیل کرتے ہوئے ان کے ساتھ مل کر حملہ آور ہو گئیں لیکن اب میں کرتا تو کیا چیختا تو کس کو سناتا۔ مرتو گیا ہوں لیکن کچھ کر کے تو ان کے ہاتھوں مروں۔ میں نے بھی گھونسوں اور لاتوں کی بارش شروع کر دی لیکن انہیں پرواہ تک نہ ہوئی۔ آرام سے گھونسے اور لاتیں کھا کر بھی قہقہے لگاتی اور حملہ آور ہوتی رہیں جیسے انہیں پھول لگ رہے ہوں۔ تڑپ، بھاگ، چیخ، چلا، غنڈے بدمعاش آج تمہیں اس دنیا میں کوئی نہیں بچا سکتا۔ کوئی ہے اس دنیا میں پیدا ہوا تمہیں ہمارے ہاتھوں بچانے والا

تو بلا۔ اب وہ میرا قصہ تمام کرنے کی خاطر چاروں طرف سے یک جاں ہو کر حملہ آور ہوگئیں مجھے فخر تھا اپنے مولا پر۔ مجھے ناز تھا اس کی پاک کلام پر اگر آج کوئی یہاں مدد کرنے والا نہیں تو رب العزت میرے ساتھ ہیں اور اس کی پاک کلام میرے سینے میں بجی ہوئی ہے۔ وہ مجھے تقریباً" دبوچ چکی تھیں کہ میں نے درود شریف اور آیت الکرسی پڑھ کر یااللہ مدد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے پھونک دے ماری۔ میری اس پھونک سے وہ چاروں اسطرح چیختی چلاتی بھاگیں جیسے کسی نے پٹرول چھڑک کر آگ لگادی ہو۔ ہائے ہائے' توبہ توبہ کرتی ہوئیں بھاگ نکلیں۔ لیکن وہ مکار فرح اب بھی میرے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ اتنے میں پہاڑ ختم ہوچکا تھا کہ اس نے مجھے دھکا دے مارا۔ میں پہاڑ سے کلابازیاں کھاتا ہوا پہاڑ سے نیچے آ رہا تھا یہاں تک کہ نیچے گرتے ہی میری ہڈی پسلی ایک ہو جاتی اور وہ مجھے لقمہ اجل بنالیتیں نیچے باباجی ARCHAR کے روپ میں ہاتھ پھیلائے کھڑے تھے میں سیدھا ان کی بانہوں میں آگرا اور انہوں نے مجھے فوراً" نیچے پھینک کر ایک نشانہ سیدھا اس ظالم فرح کو دے مارا۔ اس تیر میں ایک اجنبی رسی تھی نے جاتے ہی اس کی ٹانگوں کو جکڑ لیا اور باباجی نے کھینچ کر اسے اپنے قدموں میں رکھ لیا اور اس نے گرتے ہی باباجی نے پتہ عمل پڑھ کر اسے تھپڑ رسید کیا تو وہ فوراً" گدھا بن گئی اور باباجی نے اسی رسی کا دھانہ ڈال کر ساتھ چلنے کو کہا تو وہ ہمارے ساتھ چلنے لگی کافی سفر طے کرنے کے بعد باباجی ہمیں اس غار میں داخل ہوگئے غار میں داخل ہوتے ہی باباجی نے ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے اسے تھپ تھپایا اور کچھ عمل پڑھ کر پھونک ماردی۔ تو وہ گدھے سے ایک خوبصورت الڑھیار کی شکل میں بدل گئی اور باباجی بالوں سے پکڑ کر جب اپنے ساتھ چلنے لگے تو وہ (ظالم) کانپنے اور پسینہ سے شرابور ہونی شروع ہوگئی۔ ہم غار سے نکل کر جنگل میں داخل ہوگئے جہاں سے میں بابا جی کے ساتھ پہلے ہی گزر چکا تھا اور اس جنگل سے نکل کر ہم اس غار میں داخل ہوگئے جہاں باباجی رہائش پذیر تھے باباجی کمرہ کے پاس پہنچ کر رک گئے اور پتھر اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ تو ہم باباجی کے پیچھے اندر کمرے میں داخل ہوگئے۔ اندر داخل ہوتے ہی باباجی نے پتھر غار کے منہ پر رکھ کر غار کا منہ بند کردیا اور رنگین ڈنڈا پکڑ کر گرجے اور احسان فراموش چڑیل اس بیچارے نے تمہارے کیا بگاڑا تھا کہ آپ نے اسے ذلیل خوار کرکے رکھ دیا۔ اس کا یہی جرم تھا کہ تمہیں اندھیری رات میں گھر چھوڑ آیا تھا حالانکہ وہ بھیڑیے بھی تمہارے ساتھی تھے۔ آپ نے یہ صلہ دیا ہے کہ کھنڈر میں ہی اس کا کام تمام کرنا چاہتی تھیں اور آج پھر آپ نے ناٹک رچا کر کہ میرے گھوڑے کے نیچے آکر ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور اس نے تمہیں گھوڑے پر بیٹھا لیا۔ تو آپ نے اس بیچارے کا گھوڑا ختم کردیا اور اب اس معصوم کے خون کی پیاسی ہوگئی ہو۔ ڈنڈے پہ ڈنڈا برسنا شروع ہوگیا۔ کمرے میں چیخ و پکار عروج پر ہونا شروع ہوگئی۔ وہ کبھی پھلانگتے ہوئے میرے اوپر سے ادھر اور کبھی ادھر تاتا۔ پھر اس کے ساتھ پنگا لوگی۔ دہاڑو اب پھر دھاڑو اس بیچارے کے پیچھے باباجی خوب کمانڈو ایکشن سے مار کٹائی کر رہے تھے۔ ظالم تم ظلم سے ایسے باز نہیں آؤگی میں نے اس دن بھی آپ کو منع کیا تھا؟ کیا تھا یا کہ نہیں؟ کیا تھا باباجی کیا تھا۔ میری توبہ۔ میری توبہ باباجی میری توبہ' ہزار بار توبہ اب میں کسی بھی انسان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرونگی۔ کرو۔ کرو۔ میں تو کہتا ہوں کرو۔ نہیں باباجی نہیں مجھے معاف کردو۔ یہ رونا دھونا بند کرو بابا جی معاف کردو۔ اس دن اس بیچارے نے کڑوے گھونٹ پیئے تھے۔ اب تمہاری باری ہے۔ تم بھی کڑوے گھونٹ پی پی کر ہی مروگی۔ باباجی طیش میں آکر اس پر وحشیانہ تشدد کرتے رہے۔ بلا آخر وہ بیہوش ہوگئی تب باباجی نے رنگین ڈنڈا لاک کی طرف بڑھایا تو لاک کھل کر نیچے آگرا۔ اور باباجی نے اسے ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اندر کمرے میں داخل ہوگئے باباجی کا داخل ہونا تھا کہ سب سانپ اپنی اپنی جگہ پر رک گئے اور وہ تمام چڑیلیں چلا اٹھیں۔ باباجی نے کچھ اور عمل پڑھ کر رنگین ڈنڈا آہنی پنجرے کی طرف بڑھادیا۔ تو لاک کھل کر نیچے آ گرا۔ باباجی نے اسے ٹانگوں سے پکڑ کر آہنی پنجرے میں پھینک دیا اور لاک پکا کردیا۔

پیارے قارئین طوطے کا سر ابھی تک وہاں موجود پڑا تھا لیکن ان چڑیلوں کا حشر نشر ہوچکا تھا۔ بھوک پیاس اور قید سے ان کی رنگت بدل چکی تھی۔ انہیں اس حالت غیر میں دیکھ کر میری عقل دنگ رہ گئی۔ باباجی واپس اپنے کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ تو میں بھی باباجی سے خوف کے مارے کمرے کے ایک کونے میں سہم کر بیٹھ گیا کہ اب میری بھی پٹائی کی باری آئی اور اب میری بھی ہڈی پسلی ایک کردیں گے کیونکہ میں باباجی کا بتایا ہوا عمل بھول بیٹھا تھا اور باباجی' باباجی مجھ سے پوچھیں گے خوف کے مارے میں بھی کانپنے لگا۔ کہ اچانک باباجی گرجے' ارے کم بخت لڑکے میں نے تمہیں ان سے بچنے کیلئے ایک عمل بتایا تھا وہ کیوں نہیں یاد کیا۔ دراصل باباجی وہ عمل میں' میں بھول گیا تھا' باباجی میں نے ایک طرف ہوتے ہوئے کہا۔ بھول گئے کے بچے۔ اگر آج پھر اچانک میرا وہاں سے گزر نہ ہوتا تو..... تو یہ ظالم آپ کی بوٹی بوٹی نوچ لیتیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ تمہیں کونسی مجبوری آڑے آگئی تھی۔ باباجی رنگین ڈنڈے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گرجے کہ تم رات کو گھپ اندھیرے میں پہاڑوں پر سفر کرتے پھرتے ہو۔ میں تھر تھر کانپنے لگا دراصل باباجی۔ مجھے۔ کیا مجھے؟؟ بتاؤ۔ بتاؤ نہیں تو سارا غصہ تم پر نہ نکل جائے۔ جی تو چاہتا ہے کہ اس چڑیل کی طرح مار مار کر تمہاری ہڈی پسلی ایک کردوں۔ دراصل باباجی میں آپ ہی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ کہ ظالم کی میٹھی باتوں میں پھنس گیا۔ کیوں اب تمہیں کونسی ایسی مجبوری تھی مجھے تلاش کرنے کی۔ دراصل باباجی مجھے طوطے کا سر چاہئے تھا۔ کیونکہ میں نے اپنے گاؤں والا تمام واقعہ باباجی کے آگے کھول کر رکھ دیا۔ تو باباجی کی ٹھنڈی آہ نکل گئی۔ کو طوطا واقعی والدین کا لاڈلہ اور اکلوتا بیٹا تھا۔ یہ ظالم اس کی گردن ادھیڑ کر اس کا خون چوس رہی تھی مجھے آتے دیکھ کر اس نے اس معصوم بچے کا دھڑ تو چبالیا تھا اور سر ابھی باقی تھا مجھے دیکھتے ہی بھاگ کر راہ فرار اختیار کرنے لگی تو میں نے پیچھے چڑھ کر اسے راستے میں ہی دبوچ لیا اور سر بھی اٹھا کر یہاں اپنے کمرے میں لے آیا۔ ارے کم بخت لڑکے آپ کو کچھ علم ہے کہ آپ کے گھوڑے کو کیا بیماری لاحق ہوئی تھی۔ ہاں باباجی میں اب سب کچھ سمجھ گیا ہوں اس ظالم نے گھوڑے کے دل گردے اور قلیجی نکال کر چبالئے تھے اس لئے تمہارا گھوڑا وہی گر کر ہلاک ہوگیا تھا۔ اب آپ نے گاؤں والوں اور طوطے کی والدہ سے وعدہ کیا تھا کہ میں طوطے کا سر حاصل کرکے دم لونگا۔ تو آپ طوطے کا سر لے جائیں اور گاؤں والوں کے روبرو اسلامی طریقہ کار سے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیکی کا اجر دے گا باباجی یہ چڑیلیں اب..... ارے بچہ یہ چڑیلیں میں اس وقت تک آزاد نہیں کرسکتا کہ جب تک یہ سچے دل سے توبہ نہ کرلیں کہ آئندہ ہم تو کیا ہماری نسلیں بھی انسانوں کا قتل عام نہیں کریں گی اور معصوم اور بے قصور بچوں کا خون کبھی نہیں چوسیں گی۔ باباجی نے طوطے کا سر میرے حوالے کیا۔ اور میرے ہمراہ غار سے باہر تشریف لے آئے تو اس وقت صبح ہو رہی تھی اور آفتاب اپنی کرنیں پوری کائنات پر پھیلانے میں مگن ہوچکا تھا۔ باباجی مجھے الوداع کہہ کر واپس غار میں داخل ہوگئے اور اس طرح میں نے طوطے کا سر حاصل کرنے کے بعد اپنے گاؤں میں لے جاکر اعلان کروادیا کہ میں طوطے کا سر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں یہ اعلان سنتے ہی اتنا ہجوم جمع ہوگیا کہ تل دھرنے کی جگہ بھی نہ بچی تھی اور ہر آنکھ اشک بار ہونے لگی۔ میں نے اسلامی طریقہ کار سے طوطے کا سر اس کی والدہ کے پہلو میں دفن کردیا اور وہ روز محشر تک منوں مٹی کے نیچے خاموشی کے نیند سوگیا۔ اس وجہ سے پورے گاؤں والے مجھے بڑی عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں اب میں نے والدین کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

پیارے قارئین میری اس شاہین کمپنی کے فوجی جوان ذوالفقار علی سے ملاقات ہوچکی ہے جو کہ آج کل کارگل کے محاذ پر اپنے پیارے پاکستان کے دفاع کی خاطر اپنے فرائض انجام دے رہیں ہیں۔ آپ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کے صدقے اس کی عمر دراز فرمائے اور پیارے پاکستان کو کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے۔ آمین۔

موجودہ پتہ= حوالدار محمد نواز نمبر 8406 مال ڈسٹرکٹ جیل قصور

مستقل پتہ = حوالدار محمد نواز

غزل

اے کہ نہایت عیاں تیرا حجاب اور ہے
تیرا حضور اور ہے تیرا غیاب اور ہے
اور ہی ہے ترا زماں اور ہی ہے ترا مکاں
اور ہی تیرا آستاں تیری جناب اور ہے
رکھ نہ سکا یہ آفتاب تیری کتاب پر کتاب
خامہ دست جبرئیل تیری کتاب اور ہے
بڑھ کے ورائے کوہ طور کب ہے کیا کوئی شعور
پر تری چشم اور ہے پر تری تاب اور ہے
رہ گئے کھا کے پیچ و تاب منہ نہ دکھائے سراب
تیرے وجود سے رواں چشمہ آب اور ہے

احمد نوید کے شعری مجموعے "ہاں اور نہیں کے درمیاں" سید فہیم حیدر زیدی کراچی کا انتخاب۔

"میلانی"

تحریر = عمران قریشی کوئٹہ

پتا نہیں آپ میری اس بات پر یقین کرتے ہیں یا نہیں کہ میری دو بیویاں ہیں دو بیویاں ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کی دو بیویاں ہوتی ہیں. لیکن میری دوسری بیوی کا تعلق کسی اور مخلوق سے ہے یہ بے شک غیر معمولی بات ہے۔ اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کا تعلق آخر کس مخلوق سے ہے اس کا نام میلانی ہے وہ میری بیوی کیسے بنی یہ ایک دلچسپ داستان ہے جو میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ پہلے میں اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا تعارف کرانا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ میرا نام جعفر ہے۔ اور میری پہلی بیوی کا نام جمیلہ ہے جمیلہ سے میرے تین بچے احسن حسن اور فرزانہ ہیں شہر سے باہر میرے کچھ باغات اور تھوڑی سی زمینیں ہیں جن کی آمدن سے میری اور میرے گھر والوں کی گزر بسر آسانی سے ہو جاتی ہے۔ زمینوں اور باغات کے پاس ہی میرا چھوٹا اور خوبصورت سا تین کمروں کا کاٹیج نما مکان ہے لکڑی کا بنا ہوا یہ گھر میرے باپ دادا کے زمانے کا ہے میرے اس خوبصورت سے گھر میں زندگی کی تمام آسائشیں تو میسر نہیں ہیں۔ لیکن شہر سے دور اس خوبصورت اور سرسبز علاقے میں ہونے کی وجہ سے آرام و سکون کی فراوانی ہے' قریبی گاؤں بھی ہمارے گھر سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر ہے یہ اچھی بات ہے کہ میں نے اور میری بیوی نے اپنے ماہانہ خرچ میں سے کچھ بچت کرکے ایک پرانی اور کھٹارا سی جیپ خرید لی تھی جس سے ہمارے اور شہر کے درمیان فاصلے کچھ کم ہو گئے ہیں میں نے اپنے اس خوبصورت سے گھر کے سامنے چھوٹا سا باغ نما ایک لان بھی بنایا ہوا ہے اسے آپ باغ ہی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ درختوں کی کافی بہتات ہے باغ میں میں نے مرغیاں' بھیڑ بکریاں گائے بھینس اور کبوتر وغیرہ پال رکھے ہیں۔ جن کی دیکھ بھال کی ذمہ داری میری بیوی جمیلہ کے ذمے ہے اس کے علاوہ ایک اعلیٰ نسل کا السیشن کتا (ڈبو) بھی ہمارے اس خوبصورت گھر کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ہمارے ساتھ ہی رہتا ہے چونکہ ہمارے گھر میں اصلی دودھ' دہی' گھی' لسی وغیرہ کی بہتات تھی اس لئے ہم سب کی صحت ماشاء اللہ قابل رشک ہے اور خوبصورتی تو ہمارے گھر والوں کو ورثے میں ملی ہے بہرحال میرا یہ روزانہ کا معمول ہے کہ صبح فجر کے وقت تمام گھر والوں کو جگا دیتا ہوں نماز قرآن شریف وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد بچوں اور ڈبو (کتے) کے ساتھ زمینوں اور باغوں کا ایک چکر لگاتا ہوں زمینوں سے واپس آنے کے بعد ہم مل کر ناشتہ کرتے ہیں ناشتے کے بعد بچے اسکول کی تیاری میں اور میں جیپ کی دیکھ بھال اور صفائی میں لگ جاتا ہوں جیپ کی صفائی ستھرائی کرنے کے بعد بچوں اور کتے کے ساتھ اسکول کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں جو قریبی گاؤں میں واقع ہے بچوں کو اسکول چھوڑ کر اپنی جیپ میں باغ اور زمینوں پر کام کرنے والے مزدوروں کو بٹھا کر واپس گھر آجاتا ہوں۔ پھر صبح سے دوپہر تک مزدوروں کے ساتھ مل کر باغوں اور زمینوں پر جسم کو تھکا دینے والا کام کرتا ہوں ڈھائی بجے میں دوبارہ مزدوروں کو جیپ پر بٹھاتا ہوں اور گاؤں کی طرف چلا دیتا ہوں مزدوروں کو گاؤں میں چھوڑ کر اور بچوں کو اسکول سے لے کر دوبارہ گھر آجاتا ہوں۔ یہ اسی طرح کے ایک دن کا واقع ہے حسب معمول مزدوروں کو گاؤں میں چھوڑ کر اور بچوں کو اسکول سے لے کر میں گھر کی طرف آرہا تھا جب بالکل ہی اچانک ایک خوبصورت سی لڑکی سڑک کے درمیان میں آگئی میں نے بہت مشکلوں سے جیپ کو قابو میں رکھتے ہوئے بریک لگا دیئے۔ اور کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر اس عورت کو اس طرح سڑک کے درمیان میں آنے پر برا بھلا کہنے لگا۔ لیکن وہ عورت جواب دیئے بغیر ٹکٹکی باندھے میری طرف دیکھتے جا رہی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ ڈبو نے عورت کو دیکھتے ہی بھونکنا شروع کر دیا تھا بلکہ اس نے تو بھونک بھونک کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا بچے اسے چپ کرانے کی بہت کوشش کر چکے تھے لیکن وہ تو شاید آپے ہی سے باہر ہو چکا تھا میں دروازہ کھول کر جیپ سے باہر نکل آیا کیونکہ جیپ میں ڈبو کے بھونکنے کی وجہ سے کوئی بات سجھائی نہیں دے رہی تھی اس ویران علاقے میں اس طرح اکیلے پھرتے ہوئے تمہیں ڈر نہیں لگتا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ مجھے یہاں سے تھوڑی دور اپنی بستی تک جانا ہے اس نے میرے سوال کا جواب دیئے بغیر کہا ہم خانہ بدوش ہیں یہاں سے تھوڑی دور ہمارے قبیلے نے پڑاؤ ڈالا ہے اگر آپ اپنی جیپ میں مجھے پڑاؤ تک پہنچا دیں تو آپ کی بہت شکر گزار ہوں گی اس نے اپنی خوبصورت اور شیریں آواز میں کہا وہ اب بھی ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھے جا رہی تھی اس کے اس طرح دیکھنے سے مجھے کچھ الجھن سی محسوس ہو رہی تھی۔ تمہارا لباس تو خانہ بدوشوں والا نہیں لگتا۔ میں نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا وہ سفید رنگ کا خوبصورت کرتہ اور چوڑی دار پاجامہ پہنے ہوئے تھی اس سادہ سے لباس میں وہ آسمان سے اتری ہوئی کسی حور سے کم نہیں لگ رہی

تھی موٹی موٹی کالی سیاہ آنکھیں سب سے خوبصورت اس کے کالے سیاہ بال جو اچھی طرح بندھے ہونے کے باوجود اس کے پیراں کو چھو رہے تھے اتنے لمبے اور کالے سیاہ بال میں نے اپنی زندگی میں کسی لڑکی کے نہیں دیکھے تھے اور پھر سفید رنگ کا اس کا کرتہ وہ کسی عام کپڑے کا نہیں لگ رہا تھا بلکہ کپڑے میں ایک عجیب طرح کی چمک تھی جسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ شاید وہ کپڑا بہت مہنگا اور اچھی ورائٹی کا ہوگا لیکن سوچنے کی بات تو یہ تھی کہ اتنا مہنگا کپڑا ایک عام سی خانہ بدوش لڑکی کے پاس کہاں سے آگیا میں میٹرک تک تعلیم حاصل کر چکی ہوں اور مجھے خانہ بدوشوں والے لباس سے یہ سادہ لباس بہت بہتر لگتا ہے آپ کو حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا یہ لباس بہت مہنگا لگتا ہے نا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اتنا مہنگا لباس میرے پاس کہاں سے آگیا دراصل میرے دادا کو ریشم کے کیڑے پالنے کا شوق ہے یہ لباس انہیں کیڑوں کا مرہون منت ہے اور اسے میری ماں نے اپنے ہاتھوں سے سیا ہے۔ اس نے فخریہ لہجے میں مجھے بتایا میری جگہ کوئی عام بندہ ہوتا تو وہ اس سترہ اٹھارہ سال کی لڑکی کی اس بھولی بھالی سی صورت اور ہوش اڑا دینے والی اداؤں پر مرمٹتا لیکن میں بچپن ہی سے جنس مخالف سے دور بھاگتا رہا ہوں۔ پھر بھی اس بھولی بھالی اور معصوم سی لڑکی کو یوں اس ویرانے میں اکیلا چھوڑ دینا میں نے مناسب نہیں سمجھا اور اسے اپنی جیپ میں فرنٹ سیٹ پر بٹھالیا کتے کو بچوں نے پچھلی سیٹوں کے نیچے چھپا دیا تھا لیکن لڑکی کے جیپ میں بیٹھتے ہی اس نے سیٹوں کے نیچے سے ہی دوبارہ بھونکنا شروع کردیا یہ ڈبو کو آج نہ جانے کیا ہوا ہے ورنہ یہ تو بہت سمجھدار کتا ہے۔ بلاوجہ کسی پر بھونکنا تو دور کی بات دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ میں نے حیرانگی سے اور اونچی آواز میں کہا۔ شاید اسے بھوک لگی ہے لڑکی نے معصومیت سے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔ بھوک لگنے پر تو یہ بالکل بھی نہیں بھونکتا۔ بلکہ خاموشی سے بیٹھ جاتا ہے ویسے مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی تم اپنے پڑاؤ سے اتنی دور اکیلی کیا کرنے آئی تھی میں نے اس سے پوچھا۔ ایسے ہی گھومتی پھرتی اس طرف نکل آئی تھی دراصل مجھے گھومنے پھرنے کا بہت شوق ہے نا اور مجھے ہی کیا ہر خانہ بدوش کو یہ صفت ورثے میں ملی ہے اس نے جواب دیا تم روزانہ یوں ہی اکیلی گھومنے پھرنے اس ویرانے میں اتنی دور تک آتی ہو میں نے حیرانگی سے پوچھا ہاں ہم خانہ بدوش لڑکیاں اپنی حفاظت خود ہی بہتر کرسکتیں ہیں یہ صفت بھی ہمیں ورثے میں ملتی ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور کیا کیا تمہیں ورثے میں ملا ہے ذرا وہ بھی بتادو اس دفعہ میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔ بس یہیں گاڑی روک دیں۔ یہ ساتھ جو پہاڑ ہے نا اس کے پیچھے ہمارے قبیلے نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ اس نے سڑک کے ساتھ ایک بڑے اور خوفناک پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اتنے خطرناک پہاڑ کو تم عبور کیسے کرو گی۔ اسے عبور کرنا تو کسی مرد کے بس سے بھی باہر ہے اور تم تو نازک سی لڑکی ہو میں نے جیپ روکتے ہوئے حیرانگی سے پوچھا۔ یہ صفت بھی ہمیں ورثے میں ملی ہے۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا اور جیپ سے نیچے اتر گئی جبکہ میں حیرانگی سے اسے پہاڑ کی طرف جاتا دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پہاڑ پر اس طرح چڑھ رہی تھی جیسے پہاڑ پر نہیں بلکہ ہموار زمین پر چل رہی ہو ابو گاڑی چلائیں نا۔ دیر ہو رہی ہے اور ہمیں بھوک بھی لگ رہی ہے احسن نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور میں نے چونکتے ہوئے ہوں کہا اور گاڑی اسٹارٹ کردی ایک اور بات لڑکی کے جیپ سے دور جاتے ہی ڈبو نے بھونکنا بند کردیا تھا اور خاموشی سے سیٹوں کے درمیان بیٹھ گیا تھا۔

پھر دن اسی طرح گزرنے لگے وہ لڑکی روزانہ مجھے پہلے دن کی طرح سڑک پر اسی جگہ ملتی اور میں اس کے روزانہ اس خطرناک پہاڑ تک پہنچا کر گھر واپس آجاتا تھا لڑکی نے مجھے اپنا نام میلدنی بتایا تھا میں اس کا نام سن کر بہت حیران ہوا تھا بلکہ میں نے اس سے اس کے نام کے متعلق پوچھا بھی تھا لیکن اس نے یہ کہہ کر بات ٹال دی تھی کہ ہمارے قبیلے میں اسی طرح کے نام ہوتے ہیں میری بیوی کو بھی اس لڑکی کے متعلق معلوم ہوگیا تھا۔ لیکن مجھ پر اندھا اعتماد کرنے کی وجہ سے اس نے بھی مجھے کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی آج بھی حسب معمول وہ مجھے سڑک کے کنارے میری جیپ کا انتظار کرتی مل گئی تھی ڈبو کو میں نے ساتھ لانا چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ اس لڑکی پر حد سے کچھ زیادہ ہی بھونکنے لگا تھا اور آج تو میں جیپ میں بالکل ہی اکیلا تھا کیونکہ اتوار ہونے کی وجہ سے اسکول میں چھٹی تھی اس لئے بچے گھر پر ہی تھے۔ میلدنی نے جیپ میں بیٹھتے ہی بچوں کے بارے میں پوچھا۔ تمہیں معلوم نہیں ہے۔ اتوار کے دن اسکول بند ہوتے ہیں میں نے جواب دیا۔ اچھا ہمارے ہاں تو اتوار ہو یا سوموار ہو اسکول کھلے ہی رہتے ہیں اس نے کہا یہ کیا بات ہوئی اتوار کو تو ہر جگہ اسکول بند ہو جاتے ہیں تم مریخ سے تو نہیں آئی ہو میں نے پوچھا مریخ کیا ہوتا ہے اس نے کمال معصومیت سے پوچھا اب تو مجھے پکا یقین ہوگیا ہے کہ تم نے اسکول کی

صورت بھی نہیں دیکھی ہوگی ایسے ہی رعب جمانے کے لئے اپنے پڑھے لکھے ہونے کا بہانہ بنا دیا ہوگا میں نے کہا کیوں مجھ میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی میں نے ایسے ہی بات بڑھانے کے لئے پوچھا۔ اس لئے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں روزانہ اتنا لمبا سفر پیدل طے کرکے میں صرف آپ کو دیکھنے کے لئے یہاں آتی ہوں مجھے نہیں معلوم کہ آپ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں یا نہیں لیکن یہ بات تو طے ہے کہ میں آپ کو دیکھے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس نے جذباتی لہجے میں مجھے بتایا_ تو آخر بلی تھیلے میں سے باہر آہی گئی شک تو مجھے پہلے دن ہی ہوگیا تھا۔ اب معاملہ کنفرم بھی ہوگیا تھا میں نے سوچا اور پھر اس نے مخاطب ہوتے ہوئے کہا وہ جو تین بچے تم پہلے دن سے میرے ساتھ دیکھ رہی ہو نا وہ میں نے گود نہیں لئے بلکہ میرے اپنے بچے ہیں اور انہیں جنم دینے والی ایک عدد ماں بھی میرے گھر میں موجود ہے اور اس کے علاوہ میرا کسی سے محبت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیونکہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں آئندہ اپنا وقت برباد کرنے سے بہتر ہے کہ کسی اچھے کام میں اپنا وقت صرف کرو اور مجھے بھول جاؤ کیونکہ یہ بات ناممکن ہے میں نے کہا اس دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے بس آدمی کو دھن کا پکا ہونا چاہیے اگر آپ میرا ساتھ دیں تو میں آپ کی دوسری بیوی بننے کے لئے تیار ہوں اس نے کہا میں تم سے کہہ چکا ہوں ناکہ میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کسی دوسری عورت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اس لئے بے کار میں بحث مت کرو۔ اور اپنے قبیلے کی طرف لوٹ جاؤ۔ وہ سامنے تمہارا پہاڑ نظر آرہا ہے میں نے جیپ کو بریک لگاتے ہوئے کہا تو پھر آپ بھی میری ایک بات سن لیں۔ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ محبت کی ہے قبیلے کے ہزاروں لڑکے مجھ پر جان دیتے ہیں لیکن میں نے آپ کے علاوہ آج تک کسی کو اپنی طرف بڑھنے نہیں دیا کیونکہ مجھے آپ جیسے مرد کی تلاش تھی اور اب جب کہ آپ مجھے مل چکے ہیں میں آپ کو کسی قیمت کھونا نہیں چاہتی چاہے آپ مجھ سے محبت کریں یا نہ کریں مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو آپ سے محبت کرتی ہوں نا۔ اور مجھے اپنی محبت کو حاصل کرنا آتا ہے۔ اگر آپ کی محبت میں طاقت ہے میری مراد آپ کی بیوی سے ہے تو آپ کو مجھ سے چھین کر دیکھ لے پھر دیکھنا میں اپنی محبت کے لئے کیا کرتی ہوں اب میں چلتی ہوں انشاءاللہ جلد دوبارہ ملاقات ہوگی۔ اس نے کہا اور پہاڑوں کی طرف چلدی لیکن اس کی باتوں نے مجھے واقعی پریشان کردیا کیونکہ اس کی آنکھوں میں میں نے عزم و استقلال کی ایسی پرچھائیاں دیکھی تھیں جنہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد میں نے اس کی باتوں کو ذہن سے یہ سوچ کر جھٹک دیا کہ لڑکی پاگل ہے اور جیپ اسٹارٹ کرکے گھر کی طرف چلدیا۔

پھر اس دن کے بعد وہ دوبارہ مجھے اس سڑک پر نظر نہیں آئی۔ میں نے شکر ادا کیا کہ چلو جان چھوٹی لیکن وہ شاید اس طرح جان چھوڑنے والی نہیں تھی جبھی ایک دن اچانک ہی وہ ہمارے باغ نما لان میں نمودار ہوئی جمیلہ اندر باورچی خانے میں رات کے لئے ہانڈی پکا رہی تھی جبکہ بچے باغ میں ادھر ادھر بھاگ دوڑ رہے تھے میں کبوتروں اور مرغیوں کو دانہ ڈالنے کے بعد کیاریوں کی صفائی کررہا تھا اسے اس طرح اپنے باغ میں داخل ہوتے دیکھ کر میں بوکھلا گیا ارے یہ تو وہی سڑک والی آنٹی ہیں فرزانہ نے کہا تم یہاں کیسے آگئی ہو میں نے حیرانگی سے پوچھا یہ تو کچھ بھی نہیں ہے میرا ارادہ تو آپ کے دل تک رسائی حاصل کرنے کا ہے اس نے مسکراتے ہوئے کہا جو کہ ایک ناممکن بات ہے آؤ میں تمہیں اپنی بیوی سے ملاؤں میں نے اس سے کہا مجھے آپ کے علاوہ کسی اور سے ملنے کا شوق نہیں ہے اس نے کہا لیکن میری بیوی کو تم سے ملنے کا بہت شوق ہے میں نے آپ سے کچھ بات کرنی ہے پھر میں واپس چلی جاؤں گی اس نے کہا اچانک دروازہ کھلا اور جمیلہ باغ میں داخل ہوئی ہمارے باورچی خانے کی کھڑکی باغ میں کھلتی ہے وہ شاید میلدنی کو مجھ سے باتیں کرتے دیکھ چکی تھی اس لئے ہمارے باورچی خانے کی کھڑکی باغ میں کھلتی ہے وہ شاید میلدنی کو مجھ سے باتیں کرتے دیکھ چکی تھی اس لئے اب اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے باغ میں موجود تھی جعفر کون ہے یہ جمیلہ نے پوچھا۔ آؤ جمیلہ اس سے ملو یہ وہی لڑکی میلدنی ہے جو ہمیں سڑک پر ملتی تھی آج گھر بھی آگئی ہے اور یہ میری بیوی جمیلہ ہے میں نے تعارف کراتے ہوئے کہا تو یہ ہے آپ کی بیوی خیر مجھے اس سے کیا میں صرف یہ پوچھنے آئی تھی کہ آپ مجھے اپنی بیوی بنانے کے لئے تیار ہیں یا نہیں آج مجھے صاف صاف جواب دیں۔ اس نے میری بیوی سے گھبرائے بغیر اور گھوما پھرا کر بات کرنے کی بجائے ڈائریکٹ بات کرنا مناسب سمجھا صاف صاف جواب تو میں تمہیں اسی دن دے چکا تھا کیوں میری وجہ سے اپنی زندگی تباہ کررہی ہو۔ تمہیں مجھ سے بھی اچھے انسان مل جائیں گے میں نے کہا دیکھو لڑکی ابھی تمہاری عمر اتنی نہیں

ہے کہ تم اس طرح محبت میں پاگل ہوتی پھرو۔ ابھی تمہاری عمر بہت کچی ہے اس عمر میں انسان سوچے سمجھے بغیر کنوئیں میں چھلانگ لگا دینا بہتر سمجھتا ہے اس لئے لیکن میلدنی نے اس کی بات کاٹ دی تو آپ انکار کر رہے ہیں اس نے جمیلہ کی طرف توجہ دیئے بغیر مجھ سے کہا۔ ہاں ہاں ہاں کتنی دفعہ اور کہوں کہو تو لکھ کر بھی دے سکتا ہوں اور مہربانی کر کے اسے اپنی عزت کا مسئلہ نہ بنا لینا۔ بلکہ اسے میری کمزوری سمجھو اور حالات سے سمجھوتا کرنا سیکھو۔ اب اپنے قبیلے کی طرف لوٹ جاؤ اور مجھے بھول جاؤ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ٹھیک ہے' اب میری بات بھی سن لیں آپ کی محبت اگر میں اپنے دل سے نکالنا بھی چاہوں تو بھی نہیں نکال سکتی ہوں آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں اپنی محبت کو آواز دوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری محبت آپ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی میں آپ کو یا آپ کے گھر والوں کے ساتھ برا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن آپ نے مجھے مجبور کر دیا ہے اپنی محبت حاصل کرنے کے لئے میں سب کچھ کر سکتی ہوں۔ میں جا رہی ہوں جانے سے پہلے اتنا بتا دیتی ہوں کہ کل صبح آپ کا بڑا لڑکا سخت بیمار پڑ جائے گا۔ اور ایک دو دن بعد مر جائے گا۔ پھر بھی اگر آپ نے انکار کیا تو آپ کے چھوٹے بیٹے کا بھی یہی حال ہو گا آپ انکار پر انکار کرتے جائیں گے اور آپ کے گھر کے افراد کم ہوتے جائیں گے آخر میں صرف ہم دونوں اکیلے بچ جائیں گے میں جا رہی ہوں۔ خدا حافظ اچھی طرح میرے بارے میں سوچ لینا اس نے کہا اور ہماری آنکھوں کے سامنے سے اچانک ہی غائب ہو گئی جعفر مجھے تو کوئی بد روح لگ رہی ہے احسن حسن فرزانہ اندر چلو یہ بادل صرف گرجنے والے ہیں برسنے والے نہیں ہیں اپنے آپ کو پریشانی میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے کہا لیکن جمیلہ اتنی گھبرا چکی تھی کہ بچوں کو زبردستی اپنے ساتھ لئے اندر کمرے کی طرف چلدی۔ اور میں مسکرا کر دوبارہ کیاریوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن دوسرے دن صبح احسن واقعی بیمار ہو گیا وہ بستر پر لیٹا چھت کو گھورے جا رہا تھا اس نے بات چیت کرنا۔ حتیٰ کہ حرکت کرنا بھی بالکل چھوڑ دیا تھا بس چھت کو گھورے جا رہا تھا جمیلہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ جعفر یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے نا تم اس لڑکی کو آگے بڑھنے دیتے اور نہ آج یہ دن دیکھنا پڑتا۔ جمیلہ نے روتے ہوئے کہا جمیلہ اپنے آپ کو سنبھالو۔ احسن بالکل ٹھیک ہو جائے گا ہم اسے شہر لے جائیں گے۔ اچھے سے اچھے ڈاکٹروں کو دکھائیں گے۔ تم بے فکر رہو میں نے اس سے کہا تو پھر چلو کہیں دیر نہ ہو جائے شہر یہاں سے دور بھی تو بہت ہے اس نے اٹھتے ہوئے کہا پھر ہم ضروری اشیاء ساتھ لے کر اور گھر کو بند کر کے شہر کی طرف روانہ ہو گئے ڈاکٹر نے احسن کو اچھی طرح چیک کرنے کے بعد لاعلمی کا اظہار کر دیا مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ اسے کیا بیماری ہے۔ بظاہر تو بالکل صحت مند لگ رہا ہے لیکن دل کی دھڑکن ڈوبتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا اور میرے پاؤں کے نیچے سے جیسے زمین ہی نکل گئی ڈاکٹر صاحب آپ ایک دفعہ پھر اسے اچھی طرح چیک کریں شاید کچھ پتا چل جائے میں نے کہا میں اچھی طرح چیک کر چکا ہوں ان کی تمام رپورٹیں بھی او کے ہیں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی ایسا کریں میں آپ کو ڈاکٹر جمیل کا پتا لکھ دیتا ہوں آپ انہیں دکھا دیں وہ ضرور اس بیماری کی تہہ تک پہنچ جائیں گے اس نے پیڈ پر ڈاکٹر کا پتہ لکھتے ہوئے کہا اور کاغذ پھاڑ کر میرے حوالے کر دیا لیکن ڈاکٹر جمیل نے بھی لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ اسے بھی اس بیماری کی سمجھ نہیں آئی تھی پھر کتنے ہی ڈاکٹروں کو دکھانے کے بعد آخر ہم گھر واپس آ گئے۔ احسن کی طبیعت لحہ بہ لحہ بگڑتی جا رہی تھی رنگ پیلا پڑتا جا رہا تھا شاید موت کی زردی تھی جمیلہ احسن کے بستر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی جعفر تم اس بد روح سے شادی کر لو۔ جمیلہ نے روتے ہوئے کہا پاگل تو نہیں ہو گئی ہو۔ پتا نہیں وہ چڑیل ہے یا بد روح ہے اس گھر میں گھس کر کہیں بچوں کو اور کوئی نقصان ہی نہ پہنچا دے۔ اور پھر کیا تم اسے سوکن کے روپ میں قبول کر لو گی میں نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ہاں میں اسے سوکن کے روپ میں قبول کرنے کے لئے تیار ہوں میں تو بس اپنے احسن کو جیتے کھیلتے دیکھنا چاہتی ہوں تم اس سے شادی کر لو اللہ کے واسطے تم اس سے شادی کر لو کہیں احسن کو کچھ ہو نہ جائے اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا اب میں اسے کہاں تلاش کروں مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کے قبیلے نے پڑاؤ کہاں ڈالا ہے۔ میں نے پریشان لہجے میں کہا اور اپنا سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے تمہیں بتایا تو تھا کہ ان کے قبیلے نے پہاڑ کے پیچھے کہیں پڑاؤ ڈالا ہے جمیلہ نے کہا اس پہاڑ پر چڑھنا بالکل ہی ناممکن میں نے کہا آپ کو مجھے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تو ہر وقت آپ کے آس پاس ہی موجود رہتی ہوں تو آپ مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اب دیکھنا میں آپ کے گھر کو کیا سے کیا بنا دوں گی۔ آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی کیونکہ اب آپ کے گھر پر دولت کی بارش ہونے والی ہے آپ دنیا کے امیر ترین آدمی بننے والے ہیں

میلدنی نے اچانک ہی کمرے میں نمودار ہوتے ہوئے کہا۔ سنو یہ تم سے شادی کرنے کے لئے تیار ہے تم بس احسن کو ٹھیک کر دو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں جمیلہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے التجا آمیز لہجے میں کہا۔ لیکن میلدنی نے اس کی طرف توجہ دیئے بغیر مجھ سے کہا۔ آپ کا بچہ کل صبح تک خود ہی صحت یاب ہو جائے گا بلکہ اس کی صحت پہلے سے بھی زیادہ بہتر ہو جائے گی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے آپ شادی کی تیاریاں کریں میں کل دوبارہ آؤں گی اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا اور جس طرح اچانک ہی نمودار ہوئی تھی اسی طرح اچانک غائب ہو گئی۔ پھر دوسرے دن احسن واقعی ٹھیک ہو گیا یوں لگتا تھا جیسے وہ کبھی بیمار ہی نہیں ہوا ہو۔ جمیلہ کی خوشی کی تو کوئی انتہا نہ تھی وہ صبح سے احسن کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔ کبھی اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگتی اور کبھی اسے چومنے لگتی تھی پورے بارہ بجے میلدنی کمرے میں نمودار ہوئی تو مکمل دلہن کے روپ میں تھی دلہن کے لباس میں وہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور معلوم ہو رہی تھی آپ شادی کے لئے تیار ہیں اس نے پوچھا۔ اور میں نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاں کہہ دی کیونکہ میں اب اپنی بیوی اور بچوں کو کسی اور پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے اس سے شادی کرنے ہی میں بہتری سمجھی پھر اسی دن ساتھ والے گاؤں کی مسجد میں ہمارا نکاح ہو گیا اور وہ دوسری بیوی کے روپ میں میرے گھر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی شادی کی پہلی رات اس نے مجھے ہیرے جواہرات سے مالا مال کر دینا چاہا لیکن میں نے صاف انکار کر دیا۔ میں اپنی چھوٹی سی دنیا سے مطمئن تھا۔ اور دولت وغیرہ کے چکر میں پڑ کر اپنی زندگی کو تباہ نہیں کرنا چاہتا تھا پھر میں اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا زیادہ بہتر سمجھتا تھا اس طرح مفت ہاتھ آئی دولت کو قبول کرنا میرے بس سے باہر تھا میرے انکار کرنے کے بعد اس نے بھی مجھ پر زیادہ زور دینا مناسب نہیں سمجھا لیکن شادی کے دوسرے دن ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ میرے منع کرنے کے باوجود وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی تھی اکثر ایسا ہونے لگا تھا کہ اگر اگلے دن میں نے زمینوں پر ٹریکٹر چلانا ہوتا۔ تو اس ایک رات کے اندر اندر تمام زمینوں پر ٹریکٹر چل چکا ہوتا تھا۔ اور میں حیران ہونے کے بجائے سیدھا میلدنی کے پاس پہنچ جاتا تھا لیکن میرے پوچھنے پر وہ کمال معصومیت سے جواب دیتی کیا میرا آپ کے اوپر اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں کبھی کبھی کام میں آپ کا ہاتھ بٹا سکوں اور میں جواب دیتا تھا کہ باہر کے کام میں اپنے ہاتھوں سے انجام دینا چاہتا ہوں اس سے مجھے سکون حاصل ہوتا ہے گھر کے اندر تم جو چاہو کرتی رہو۔ میں منع نہیں کروں گا لیکن اس نے شاید میری بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی کیونکہ یہ سلسلہ اب بھی چل رہا ہے۔ اب تو میں نے اسے روکنا ٹوکنا بھی چھوڑ دیا ہے کیونکہ مجھے پتا ہے کہ وہ سب کچھ میری محبت میں کر رہی ہے تین چار دن گزرنے کے بعد میں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ دل کی بری نہیں تھی بہت پیار کرنے والی لڑکی تھی سب کا خیال رکھتی تھی احسن حسن اور فرزانہ کے ساتھ جلد ہی گھل مل گئی تھی وہ تینوں بھی اسے پسند کرنے لگے تھے لیکن ایک اور بات جو میں نے محسوس کی تھی وہ یہ کہ وہ جمیلہ سے زیادہ بات چیت نہیں کرتی تھی بلکہ اس سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتی تھی میں نے اسے حسد سمجھ کر نظرانداز کر دیا تھا اس کے علاوہ جہاں تک میرا تعلق تھا میں میلدنی کے پاس زیادہ نہیں جاتا تھا اور اس بات کا اس نے کبھی بھی گلہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ تو مجھے اور بھی ٹوٹ کر پیار کرنے لگی تھی۔

یہ ایک خوبصورت سی شام کی بات ہے بچے باغ میں کھیل رہے تھے میں کبوتروں کو دانہ پانی ڈال رہا تھا جمیلہ باورچی خانے میں تھی جبکہ میلدنی سامنے کرسی پر بیٹھی مجھے دیکھ رہی تھی اچانک نہ جانے میلدنی کو کیا ہوا اس نے اونچی آواز میں کسی سے باتیں کرنا شروع کر دیں میں اور بچے حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے تھے ڈبو چونکہ میلدنی کو گھر میں بالکل بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے میں نے اسے زمینوں پر موجود چوکیدار کے پاس بھجوا دیا تھا میلدنی کہہ رہی تھی میں اب تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی میری شادی ہو گئی ہے وہ دیکھو وہ سامنے میرا شوہر موجود ہے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں کسی صورت تمہارے ساتھ واپس نہیں جا سکتی ہوں اس نے کہا اور خاموش ہو کر سامنے دیکھنے لگی تھوڑی دیر خاموشی سے سامنے دیکھنے کے بعد اس نے دوبارہ کہا میں امی ابو سے اجازت لے چکی ہوں انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے پھر ہمارے مذہب میں شوہر کو چھوڑ دینا حرام ہے اس لئے اب تم مجھے بھلا دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ میلدنی نے کہا اور خاموشی سے سامنے والی کی بات سننے لگی میں اور بچے خاموشی سے دلچسپ منظر دیکھ رہے تھے تھوڑی دیر بعد میلدنی نے مڑ کر ہماری طرف دیکھا اور ہمیں دلچسپی سے اپنی طرف دیکھ کر مسکرا کر کہنے لگی۔ یہ میرے قبیلے کا لڑکا ربی تھا۔ مجھے بہت چاہتا تھا بلکہ اب بھی چاہتا ہے مجھے

تلاش کرتا ہوا یہاں تک آگیا تھا تم بے فکر رہو۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے آئندہ وہ یہاں نہیں آئے گا میلڈنی نے کہا۔ دیکھو میلڈنی اب بھی وقت ہے تم واپس اپنے ماں باپ کے پاس چلی جاؤ میں اپنے گھر میں کسی قسم کا لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتا وہ لڑکا تمہاری محبت میں پاگل ہو رہا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تمہیں تلاش کرتا ہوا یہاں تک آگیا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے انتقام لینے کے لئے میرے گھر والوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا یہ بات یاد رکھنا میں نے کہا اور اٹھ کر اندر کمرے کی طرف چلا گیا۔

دوسرے دن صبح سویرے کا ذکر ہے میری بیوی اور میلڈنی فجر کی نماز اکٹھے پڑھنے کے بعد کمرے میں بیٹھے تھے ایک بات بتانا بھول گیا کہ میلڈنی دینی معاملات کی بہت پابند تھی نماز قرآن شریف باقاعدگی سے پڑھتی تھی اس کی ان اچھی عادتوں کی وجہ سے ہی شاید میں اسے پسند کرنے لگا تھا اتنا تو مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ جو بھی مخلوق ہے مسلمان ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ جنات میں سے ہے یا پریوں میں سے ہے۔ میں نے اسے کریدنے کی بہت کوششیں کی تھی لیکن اس نے مجھے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں آپ کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ اسے میری مجبوری سمجھ لیں۔ اگر میں نے آپ کو اپنے بارے میں کچھ بتا دیا تو میرے قبیلے والے نہ مجھے زندہ رہنے دیں گے اور نہ ہی آپ کے گھر والوں کو زندہ چھوڑیں گے اس لئے ہم دونوں کی بہتری اسی میں ہے کہ ہنسی خوشی زندگی بسر کریں اور ایک دوسرے کو کریدنے کی کوشش نہ کریں میلڈنی نے مجھ سے کہا۔ اور پھر اس دن کے بعد میں نے اس کریدنے کی کوشش نہیں کی بہرحال بات ہو رہی تھی اس خوبصورت صبح کی۔ ہم نماز قرآن شریف سے فارغ ہو کر کمرے میں بیٹھے تھے جمیلہ بچوں کو جگانے ان کے کمرے میں جا چکی تھی تھوڑی دیر بعد جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو بہت پریشان لگ رہی تھی میں نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ احسن اپنے کمرے سے غائب ہے۔ میں نے کہا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے باہر باغ میں کھیل رہا ہو گا لیکن جمیلہ نے بات درمیان میں کاٹتے ہوئے کہا میں تمام گھر اور باغ میں اسے اچھی طرح تلاش کر چکی ہوں وہ گھر میں موجود نہیں ہے اب تو میرے بھی ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے لیکن میں نے اسے دلاسہ دینے کے لئے کہا وہ کہاں جا سکتا ہے ہمیں پریشان کرنے کے لئے یہیں کہیں چھپ گیا ہو گا آؤ میں بھی تمہارے ساتھ تلاش کرتا ہوں میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن احسن واقعی گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکا تھا گھر میں اس کا نام و نشان موجود نہیں تھا جمیلہ نے اب باقاعدہ رونا شروع کر دیا تھا میرا اپنا پریشانی سے برا حال تھا اچانک مجھے کل شام کا واقعہ یاد آیا۔ جب میلڈنی کسی لڑکے سے بات چیت کر رہی تھی میں نے میلڈنی کی طرف مڑتے ہوئے غصے سے کہا یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ وہ تمہارا عاشق تم سے انتقام لینے کے لئے میرے بچے کو اغواء کر کے لے گیا ہے۔ میں اب اس گھر میں تمہیں ایک منٹ بھی برداشت نہیں کر سکتا ہوں تم کچھ دن اور یہاں رہی تو میرے گھر کو تباہ کر دو گی دفع ہو جاؤ یہاں سے اور آئندہ کبھی اس گھر میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا میں نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور میلڈنی حیرانگی سے مجھے دیکھتی ہوئی اچانک ہی ہماری نظروں سے غائب ہو گئی اور میں سر پکڑ کر باغ میں رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جمیلہ اب بھی احسن کو گھر میں ادھر ادھر تلاش کر رہی تھی۔ اچانک مجھے جمیلہ کے چیخنے کی آواز سنائی دی اور میں اندر کمرے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا جمیلہ باتھ روم میں موجود تھی احسن باتھ روم کے فرش پر بے سدھ پڑا تھا اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا میں نے آگے بڑھ کر احسن کو گود میں اٹھا لیا وہ بے ہوش تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم سب کمرے میں موجود تھے احسن کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ ہوش میں آچکا تھا باتھ روم میں پڑے صابن پر پاؤں سلپ ہونے کی وجہ سے اور سر نلکے کی ٹونٹی پر لگنے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا لیکن ڈاکٹر نے چیک کرنے کے بعد کہہ دیا تھا کہ زخم معمولی ہے اور خطرے کی کوئی بات نہیں ہے کچھ دنوں میں احسن بالکل صحت یاب ہو جائے گا۔ اس وقت دوپہر کے بارہ بج رہے تھے اور میلڈنی کا کچھ پتا نہیں تھا۔ مجھے اپنے رویے پر سخت ندامت محسوس ہو رہی تھی میں نے بلا سوچے سمجھے اسے بری طرح جھڑک دیا تھا جمیلہ بھی مجھے کہہ چکی تھی کہ آپ کو میلڈنی کو اس طرح ڈانٹنا نہیں چاہیے تھا وہ تو بہت پیار کرنے والی لڑکی تھی آپ کے پیار کی وجہ سے اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر یہاں آبسی تھی آپ کو اس کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا اب وہ شاید ناراض ہو گئی ہے میں تو خود اپنے رویے پر پچھتا رہا تھا جمیلہ کو کیا جواب دیتا۔ اس لئے خاموش ہی رہا۔ پھر پہلے شام ہوئی اور بعد میں رات۔ لیکن میلڈنی واپس نہیں آئی۔ احسن حسن اور فرزانہ بھی کئی دفعہ میلڈنی کے متعلق پوچھ چکے تھے لیکن میں انہیں کیا جواب دیتا۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کا قبیلہ کہاں آباد ہے۔ ورنہ میں اسے تلاش کرنے ضرور

جاتا اور پھر رات بھی گزر گئی۔ میلانی واپس نہیں آئی صبح میں اور میری بیوی فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز پڑھ کر جب میں نے سلام پھیرا تو میں نے میلڈنی کو بھی اپنے ساتھ نماز پڑھتے پایا میلڈنی تم کہاں چلی گئی تھی۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے تمہیں بلا سوچے سمجھے ڈانٹ دیا تھا معاف کر دو مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا میں نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ لیکن میلڈنی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تم مجھ سے ناراض ہو نا میں نے پوچھا۔ نہیں تو میں بھلا آپ سے کیوں ناراض ہونے لگی۔ میں آپ کی بیوی ہوں آپ کو حق حاصل ہے مجھے ڈانٹنے کا۔ میلڈنی نے سر ہلاتے ہوئے کہا لگتا ہے تم کچھ زیادہ ہی ناراض ہو چلو مجھے معاف کر دو آئندہ سوچے سمجھے بغیر کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ میں نے کہا نا میں آپ سے بالکل بھی ناراض نہیں ہوں۔ آپ تو میرے سر کے تاج ہیں آپ کا دل دکھا کر میں نے اپنی آخرت برباد کرنی ہے اس نے جواب دیا تو پھر کل سے کہاں غائب تھی میں نے پوچھا میں رلی کو تلاش کر رہی تھی۔ لیکن رلی سے ملنے کے مجھے پتا چلا کہ احسن کو اس نے اغوا نہیں کیا ہے بعد میں مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ احسن آپ کو مل گیا ہے اور زخمی ہے میں واپس یہاں آنا چاہتی تھی لیکن امی ابو نے مجھے روک لیا اب احسن کیسا ہے میلڈنی نے پوچھا وہ پہلے سے بہتر ہے۔ لیکن تمہاری ایک دن کی جدائی سے ہمیں پتا چل گیا ہے کہ بچے تم سے بہت پیار کرنے لگے ہیں کل سے تمہارے بارے میں دس دفعہ پوچھ چکے ہیں اور ابھی اٹھتے ہی پھر تمہارے بارے میں پوچھنا شروع کر دیں گے میں نے کہا مجھے بھی ان کی یاد نے بہت ستایا ہے اچھا میں ان سے مل کر آتی ہوں۔ میلڈنی نے کہا اور بچوں کے کمرے کی طرف چل دی میں اور جمیلہ اسے بچوں کے کمرے کی طرف جاتا دیکھنے لگے۔

بچے میلڈنی کو دیکھ کر بہت خوش نظر آرہے تھے دن اسی طرح ہنسی خوشی گزرنے لگے اب تو ہم میلڈنی کو اپنے ہی گھر کا فرد سمجھنے لگے تھے وہ بھی ہم سب سے بے انتہا محبت کرتی تھی لیکن جمیلہ اور میلڈنی کے درمیان نا ختم ہونے والا فاصلہ اب بھی موجود تھا میں نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل مل جائیں لیکن میں بری طرح ناکام ہو گیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے قریب ہونے کے باوجود بہت دور تھیں۔ اس لئے میں نے بھی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ ایک سردی رات کا قصہ ہے کہ سردی زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم سب کھانا کھانے کے فوراً بعد بستروں میں گھس گئے تھے کمرے میں آتش دان روشن تھا۔ جس کی راحت بخش گرمی سے کمرہ کافی گرم تھا۔ کمرے میں لیمپ کی دھیمی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی اچانک مجھے کسی کے دیوار سے کودنے کی آواز سنائی دی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا جمیلہ بھی اٹھ چکی تھی جعفر یہ کون ہو سکتا ہے جمیلہ نے پریشان لہجے میں مجھ سے پوچھا تم یہیں ٹھہرو میں دیکھتا ہوں میں نے بستر سے باہر نکلتے ہوئے اور بستر کے ساتھ رکھے ٹائم پیس پر ٹائم دیکھتے ہوئے کہا رات کے ڈیڑھ بج رہے تھے جعفر پستول اپنے ساتھ لیتے جانا جمیلہ نے کہا اور میں سر ہلاتا ہوا الماری کی طرف چلا گیا الماری میں سے پستول نکال کر میں ابھی باہر کی طرف جانے ہی لگا تھا کہ دروازہ ایک دھماکے سے کھل گیا اور دو پستول برادران اپنے چہروں کو کپڑے سے چھپائے اندر داخل ہو گئے۔ پستول پھینک کر باہر چلو اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ اور میں پستول میز پر رکھ دی چلو باہر۔ اور تم بھی چلو باہر اس نے پہلے مجھے اور بعد میں جمیلہ سے کہا اور ہم دونوں کمرے سے باہر چل دیئے۔ درمیان والے کمرے میں پہنچ کر پہلے نقاب پوش نے دوسرے سے کہا سامنے والے کمرے میں اگر کوئی موجود ہو تو اسے بھی باہر لے آؤ اور دوسرا نقاب پوش سر ہلاتا ہوا بچوں کے کمرے کی طرف چل دیا۔ میلڈنی بچوں کے ساتھ ہی سوتی تھی۔ اس لئے تھوڑی دیر بعد میلڈنی تینوں بچوں کے ساتھ ہمارے سامنے موجود تھی اور سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی لیکن میں اسے کیا بتاتا۔ اس لئے خاموش ہی رہا میں انہیں کور کرتا ہوں تم سب کمروں کو اچھی طرح چیک کرو۔ اور گھر میں جو زیور یا نقدی ملے یہاں لے آؤ پہلے نقاب پوش نے دوسرے سے کہا اور دوسرا نقاب پوش سر ہلاتا ہوا کمروں کی طرف چل دیا یہ کون لوگ ہیں اس کے کمرے سے باہر نکلتے ہی میلڈنی نے پوچھا۔ ڈاکو یا چور ہیں تم فکر نہ کرو اپنا کام کر کے خود ہی چلے جائیں گے میں نے طنزیہ لہجے میں کہا اور میلڈنی غور سے کمرے میں کھڑے نقاب پوش کو دیکھنے لگی تھوڑی دیر بعد اندر کمروں میں موجود نقاب پوش باہر نکل آیا اس کے ہاتھ میں جمیلہ کے شادی کے زیورات کے ڈبے اور گھر میں موجود نقدی تھی استاد بس یہی چیزیں اندر کمرے میں موجود تھیں اس نے اپنے ساتھی سے کہا کافی ہیں۔ چلو انہیں اس رسی سے باندھو۔ پہلے نقاب پوش نے اپنی کمر کے گرد لپٹی ہوئی رسی کو کھولتے ہوئے دوسرے نقاب پوش سے کہا لیکن رسی کھولتے ہوئے اس کی توجہ ہم پر سے ہٹ چکی تھی میرے لئے اتنا موقع ہی کافی تھا میں نے

اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور اسے اپنے ساتھ لیتا ہوں زمین پر گر گیا زمین پر گرتے ہی اس نے اچانک ہی فائر کردیا لیکن جھٹکا لگنے کی وجہ سے نشانہ خطا ہوچکا تھا اس لئے گولی چھت پر لگی میں نے اس پر مکوں کی بارش کردی اتنی دیر میں جمیلہ بھی چیختی ہوئی میری مدد کو پہنچ چکی تھی اور تھپڑوں سے اس کی خاطر مدارت کرنے لگی نقاب پوش کا دوسرا ساتھی ہاتھ میں زیورات کے ڈبے لئے کھڑا حیرانگی سے ہمیں دیکھ رہا تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے دونوں ہاتھوں میں زیورات کے ڈبے موجود تھے اس نے جھنجلا کر ڈبوں کو زمین پر پھینک دیا اور آگے بڑھ کر میری بیوی کو زمین پر دھکا دے کر اس پر لاتوں کی بارش کردی جمیلہ نے بری طرح چیخنا شروع کردیا اس کی چیخوں کی آواز سن کر میں بدحواسی میں اپنے نیچے موجود نقاب پوش کو چھوڑ کر جمیلہ کی طرف بڑھا لیکن میرے پیچھے موجود نقاب پوش نے اچانک ہی مجھے پیچھے سے پکڑ کر زمین پر گرا لیا اور مجھے مکے مارنے لگا۔ اب جمیلہ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی شاید وہ بے ہوش ہوگئی تھی لیکن وہ نقاب پوش اب بھی اسے ٹھڈے مارے جارہا تھا میلڈنی حیرانگی سے کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اسے جیسے اچانک ہی ہوش آگیا رک جاؤ دونوں رک جاؤ ورنہ اپنی تباہی کے ذمہ دار تم دونوں خود ہی ہوگے اس نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا پتا نہیں اس کی آواز میں ایسی کیا بات تھی کہ وہ دونوں اچانک ہی رک گئے ایسے جیسے چابی ختم ہونے پر کھلونا رک جاتا ہے دونوں احمقوں کی طرح منہ اٹھائے میلڈنی کو دیکھ رہے تھے ادھر سائیڈ پر آکر کھڑے ہو جاؤ میلڈنی نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور وہ دونوں سر جھکائے آرام سے سائیڈ پر پڑی کرسیوں کے پاس آکر کھڑے ہوگئے جیسے وہ میلڈنی کے شاگرد ہوں اور میلڈنی ان کی استاد ہو۔ اب آپ ان کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیں کرسکتے ہیں یہ کوئی مزاحمت نہیں کریں گے۔ میلڈنی نے مجھ سے کہا اور میں منہ اور ناک سے خون پونچھتا ہوا۔ اٹھ کھڑا ہوا جمیلہ زمین پر بے ترتیب انداز میں بے ہوش پڑی تھی جمیلہ ہوش میں آؤ تم ٹھیک تو ہو نا میں نے جمیلہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ جمیلہ کے بھی ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک آنکھ پر نیل پڑ چکا تھا۔ میں اس کے چہرے کا یہ حال دیکھ کر غم کی شدت سے پاگل ہی تو ہوگیا چیخ مارتا ہوا میں اٹھ کھڑا ہوا اور سر جھکائے ہوا ان دونوں نقاب پوشوں پر ٹوٹ پڑا۔ ٹھڈے مکے مارتا ہوا میں غصے سے پاگل ہو رہا تھا لیکن حیرانگی کی بات تو یہ تھی کہ اتنی مار کھانے کے باوجود ان دونوں نے مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھایا ہاتھ اٹھانا تو دور کی بات دونوں نے اف تک نہیں کی۔ بس خاموشی سے مار کھاتے رہے۔

جب میرا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو میں دوبارہ جمیلہ کی طرف متوجہ ہوا وہ اب بھی بے ہوش تھی میلڈنی ہمیں اسے ہسپتال لے جانا ہوگا تم میری مدد کرو میں جمیلہ کو جیپ تک لے جاتا ہوں تم ان دونوں کو اس پستول سے کور کرے رکھو کہیں یہ پھر کوئی بدمعاشی نہ کریں میں نے نیچے پڑا پستول میلڈنی کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا تم بے فکر رہو یہ اب میری اجازت کے بغیر ذرا سی حرکت بھی نہیں کرسکتے تم جمیلہ کو جیپ کی طرف لے چلو۔ اور پھر ہم ڈاکوؤں کو پولیس کے حوالے کرنے کے بعد صبح سات بجے ہسپتال پہنچ گئے ڈاکٹر جمیلہ کو چیک کرچکا تھا اس نے جمیلہ کو ہسپتال ہی میں ایڈمٹ کرنے کا مشورہ دیا اس لئے ہم سب اس وقت ہسپتال کے ایک پرائیویٹ روم میں موجود تھے جمیلہ بستر پر لیٹی تھی تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر طارق گلے میں اسٹیتھو سکوپ لٹکائے اور ہاتھ میں جمیلہ کی ایکسرے رپورٹ لئے اندر داخل ہوا ڈاکٹر صاحب جمیلہ ٹھیک تو ہوجائے گی نا۔ میں نے بے تابی سے ڈاکٹر طارق سے پوچھا آپ مسز جعفر ہیں ان کے شوہر۔ اس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کردیا۔ اور میں نے صرف سر ہلا دینا ہی بہتر سمجھا۔ ان کا آپریشن کرنا پڑے گا ان کا ایک گردہ ختم ہو چکا ہے سینے کی کچھ پسلیاں بھی ٹوٹ چکی ہیں آپ مجھے بتا سکتے ہیں ان پر اتنا سخت تشدد کس نے کیا ہے اور میں اپنا سر پکڑ کر بستر پر بیٹھ گیا اب میں اسے کیا بتاتا کہ اس ایک رات میں ہم پر کیا گزری تھی لیکن بہرحال اسے سب کچھ بتانا ہی پڑا اسے یہ بھی بتانا پڑا۔ کہ ہم پولیس میں رپورٹ کروا چکے ہیں ورنہ تو وہ آپریشن کرنے کو بھی تیار نہیں تھا۔ دوپہر تک جمیلہ کا آپریشن ہو چکا تھا اور وہ ایک گردے سے محروم ہو چکی تھی ڈاکٹر نے اسے مکمل آرام کی ہدایت دی تھیں۔ ایک دو ہفتے بعد جمیلہ کو دوبارہ گھر شفٹ کیا جا چکا تھا لیکن مکمل آرام کی وجہ ہر وقت بستر پر لیٹی رہتی تھی ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اب بھی اس کی حالت خطرے سے باہر نہیں ہے اس نقاب پوش کی اندھا دھند لاتوں نے جمیلہ کے دونوں گردوں کو متاثر کیا تھا ایک گردہ تو بالکل ہی ناکارہ ہوگیا تھا۔ جبکہ دوسرا گردہ اب بھی کافی حد تک زخمی تھا گھر کا تمام نظام میلڈنی سنبھال چکی تھی ہانڈی روٹی کرنے اور بچوں کو سنبھالنے کے علاوہ وہ جمیلہ کی دیکھ بھال بھی بہت تندہی سے کر رہی تھی۔ میں جو جمیلہ اور بچوں کی وجہ سے بہت پریشان تھا میلڈنی کے اس طرح گھر کو سنبھال لینے کی

وجہ سے کچھ مطمئن ہوگیا تھا اور دوبارہ باغوں کی دیکھ بھال اور زمینوں کے کاموں پر لگ گیا تھا۔ یہ ایسی ہی ایک اداس سی صبح کا ذکر ہے جب جمیلہ ہم سب کو روتا چھوڑ کر قضائے الٰہی سے جا ملی میری تو دنیا ہی اندھیر ہوگئی لیکن بچوں کی وجہ سے میں نے اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح سنبھالے رکھا۔ پھر میلڈنی نے بھی میرا بہت ساتھ دیا جمیلہ کی وفات کے بعد سے لے کر اسے دفنانے تک مجھے حوصلہ بلند رکھنے کی تلقین کرتی رہی میں نے بھی خدا کی مرضی میں اپنی مرضی جانی اور حالات سے سمجھوتہ کرلیا اور اپنے آپ کو دوبارہ زندگی کی طرف لانے کی کوشش شروع کردی۔ اپنے لئے نہیں بلکہ احسن، حسن، فرزانہ اور میلڈنی کے لئے پھر پتا بھی نہیں چلا کس طرح ایک مہینہ گزر گیا ایک دوپہر کو جب میں زمینوں پر کام کرنے والے مزدوروں کو گاؤں چھوڑ کر اور بچوں کو اسکول سے لے کر واپس آرہا تھا تو مجھے اسی پہاڑ کے پاس جس کے پیچھے میلڈنی کے بقول ان کے قبیلے نے پڑاؤ ڈالا ہے مجھے ایک خوبصورت نوجوان سڑک کے کنارے کھڑا ملا۔ اس کے اشارے پر میں نے کہیں نہیں جانا میرا نام ربی ہے تم میرے نام سے تو ضرور واقف ہوگے میلڈنی نے تمہیں میرے بارے میں بتایا ہوگا اس نے مجھ سے کہا اچھا تو تم ربی ہو لیکن مجھے اس طرح روکنے سے تمہارا کیا مقصد ہے میں نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ ایک خوبصورت سا نوجوان تھا اس کی طرح کے کپڑوں میں ملبوس تھا جیسے کپڑوں کا لباس پہلی ملاقات کے دوران میلڈنی نے پہن رکھا تھا قد کاٹھ عام بندوں سے کچھ زیادہ ہی لمبا تھا آنکھیں بڑی بڑی اور ناک ستواں تھی بال لمبے لمبے تھے جو اس کے شانوں کو چھو رہے تھے میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میلڈنی بہت خطرناک لڑکی ہے اسے اپنے گھر سے نکال دو ورنہ وہ تمہارے گھر کو تباہ کرکے رکھ دے گی۔ اور اس کی ایک جھلک تم دیکھ ہی چکے ہو ربی نے کہا تمہارے مشورے کا شکریہ لیکن تم کون سی جھلک کی بات کر رہے ہو میں نے اس سے پوچھا میں تمہاری بیوی کی موت کی بات کر رہا ہوں تمہاری بیوی اچھی خاصی صحت مند تھی اس سے پہلے کبھی بیمار نہیں ہوئی تھی پھر آخر میلڈنی کے تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی یہ سب کچھ کیوں ہوگیا اس نے کہا میری بیوی کی موت میلڈنی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان ڈاکوؤں کی وجہ سے ہوئی ہے میں نے کہا وہ ڈاکو میلڈنی کے ساتھی تھے۔ انہیں میلڈنی ہی نے تمہارے گھر بھیجا تھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب وہ ڈاکو تمہاری بیوی کو پیٹ رہا تھا تو میلڈنی انہیں روکنے کی بجائے آرام سے کھڑی انہیں دیکھتی کیوں جارہی تھی اس نے فوراً ہی اسے روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی حالانکہ وہ اپنی طاقت کی بدولت انہیں شروع ہی میں روک سکتی تھی جیسا کہ اس نے بعد میں کیا بھی تھا اگر وہ شروع میں انہیں روک لیتی تو آج تمہاری بیوی زندہ ہوتی ربی نے کہا لیکن آخر میلڈنی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کے ایسا کرنے سے آخر کیا فائدہ ہو سکتا ہے میں نے پریشان لہجے میں پوچھا کیونکہ واقعی میلڈنی عجیب و غریب طاقت کی مالک ہونے کے باوجود اس دن کافی دیر تک جمیلہ کو پٹتے دیکھتی رہی تھی اور اس نے جمیلہ کو بچانے کی کوشش نہیں کی تھی دراصل تم پہلے جمیلہ سے اور دوسرے نمبر پر میلڈنی سے محبت کرتے تھے اور میلڈنی یہ چاہتی تھی کہ تم صرف اور صرف اس سے محبت کرو کوئی بھی عورت اپنی محبت کو تقسیم ہوتا نہیں دیکھ سکتی بلکہ پوری کی پوری محبت کی حقدار بننے کی کوشش کرتی ہے جیسے میلڈنی نے کیا اور اب تمام محبت کی مالک وہ اکیلی ہے ربی نے کہا۔ اور میں سوچ میں پڑ گیا۔ واقعی میلڈنی شروع ہی سے جمیلہ سے دور دور رہنے کی کوشش کرتی تھی کبھی بھی اس نے جمیلہ سے صحیح منہ بات کرنے کی کوشش نہ کی تھی اور میرے خیال میں جمیلہ کی تیمارداری کرنا بھی صرف ڈرامہ تھا تاکہ مجھے شک نہ ہو۔ لیکن یہ سب مجھے بتانے سے تمہارا کیا مقصد ہے میں نے پوچھا۔ میں میلڈنی سے محبت کرتا تھا اور کرتا ہوں میں تمہیں یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ میلڈنی تمہارے قابل نہیں ہے اور تم میلڈنی کے قابل نہیں ہو کیونکہ تم انسان ہو اور وہ ایک غیر مخلوق ہے تمہارا تمام زندگی اس کے ساتھ گزارنا ناممکن ہے کیونکہ وہ اتنی بڑی طاقتوں کی مالک ہے کہ ان طاقتوں کی بدولت تمہیں اپنی انگلیوں پر نچا سکتی ہے اس لئے اگر میری مانتے ہو تو اسے اپنے نکاح سے آزاد کردو اسی میں تمہاری بہتری ہے اس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا اور میں سوچنے لگا کہ کہتا تو یہ ٹھیک ہی ہے وہ واقعی بہت عجیب و غریب طاقتوں کی مالک ہے زمینوں پر راتوں رات ٹریکٹر چلانا۔ ان بندوں کو اپنی آنکھوں کے ذریعے قابو کرلینا۔ اچانک غائب ہو جانا اور اچانک نمودار ہو جانا۔ یہ سب کچھ واقعی بہت عجیب و غریب تھا وہ واقعی ان طاقتوں کی بدولت مجھے اپنی انگلیوں پر نچا سکتی تھی بلکہ کچھ بھی کرسکتی ہے آپ سوچ کیا رہے ہیں جتنی جلدی ممکن ہو اسے گھر سے نکال دیں یہی آپ کے لئے بہتر ہے ویسے میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں خدا حافظ اس نے کہا اور غائب ہوگیا۔

پھر رات کو کھانے کے بعد جب بچے سونے کے لئے اپنے کمرے میں جا چکے تھے میں اور میلڈنی کمرے میں اکیلے موجود تھے تو میں نے اس سے پوچھ ہی لیا میلڈنی جب سے تم ہمارے گھر رہ رہی ہو ایک بات میں نے شدت سے محسوس کی تھی کہ تم جمیلہ سے زیادہ تعلق نہیں رکھنا چاہتی تھی بلکہ اس سے زیادہ بات چیت بھی نہیں کرنا چاہتی تھی اس کی کیا وجہ تھی میں نے میلڈنی سے پوچھا کیونکہ وہ تمہارے بچوں کی ماں تھی اور میرے مقابلے میں اس کی حیثیت تمہارے دل میں زیادہ تھی اس کے علاوہ میں نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ تم اس سے زیادہ محبت اور مجھ سے کم محبت کرتے تھے یہ مجھے اچھا نہیں لگتا تھا مجھے ایسا لگتا تھا جیسے یہ سب کچھ جمیلہ کی وجہ سے ہے اس لئے میں نے اس سے انتقاماً کم بات چیت کرتی تھی لیکن اب مجھے عقل آگئی ہے میں غلطی پر تھی میری سوچ بالکل غلط تھی لیکن اب کیا ہو سکتا ہے جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا نا۔ میلڈنی نے جواب دیا اگر تم اس دن جمیلہ کو ان نقاب پوشوں سے پٹنے سے کچھ دیر پہلے بچا لیتی تو آج شاید جمیلہ ہمارے درمیان موجود ہوتی لیکن تم تو اس سے انتقام لینا چاہتی تھی تم تو چاہتی ہی یہی تھی کہ جمیلہ میرے اور تمہارے درمیان سے ہٹ جائے پھر بھلا تم اسے کیوں بچاتی میں نے کہا۔ میں پوچھ سکتی ہوں کہ آخر تم آج ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو میلڈنی نے کہا اس لئے کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ڈاکو تمہارے ساتھی تھے اور دراصل تم جمیلہ کو اپنے راستے سے ہٹا دینا چاہتی تھی اس لئے تم نے یہ ہتھکنڈے استعمال کئے۔ تمہیں معلوم تھا کہ جمیلہ میرے بچوں کی ماں ہے اور اسے اس گھر میں تمہارے مقابلے میں زیادہ حیثیت کا اختیار حاصل ہے اس لئے تم نے اپنی حیثیت سے اضافہ کرنے کے لئے اسے راستے میں سے ہٹا دیا کیوں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔ میں نے غصے سے کھولتے ہوئے کہا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میرے بارے میں ایسا بھی سوچ سکتے ہو یہ صحیح ہے کہ میں جمیلہ سے حسد کرتی تھی لیکن اسے مار دینا یہ میرے بس سے باہر تھا میں تو کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی لیکن مجھے تمہاری سوچ پر بہت افسوس ہو رہا ہے آخر تم نے میرے بارے میں ایسا کیوں سوچا میلڈنی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ میں نے اس لئے ایسا سوچا کہ یہ حقیقت ہے کہ تم ایک خوبصورت چڑیل ہو میری بیوی کو تم نے مارا ہے جب سے تم اس گھر میں داخل ہوئی ہو ہمارے گھر کی خوشیوں کو نظر لگ گئی ہے۔ خدا کے واسطے اس گھر سے چلی جاؤ۔ مجھ پر اور میرے بچوں پر رحم کرو چلی جاؤ یہاں سے۔ میں نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور وہ تھوڑی دیر آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اچانک ہی غائب ہو گئی اور میں نے اٹھ کر لیمپ بند کر کے کمرے میں اندھیرا کر دیا۔ دوسرے دن ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ عورت کے بغیر گھر کتنا نامکمل ہوتا ہے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا میں مجبور تھا الٹا سیدھا ناشتہ بنا کر میں بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا بھئی تم لوگوں کو اس طرح کے ناشتے پر ہی گزارا کرنا پڑے گا اس لئے گلہ شکوہ کئے بغیر ناشتہ زہر مار کرنے کی کوشش کرو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ابو امی اور آپی کہاں چلی گئی ہیں فرزانہ نے پوچھا وہ میلڈنی کو آپی ہی کہتی تھی تمہاری امی جلد واپس آجائیں گی وہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے شہر گئی ہوئیں ہیں میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا اور آپی فرزانہ نے پوچھا۔ وہ اپنے قبیلے واپس چلی گئی ہیں اب واپس نہیں آئیں گی۔ میں نے کہا لیکن ابو امی کا تو کوئی رشتہ دار نہیں تھا پھر وہ کس سے ملنے گئیں تھیں احسن نے پوچھا۔ وہ جمیلہ سے بہت پیار کرتا تھا اس لئے سب سے زیادہ بے چین وہی تھا ہے نا بھئی تمہیں معلوم نہیں ہے جلدی سے ناشتہ کرو اسکول سے دیر ہو رہی ہے۔ میں نے کہا اور اٹھ کر جیپ کی طرف چل دیا بچوں کو اسکول چھوڑ کر اور مزدوروں کو گاؤں سے لے کر میں زمینوں پر چلا گیا دوپہر تک کام کرنے کے بعد میں مزدوروں کو گاؤں چھوڑ کر اور بچوں کو اسکول سے لے کر واپس گھر آگیا پہلے جب ہم گھر میں داخل ہوتے تھے تو ہمیں کھانا تیار ملتا تھا لیکن اب گھر میں ویرانی پھیل چکی تھی اور ہم بالکل اکیلے تھے بھلا کھانا کون پکاتا۔ بہرحال میں نے جلدی جلدی پیاز لہسن وغیرہ کاٹ کر ہانڈی چولہے پر چڑھا دی بچے کپڑے بدل کر اور منہ ہاتھ دھو کر کھانے کے انتظار میں میرے سامنے ہی بیٹھے تھے ابو امی جلد واپس آجائیں گیں نا۔ احسن نے مجھ سے پوچھا ہاں میں نے ہانڈی میں چمچ چلاتے ہوئے کہا ابو آپی کیوں اپنے قبیلے واپس چلی گئی ہیں فرزانہ نے پوچھا پتا نہیں میں نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور ہانڈی کو چھوڑ کر روٹی توے پر چڑھا دی اور خود جمیلہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایک دم ہی کیسے زندگی بدل گئی تھی کبھی جب ہم گھر میں داخل ہوتے تھے تو ہمیں کھانا تیار ملتا تھا جمیلہ ہمارے استقبال کے لئے موجود ہوتی تھی اور اب اچانک مجھے ہانڈی کے جلنے کی بو کی وجہ سے اپنے خیالات کی دنیا سے واپس آنا پڑا ہانڈی لگ چکی تھی میں نے جلدی سے ہانڈی میں تھوڑا پانی ڈال کر چمچہ ہلانا شروع کر دیا لیکن دوسری غلطی مجھ سے یہ ہوئی کہ میں توے پر روٹی چڑھا کر

اسے بھلا چکا تھا [illegible] سے وہ بھی [illegible] راکھ ہو چکی تھی کیا مصیبت ہے مجھ سے یہ کھانا وغیرہ نہیں بنتا کل سے گاؤں کے ہوٹل سے کھانا لے آیا کروں گا آج ان پھلوں وغیرہ پر ہی گزارا کر لو۔ میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پھلوں کا ٹوکرا بچوں کے سامنے رکھتے ہوئے کہا ابو آپ آپی کو واپس لے آئیں فرزانہ نے کہا۔ آپی کو نہیں آپ بس امی کو واپس لے آئیں وہ ہمیں بہت یاد آتیں ہیں احسن نے کہا چپ کر کے کھانا کھاؤ خبردار اب اگر آپی یا امی کی بات کی۔ پریشان کر کے رکھ دیا ہے تم نے مجھے میں نے غصے سے کہا اور اٹھ کر اندر کمرے کی طرف چل دیا۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو سامنے میلڈنی موجود تھی مجھے کمرے میں دیکھ کر تم حیران ہو رہے ہو گے نا اس میں حیران ہونے والی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے کیونکہ میں تو تمہارے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی اسی لئے دوبارہ یہاں موجود ہوں۔ میلڈنی نے مسکراتے ہوئے کہا اگر تم میرے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی ہو۔ تو پھر یہاں سے گئی ہی کیوں تھی میں نے پوچھا اس لئے کہ مجھے شک پڑ گیا تھا کہ ربی نے میرے خلاف آپ کے کان بھرے ہیں میں اس کی خبر لینے گئی تھی اب آئندہ وہ کبھی بھی آپ کے اور میرے درمیان نہیں آئے گا ربی سامنے آؤ اور تمام کہانی سچ سچ بیان کرو میلڈنی نے کہا اور تھوڑی دیر بعد ربی ہمارے سامنے موجود تھا بتاؤ وہ ڈاکو تمہارے ساتھی تھے اور تم نے ایسا صرف مجھے بدنام کرنے کے لئے کیا تھا میلڈنی نے کہا ہاں وہ ڈاکو میرے ساتھی تھی میلڈنی کا کوئی قصور نہیں مجرم میں ہی تھا مجھے معاف کر دیں ربی نے اداس سے لہجے میں کہا چلو اب تم واپس جاؤ میلڈنی نے میرے تیور بدلتے دیکھ کر کہا اور ربی غائب ہو گیا تم نے اسے جانے کیوں دیا وہ جمیلہ کا قاتل ہے میں اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتا۔ اسے واپس بلاؤ میں نے غصے سے کہا۔ دراصل اس معاملے میں اس کا قصور بھی کچھ زیادہ نہیں ہے اس کا ارادہ جمیلہ کو ختم کرنے کا نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد تو صرف تمہیں مجھ سے بدظن کرنا تھا۔ اگر کسی کا قصور تھا تو وہ اس ڈاکو کا تھا جس نے غصے میں آکر اندھا دھند تمہاری بیوی پر لاتوں اور ٹھڈوں کی بارش کر دی تھی اور اسے اس کی سزا مل چکی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے تو قصور کسی کا بھی نہیں تھا بس جمیلہ کا وقت پورا ہو گیا تھا ہم سب مل کر بھی اسے بچانا چاہتے تو نہ بچا سکتے۔ میلڈنی نے کہا۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اب تو جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی گیا سانپ تو گزر گیا لکیر پیٹنے سے اب کیا فائدہ۔ میں نے دوسری دفعہ غصے میں نا جانے تم سے کیا کیا کہہ دیا اب تو دوبارہ معافی مانگتے ہوئے بھی مجھے شرم آرہی ہے میں نے جھکے ہوئے لہجے میں کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے کبھی آپ کی کسی بات کا برا نہیں مانا ہے میں آپ سے محبت بہت کرتی ہوں نا اور ہاں آج تو پہلی دفعہ میں نے آپ کو ہانڈی اور روٹی پکاتے ہوئے بھی دیکھا ہے ایمان سے آپ ہانڈی روٹی پکاتے ہوئے بہت اچھے لگ رہے تھے میلڈنی نے ہنستے ہوئے کہا اچھا تو تم اس مشکل وقت میں میرا ساتھ دینے کے بجائے مجھے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی میں نے بھنویں اچکاتے ہوئے مصنوعی غصہ سے کہا آپ کی مشکل حل کرنے کے لئے آ جو گئی ہوں چلیں آپ کو کھانا بنا کر دوں۔ ورنہ آپ تو گاؤں سے کھانا لانے والے تھے۔ میلڈنی نے دوبارہ ہنستے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں باورچی خانے کی طرف چل دیئے۔

بظاہر یہاں کہانی ختم ہو جاتی ہے لیکن میں یعنی میلڈنی قارئین کو کچھ بتانا چاہتی ہوں بات دراصل یہ ہے کہ اس تمام قصے کے دوران بیچارا بھولا بھالا ربی بالکل بے قصور اور معصوم تھا اور اگر دیکھا جائے تو قصور وار میں تھی کیونکہ وہ ڈاکو میرے بندے تھے۔ جنہیں میں نے اپنی آنکھوں کے ذریعے اپنا طابع کر لیا تھا انہوں نے جو کچھ کیا تھا۔ وہ میری مرضی سے کیا تھا اور میری مرضی ہی کی وجہ سے وہ اب پھانسی چڑھ چکے تھے بعد میں ربی نے میرے شوہر جعفر کو میرے خلاف اکسانے کی کوششیں کی تھیں لیکن میں نے اپنے باپ سے کہہ کر ربی کی اچھی خاصی درگت بنائی تھی اور اسے یہ غلط بیان دینے پر مجبور کر دیا تھا اس کے علاوہ آئندہ اس کا اس دنیا میں داخلہ بھی بند کروا دیا تھا آپ مجھے غلط قسم کی اور بہت چالاک لڑکی سمجھ رہے ہو نگے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے میں واقعی اپنے شوہر سے بے انتہا محبت کرتی ہوں اور اپنی محبت کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں کون عورت ایسی ہوگی جو اپنے پیار کو تقسیم ہوتا دیکھ سکے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جعفر پر پہلا حق جمیلہ کا بنتا تھا کیونکہ وہ اس کی پہلی بیوی تھی اس کے بچوں کی ماں تھی لیکن اس کی محبت کمزور تھی اور میری محبت زیادہ طاقتور تھی اگر میں نے اپنی محبت کو آواز دے کر اسے اپنے راستے سے ہٹا دیا تھا تو ایسا کون غلط کام کیا ہے ویسے آپ کی اس دنیا میں آکر مجھے ایک محاورے کے بارے میں بھی علم ہوا ہے کہ پیار اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے تو پھر میرا اپنی محبت حاصل کرنے کے لئے جمیلہ کو راستے سے ہٹا دینا بھی جائز ہے آپ کا کیا خیال ہے۔

شیطان گورکن

---تحریر: وارث آصف۔واں بھچراں---

وہ پریشانی سے چلانے لگا اچانک اس کا وجود زمین سے اٹھا اور دیوار سے تیزی سے ٹکرایا ہری رام کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ فضا میں ہاتھ پاؤں مارنے لگا اور درد سے حلق پھاڑ کے چلانے لگا اس کا وجود دوسری بار کسی نادیدہ قوت نے زمین سے اٹھایا اور دوبارہ اس زور سے زمین پر پٹخا کہ اس کا سر پھٹ گیا اس کا گندا سیاہ گاڑھا خون تیزی سے فرش رنگین کرنے لگا اسکے منہ سے چیخوں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو گیا زمین پر پڑی ہوئی چھریاں تیزی سے فضا میں بلند ہوئیں اور ہری رام کے سینے میں پیوست ہو گئیں اک بھیانک چیخ درودیوار کو بھی ہلاتی ہوئی اس کے منہ سے نکلی اور اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا اچانک ایک جانب سے موٹے موٹے خونخوار چوہے نکلے اور لاش سے لپٹ گئے اور اسے کھا۔نے لگے منٹوں میں ہی وہ لاش کو چٹ کر گئے اب صرف ہری رام کا خالی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی بچا تھا باقی سارا اسے چوہے کھا گئے۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

آہ قبرستان کے مہیب سناٹے میں گورکن کی حلق پھاڑتی ہوئی چیخ نکلی تو سناٹے میں ایک دم بھونچال آ گیا درختوں پر آرام کرتے ہوئے پرندے یکدم پھڑ پھڑانے لگے جھینگروں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا تھا تمام جانداروں میں ہلچل سی مچ گئی تھی اور قبروں کی آڑ میں سوئے ہوئے کتے بھی اٹھ کھڑے ہوئے اس بھیانک چیخ نے ان کے بھی آرام میں خلل پیدا کیا تھا وہ زوردار آواز سے بھونکنے لگے قبرستان میں چھائی ہوئی خاموشی ٹوٹ گئی قبرستان کے وسط میں کیکر کے درختوں کے ساتھ بنی ہوئی گورکن کی جھونپڑی جو بوسیدہ قبروں کے ساتھ بوسیدہ اور ٹوٹ پھوٹ چکی تھی جس کے درودیوار پر موجود کپڑا جو انتہائی کمزور اور جگہ جگہ سے ٹوٹ اور پھٹ چکا تھا کپڑے سے ملحقہ وہ لکڑیاں جنہوں نے اس خستہ حال جھونپڑی کو تھام رکھا تھا اور قبرستان کے گورکن کے سر چھپانے میں مدد کر رہی تھیں جگہ جگہ ان پر دیمک نے پورے زور وشور سے حملہ کر رکھا تھا ان کی حالت اتنی بری ہو چکی تھی کہ وہ کسی بھی وقت گر سکتی تھیں ایسے میں اس خستہ حال جھونپڑی کے اندر سے گونجنے ولی گورکن کی چیخ معنی رکھتی تھی جھونپڑی کے اندر ایک ٹوٹی پھوٹی چارپائی جو حالات کی ستم ظریفی کی دل کھول کر داستان پیش کر رہی تھی اس پر موجود میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس پچاس سال سے اوپر کی عمر کا گورکن ایک کیم شحیم جسامت کے مالک ایک بوڑھے مگر توانا وجود جس کا چہرہ مکاری سے بھرپور اور حد درجہ بھیانک تھا کوئی انتہائی ڈرے ہوئے انداز میں دیکھ رہا تھا اور یہ چیخ بھی یقیناً گورکن نے سی وجود کو دیکھ کر ماری تھی۔

رات کے اس مہیب سناٹے اور سردیوں کی راتوں میں اس اجنبی کا قبرستان کے گورکن کی جھونپڑی میں آ... کوئی عام بات نہ تھی ضرور کچھ ایسا تھا۔جس نے ا... گورکن کے پاس آنے پر مجبور کیا۔

ڈرومت بالک۔میں تجھے نقصان دینے نہیں بلکہ تجھ سے کچھ مدد حاصل کرنے اور تیری مدد کرنے آیا ہوں یوں سمجھ لے کہ مجھے مہا شیطان عظیم نے تیری کچھ ... کرنے اور کچھ تیری سیوا حاصل کرنے کے لیے بھیجا ... بالک اس میں تیرا کانی بھلا ہے اگر تو میری مدد کرے گا ... عیش کرے گا جو تو چاہے گا وہی ہوگا دنیا کی دولت تیر...

قدموں میں ڈھیر کردوں گا ہر خوشی تجھے میسر ہوگی تیری ہر بات پوری ہوگی میں اس کا تجھے وچن دیتا ہوں جھکے ہوئے بھیانک وجود نے اک سانس میں اپنی بھاری آواز میں گورکن سے کہا تو گورکن کے چہرے پر چھائے ہوئے خوف کے بادل ایک دم چھٹ گئے وہ تیزی سے اک طرف ہوکر بیٹھ گیا اور اسے بھی ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ تیزی سے ایک سائیڈ پر ہوکر بیٹھ گیا اس کی عمر بھی پچاس سال سے اوپر ہوگی مگر وہ لگتا نہیں تھا توانا جسم لمبا قد اور کالے بال اس کی صحت اور عمر کو چھپا رہے تھے اس ٹائم اس کے جسم کا اوپری حصہ بالکل ننگا تھا صرف ایک لنگوٹ ہی اس کے باندھ رکھا تھا سخت سردی جس سے گورکن ٹھٹھر رہا تھا وہ عادی آرام سے بیٹھا تھا اسے ذرہ بھی سردی کی کوئی پرواہ نہ تھی۔

مم۔۔مم مجھے کیا کرنا ہوگا گورکن نے ہکلاتے ہوئے کہا گورکن اتنا تو بچہ نہیں تھا کہ وہ اس آدمی کی بات کا مطلب نہ جان پاتا اسے معلوم ہوگیا کہ جن آسائشوں کا وہ آدمی ذکر کررہا تھا اس کے بدلے میں وہ اس سے بھی کچھ مانگے گا کیا مانگے گا یہ اس گورکن کو بھی معلوم نہیں تھا پچھلے تیس سال سے وہ اس علاقے کے قبرستان میں گورکن کے فرائض سرانجام دے رہا تھا اس کی شادی کچھ عرصہ پہلے ہی ہوئی تھی مگر شادی کے کچھ عرصہ بعد اس کی بیوی ایک سانپ کے ڈسنے سے مرگئی تھی گورکن کو اپنی بیوی سے بہت پیار تھا گورکن نے اس صدمے کو دل پر لیا اس نے اپنی جھونپڑی کے ساتھ اس کی قبر بنائی تا کہ دن رات وہ اس کی نظروں کے سامنے رہے اور دوسری شادی بھی نہ کی اس غم میں وہ بیڑی پینے لگا تھا اس رات بھی وہ بیڑی پی کر آرام سے میلی کچیلی اور بوسیدہ سی رضائی میں لیٹنے والا تھا کہ اسے جھونپڑی کے باہر قدموں کی آواز سنائی دی اس کے کان کھڑے ہوگئے وہ سمجھا کہ شاید بستی مں کوئی بندہ فوت ہوگیا ہے اور اس کے عزیز آئے ہوں گے مرنوالی کی قبر تیار کرنے وہ آرام سے لیٹ گیا اور لامحالہ وہ ان کے آنے کا انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر بعد قدمدوں کی چاپ اس کی جھونپڑی کے دروازے پر آکر ختم ہوگئی گورکن نے لحاف سے سر باہر نکال کر آنے والی کی جانب دیکھا تو وہ اندھیرے میں اسے صاف نہ دیکھ سکا البتہ اس کا وجود کو دیکھ کر اس نے آواز لگائی۔

اندر آجاؤ۔۔باہر سردی ہے آنے والا اس آواز کو سن کر تیزی سے اندر آیا گورکن نے سرہانے پڑی ماچس کی تیلی ایک بوسیدہ سے لالٹین کو جلا کر جب اس روشنی کا منہ اس کی جانب کیا تو وہ کوف سے حلق پھاڑ کر چیخ پڑا اس کا منہ بے حد ڈراؤنا تھا جسم پر صرف ایک لنگوٹی تھی اور ہاتھ میں ایک تیز دھار آلے والا چاقو بھی تھا سخت سردی میں اسے پسینے آنے لگے وہ سہمی سہمی نگاہوں سے آنے والے کو دیکھنے لگا خوف سے اس کی رگوں میں خون بھی جمنے لگا تھا آنے والا کسی بھی صورت ایسے نہیں آیا تھا اس کے ہاتھ میں موجود خنجر اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ منہ کی طرح اس کے ارادے بھی یقیناً بھیانک ہیں وہ حد سے زیادہ ڈر گیا مگر جب آنے والے نے اس کو آنے کا مقصد اور مدد حاصل کرنے اور ساتھ میں آسائشیں دینے کی پیشکش کی بات کی تو گورکن کا خوفزدہ چہرہ ٹھیک ہوگیا اس نے ایک سائیڈ پر ہوکر اسے ساتھ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا آنے والا جو بھی تھا اس نے سب سے پہلے لنگوٹ کے ایک سرے پر باندھے ہوئے اچھے خاصے روپے گورکن کی جانب بڑھائے جو گورکن نے اس سے کسی چیل کی طرح جھپٹ لیے اور تکیے کے نیچے رکھ دیئے اور پھر اس کی بات سننے لگا جو ان روپوں کے بدلے اسے کرنا تھی وہ اسے بتاتا گیا اور گورکن سنتا گیا مگر بات سن کر گورکن کا چہرہ خوف سے سرد پڑ گیا۔

گورکن نے انکار میں سر ہلایا جس کا مطلب تھا کہ وہ اس اجنبی کا کام نہیں کرسکتا تھا آنے والے نے مزید کچھ روپے نکالنا چاہے تو گورکن نے اس کا ہاتھ روک لیا اور پہلے والے روپے بھی اسے نکال کر پیش کردیئے تب اس اجنبی نے فوراً گورکن کی گردن پر چھری رکھ دی اور کہا انکار مت کرنا مورکھ یہ کام اگر میں چاہتا تھا خوف بھی کرسکتا تھا مگر :ں نے یہ سوچا کہ تجھے بھی س کام میں شامل کرلوں کچھ رقم تجھے مل جایا کرے گی اور تیرا بڑھاپا اچھا

گزر جائے گا تیری ساری خواہش پوری ہوجائیں گی تو عیش کرے گا اب تو انکار کرکے اچھا نہیں کررہا مورکھ ۔۔میں تجھے اگر ابھی ماردوں تو کسی کو بھی پتہ نہیں چلے گا اور صبح تیری لاش قبرستان کے جاندار کھا جائیں گے اور تجھ میں اتنی طاقت تو ہی نہیں کہ تو میرا مقابلہ کرے یا مجھے ایذا دے لہٰذا چپ چاپ میری بات مان لے ورنہ ایک دردناک موت کے لیے تیار ہوجا۔ چھری چاقو کو دیکھ کر گورکن کی آنکھیں باہر نکل آئی تھیں اسے جو کام کہا گیا تھا وہ مشکل تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ اس اجنبی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا اسے اگر وہ مار دیتا تو واقعی اس کی لاش جاندار کھا جاتے۔

چند لمحے تک وہ اسے واسطے دیتا رہا پھر وہ مان گیا اجنبی نے اسے مزید رقم بھی دے دی گورکن کی آنکھیں ڈھیر ساری رقم دیکھ کر چکا چوند ہوگئیں۔ اس نے بخوشی اس رقم کو اپنی جیب میں منتقل کیا اور اجنبی کو دروازے تک چھوڑنے کے بعد وہ آرام سے آکر سوگیا اس کے چہرے پر ایک لمبا اطمینان تھا اگلے دن اس نے ایک پرانے سے صندوق سے ایک کم پرانا مگر صاف جوڑا نکالا اسے پہنا اور سب سے پہلے بستی کے حمام پر گیا بال کٹوائے داڑھی بھی چھوٹی کرائی موچھیں بھی ٹھیک کرائیں اور جی بھر نہایا پھر وہی جوڑا پہنا اور بازار میں سے اچھی خاصی خریداری کی ساتھ میں تین عدد بیلچے بھی نئے خریدے دو کسیاں بھی لیں اور ایک عدد ٹیپ رکارڈ بھی لیا پھر وہ کیسٹوں کی دکان پر گیا اور اپنی پسند کی کیسٹیں خریدیں بستی والوں سے بھی ملا دوپہر کا کھانا ہوٹال سے کھایا اور شام تک وہ مختلف لوگوں سے ملا پھر شام کو واپس آیا تمام چیزیں اس نے احتیاط سے اک کونے میں رکھ دیں اور پیسے واپس صندوق میں منتقل کیے کھانے کے لیے وہ جو فروٹ لایا تھا ان کو چھری کی مدد سے اس نے کاٹا اور چھیل کر آرام سے کھانے لگا ٹیپ ریکارڈ میں سیل ڈالے اور کیسٹ ڈال کر گانا دھیمی آواز میں سننے لگا۔

تھئے کھلے دیوانے اوندی اکھ دے نشانے لگے دل تے تھئے ایڈے مدہوش رہیے اپنا نہ ہوش اوندی کھل تے اونڈے نکے نکے ہاسان تے مریئے ودے آن دے اساں ڈھولے دے پکے پکے تھئے ودے آں تھکی ودے آں یا تھکیئے ودے آں دے اساں ماہیئے دے پکے پکے تھئے ودے آں۔

رات کا اندھیرا چارسو پر پھیلانے لگا تاریکی نے اپنی دبیز چادر اردگرد کی فضا میں پھیلا دی چرند پرند سب اپنے اپنے ٹھکانوں میں سردی سے دبک کر بیٹھ گئے ایسے میں گورکن نے تیزی سے گانا بند کیا اور بیلچہ اٹھا کر جھونپڑی سے باہر آیا اور اندھیرے میں اک طرف ہولیا وہ قبروں سے تیزی سے گزر رہا تھا اور ہر قبر کو غور سے دیکھ رہا تھا وہ راستے میں آنے والی ہر قبر کو غور سے دیکھتا اور آگے گزر جاتا قبرستان میں لاتعداد کیکر کی کانٹے دار جھاڑیاں تھیں جو قبرستان میں پھیلی ہوئی تھیں مگر گورکن ان کے درمیان سے ایسے گزر رہا تھا جیسے وہ رات کی بجائے دن میں گزر رہا ہو مختلف قبروں سے پھلانگتے ہوئے وہ ایک قبر کے پاس آکر کھڑا ہوگیا وہ قبر نئی معلوم ہورہی تھی لگتا تھا کہ وہ دو تین دن پہلے کی ہے گورکن نے جھک کر قبر کی مٹی کو ہاتھ کی مدد سے چیک کیا جب اسے یقین ہوگیا کہ یہ وہی قبر ہے جس کی تلاش میں وہ ادھر آیا ہے تو اس نے کاندھے سے بیلچے کو ہٹایا اور ہاتھ میں پکڑ کر تیزی سے قبر کھودنے لگا اس دوران وہ احتیاط سے ادھر ادھر بھی دیکھ رہا تھا کہ کہیں کوئی اسے کوئی دیکھ تو نہیں رہا پھر ہاتھوں کو تیزی سے چلانے لگتا آہستہ آہستہ۔ اس نے قبر ساری کھود لی پھر اس نے اپنی آستین سے ماتھے پر آئے ہوئے پسینے کو صاف کیا اور قبر میں داخل ہوکر سلوں کو ہٹانے لگا سلیں ہٹانے کے بعد اس نے اندر ہاتھ ڈالا اور کفن میں ملبوس لاش کو باہر نکالا اور قبر کے باہر رکھ دیا پھر اس نے قبر سے باہر آکر اس لاش کو کاندھے پر اٹھایا اور اک طرف آتے دیکھا تو وہ پہلے تو ٹھٹھک گیا پھر چال پہچان کر وہ اس جانب تیز تیز قدم اٹھانے لگا جلد ہی اس نے جا لیا اور لاش کو اس کے حوالے کیا اور اس کے بدلے اسے اک اچھی خاصی رقم کی تھیلی ملی جو اس تیزی سے اپنی جیب میں منتقل کی پھر وہ وہاں سے واپس آیا قبر کو بند اور واپس جھونپڑی کی جانب چل دیا اس نے راستے

میں رقم کی موجودگی کو چیک کیا اور رضائی اوڑھ کے آرام سے سو گیا۔

لاش وصول کرنے کے بعد وہ اجنبی وجود کا مالک اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک جانب کو چل دیا اس کا رخ قبرستان کے آخری سرے پر بنے ایک خستہ حال گھرانے کی جانب تھا وہ محتاط طریقے سے ادھر ادھر نظریں پھیرتا ہوا اس گھر کی جانب چل دیا طویل خاموشی طاری تھی مگر جب بھی کبھی اس کا پاؤں کسی پتوں سے ٹکراتا تو ایک عجیب سا سماں پیدا ہو جاتا ایسے آواز آتی کہ جیسے کوئی آدمخور کسی انسانی وجود کی ہڈیاں چبا رہا ہو وہ تیزی سے چلتا ہوا اس عمارت کے مین گیٹ کی جانب آیا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا مگر ٹوٹا پھوٹا اور حالات کے ہاتھوں اجڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا اس نے زوردار طریقے سے اس کا ہاتھ کی مدد سے کھولا جس سے وہ دروازہ گرتے گرتے بچا اس کی بنیادیں ہل گئیں تھیں وہ تیزی سے چلتا ہوا وہ اس اکلوتے کمرے والے مکان کی جانب آیا اس کا دروازہ پہلے سے کھلا ہوا تھا وہ تیزی سے اندر داخل ہوا پھر ایک جانب چارپائی پر اس نے لاش کو آرام سے رکھ دیا پھر چند لمحے تو وہ سانس درست کرتا رہا پھر وہ دروازے کی جانب آیا اور اندر سے اچھی طرح اس دروازے کو بند کر دیا اور جیب کو ٹٹولنے لگا۔

جیب میں سے اس نے ماچس کی ڈبیا نکالی تیلی کو روشن کیا اور کمرے کے ایک طرف پڑا بوسیدہ سا دیا روشن کر دیا دیئے کے تیل میں مری ہوئے مکوڑوں اور مکھیوں کی بہتات تھی دیا میں دلائی کی جگہ روئی کو گولائی میں ڈھال کر سلائی کا کام لیا جا رہا تھا دیئے سے ٹمٹاتی ہوئی روشنی کمرے میں چھائی تاریکی کو کم کرنے لگی دیا جلانے کے بعد وہ کمرے کے کونے میں پڑی چٹائی کی جانب آیا اسے اس نے بے دردی سے کمرے کے فرش سے اٹھایا اور ایک طرف ڈال دیا چٹائی کے تلے لکڑی کا ایک پھٹا سا رکھا ہوا تھا اس نے تیزی سے اس پھٹے کو ایک جانب سرکا دیا اندر سے بدبو کا ایک جھونکا اس کی ناک سے ٹکرایا وہ تیزی سے اٹھ کر لاش کی جانب آیا اک جھٹکے سے اٹھ کر

اس نے لاش کو چارپائی سے اٹھایا اور اسی سوراخ کی جانب آیا لکڑی کے پھٹے کے نیچے شاید کسی تہہ خانے کا دروازہ تھا اس نے قریب آیا اور بیٹھ کر اس نے ٹانگوں کو تہہ خانے میں بڑھایا نیچے شاید سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اس لیے وہ آرام سے نیچے اترتا چلا گیا اندر اس نے لاش کو ایک جگہ بے دردی سے پھینکا اور دوبارہ جیب سے ماچس نکال کر قدرے سائز میں بڑا ایک دیا روشن کیا روشنی کمرے میں تیزی سے پھیلی ہوئی تھی اندر ہر طرف بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے کمرے کے کونے میں کالی ماتا کے نو ہاتھوں والا بھیانک بت کھڑا تھا اس کے ہاتھوں میں مختلف قسم کے اوزار تھے اس کا کالا سیاہ چہرہ کم روشنی میں قیامت ڈھا رہا تھا۔

بت کے پاس ہی ایک بڑا سا پیالہ رکھا تھا جس میں خون جما ہوا تھا اور مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں پاس ہی ایک انسانی بازو کا آدھ کٹا ہوا سڑا پڑا تھا جس پر کیڑے مکوڑے چمٹے ہوئے تھے اور اس گوشت کو تیزی سے اپنے چھوٹے سے پیٹ میں منتقل کرنے پر تلے ہوئے تھے بت کے ساتھ ہی ایک بڑا سا چھرا اور تین چار چھوٹی چھریاں پڑی ہوئی تھیں ان کے ساتھ ہی ایک کلہاڑا اور ایک تیز دھار والا ٹوکا بھی پڑا تھا یہ سب خون آلود تھے چھوٹے سے تہہ خانے میں جگہ جگہ سے انسانی گوشت کے ٹکڑے بے ترتیبی سے پھیلے ہوئے تھے اور حشرات ان سے پورا پورا انصاف کر رہے تھے اس نے ایک ٹکا اٹھایا اور لاش کو گھسیٹ کر وہ بت کے قریب لایا قریب لا کر اس نے لاش کو چھوڑ دیا اور لاش کی ٹانگوں پر جا بیٹھا یہ انتیس تیس سالہ ایک خوبرو مگر صحت مند آدمی کی چار روزہ پرانی لاش تھی جو دل کے دورے سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملا تھا چار روز گزرنے کے بعد بھی اس کی لاش بالکل تروتازہ تھی ایسے جیسے کہ ابھی ابھی دفنائی گئی ہو شاید وہ عمل کا نیک انسان تھا اس لیے اس کی لاش کو کیڑوں مکوڑوں نے ابھی تک چھیڑا نہیں تھا ورنہ تو قبر میں بمشکل چوبیس گھنٹوں بعد ہی لاش خراب ہونا شروع ہو جاتی تھی ٹانگوں پر چڑھ کر اس ٹوکے کا ایک بھرپور وار اس کے سینے پر کیا جس سے ٹوکا اس کے سینے کی

جلد اور پسلیوں کو کاٹتا ہوا اندر تک گھس گیا جلد اور جسم پھٹنے سے جما ہوا خون جو کہ ٹکروں کی شکل میں تھا یعنی جما ہوا تھا باہر نکلا۔

اس آدمی نے تیزی سے اندر ہاتھ ڈالا اور اس کے دل کو پکڑ لیا اور اسے زور سے کھینچ کر باہر نکالا دل دیکھ کر اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں وہ تیزی سے اٹھا اور دل کو کالی ماتا کے کھلے ہوئے منہ میں ڈال دیا اور تیزی سے سجدے میں گر گیا اور جی بھر کے کالی ماتا کے اشلوک پڑھنے لگا اس کے بعد اس نے بلی دینے والے اشلوک پڑھنے شروع کر دیئے بلند آواز میں دور کسی الو کی آواز گونجی ساتھ میں کتے بھی بھونکنے شروع ہو گئے اور اسی اثنا میں جھینگر بھی ماحول میں سنسنی پیدا کرنے لگے۔ بت میں شوں شوں کی آوازیں پیدا ہونے لگیں اور اوپر آسمان میں بجلی سی کڑکی اس کے بعد بت کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور روشن ہو گئیں بت میں سے ایک گونجدار اور بھری سی آواز آئی۔

ہم نے تیری بلی قبول کی ہری رام شاباش تو اسی طرح ہم کو انسانی دل کی بلی دیتا رہ اس کے بدلے ہم تجھے مزید شکتیاں پرائیت کریں گے تجھے امر بنا دیں گے جس طرح تو ہماری سیوا کر رہا تھا ہم اور عظیم شیطان تجھ سے بے حد خوش ہوئے ہیں مزید شکتیاں حاصل کرنے کے لیے تو اسی طرح ہم کو انسانی دل کھلا جاتا شاباش تیری ہر اچھا پوری ہو گی اس کا وچن تجھے ہم دیتے ہیں لے اپنا منہ کھول اور نظروں سے گھائل کرنے کی شکتی تجھے پرائیت کی جا رہی ہیں مگر خبردار کسی بھی نیک اور اللہ والے سے دور رہنا ابھی اتنا گیانی نہیں بنا کہ تو نیک لوگوں کا سامنا کر سکے ان کے سائیوں سے بھی دور رہنا ورنہ وہ تجھے بھسم کر دیں گے اپنا منہ کھول اب ہری رام نے سجدے سے اٹھ کر اپنا منہ بت کی جانب کیا اور بڑا سا منہ کھول دیا اچانک بت کی آنکھوں میں سے نیلے رنگ کی روشنی نکلی جو سیدھے ایک فوار کی مانند ہو کر ہری رام کے منہ میں پڑنے لگی اور وہ آنکھیں بند کر کے آرام سے بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد نیلے رنگ کی روشنی نکلنا بند ہو گئی اور اس روشنی نے اس

کے منہ سے ایک مائع کا وجود بنایا تھا جو ہری رام نے تیزی سے پی لیا اور کالی ماتا کے نام سے ڈنڈوت بیلنے لگا اس کے بعد وہ اٹھا اور اس کلہاڑے کو اٹھا کر اس کا اک بھرپور وار لاش کی کھوپڑی پر کیا جس سے لاش کی کھوپڑی دو حصوں میں بٹ گئی وہ تیزی سے ہاتھوں کی مدد سے اس کا دماغ نکال کر کھانے لگا وہ بڑے مزے سے اس لاش کا دماغ کھانے میں مصروف تھا اس نے دماغ کو زمین پر بالکل بھی گرنے نہیں دیا اور احتیاط سے سر کے مختلف حصوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر انگلیوں کی مدد سے نکال کر کھانے لگا دماغ سارے کا سارا چٹ کرنے کے بعد اس نے مزید ٹوکا اٹھایا اور لاش کو درمیان میں سے چیر دیا اور اندر ہاتھ ڈال کر جو بھی لاش کا حصہ اس کے خونی ہاتھوں میں آتا گیا وہ اسے کھاتا گیا۔

انسانی جسم کے جس حصے سے ذرا سا بھی خون نکلتا وہ پہلے اس کا خون چوس لیتا اس پر اپنی گندی زبان پھیرتا اسے اچھی طرح سے صاف کرنے کے بعد وہ اسے کھا جاتا آہستہ آہستہ کر کے اس نے گردے معدہ جگر اور پھیپھڑے ڈکار لیے اس کے بعد اس نے پھر ٹکا اٹھایا اب کی بار اس نے اس کا وار لاش کی ٹانگوں پر کیا اک ٹانگ کاٹ دی پھر اس نے دوسرا وار گھٹنے پر کیا اور ران کو درمیان سے کاٹ دیا اس کے بعد اس نے بڑی سی چھری کو اٹھایا اور ادھ کٹی ران کو درمیان سے چیر دیا پھر اس نے دوسری جانب سے بھی اسی طرح سے بھی ران کو چیر ادیا پھر اس نے چھری کی مدد سے ہڈی سے گوشت کو علیحدہ کیا اور آرام سے التی پالتی مارے کھانے لگا اس کے کھانے سے کمرے میں عجیب سی آوازیں پیدا ہونے لگیں وہ بری طرح سے انسانی گوشت کو بھنبھوڑنے لگا اس ٹائم وہ ایک وحشی درندہ بنا ہوا تھا وہ اس لاش سے پورا پورا انصاف کر رہا تھا بڑی تیزی سے گوشت اس کے جسم میں منتقل ہو رہا تھا اس ٹائم وہ مکمل طور پر ایک سفاک بھیڑیا بن چکا تھا تھوڑی دیر میں وہ ران کا مکمل گوشت کھا چکا تھا اس کے بعد اس نے دوسری ٹانگ کو بھی ویسے ہی کاٹا ویسے ہی درمیان سے چیرا دیا اور ہڈی سے الگ کر کے گوشت کھانے لگا ٹانگوں کے بعد اس

نے بازوؤں کو کاٹا ان کے ساتھ بھی اس نے ٹانگوں جیسا حال کیا پھر اس نے باقی کا سارا گوشت چٹ کیا۔اس کے بعد وہ اٹھا اس نے ایک بار پھر کالی ماتا کے بت کو سجدہ کیا اور تیزی سے اٹھ کر وہ واپس سیڑھیوں کی جانب آیا اوپر کی جانب چڑھ گیا اوپر آنے کے بعد اس نے لکڑی کے تختے کو دوبارہ اسی جگہ فٹ کیا اور پھر چٹائی سے اس جگہ کو ڈھک دیا اور چارپائی پر آ کر وہ آرام سے سو گیا تھوڑی دیر بعد وہ آرام سے سو گیا۔

اور اس کے لمبے لمبے فراٹے گونج رہے تھے بچے کچھے گوشت کو کھانے کے لیے نجانے کہاں سے چیونٹیاں نکل آئیں جو تیزی سے اس گوشت سے چمٹ گئیں اور اسے کھانے لگ گئیں چیونٹیوں کی دیکھا دیکھی دیگر مختلف حشرات بھی تہہ خانے کے کونے کھدروں سے نکل آئے اور وہ بھی اپنا اپنا حصہ وصول کرنے لگے ایک عجیب سا منظر اس تہہ خانے میں بن چکا تھا حشرات کی تو موجیں ہو گئی تھیں وہ بڑی تیزی سے اس مفت کے انسانی گوشت سے پیٹ پوجا کر رہے تھے اس کے بعد وہ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا قبرستان سے لاشیں غائب ہونا شروع ہو گئیں پہلے تو یہ کام ہفتے میں ایک بار ہوتا تھا مگر پھر آہستہ آہستہ یہ کام ہفتے میں دو دن پھر تین دن پھر چار دن پھر اس کے بعد بڑھتے بڑھتے یہ کام ہر روز ہونے لگا گورکن کی دولت میں اضافہ ہونے لگا اس نے اپنے رہنے کے لیے نا صرف یہ کہ پختہ مکان بنا لیا تھا بلکہ اس نے نئے نئے کپڑے بھی لے لیے اور اب وہ جوئے کا بھی عادی ہو چکا تھا ہری رام کی شکتی کی بدولت وہ تقریبا ہر بازی میں دل کھول کر پیسہ لگاتا اور جیت جاتا اس نے ہارنا تو کبھی سیکھا ہی نہیں تھا ہری رام کی آدم خوری حد سے بڑھ چکی تھی اس کا دائرہ کار دیگر بستیوں تک بھی پھیل چکا تھا۔

گاؤں میں کسی کو کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ رات کے سناٹے میں گورکن جو ان کے عزیزوں اور دوستوں کی لاشوں کا محافظ ہے وہ رات کے اندھیرے میں کیا کرتا ہے سب لوگ گورکن کی خوشحالی سے خوش تھے وہ اسے مرنے والوں کی دعاؤں کا ہی کرشمہ گردانتے تھے گورکن نے بھی بھی کسی کا برا نہیں چاہا تھا وہ سب گاؤں والوں سے محبت کرتا اور ان کی عزت کرتا تھا اور گاؤں والے بھی اس کی عزت کرتے تھے ادھر ہری رام کو کالی ماتا سے مزید شکتیاں مل چکی تھیں وہ اک مکمل جادوگر اور سادھو بن چکا تھا لوگ جوق در جوق اس کے پاس آنے لگے اور من کی مرادیں حاصل کرنے لگے وہ ہندو تھا مگر اس کا پرچار تھا انسانیت اور گاؤں والے سیدھے سادھے لوگ اس کو دھرماتما مان کر اس کے پاس جوق درجوق جانے لگے اس کی اصلیت کا کسی بھی کچھ علم نہ تھا وہ سب اسے عزت دیتے تھے وہ رات کو اپنے اصل روپ میں آجاتا اور دن میں معصوم بن جاتا اس نے ڈرنا چھوڑ دیا تھا وہ اب معصوم اور بے گناہ لوگوں کو جادو کی مدد سے پھانسنے لگا دن میں کسی ایک آدمی پر اپنا جادو کا وار چلا دیتا اسے جادو سے پھنسا کر واپس اپنے ٹھکانے چلا آتا اور رات کو وہ اس جادو والے کو منتروں کی مدد سے اپنے ٹھکانے پر بلاتا وہ پہنا ٹائز ہو کر اس کے پاس چلا آتا اور اس کا انجام بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسا عام طور پر لاشوں کا ہوتا تھا اس کی انسانی گوشت کھانے کی ہوس حد سے بڑھ گئی موٹے تازے انسان کو گوشت صرف چوبیس گھنٹے تک اس کی بھوک مٹا پاتا اگلی رات وہ پھر سے گوشت کھانے کو مچل جاتا۔

بستی کے لوگ تیزی سے غائب ہونے لگے ہر روز ایک انسان کم ہونے لگا لوگوں میں خوف و ہراس پھیلنے لگا شام ہوتے ہی اس بستی میں ہو کا عالم طاری ہو جاتا سب بڑے چھوٹے گھروں میں دبک کر بیٹھ جاتے اور خدا سے اپنی سلامتی کی دعائیں کرتے مگر صبح پراسرار طور پر بستی سے ایک آدمی غائب ملتا ہے اور ایسے غائب ہوتا ہے کہ اس کا نام و نشان بھی مٹ جاتا ہے باوجود کوشش کے ڈھونڈ ڈھونڈ کے پھر بھی وہ اسے نہ ڈھونڈ پاتے اور یوں گاؤں والے رو دھو کر خاموش ہو جاتے مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ اس کا وجود سادھو ہری رام کی خوراک میں تبدیل ہو چکا ہے ایک دن بستی کے ایک نیک آدمی حافظ خاور صاحب جو گاؤں کی مسجد کے امام تھے ان کا انتقال ہو گیا انتقال ہونے کے بعد اسلامی طریقے سے اس کی لاش کو

نہلایا اور کفن پہنایا گیا سارا گاؤں انکی موت سے اشکبار تھا وہ کافی نیک آدمی تھے سارا دن اور رات خدا کی عبادت میں مصروف رہتے دکھی انسانیت کی خدمت میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے ان کے نماز جنازہ میں سارا گاؤں امڈ آیا تھا عصر کے بعد ان کے سپرد خاک کیا تھا مرتے وقت ان کی عمر پچاس سال تھی وہ کافی صحت مند تھے مگر وقت کسی کی جاگیر نہیں اور یہ ٹھہرتا نہیں ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی عمر میں کمی ہوتی جا رہی تھی کتنے ہی اس دنیا میں آئے خوبرو اور سب وقت گزار کر دنیا سے چلے گئے من غافل گھڑیال تجھے دیتا ہے منادی گردوں نے گھڑی تیری عمر کی اور گھٹا دی۔

بہر حال سب ان کو دفنا کر اپنے اپنے گھروں میں لوٹ گئے گورکن کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں کیونکہ قبرستان میں ایک اور لاش کا اضافہ ہو چکا تھا مگر اندر سے اس کے من میں لڈو پھوٹ رہے تھے کافی عرصے سے گاؤں میں کوئی موت نہیں ہوئی تھی اس کے پاس جو پیسوں کا ذخیرہ تھا وہ آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا گزشتہ کئی دن سے وہ جوئے میں ہار رہا تھا اور ہری رام نے اس کی جانب چکر بھی نہیں لگایا تھا اس لیے وہ افسردہ تھا مگر اب قبرستان میں لاش کے آجانے سے وہ جانتا تھا کہ ہری رام لازمی طور پر اس کی جانب لاش وصول کرنے آئے گا اور بدلے میں اسے رقم ملے گی وہ لاش کو دفنانے کے بعد ہری رام کے انتظار میں گم ہو گیا اس کے من میں تھا کہ ہری رام جلدی سے آئے لاش وصول کرے اور اسے رقم دے تا کہ وہ جوئے میں بازی لگا سکے۔

شام کے اندھیرے نے چاروں جانب پر پھیلا دیئے ہر سو تاریکی چھا گئی اور قبرستان میں اندھیرے کا راج ہو گیا گورکن کے بے چین آنکھیں مکان کے دروازے کے باہر لگی ہوئی تھیں وہ بہت بے صبری سے ہری رام کا راستہ تک رہا تھا آج تو اس نے آنے میں بہت دیر کر دی تھی اچانک اسے ایک وجود سفید کپڑوں میں ملبوس دو... کی جانب آتا ہوا محسوس ہوا تو گورکن کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ تیزی سے بیلچہ اٹھا کر اس کی جانب لپکا آج یہ ہری رام نے سفید کپڑے کیوں پہنے ہوئے ہیں کیا خود کو مروانے کا ارادہ ہے کیا وہ خود سے ہم کلامی کرتا ہوا اس سفید کپڑوں میں ملبوس وجود کی جانب لپکا اندھیرے میں وہ اسے صحیح طور پر نہ جان سکا کہ وہ کون ہے قریب جا کر جب اس نے غور سے اس وجود کو دیکھا تو خوف سے گورکن کی گھگھی بندھ گئی بیلچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں آگے والا وجود حافظ خاور کا تھا وہی خاور جو آج خود گورکن کے ہاتھوں منوں مٹی تک دب چکا تھا مگر یہ کون تھا ...کیا یہ خاور کی روح تھی جو گورکن سے ملنے آئی تھی ...حافظ خاور نے اس کے قریب آ کر اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

دیکھو گورکن مجھے سب معلوم ہے آج سے پہلے تم جو کچھ بھی کرتے آئے ہو میں سب جانتا ہوں مگر میری ایک بات کان کھول کر سن لو میری لاش کی بے حرمتی مت کرنا میں تجھے سمجھا رہا ہوں اور اسی لیے میں ادھر تجھے سمجھانے آیا ہوں میں کہتا ہوں کہ اس وقت تمہاری آنکھوں پر اس آدم خور سادھو کی دولت نے پٹی باندھ رکھی ہے دولت نے تجھے اندھا کر دیا ہے اور تو مرنے کے بعد بے چارے مسلمانوں کو آرام سے سونے نہیں دے رہا اور تو نے میری بھی لاش کا سودا اس سادھو سے کر دیا تھا مگر یاد رکھ مجھے اگر تو نے اس کے حوالے کیا تو یہ تیرے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔اب بھی وقت ہے گناہوں سے توبہ کر لو ورنہ جب توبہ کا دروازہ بند ہو گیا تو پھر ساری عمر تجھے ان گناہوں کی پاداش میں جہنم میں جلنا پڑے گا نالائق ...اس کے ساتھ ہی حافظ خاور کا وجود غائب ہو گیا اور گورکن کے پسینے چھوٹ گئے اس سے ایک روح نے ملاقات کی تھی۔

اس ٹائم گورکن نے بیڑی کچھ زیادہ ہی پی رکھی تھی گورکن اس تمام واقعے کو ماننے کو تیار نہ تھا وہ کئی سال سے قبرستان میں تھا اور پچھلے چار ماہ سے وہ لاشوں کو بھی بیچ رہا تھا اسے آج تک مرنے والے کی روح تک کو نہیں دیکھا تھا۔پھر حافظ خاور کی روح نے اسے بلا کر جو

وارننگ دی تھی کیا وہ سچ تھی گورکن نے کچھ سوچ کر اسے محض ذہنی اختراع کا نام دیا اور دل میں آنے والے تمام وسوسوں کو اس نے ختم کیا اس نے اسے ہیڑی کی زیادتی کا نام دے کر ذہن کو تمام فکروں سے آزاد کر دیا اور اسی طرح ہری رام کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ہری رام بمعہ اچھی خاصی رقم اس کے پاس موجود تھا گورکن نے اس سے رقم چھینی اور اسے ساتھ لیتا ہوا حافظ خاور کی قبر تک آیا۔ راستے میں آتے ہوئے اس کے ذہن میں حافظ کی روح کی باتیں گونجیں مگر اس نے فوراً اس خیال کو جھٹک دیا جب اتنے لوگوں کے ساتھ میں نے یہ کیا تو حافظ کیا چیز ہے تھوڑی دیر بعد حافظ صاحب کی لاش ہری رام کے کندھے پر جھول رہی تھی اور گورکن تیزی سے قبر کو بند کر رہا تھا قبر بند کرنے کے بعد وہ تیزی سے گھر آیا بیلچے کو اس نے بے دردی سے پھینکا اور خود جوئے کی جانب چل دیا اس کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں آج وہ یقیناً سب کو ہرا کر اپنی ہاری ہوئی رقم واپس لے گا اور ان کو بھی ویسے ہی خالی ہاتھ کرے گا جیسے کہ اس دن وہ خالی ہاتھ واپس آیا تھا انہی خیالوں میں مست وہ اڈے پر جا پہنچا اور رقم نکال کر بازی لگا دی ہری رام حافظ خاور کی لاش کو لے کر تیزی سے تہہ خانے میں اترا اس نے ہمیشہ کی طرح لاش کو سامنے لٹا سجدہ کیا اور ٹوکا اٹھا کر لاش کا سینہ چاک کرنے کے بعد ایک ہاتھ بلند کیا اور ٹانگوں پر آ بیٹھا ایک بھرپور وار کرنے کے لیے اس نے ہاتھ اٹھایا اچانک لاش کی آنکھیں کھل گئیں لاش نے قہر آلود نگاہوں سے ہری رام کو دیکھا اس کی آنکھوں میں سے قہر برس رہا تھا لاش نے اک زوردار دھکا ہری رام کو دیا وہ اس کی ٹانگوں سے اڑتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔

خوف سے اس کی آنکھیں ابل پڑیں اس کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ اک لاش یوں اٹھ کر اس پر حملہ آور ہو سکتی ہے یا اسے اتنے زور کا دھکا دے سکتی ہے کہ وہ اڑتا ہوا دیوار سے جا ٹکرائے وہ کمر کو سہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا ٹوکا بدستور اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ خوف اور ڈر کے ملے جلے تاثرات سے لاش کو دیکھ رہا تھا جو اس ٹائم مکمل طور پر کھڑی ہو چکی تھی اور اس کی جانب غضب ناک نگاہوں سے دیکھ رہی تھی وہ چند لمحے تو حیرت سے لاش کو دیکھتا رہا پھر اس نے تیزی سے کالی ماتا کے نام سے ڈنڈوت بلینے شروع کر دیئے اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا کر لاش کی جانب پھونک ماری اس کی پھونک سے آگ نکلی جو ایک دھار کی مانند لاش کی جانب بڑھی مگر راستے میں ہی بجھ گئی ہری رام یہ دیکھ کر حیران رہ گیا پھر کچھ دیر بعد اس نے ایک وار کیا اب کی بار اس نے بڑبڑا کر پھونک ماری تو سرخ سرخ انگارے لاش کی جانب بڑھے مگر وہ بھی راستے میں ہی ہمت ہار گئے اور بجھ گئے ہری رام بپھر گیا اس نے مزید کئی وار کئے مگر اس لاش کا وہ کچھ بھی نہ بگاڑ سکا اس نے ہر داؤ کھیلا مگر لاش وہ بال بھی بیکا نہ کر سکا تب لاش بولی ۔بدبخت ۔۔۔تجھے اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ تو مرنے کے بعد لاشوں کی بے حرمتی کر رہا ہے ان کو نکال کر کھا رہا ہے اور اپنے اس دیوتا کی بھینٹ چڑھا کر اس سے کالی طاقتیں حاصل کر رہا ہے تجھے کسی نے روکا نہیں اور تو دلیر بن گیا مردہ لوگوں کے ساتھ ساتھ تو نے زندہ لوگوں کو بھی مارنا شروع کر دیا اور تو اور تو اب اللہ والوں کو بھی ستا رہا ہے اور تو کیا سمجھتا ہے کہ شیطانی کھیل ختم بہت عیش کر لی تو نے اب مرنے کے لیے تیار ہو جا اور جن شیطانوں کو تو بلی دیتا ہے ان کو اپنی مدد کے لیے بلا اگر وہ تجھے مرنے سے بچا سکتے ہیں بہت ظلم کئے ہیں تو نے مگر اب تو مرنے کے لیے تیار ہو جا۔

حافظ صاحب کی لاش نے پرجلالی انداز میں کہا ہری رام نے تیزی سے آخری حربہ استعمال کیا اور ٹوکے کو پوری قوت سے لاش کی جانب پھینکا ٹوکا اڑتا ہوا لاش کی جانب آیا لاش اک طرف کو جھک گئی اور ٹوکا سیدھا کالی ماتا کے بت کی گردن پر جا لگا گردن اس کے وار سے ٹوٹ گئی اور زمین پر گر کر ریزہ ریزہ ہو گئی گردن کے ٹوٹتے ہی باقی بت بھی ٹوٹنے لگے سارے بازو ٹوٹ گئے اور بت دھڑام سے گر گیا یہ دیکھ کر ہری رام زور سے چلایا یہ یہ ۔۔۔یہ کیا کر دیا میں نے بھگوان ۔۔۔یہ کیسے ہو گیا کالی ماتا کا بت ٹوٹ گیا میری برسوں کی محنت رائیگاں چلی گئی نہیں ۔یہ

نہیں ہو سکتا بت نہیں ٹوٹ سکتا۔

وہ پریشانی سے چلانے لگا اچانک اس کا وجود زمین سے اٹھا اور در دیوار سے تیزی سے ٹکرایا ہری رام کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ فضا میں ہاتھ پاؤں مارنے لگا اور درد سے حلق پھاڑ کے چلانے لگا اس کا وجود دوسری بار کسی نادیدہ قوت نے زمین سے اٹھایا اور دوبارہ اس زور سے زمین پر پٹخا کہ اس کا سر پھٹ گیا اس کا گندا سیاہ گاڑھا خون تیزی سے فرش رنگین کرنے لگا اسکے منہ سے چیخوں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو گیا زمین پر پڑی ہوئی چھریاں تیزی سے فضا میں بلند ہوئیں اور ہری رام کے سینے میں پیوست ہو گئیں اک بھیانک چیخ در و دیوار کو بھی ہلاتی ہوئی اس کے منہ سے نکلی اور اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا اچانک ایک جانب سے موٹے موٹے خونخوار چوہے نکلے اور لاش سے لپٹ گئے اور اسے کھانے لگے منٹوں میں ہی وہ لاش کو چٹ کر گئے اب صرف ہری رام کا خالی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی بچا تھا باقی سارا اسے چوہے کھا گئے حافظ خاور نے ایک حقارت بھری نگاہ ہری رام کے ڈھانچے پر ڈالی اور اس کو چھوڑ کر تیزی سے باہر نکلا بہارا ۔۔بہارا ۔۔۔ہوا دل پہلی پہلی بار میں ۔بہارا ۔۔بہارا ۔۔کہ چین تو ہوا قرار میں بہارا بہارا تیز گانے کی دھمک میں گورکن تیزی سے جواریوں سے پیسے اینٹھنے میں مصروف تھا۔

اس نے سب کی جیبیں خالی کر دیں تھیں جب سب کچھ جواری ہار گئے تو گورکن تیزی سے اٹھا اس نے جیتنے والے پیسے ایک گٹھڑی میں منتقل کئے اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ اپنے گھر کی جانب چل دیا آج وہ بہت خوش تھا اس نے سب سے بدلہ لے لیا تھا اور سب کو خالی ہاتھ کر دیا تھا قبرستان میں داخل ہوا تو ایک انجانے سے خوف نے اسے دھر لیا مگر پیسوں کے لالچ نے اسے سب بھلا دیا وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوا تو چارپائی پر حافظ خاور کو دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے وہ بے ہوش ہوتے ہوئے بچا ۔آؤ ۔۔آؤ گورکن آؤ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا بازی لگاؤ گے مجھ سے بھی پر تم سنا ہے کہ جس کے ساتھ بھی کھیلتے ہو اسے ہارنے پر مجبور کر دیتے ہو بڑے بڑوں کو تم نے ہرا دیا۔ سچ میں ۔۔۔حافظ کی روح نے اس کا تمسخر اڑایا حرام کا پیسہ بہت بنایا تم نے اور عیش بھی بہت کر لی تم نے کمینے ۔۔۔میں تجھے منع کرتا تھا ناں کہ لاشوں کو مت بیچو مگر تم نے چند روپوں کی خاطر اپنا ایمان بیچ ڈالا کئی لاشوں کی بے حرمتی کی اور اس کے بدلے اس کمینے سے تم نے روپے بٹورے مگر ۔۔میرے سمجھانے کے بعد بھی تم نے مجھے بھی نہ بخشا اور میرا بھی سودا کر لیا۔ اب بس تیرا یہ مکارانہ کھیل ختم دھرتی تیرا ناپاک وجود اٹھانے سے قاصر ہے پیچھے دیکھ ۔۔۔یہ سب تجھ سے اپنا بدلہ لینے کو بے تاب ہیں یہ وہی ہیں جن کی لاشوں کو تم نے چند روپوں کی خاطر بیچ ڈالا یہ اب تم سے اس کا بدلہ لینے کو بے تاب ہیں اور میرے ایک اشارے کے منتظر ہیں ٹوٹ پڑو اس پر ۔۔اور لے لو اس سے اپنا بدلہ جس نے اپنا ایمان بیچا وہ ہم میں سے نہیں حافظ صاحب کی روح نے پرجلال انداز میں ڈھانچوں کو حکم دیا اور وہ سب گورکن پر ٹوٹ پڑے گورکن تیزی سے حافظ خاور کے قدموں میں معافی مانگنے کی غرض سے گرا مگر ان کی روح کب کی غائب ہو چکی تھی وہ بے انتہا ڈر گیا۔

ادھر مرنے والوں کی روحوں نے اسے ادھیڑنا شروع کر دیا اس کی چیخوں سے سارا قبرستان گونج اٹھا اس کے وجود کو زمین پر گھسیٹا اور ٹھوکروں سے اسے مار ڈالا اک بھیانک موت اس کا مقدر بن گئی اس کا گاڑھا سیال خون ارد گرد کی زمین کو رنگین کرنے لگا صبح گاؤں والوں کو دو لاشیں ملیں ایک گورکن کی ادھڑی ہوئی لاش اور دوسری حافظ خاور کی جو قبر کے سرہانے پڑی تھی گورکن کی لاش کو چیل اور گدھ نوچ نوچ کر کھا رہے تھے جبکہ حافظ صاحب کی لاش تر و تازہ حالت میں پڑی تھی گورکن کی موت بھی باقی اموات کی طرح ایک معمہ بن گئی مگر اس کے بعد پھر کبھی بھی کوئی بندہ غائب نہ ہوا اور گاؤں میں امن طاری ہو گیا۔ قارئین کرام کیسی لگی یہ کہانی اپنی رائے سے نوازیئے گا۔

زرقاب

تحریر: شعیب شیرازی - جوہر آباد

نجانے مجھے آج ایسا کیوں لگ رہا تھا کہ وہ آج بھی میرے خواب میں ضرور آئے گا اس لئے آج میں کچھ کچھ سونے سے ڈر رہی تھی مگر کرتی کیا نہ کرتی سونا تو تھا ہی یہی کچھ سوچ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ یکلخت وہ مسحور کن خوشبو میری ناک سے ٹکرائی مجھے ایسا لگا کہ وہ خوشبو مجھے مدہوش کرنے کے لئے ہے۔ پھر ایسا ہی ہوا میں نیند کی وادی میں اترتی چلی گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ جھیل سے پانی کے چند قطرے میرے چہرے پر ڈال رہا تھا......ایک سنسنی خیز کہانی

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

محبت بھی زندگی کی طرح ہوتی ہے۔ ہر موڑ آسان نہیں ہوتا، ہر موڑ پر خوشی نہیں ہوتی اور محبت یہ ضروری بھی نہیں کہ اُن دو لوگوں کا ملن ہو جو محبت جیسے پاکیزہ رشتے سے بندھے ہوئے ہیں۔ کبھی تو اس محبت کے عوض انسان "اَلاِنتظَارُ اشدُّ مِنَ القَتل" کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور کبھی اس شعر کی عملی تصویر بن جایا کرتا ہے۔

ترسا تھا جس وجود کی قربت کو عمر بھر
وہ مل گیا تو اور بھی تنہائی بڑھ گئی

میں آج بھی اس کا انتظار کرتی ہوں، اس کی راہیں تکتی ہوں۔ کس طرح اچانک سے وہ میرے پاس آجایا کرتا تھا اور پھر ہم ڈھیروں باتیں کرتے تھے۔ ہماری ملاقات بھی عجیب تھی کہ وہ مجھے خواب میں ملا تھا۔ خواب تو پھر خواب ہوتا ہے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ خواب حقیقت بن کر انسان کے سامنے آجائے۔

میں نے دیکھا کہ وہ دور کھڑا مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ خوبصورت سا، بھولا سا، معصوم سا نجانے اس میں ایسا کیا تھا کہ میں بھی اسے ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگی۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہنستا بھی تھا، ہنستے ہوئے وہ اور بھی حسین لگ رہا تھا اور پھر وہ چلتا ہوا میرے قریب آنے لگا۔ یہ ایک خوبصورت سی وادی تھی جہاں پر دور کسی جاندار کا نشان تک نہیں تھا، وہ تھا اور بس میں۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر میں بھی اس کی طرف بڑھنے لگی۔ ہمیں ایسا لگ رہا تھا کہ ہم دونوں بھی ایک دوسرے کی قربت کے پیاسے ہیں۔ ہم دونوں اتنے قریب آ گئے کہ ایک دوسرے کی سانسوں کو محسوس کر سکتے تھے۔ خاموشی چارسو پھیلی ہوئی تھی، ایسے میں مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ میرا نام زرقاب ہے۔ اس نے اپنا نام بتایا۔ آؤ تمہیں اپنی دنیا کی سیر کراتا ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ ایک طرف کو چل پڑا بے اختیار میں بھی اس کے ساتھ چل دی۔ ہم دونوں بھی سر جھکائے ایک طرف کو چل رہے تھے مگر کبھی کبھی وہ مجھے ننکھیوں سے دیکھنے لگتا۔ اس کا یہ انداز مجھے بہت پسند آیا تھا۔ وہ مجھے لے کر ایک جھیل کے کنارے آ گیا اور میرا ساتھ چھوڑ کر ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گیا۔ مجھے بھی ایک طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر میں بھی اسی جھیل کنارے جا بیٹھی۔ میرا نام زرقاب ہے۔ اس نے پھر سے اپنا نام بتایا۔ ہاں تم نے بتایا تھا۔ میں نے اسے یاد دلایا۔ ہاں مگر میں تمہیں کچھ اور بتانا چاہتا ہوں۔ تو پھر بتاؤ ناں۔ میں نے اضطراری حالت میں کہا جیسے میں اس کے بارے میں جان لینا چاہتی تھی کہ وہ کون ہے۔ تھوڑی خاموشی کے بعد وہ پھر گویا ہوا۔ مسکان! وہ میرا نام بھی جانتا تھا۔ میں تمہاری طرح کا انسان نہیں ہوں بلکہ ایک

جن ہوں۔ اس نے اپنی اصلیت بتلائی۔ تم ایک جن ہو! میں نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ہاں میں ایک جن ہوں۔ اس نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔ مگر تم تو بالکل انسان لگتے ہو۔ میں نے اسے جھٹلایا۔ ہاں میں انسان لگتا ہوں کیونکہ ہم جنات کچھ بھی بن سکتے ہیں اور اس وقت میں تمہارے سامنے ایک انسان کی صورت میں موجود ہوں۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک چھوٹا سا پتھر پانی میں پھینک دیا، پتھر گرنے کی وجہ سے پانی کی چھینٹیں میرے چہرے پر آن پڑیں اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ پانی کے قطرے ابھی بھی میرے پر موجود ہیں اور مزید پانی کے قطرے برس رہے تھے۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو یہ میری چھوٹی بہن حنا تھی جو گلاس میں پانی لیئے میرے چہرے پر ڈال رہی تھی اور ساتھ ساتھ کہہ رہی تھی۔ اٹھو مسکان آپی اٹھو، دیکھو صبح ہو گئی ہے۔ میں یکدم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ٹھہر حنا کی بچی میں تمہیں بتاتی ہوں۔ اسے پکڑنے کی کوشش کی تو وہ کمرے سے بھاگ گئی اور میں واپس اپنے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے بارے میں سوچنے لگی وہ کون تھا، نام تو اس نے بتایا تھا زرقاب مگر کیا یہ سب سپنا تھا اور میں ابھی تک خواب دیکھ رہی تھی۔ زرقاب! میں نے ایک بار پھر اس کے نام کو دہرایا اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی پتہ نہیں کون تھا۔ واش روم چلی گئی، تیار ہو کر ناشتہ کیا اور اپنی دوست صبا کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں صبا آ گئی اور پھر ہم دونوں کالج کے لئے روانہ ہو گئیں۔

ہمارے کالج تک کا درمیانی فاصلہ تھوڑا ہی پڑتا تھا اس لئے ہم دونوں پیدل ہی کالج جایا کرتی تھیں۔ اس طرح کچھ باتیں بھی ہو جاتیں اور تفریح بھی۔ جب سے وہ مجھے خواب میں نظر آیا تھا میں اسی کے بارے میں سوچے چلی جا رہی تھی۔ یقیناً وہ میرے دل کو بھا گیا تھا۔ آج میں بالکل خاموش صبا کے ساتھ چل رہی تھی۔ صبا نے مجھے خاموش دیکھ کر پوچھ ہی لیا۔ اے مسکان! تو آج اتنی خاموش کیوں ہے، کیا مسئلہ ہے؟ گھر میں کسی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟ اور پھر میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ نہیں یار! ایسی کوئی بات نہیں۔ تو پھر کیسی بات ہے؟ آج تم کچھ زیادہ ہی خاموش ہو۔ بولو ناں کیا مسئلہ ہے تیرے ساتھ؟ صبا نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ وہ صبا! میں بتاتے بتاتے رک گئی۔ ہاں ہاں بولو۔ جیسے صبا ہمہ تن گوش ہے۔ نہیں صبا پھر کبھی۔ میں نے اسے ٹالنا چاہا۔ کیوں بھئی آج کیوں نہیں؟ کہیں کسی سے پیار دیار تو نہیں ہو گیا ہے؟ جس کا خدشہ تھا وہی ہوا اور یہ بات بعید نہیں تھی کہ وہ یہ سوال کر ڈالے کیونکہ وہ پیار محبت سے خوب اچھی طرح واقف تھی اور ویسے بھی ایک لڑکی دوسری لڑکی کو خاموش دیکھ کر یہی اندازہ لگا سکتی ہے۔ کسی حد تک اس کا یہ اندازہ درست بھی تھا کیونکہ جب سے وہ مجھے خواب میں نظر آیا تھا میں اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ صبا کی یہ بات سن کر میں چلتے چلتے رک گئی۔ مجھے رکتا دیکھ کر صبا بھی اپنی جگہ پر ٹھہر گئی۔ وہ ابھی تک میرے جواب کی منتظر تھی۔ مجھے خاموش دیکھ کر اس نے اپنا سوال دہرایا۔ بولو ناں پیار ہو گیا ہے کسی سے؟ مزید خاموشی اس کے سوال کا جواب بن جاتی۔ نہیں صبا ایسی کوئی بات نہیں اور تم بھی ناں یہ قیاس آرائیاں ذرا کم کیا کرو۔ میں نے قدرے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ میری ڈانٹ سن کر صبا سہم سی گئی اور مسکراتے ہوئے چلنے لگی۔ بڑی شرارتی ہو۔ میں نے اسے پکڑنا چاہا تو وہ گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ میں نے آہستہ سے چلتے ہوئے گیٹ کراس کیا اور کلاس روم کی طرف بڑھ گئی۔

کلاس میں بھی سارا دن اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔ اگر یہ حنا کی بچی میرے اوپر پانی ڈال کر نہ جگاتی تو شاید وہ اپنے بارے میں کچھ بتا پاتا۔ گھر چل کر حنا سے خبر لوں گی۔ واپسی پر بھی صبا میرے ساتھ تھی مگر ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہو پا رہی تھی۔ صبا کا گھر میرے گھر سے بعد میں آتا تھا، اسے تھوڑا آگے جانا پڑتا۔ ابھی میں اپنے گھر میں داخل ہونا چاہتی تھی کہ صبا کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ ہیلو مسکان دوست۔ میں نے پلٹ کر اسے دیکھا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ہاں بولو مسکان صاحبہ تم مانو یا نہ مانو ضرور تمہیں کسی سے پیار ہو گیا ہے۔

اتنا کہہ کر وہ جلدی سے آگے بڑھ گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا ری ایکشن کیا ہوگا۔ جاتے جاتے وہ مجھے پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ وہ تو چلی گئی مگر میں اپنی جگہ پر ساکت کھڑی اس کی بات پر غور کرنے لگی شاید صبا سچ کہتی ہے۔ مجھے پیار ہو گیا ہے اور پھر میں بوجھل قدموں کے ساتھ گھر میں داخل ہو گئی اور سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ شاید پیدل چل کر کچھ تھک گئی تھی اس لئے فوراً بستر پر دراز ہو گئی۔ اتنے میں حنا کمرے میں بھاگتی ہوئی داخل ہوئیں مسکان آپی...... مسکان آپی! میں نے اسے دیکھا۔ ہاں بولو۔ آپ کے لئے چائے لے کر آؤں۔ حنا نے معصوم سی صورت بنا کر کہا۔ ہاں چائے لے کر آنا پانی نہیں۔ میں نے اسے صبح والی حرکت پر سرزنش کی تو حنا کھی کھی کر کے ہنسنے لگی۔ آپی وہ تو آپ سو رہی تھی ناں اس لئے ابھی تو آپ جاگ رہی ہیں۔ اتنا کہہ کر حنا کمرے سے باہر چلی گئی اور میں تکیے سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کر کے اسی کے بارے میں سوچنے لگی کہ یکلخت ایک مسحور کن خوشبو میری ناک سے ٹکرائی اور ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ آہٹ سن کر کے میری آنکھیں کھل گئیں اور میں اپنے اردگرد کا جائزہ لینے لگی۔ خوشبو کا احساس مجھے ابھی بھی ہو رہا تھا مگر آہٹ غائب تھی اور کبھی ایسا بھی لگتا کہ کوئی کمرے میں موجود ہے۔ کافی دیر میں اپنے اردگرد دیکھتی رہی اور پھر میں نے اپنا وہم سمجھ کر اسے جھٹک دیا۔ قدرے خوشبو بھی کافور ہو چکی تھی۔

شام تک میں کن خیالوں میں گم کمرے میں بند رہی۔ شام کا کھانا سب کے ساتھ مل کر کھایا، کھانے کے فوراً بعد میں کمرے میں چلی آئی۔ جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوئی اسی مسحور کن خوشبو نے میرا استقبال کیا۔ میں ہاتھ پیچھے باندھے تھوڑی دیر کمرے میں ٹہلتی رہی۔ وہ خوشبو مجھے پاگل کیئے دے رہی تھی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ مجھ پر نیند کا نشہ بڑھنے لگا ہے جیسے کہ کوئی انہونی طاقت مجھے سلانا چاہتی ہو۔ یہی کچھ سوچ کر کے شاید وہ خواب میں دوبارہ نظر آ جائے۔ میں بستر پر لیٹ گئی اور اپنی آنکھیں بند کر لیں شاید اس خوشبو کا اثر تھا کہ میں جلد ہی نیند کی آغوش میں جھولنے لگی۔

❁

مجھے ایسا لگا کہ آنکھیں بند کرتے ہی منظر بدل گیا ہو۔ ایک بار پھر میں اس جھیل کے کنارے موجود تھی، وہی مسحور کن خوشبو ہر سو پھیلی ہوئی تھی اور وہ اسی پتھر پر بیٹھا چھوٹے چھوٹے کنکر پانی میں پھینک رہا تھا۔ ہاں تو تم کچھ کہہ رہے تھے۔ میں نے اسے یاد دلایا۔ اس کا کنکر پھینکتا ہاتھ فضا ہی میں رک گیا اور اس وقت میں تمہارے ساتھ انسانی شکل میں موجود ہوں۔ اس نے اپنی بات مکمل کی۔ مگر تم مجھے ادھر کیوں لے کر آئے ہو؟ میں نے بات کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ کیونکہ بار بار میں اس کے منہ سے یہ نہیں سننا چاہتی تھی کہ وہ انسان نہیں ہے۔ مسکان! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، واقعی وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا۔ بتاؤ ناں کیا بتانا چاہتے ہو اور میں اسے دیکھنے لگی۔ مسکان! میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں اور پھر اچانک سے اس نے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی بلکہ میرے دل کی بات کہہ ڈالی تھی کیونکہ میں بھی تو اس سے محبت کرنے لگی تھی۔ بس اتنی سی بات ہے اور تم اتنا ڈر رہے تھے۔ میں نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ نہیں مسکان! یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ دیکھو میں نے تمہیں بتایا ناں کہ میں انسان نہیں ہوں بلکہ جنات میں سے ہوں۔ تو پھر ہماری محبت کیا معانی رکھتی ہے۔ ہمارا تو ملاپ بھی ممکن نہیں اور تم کہتی ہو کہ اتنی سی بات ہے۔ اس نے اپنی پریشانی ظاہر کی۔ نہیں میں نہیں مانتی کہ تم انسان نہیں ہو۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ مسکنا میری بات کا یقین کرو میں انسان نہیں ہوں۔ میں اس کی یہ بات سن کر خاموش ہی رہی۔ اچھا تمہیں یقین نہیں آتا ناں تو پھر پلٹ کر دیکھو۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے پلٹ کر دیکھا تو اب وہاں زرقاب موجود نہیں تھا جہاں پر وہ بیٹھا تھا۔ میں آنکھیں پھاڑے اس پتھر کو دیکھنے لگی جہاں پر تھوڑی دیر پہلے وہ موجود تھا اور پھر میں بھاگ کر پتھر کے دوسری طرف گئی کہ شاید وہاں پر چھپ گیا ہو مگر وہ وہاں پر بھی

نہیں تھا۔ اچانک ہی اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ میں یہاں ہوں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو اب وہ میری جگہ پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میں حیران کن نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اب یقین آیا اس نے ثبوت پیش کرتے ہوئے کہا۔ اب بتاؤ ہماری محبت کیا معانی رکھتی ہے؟ میں خاموش کھڑی اس کی بات سن رہی تھی، میرے پاس اس کی کسی بات کا جواب نہیں تھا بلکہ یہ سوچ سوچ کر میرا سر چکرانے لگا کہ جس کے بارے میں میں کل سارا دن سوچتی رہی وہ انسان نہیں بلکہ ایک جن زاد ہے اور پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ مجھے ایسا لگا کہ میں ابھی چکرا کر گر پڑوں گی۔ مگر نجانے یہ کیسی دنیا تھی جہاں پر میں بند آنکھوں سے بھی دیکھ سکتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ میں گرنے والی ہوں اور زرقاب نے آگے بڑھ کر مجھے سنبھالا، وہ مجھے جھنجھوڑنے لگا۔ مسکان...... مسکان...... اور میں اس کے ہاتھوں میں جھولنے لگی۔ ایک بار پھر مجھے آواز سنائی دی۔ مسکان...... مسکان...... مگر اس بار یہ آواز میری ممی کی تھی جو روزانہ کی طرح مجھے نماز کے لئے جگا رہی تھیں۔ ممی کی آواز سن کر میں یکدم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اوہ پھر وہی سپنا میں نے خود سے کہا۔ ایک ایسا سپنا جس کا تسلسل کل ٹوٹ چکا تھا۔ پھر وہ کیسے نظر آ سکتا ہے۔ بالکل ایسے جیسے خواب کا بقیہ حصہ ہو۔ میں سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور اپنے بال درست کرنے لگی۔ کیا یہ خواب ہے جو مسلسل دو دن سے مجھے ایسے نظر آتا ہے کہ میں سمجھتی ہوں کہ وہ ایک ہی خواب ہے۔ اگر دوبارہ اسی طرح آگے سے نظر آیا تو میں یہ سوچ کر سہم سی گئی مگر وہ تو مجھے کچھ بھی نہیں کہتا کچھ بھی تو نہیں...... صرف اتنا ہی تو کہتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ پھر وہ یہ کہہ کر پریشان بھی ہو گیا تھا کہ وہ ایک جن ہے اور میں انسان ہمارا ملاپ ممکن نہیں۔ پھر میں اس سے اتنی خوفزدہ کیوں ہوں مگر یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ جنات کے تصور سے بھی وہ خوفزدہ ہونے لگتا ہے۔ میں کافی دیر اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔ مسکان آپی مسکان آپی اٹھو صبح ہو گئی ہے اور کالج بھی جانا ہے۔ حنا بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ کل کی طرح یہی سمجھ رہی تھی کہ میں سوئی ہوئی ہوں۔ مجھے بستر پر بیٹھا دیکھ کر اس نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لئے۔ شاید وہ حیران تھی کہ آج میں اس کی آمد سے پہلے ہی اٹھ کھڑی ہوئی ہوں۔ مسکان آپی! آپ آ جائیں ہم ناشتہ لگاتی ہیں۔ ہوں تم چلو میں ابھی آتی ہوں۔ میں اٹھ کھڑی ہوئی، کالج کے لئے تیاری کی ناشتے کے دوران بھی میں اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔ میری یہ خاموشی ممی نے بھی بھانپ لی۔ مسکان بیٹی آج تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں، کچھ خاموش لگ رہی ہو؟ ہاں مما! بس ذرا سر میں درد تھا، میں نے میڈیسن لے لی ہے ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اتنے میں صبا آ گئی۔ اچھا مما میں چلتی ہوں۔ میں نے ناشتے کی ٹیبل سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ہائے مسکان! کیسی ہو صبا نے روزانہ کی طرح گڈ مارننگ کہتے ہوئے کہا۔ میں ٹھیک ہوں تم سناؤ۔ ہوں تم ٹھیک تو نہیں لگتی۔ میری بات کا جواب دینے کی بجائے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ میں نے ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر اس کے ساتھ چل پڑی۔

کل کی طرح آج بھی میں خاموش تھی۔ صبا بار بار مجھے دیکھتی جیسے کچھ پوچھنا چاہ رہی ہو۔ میں اس کے ارادے بھانپ گئی اور پھر میں اسے اپنے خواب کے بارے میں بتا دینا چاہتی تھی۔ صبا! وہ میں کل تمہیں کچھ بتانا چاہتی تھی۔ میں نے صبا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں ہاں بتاؤ۔ صبا نے جلدی سے کہا جیسے اسے کل سے انتظار ہو۔ صبا! میں تمہیں اپنے خواب کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔ خواب......! صبا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ہاں صبا! مجھے دو دن سے ایک خواب نظر آ رہا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جہاں سے اس خواب کا تسلسل ٹوٹتا ہے وہیں سے دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں سے ٹوٹتا ہے وہاں سے دوبارہ شروع......! صبا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں صبا! خواب میں مجھے ایک ہی شخص نظر آتا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ دیکھ مسکان! میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ محبت کا چکر ہے۔ گویا کہ وہ یہ بات منوانا چاہتی تھی کہ وہ

ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اچھا تو یہ بتا وہ تجھے کیسا لگتا ہے؟ صبا نے اس کے بارے میں میری رائے لینی چاہی۔ صبا ہے تو وہ ٹھیک، بہت خوبصورت بھی مگر بات کچھ اور ہے جو میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔ کیسی بات؟ صبا نے مجھے دیکھا۔ صبا! وہ کہتا ہے کہ وہ انسان نہیں ہے۔ ابھی میں مزید اس کے بارے میں بتانا چاہ رہی تھی کہ کسی نے ہمارا رستہ روک لیا۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ جمو چڑی تھا جو ہمیں کا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ ہمیں اس کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے اس لئے ہم نے سائیڈ سے نکلنے کی کوشش کی مگر پھر وہ ہمارے سامنے آ گیا۔ اے آگے سے ہٹ رستہ دے ہمیں ورنہ...... صبا نے ہمارے دفاع کے لئے حربہ اپنایا۔ ورنہ ...... ورنہ کیا کرو گی چھوکری؟ صبا نے ایک نظر مجھے دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کہ اب کیا کریں۔ پھر صبا نے خود سے فیصلہ کر ڈالا۔ تڑاخ ...... صبا نے اس چڑی کو تھپڑ مار دیا۔ جمو چڑی طیش میں آ گیا اس نے صبا کا ہاتھ پکڑ کے اسے زور سے پیچھے کی طرف دھکا دیا جس کی وجہ سے صبا دور جا گری اور وہ چڑی ایک طرف کو چل دیا۔ چھوکری تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ تھپڑ کا بدلہ ضرور لوں گا۔ میں نے جلدی سے صبا کو اٹھایا اور اسے لے کر اپنے رستے پر چل پڑی۔ صبا غصے سے پھولی ہوئی تھی صبا یہ تو نے ٹھیک نہیں کیا۔ وہ چڑی...... کیا ٹھیک نہیں کیا؟ اسے ایسے ہی اپنے رستے پر کھڑا رہنے دیتی تاکہ ہمارا تماشا بن جاتا۔ صبا کا غصہ عروج پر تھا۔ صبا تماشا تو اب بھی بن گیا ہے، تو نے سنا نہیں وہ کیا کہہ رہا تھا۔ تھپڑ کا بدلہ ضرور لوں گا۔ اگر اس نے دوبارہ ایسی حرکت کی تو؟ کچھ نہیں ہوگا مسکان! دیکھا جائے گا۔ ایسی ہی باتیں کرتی ہم کالج پہنچ گئیں۔ خواب والی بات درمیان میں ہی رہ گئی تھی۔ سچویشن ہی کچھ ایسی تھی کہ ہمیں اپنی پڑ گئی کہ اس بھنگی چڑی سے کیسے جان چھڑائیں۔ بروقت خدا نے ہماری مدد کی ورنہ تو خیر جو بھی ہوا اچھا ہوا۔ اگر صبا اسے تھپڑ نہ مارتی تو شاید وہ کچھ اور کرتا۔ واپسی پر بھی ہمیں اس کا خطرہ لگا رہا کہ وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ ہم خیر و عافیت کے ساتھ اپنے گھر پہنچ گئیں۔ مسکان! کل میں کالج نہیں جاؤں گی، ہو سکے تم بھی مت جانا ورنہ وہ چڑی ضرور کوئی ہنگامہ کھڑا کرے گا اور میں نہیں چاہتی کہ مزید اس سے سامنا ہو اور ویسے بھی ہم عورتیں مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ خواہ مخواہ بدنامی ہو گی اس لئے کل کا دن گھر پر ہی گزارا کرنا تاکہ کچھ تو یہ بات پرانی ہو جائے اور آگے کیا کرنا ہو گا یہ پھر سوچیں گے۔ اتنا کہہ کر صبا آگے بڑھ گئی اور میں اس کی باتوں پر غور کرتی ہوئی اپنے گھر میں داخل ہو گئی۔

نجانے مجھے آج ایسا کیوں لگ رہا تھا کہ وہ آج بھی میرے خواب میں ضرور آئے گا اس لئے آج میں کچھ کچھ سونے سے ڈر رہی تھی مگر کرتی کیا نہ کرتی سونا تو تھا ہی یہی کچھ سوچ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یکلخت وہ مسحور کن خوشبو میری ناک سے ٹکرائی مجھے ایسا لگا کہ وہ خوشبو مجھے مدہوش کرنے کے لئے ہے۔ پھر ایسا ہی ہوا میں نیند کی وادی میں اترتی چلی گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ جھیل سے پانی کے چند قطرے میرے چہرے پر ڈال رہا تھا۔ شاید مجھے ہوش میں لانا چاہتا تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد میں ہوش کی دنیا میں موجود تھی۔ میں انگڑائی لیتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی جیسے سب کچھ بھول چکی ہوں۔ جونہی میری نظر اس پر پڑی تو میرے انگڑائی کے لئے اٹھے ہوئے ہاتھ درمیان میں ہی رک گئے۔ مجھے اس طرح ہاتھ نیچے کرتا ہوا دیکھ کر اس نے شرارت بھرے لہجے میں ایک بہت ہی پیارا سا شعر پڑھ ڈالا۔

انگڑائی بھی وہ لینے نا پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ

شعر سنا کر وہ مسکرانے لگا۔ آہستہ آہستہ مجھے سب کچھ یاد آنے لگا۔ میں ارد گرد کے ماحول کو حیرانگی سے دیکھنے لگی۔ وہ ماحول جو تھوڑی دیر پہلے میرے لئے جانا پہچانا لگ رہا تھا اب اس ماحول پر اجنبیت چھا گئی۔ کچھ دیر قبل جو میرے من کو بھا رہا تھا اب مجھے اس سے خوف آنے لگا تھا۔ میں اپنے آپ کو اس کے حصار میں قید سمجھ رہی تھی مگر مجھے کوئی رستہ نظر نہیں آ رہا تھا کہ کدھر جاؤں۔ وہ اداس سا

جھیل کے کنارے جا بیٹھا۔ جب سے میری اس سے ملاقات ہوئی تھی وہ مجھے اداس ہی لگتا تھا، باتیں بھی کم کرتا تھا۔ وہ خاموش بیٹھا کن خیالوں میں گم تھا۔ اچانک اس کی آواز سنائی دی۔ میں نے سمجھا کہ وہ شاید مجھ سے کچھ کہہ رہا ہے۔ مگر وہ کسی اور سے باتیں کر رہا تھا۔ کیوں آئے ہو کسی سے کچھ پوچھ رہا تھا مگر مجھے کیوں یاد کیا؟ تھوڑے توقف کے بعد ٹھیک ہے تم جاؤ میں پہنچتا ہوں۔ بس اتنی سی باتیں اس نے کسی سے کی تھیں اور پھر خاموش ہو گیا۔ مسکان! میں چلتا ہوں، مجھے میرے سردار نے بلایا ہے۔ کل پھر اسی جگہ ملاقات ہو گی۔ اتنا کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طرف کو چل دیا۔ ابھی وہ تھوڑا ہی چلا ہو گا کہ اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ مسکان! وہ دیکھو پانی میں۔ میں نے پانی میں دیکھا تو ایک مگرمچھ میری طرف بڑھ رہا تھا، مگرمچھ کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر میری چیخ نکل گئی۔ میں نے پلٹ کر اسے دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے غائب تھا۔ اب میں اکیلی اس وادی میں موجود تھی مگرمچھ تیزی سے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے اور قریب آتا میری ایک اور چیخ نکل گئی مگر اس ب میں اپنے بستر پر تھی۔ شاید حقیقت میں بھی میں نے یہ چیخ ماری تھی جس کی وجہ آواز سن کر ممی اور حنا بھی کمرے میں آ گئیں۔

کیا ہوا مسکان بیٹی، چیخ کیوں ماری تھی؟ مما! وہ دراصل سپنا دیکھ لیا تھا اس لئے ڈر گئی۔ اوہ ہو یہ لڑکی بھی ناں کتنی بار کہا ہے کہ یہ ڈراؤنی کہانیاں مت پڑھا کرو پھر الٹے سیدھے خواب نظر آنے لگتے ہیں۔ ممی ایسی ہی باتیں کرتی باہر چلی گئیں اور میں اپنے بال درست کرنے لگی۔ پھر وہی سپنا...... اچانک سے میرے دماغ میں یہ خیال گزرا۔ میرا خیال تھا کہ وہ خواب آگے سے نظر آئے گا اور پھر ایسا ہی ہوا کہ جہاں سے خواب کا تسلسل ٹوٹا تھا وہیں سے نظر آیا تھا۔ ایک پل کے لئے میں مسکرا دی۔ مگر مگرمچھ کا خیال آتے ہی میں سہم سی گئی۔ اوپر سے یہ خوف کہ وہ خواب دوبارہ نظر آئے گا اور اگر وہیں سے شروع ہوا تو ضرور وہ مگرمچھ مجھے ڈس لے گا۔ مگر وہ تو خواب تھا اور خواب میں مگرمچھ مجھے کیسے ڈسے گا۔ وہ مگرمچھ نہیں ہو سکتا، تو پھر کیا ہو سکتا ہے۔ میں خود سے باتیں کر رہی تھی۔ ضرور وہ مجھے ہوش میں لانے کے لئے کیا گیا تھا۔ اچھا ہے مجھے کچھ بھی تو نہیں کہتا بس اداس اور خاموش سا رہتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے مگرمچھ میرے دماغ سے نکل چکا تھا اور میں زرقاب کے بارے میں سوچنے لگی۔ شاید وہ غمگین ہے، اس بار میں خواب میں اس سے ضرور پوچھوں گی کہ وہ اتنا اداس کیوں رہتا ہے۔ اسے دلاسہ دوں گی۔ کیوں چپ چپ سا رہتا ہے اگر اسے میری مدد کی ضرورت ہے تو اس کی مدد کروں گی۔ یہی کچھ سوچ کر میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج کالج بھی نہیں جانا تھا۔ بقول صبا کے ورنہ وہ چڑیل پھر کوئی نہ کوئی پرابلم کھڑی کرے گا۔ اس لئے سارا دن گھر پر ہی گزارنا پڑا۔ صبا سے بھی ملاقات نہ ہو سکی کہ اس چڑیل کے متعلق تبھی کچھ باتیں ہو جاتیں۔ جوں جوں دن ڈھل رہا تھا میرا خوف بڑھتا ہی جاتا تھا۔ دن بھر اس چڑیل کا خوف سوار رہا کہ کل اس سے سامنا ہو گا اور رات کو اس مگرمچھ سے سامنا ہو گا، دونوں طرف سے خوف میرے دامن گیر تھا اور کتنی ہی دیر مجھ پر خوف مسلط رہا اور میں ایسے ہی سوچتی رہی۔

۞

میں اپنے بستر پر بیٹھی سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ چڑیل کا خوف تو قدرے کم ہو چکا تھا مگر اب مگرمچھ کا خوف مجھ پر پوری طرح سوار تھا۔ وہ مگرمچھ ہو ہی نہیں سکتا بلکہ وہ تو مجھے ہوش میں لانے کے لئے طریقہ اپنایا گیا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو تسلی دی اور بستر پر دراز ہو گئی۔ میں نے آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ جلد ہی میں نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ ایک بار پھر سے وہی سب کچھ ہونے لگا جس سے میں خوف کھا رہی تھی۔ میں چیخ رہی تھی اور مگرمچھ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ مگرمچھ کچھ اور میری طرف بڑھتا۔ ایک طرف سے آتی ہوئی نیلی سی شعاع مگرمچھ سے ٹکرائی اور مگرمچھ کا وجود پانی میں بکھر گیا۔ میری اچانک سے چیخ بند ہو گئی اور مگرمچھ کو پانی میں بکھرتا دیکھنے لگی۔ میں نے پلٹ کر اپنے پیچھے دیکا تو وہی

کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ چلتا ہوا میرے قریب آیا۔ اتنا کیوں ڈر گئی تھی؟ اس نے میرے قریب آتے آتے کہا۔ پھر اسی جھیل کنارے جا بیٹھا۔ میں ابھی تک سہمی کھڑی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ تم اتنی ڈر جاؤ گی۔ میں ابھی بھی خاموش تھی۔ ناراض ہو؟ اس نے میری ناراضگی کو بھانپتے ہوئے۔ میں نے تو یہ سب تمہیں ہوش کی دنیا میں لانے کے لئے کیا تھا۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ ری ایکشن یہ ہو گا تو کوئی کانٹا بھی چبھو دیتا۔ اس کی یہ بات سن کر میں ہنس پڑی پھر مجھے ایسا لگا کہ میرا سارا خوف اتر چکا ہے اور میں ایک طرف کو ہو کر بیٹھ گئی۔ اس نے مجھے ہنستا ہوا دیکھ لیا تھا اور جواب میں وہ بھی ہلکا سا مسکرایا تھا مگر اب وہ خاموش تھا، کچھ سوچ رہا تھا۔ میں نے دیکا کہ وہ پانی میں اپنے عکس میں کھویا ہوا ہے، مجھے شرارت سوجھی اور میں نے کچھ سوچ کر ایک چھوٹی سی کنکری اس کے سامنے پانی میں ڈال دی۔ کنکری کے پانی میں گرنے کی وجہ سے پانی میں ہلچل سی مچ گئی۔ پانی پر دائرے سے نمودار ہو گئے اور ساتھ ساتھ اس کا عکس بھی ہلنے لگا۔ اس نے دھیرے سے میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے ایک بڑا ہی عجیب شعر کہہ ڈالا۔

پانی میں عکس دیکھ کر خوش ہو راہ تھا میں
پتھر کسی نے پھینک کر منظر بدل دیا

اس کے لہجے میں شرارت بھری تھی۔ شعر سن کر بے اختیار اسے داد دینی پڑی۔ کافی حد تک میرا خوف زائل ہو چکا تھا۔ میں اس کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ کیوں بلایا تھا تمہارے سردار نے؟ میں نے سوال کر ڈالا۔ مسکان اسے میرے بارے میں پتہ ہے کہ میں ایک آدم زاد سے محبت کرنے لگا ہوں۔ اس نے مجھے تنبیہہ کی کہ اگر دوبارہ اس آدم زادی سے ملنا ہے تو ہم تمہیں اپنے قبیلے سے نکال باہر کریں گے۔ مجھے اختیار دیا گیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ رہتا ہوں یا اپنے قبیلے کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے قبیلہ والوں کو چھوڑ چھاڑ کر تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ اس نے اپنے پر بیتے سارے حالات میرے سامنے رکھ دیئے۔ زرقاب! کیوں کیا تم نے یہ سب؟ تم جانتے بھی ہو کہ ہمارا ملاپ ممکن نہیں پھر بھی محبت کی حد تک تو ہم ساتھ رہ سکتے ہیں اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اب میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔ وہ میری محبت میں پاگل بنتا جا رہا تھا۔ میرے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ آیا تھا۔ میرے ساتھ رہو گے مگر کس طرح؟ میں نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ویسے ہی جیسے تم رہتی ہو۔ مگر تم بے فکر رہو میں کسی کو نظر نہیں آؤں گا۔ صرف تم مجھے دیکھ سکو گی۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ بس یہ سمجھ لو کہ ہم دونوں دوست بن کر رہیں گے مگر میں اتنا ہی کہہ پائی۔ دیکھو مسکان اب تمہارے سوا میرا کوئی نہیں۔ وہ بچے کی سی ضد کر رہا تھا۔ مگر تم میرے خواب میں ہی کیوں دکھائی دیتے ہو، عام حالات میں سامنے کیوں نہیں آتے؟ جو بات میرے ذہن میں تھی وہ کہہ ڈالی۔ وہ اس لئے کہ میں سمجھتا تھا کہ تم ڈر جاؤ گی، اب چونکہ ہماری دوستی ہو گئی ہے اس لئے آج صبح میں تمہارے سامنے آ جاؤں گا۔ بس اپنی آنکھیں بند کر کے مجھے یاد کر لینا میں تمہارے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔ اب میں چلتا ہوں اس لئے کہ صبح ہو چکی ہے اور تم نے کالج بھی جانا ہو گا۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ مگر تم کہاں جاؤ گے، تم تو اپنا قبیلہ چھوڑ چکے ہو؟ ہاں مسکان! لیکن یہ دنیا بہت بڑی ہے، میں کہیں بھی رہ لوں گا۔ یہ جنگلات، یہ پہاڑ یہ سب میرا مسکن ہیں جب تم سے ملنے کو دل چاہے گا تو تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ اب تمہیں اٹھ جانا چاہئے کیونکہ صبح ہو چکی ہے۔ مگر میں کیسے بیدار ہو سکتی ہوں؟ میں تو تمہارے ساتھ ہوں۔ میں نے حیرانگی سے کہا۔ بس تم اپنی آنکھیں بند کر لو اور جب میں آنکھیں کھولنے کا کہوں تو آنکھیں کھول دینا تم اپنے بستر سے اٹھ جاؤ گی۔ نجانے چاہتے ہوئے بھی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، میرے کانوں سے اس کی آواز ٹکرائی۔ مسکان! آنکھیں کھول دو۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور آواز سنائی دی۔ مسکان آپی! اٹھو صبح ہو گئی ہے۔ حنا مجھے پکار پکار کر جگا رہی تھی۔ حنا کی آواز پر میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ روزمرہ کے معمولات سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا اور صبا کا انتظار کرنے لگی۔ آج

صبا لیٹ تھی اس لئے ابھی تک نہیں آئی تھی ورنہ تو وہ ٹائم سے آجاتی تھی اور پھر وہ ساری باتیں مجھے یاد آنے لگیں جو وہ کہہ گیا تھا۔ اب ہماری دوستی ہوگئی ہے، بس تم آنکھیں بند کر کے مجھے یاد کرنا میں فوراً آ جاؤں گا۔ میرے دل میں خیال گزرا کیوں ناں اسے یاد کر کے دیکھتی ہوں وہ آتا ہے کہ نہیں۔ ابھی میں آنکھیں بند کرنے ہی والی تھی کہ مجھے صبا کی آواز سنائی دی۔ ہائے مسکان! کیسی ہو گڈ مارننگ۔ صبا جو دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ مسکان! تم تیار ہو؟ میرے پاس رکتے ہوئے کہا۔ کب سے۔ میں تو بس تمہارا ویٹ کر رہی تھی مگر آج تم اتنی لیٹ کیوں ہو؟ میں نے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے کہا۔ مسکان آج میرا دل نہیں تھا کالج جانے کو مگر پھر سوچا تمہارا کیا بنے گا تم اکیلی نہیں جا پاؤ گی اس جمو چڑی کی وجہ سے۔ آؤ صبا رستے میں باتیں کرتے ہیں۔ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ کچھ ہی دیر بعد ہم کالج کے رستے پر گامزن تھیں۔ ہمیں وہ چڑی کہیں پر نظر نہ آیا اور ہم دونوں خیر و عافیت سے کالج پہنچ گئیں مگر اس کا خوف ہمارے دل و دماغ پر مسلط تھا۔ ہو سکتا ہے واپسی پر ہمارا رستہ روک لے اور پھر ایک نئی سوچ نے جنم لیا مگر اب یہ خوف کہ جاتے ہوئے کیا بنے گا۔ صبا کا حال بھی مجھ سے کم نہ تھا۔ وہ بھی گہری سوچوں میں گم تھی۔ میں نے ایک نظر صبا کو دیکھا تو وہ بھی مجھے دیکھنے لگی۔ ایک اداس سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھر گئی اور پھر وہ نیچے دیکھنے لگی۔ ہماری کلاس کا سارا ٹائم ایسے ہی گزر گیا۔ رہ رہ کر وہ چڑی ہمارے دلوں میں اپنا خوف مسلط کرتا رہا تھا۔ گویا کہ گھر جانے کے لئے ہم نے پل صراط سے گزرنا تھا۔ کالج سے نکلتے ہی ہم نے ایک نظر ارد گرد ڈالی اور پھر دونوں چل پڑیں۔ ہم دونوں ہی خوف سے نظریں جھکائے اپنے گھروں کی طرف بڑھ رہی تھیں ابھی مشکل سے ہی ہم نے پانچ منٹ کا رستہ طے کیا تھا کہ اچانک ہمارے سامنے کوئی آ گیا۔ ہم نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہی منحوس چڑی دیدے پھاڑے ہمارے سامنے کھڑا تھا اور ہمیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ صبا نے پہلے کی طرح ایک نظر مجھے دیکھ جیسے پوچھ رہی ہو اب کیا کریں۔ اچانک ہی میرے دماغ میں اس کا خیال آیا۔ جب میری ضرورت پڑے تو آنکھیں بند کر کے مجھے یاد کرنا میں آ جاؤں گا۔ نجانے کیوں خود بخود میری آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں اور میں زرقاب زرقاب پکارنے لگی۔ صبا نے تو یہ سمجھا کہ بلی کو دیکھ کر کبوتر کی آنکھیں بند ہونے والا سین چل رہا ہے اور ہوتا بھی ایسا ہی ہے۔ اکثر خوف میں مبتلا انسان اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ میری آنکھیں بند تھیں اور میں مسلسل زرقاب زرقاب کی گردان پڑھ رہی تھی۔ صبا مجھے اس طرح دیکھ کر گھبرا سی گئی۔ ممکن ہے اس کی نظر چڑی پر بھی۔ وہ مجھے جھنجھوڑنے لگی۔ مسکان مسکان، صبا کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی مگر اب ایک اور بھی آواز سنائی۔ مسکان میں آ گیا ہوں میں نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ میرے اسک طرف موجود تھا بالکل وہی جو میرے خواب میں آتا تھا، بالکل وہی تھا وہ مجھے دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا مگر میں جواب میں نہ مسکرا سکی سچویشن ہی کچھ ایسی تھی۔ وہ مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ میرے بلانے پر وہ کافی خوش ہے۔ وہ صرف مجھے ہی نظر آ رہا تھا وہ دونوں اسے دیکھنے سے قاصر تھے۔ زرقاب یہ ہمیں تنگ کرتا ہے۔ میں نے زرقاب کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا۔ یہ سنتے ہی ہنسی اس کے چہرے سے کافور ہوگئی۔ یہ سن کر وہ برانگیختہ سا ہو گیا۔ جہاں پر صبا مجھے حیران کن نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہاں پر وہ چڑی بھی حیران تھا کہ یہ زرقاب کیا لگا رکھی ہے۔ اے چھوکری کس سے بات کرتی ہے اور یہ زرقاب کون ہے تمہارا باڈی گارڈ۔ ہاہاہا اس نے ایک قہقہہ لگایا اور صبا کو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ پہلے کی طرح پیچھے جا گری۔ گرتے ہی صبا کی چیخ نکل گئی۔ اب میری باری تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ میری طرف بڑھاتا میں نے دیکھا کہ زرقاب نے پلک جھپکتے ہی اسے دونوں ہاتھوں سے کاندھوں پر اٹھا لیا جیسے دور پھینکنا چاہتا ہو اور پھر ایسا ہی ہوا۔ زرقاب نے اسے دیوار کی طرف ایسے اچھال دیا جیسے وہ دودھ پیتا بچہ

ہو۔ وہ چڑی دیوار سے ٹکرایا، ہمیں اس کی دردناک چیخ سنائی دی۔ وہ چڑی زمین پر گرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا، وہ اپنی تکلیف نظر انداز کر کے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے جس نے اسے اٹھا کر پھینکا ہے۔ میں نے دیکھا کہ زرقاب ایک بار پھر اس کی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ شاید اسے دوبارہ اٹھا کر پھینکنا چاہتا تھا مگر نہیں۔ زرقاب نے جاتے ہی اسے زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ تھپڑ اتنا زور سے پڑا کہ چڑی زمین پر گر پڑا یقیناً اسے دن میں تارے نظر آ گئے ہوں۔ چڑی ابھی تک بوکھلاہٹ کا شکار تھا کہ وہ کون ہے جو مجھے اتنی بے دردی سے پیٹ رہا ہے۔ کون ہے کون ہے۔ مجھے چڑی کی آواز سنائی دی۔ زرقاب نے اس پر ہی بس نہیں کی بلکہ اس پر لاتیں برسانا شروع کر دیں۔ تب تک صبا بھی میرے کاندھے کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی اس نے ایک نظر چڑی کو کراہتا ہوا دیکھا اور ہاتھ کی انگلیاں گھما کر مجھ سے اشارے میں پوچھا کیا ماجرا ہے کیونکہ اسے بھی زرقاب نظر نہیں آ رہا تھا۔ بس اتنا پتہ چلتا تھا کہ کوئی چڑی کو پیٹ رہا ہے۔ چڑی زور زور سے آوازیں لگانے بچاؤ بچاؤ۔ مگر عجیب بات تھی جو بھی اس کے قریب سے گزرتا۔ ایک نظر اس پر ڈالتا اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ جاتا۔ ناٹک کرتا ہے سالا چڑی پی پی کر ہمیں پاگل بنا رہا ہے۔ چڑی مار کھا کھا کر ادھ موہ ہو گیا۔ نجانے کیوں مجھے اس چڑی پر ترس سا آنے لگا۔ میں نے آگے بڑھ کر زرقاب کو پکارا۔ زرقاب بس کرو۔ زرقاب کا ہاتھ فضا ہی میں معلق رہ گیا۔ ایک نظر چڑی پر ڈالی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ مگر ایک بار پھر سے طیش آ گیا۔ اس نے چڑی کو ایک ٹھوکر ماری۔ چل معافی مانگ۔ اس کا اشارہ میری طرف تھا اور پھر وہ چڑی میری طرف ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ بہن جی مجھے معاف کر دو آئندہ تمہارا رستہ نہیں روکوں گا۔ اوئے ایسے معافی نہیں ملے گی چل پیر پکڑ۔ زرقاب نے ایک اور ٹھوکر اسے رسید کی۔ یہ سنتے ہی وہ زرقاب کے پیروں میں گر پڑا۔ ابے پاگل میرے نہیں اس کے پیر پکڑ جلدی سے اس چڑی نے زرقاب کے پیر چھوڑے اور میرے پیروں میں آن گرا مگر اس وقت یہ خیال میرے ذہن میں گزرا کہ شاید وہ بھی زرقاب کو دیکھ رہا ہے۔ میں نے زرقاب کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ اسے چلتا کرے۔ اوئے چل اٹھ اگر آئندہ ان کا یا کسی کا بھی رستہ روکا تو جانتا ہے کہ میں کروں گا۔ وہ زرقاب کو خوفزدہ نظروں سے دیکھتا ہوا ایک طرف بھاگ گیا۔ میں نے زرقاب کو تشکر بھری نظروں سے دیکھا جس نے اس چڑی سے ہماری ہمیشہ کے لئے جان چھڑا دی۔ وہ بھی مجھے ایسے ہی دیکھتا رہا جیسے میں بلانے پر کافی خوش تھا۔ ٹھیک ہے زرقاب تم جاؤ پھر ملتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً غائب ہو گیا۔ پہلی بار میں نے کسی جن کو ہوا میں تحلیل ہوتا دیکھا تھا۔ آؤ صبا چلتے ہیں۔ صبا جو ابھی تک حیرت کدہ بنی وہ سب کچھ دیکھتی رہی تھی جو کچھ ہوتا رہا۔ اچانک میری آواز سن کر چونک سی گئی اور میرے ساتھ چلنے لگی۔

کافی دیر خاموش رہنے کے بعد صبا بول ہی پڑی۔ مسکان! یہ سب کیا تھا جو میں دیکھتی رہی؟ تمہیں کیا لگتا ہے؟ میں نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر ڈالا۔ مجھے تو یہ سب کچھ عجیب ہی لگا تھا۔ وہ کون تھا جس نے اس چڑی کو اٹھا کر پھینک دیا تھا اور پھر وہ چیختا بھی رہا تھا۔ مجھے تو ایسا لگا کہ ان دیکھے ہاتھ اس پر چابک برسا رہے ہوں اور کیسے تمہارے پیروں میں پڑ کر معافی مانگنے لگا تھا اور اسے بھاگتے ہوئے دیکھا۔ کس طرح پلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا جیسے اس نے کوئی عجیب چیز دیکھ لی ہو۔ صبا نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔ صبا اب میں تمہیں کیا بتاؤں، اتنا ہی کافی نہیں کہ اس چڑی سے ہماری جان چھوٹ گئی۔ میں نے صبا کو ٹالنا چاہا۔ نہیں مسکان! مجھے بتاؤ یہ کیا اسرار ہے اور تم کس سے باتیں کر رہی تھی۔ تم نے کسی کا نام بھی لیا تھا، ہاں یاد آیا زرقاب ...... تم نے زرقاب کا نام لیا تھا۔ کون تھا یہ زرقاب؟ اور پھر مجھے دیکھنے لگی۔ دیکھو صبا! اگر میں تمہیں کہوں کہ وہ ایک جن تھا تو تم میری بات کا یقین نہیں کرو گی۔ اس لئے ابھی تم گھر جاؤ پھر کبھی تمہیں ساری بات بتلاؤں گی۔ اس سے پہلے کہ صبا مزید سوال کرتی میں ٹیک کیئر بائے کرتی ہوئی اپنے گھر داخل ہو گئی

اور مجبوراً صبا کو آگے بڑھنا پڑا۔ صبا کی یہ عادت ہے جب تک وہ کسی چیز کے بارے میں جان نہ لے اسے سکون نہیں ملتا۔ وہ ضرور دن کو میرے گھر کا طواف کرنے آئے گی اور جان کر رہے گی کہ یہ کیا اسرار ہے۔ ہائے مما...... ہائے چھوٹی...... کیسی ہو؟ میں نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ آج میں لڑکی خوش تھی اور میری یہ خوشی می نے بھی بھانپ لی۔ لگتا ہے آج ہماری بیٹی کچھ زیادہ ہی خوش ہے۔ نہیں تو مماوہ صبا کی بات پر ہنسی آ رہی تھی۔ میں نے جھوٹا کا سہارا لیا۔ اچھا بیٹا تو چینج کر کے آ جا میں کھانا لگاتی ہوں۔ میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ ابھی میں کمرے میں داخل ہی ہوئی تھی حنا بھاگتی ہوئی آئی۔ مسکان آپی...... مسکان آپی! میں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ ہاں بولو کیا ہے؟ وہ سمیر بھائی کا فون آیا تھا۔ اس نے آنے کا مقصد بیان کیا۔ ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تمہارے سمیر بھیا؟ سمیر جو کہ میرے ماموں کا لڑکا تھا اور مجھے بالکل بھی پسند نہیں، میں نے جھنک کر اس کے بیٹھتے ہوئے کہا۔ آپی وہ کل آ رہے ہیں۔ کیا؟ یہ سن کر میں قدرے پریشان ہو گئی۔ ہاں آپی۔ مگر تم اتنی خوش کیوں ہو؟ آپی بس ایسے ہی۔ وہ تمہیں اچھے نہیں لگنے لگے۔ حنا نے رکتے رکتے کہا۔ نہیں وہ مجھے اچھے نہیں لگتے، تمہیں اچھے لگتے ہیں۔ نہیں آپی مجھے بھی اچھے نہیں لگتے۔ حنا نے میری تنقید کی اچھا اب تم جاؤ میں آتی ہوں۔ میرے رخصت کرتے ہوئے کہا۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں کھانے کی ٹیبل پر موجود تھی۔ مما! کیا سمیر کا فون آیا تھا؟ میں نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔ ہاں بیٹا مگر تم کو کس نے بتایا۔ حنا نے بتایا تھا۔ میں نے حنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مما کیوں آ رہا ہے وہ ہمارے گھر؟ میں نے بے زاری سے کہا۔ ویسے ہی گھومنے پھرنے کے لئے، کچھ دن رہ لے گا ہمارے گھر۔ بھئی تمہارے ماموں کا بیٹا ہے، تمہیں کوئی اعتراض ہے کیا؟ جیسے می نے میرے دل کی بات جان لی تھی۔ نہیں مما! میں تو بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔ اور ہاں بیٹی! تمہاری ممانی تسیم کہہ رہی تھی کہ اگر سمیر کو مسکان پسند آ گئی تو دونوں کی شادی کر دیں گے، اپنے بچے ہیں دونوں خوش رہیں گے۔ اب میں سمجھی وہ کیوں آ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اب وہ مجھے پسند کرنے آئے گا۔ مجھے تو وہ ابھی سے پسند نہیں ہے، وہ مجھے کیا پسند کرے گا۔ یہ ممانی تسیم بھی ناں جو جی میں آئے کہہ دیتی ہیں۔ میں نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ کچھ کہا بیٹی! تم نے۔ ہاں مما! میں کہہ رہی تھی کہ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ان کی پھوپھو کا گھر ہے، وہ جب جی میں آئے آ سکتے ہیں۔ اچھا مما! میں کمرے میں آرام کرنے جا رہی ہوں۔ اگر میری دوست صبا آئے تو اسے کمرے میں بھیج دینا۔ میں نے کھانے کی ٹیبل سے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ یہ کیا مصیبت ہے سمیر آئے گا اور اپنے ذوق کے مطابق ایسی باتیں کرنے لگے گا کہ میں اس سے پیار کرنے لگی ہوں۔ مگر میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ وہ مجھے ذرا بھی پسند نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ انسان کے اندر ٹیلنٹ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں لہ بنالیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بعض لوگ خوبصورت ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنا ایک مقام رکھتے ہیں مگر سمیر تو گھنگریالے بال، گول مٹول سر، بڑے بڑے سے اور موٹے موٹے ہونٹ اگر میں مسلسل اسے دیکھتی رہوں تو مجھے متلی سی آنے لگتی ہے۔ بدن میں جھرجھری کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔ ہر بار کی طرح وہ اس بار بھی ہمارے گھر ڈیرہ ڈالنے والا ہے اور جانے کا نام تک نہیں لیتا۔ کس طرح اس سے جان چھڑائی جائے، ہاں اللہ! وہ تو چپٹ ہی جاتا ہے۔ ایسی ہی باتیں سوچتی میں چھت کو گھورتی رہی کہ اچانک زرقاب کا خیال میرے ذہن میں آیا۔ کیوں ناں زرقاب سے اس بارے میں کچھ مدد لی جائے کیونکہ اب اس سے میری دوستی ہو گئی تھی اور عام حالات میں وہ مجھ سے مل بھی لیتا تھا۔ کس طرح اس نے ہماری اس چڑی سے جان چھڑائی تھی۔ ضرور وہ سمیر سے بھی جان چھڑا دے گا۔ بس یہی کچھ سوچ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنے تصور میں زرقاب کو یاد کرنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر بعد مجھے زرقاب کی آواز سنائی دی، آواز سن کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ زرقاب وہی معصوم سی مسکراہٹ لئے میری دیکھ رہا تھا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گئی۔ زرقاب بھی میرے قریب بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔ زرقاب سے میری ملاقات ایسی سچویشن میں ہوئی تھی کہ مجھے حیران ہونے کا موقع بھی نہ ملا ورنہ یہ بات میرے لئے حیران کن تھی کہ جس سے میں کبھی خواب میں ملتی رہی وہ میری عام زندگی میں میرے سامنے بیٹھا ہو گا۔ یہ سب باتیں اب میرے دماغ میں ہلچل مچا رہی تھیں۔ مسکان کیا سوچ رہی ہو؟ زرقاب کی آواز سنائی دی۔ کچھ نہیں زرقاب میں سوچ رہی تھی کہ کہیں پھر سے یہ کوئی خواب تو نہیں۔ میں نے اپنی سوچوں کا محور اس کے سامنے رکھ چھوڑا۔ وہ دن والا واقعہ بھول گئی، وہ چڑی اور اس کی پٹائی۔ اس کے لہجے سے مذاق جھلک رہا تھا۔ اوہ ہاں، تم نے ہی اس چڑی کی خوب پٹائی کی۔ اب وہ دوبارہ گلی میں نظر نہیں آئے گا اور اگر آیا تو تمہارا رستہ نہیں روکے گا۔ اس نے میری بات مکمل کی اور پھر ہم دونوں ہی ہنسنے لگے۔ ہاں زرقاب یاد آیا۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ میرے ماموں کا لڑکا سمیر آ رہا ہے وہ کچھ یہاں رہنا چاہتا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ وہ بس دو دن سے زیادہ نہ رکے۔ میں نے اپنی پریشانی ظاہر کی۔ مگر تم اس کے یہاں رہنے سے اتنی پریشان کیوں ہو؟ زرقاب تم نہیں جانتے وہ آدمی کے ساتھ کچھ زیادہ ہی تنگ ہو جاتا ہے۔ میں اس کی موجودگی میں کچھ بھی صحیح طریقے سے نہیں کر سکتی، میرا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے۔ میرے سامنے اپنے آپ کو مجنوں بنائے رکھتا ہے۔ ایسی چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے بس کانوں میں انگلیاں ٹھونس لو۔ اچھا اب تم پریشان نہ ہو وہ دو دن میں ہی چلا جائے گا، آنے دو اسے اور دوبارہ پھر کبھی نہیں آئے گا۔ میں ہر وقت تمہارے ساتھ ہی رہوں گا جو میں کرتا جاؤں اسے دیکھتی جانا۔ اتنے میں می کی آواز سنائی دی۔ مسکان بیٹا یہ کس سے باتیں کر رہی ہو؟ تمہاری دوست صبا آئی ہوئی ہے۔ یہ کہتے ہوئے می کمرے میں داخل ہو گئی۔ یہ تو کس سے باتیں کر رہی تھی؟ اور میری طرف دیکھنے لگی۔ مماوہ میں گنگنا رہی تھی میں نے کس سے بات کرنی ہے، کوئی بھی تو نہیں ہے کمرے میں۔ میں نے زرقاب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو می کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ اوہ مما میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ صبا کو میرے کمرے میں بھیج دینا اور آپ ہیں کہ مجھے بتانے چلی آئیں۔ میں نے جھنجلا کر کہا۔ اچھا اچھا بھیج دیتی ہوں۔ می نے ایک نظر سارے کمرے پر ڈالی اور باہر چلی گئیں جیسے می کو شک ہو گیا ہو کہ کمرے میں کوئی موجود ہے۔ اس سے پہلے کہ میں زرقاب سے کچھ اور باتیں کرتی صبا کمرے میں داخل ہوئی۔ ہائے مسکان کیسی ہو؟ صبا نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔ آؤ صبا! میں ٹھیک ہوں، تم سناؤ، بیٹھو۔ میں نے ایک طرف اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ساتھ ہی زرقاب کو کہا کہ بعد میں ملتے ہیں۔ یہ سنتے ہی زرقاب غائب ہو گیا۔ کیا ہو رہا ہے بھئی؟ صبا نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ کچھ بھی نہیں بس ایسے ہی کن خیالوں میں گم تھی۔ ویسے مسکان! مجھے تم کچھ پریشان لگ رہی ہو۔ نہیں۔ صبا ایسی کوئی بات نہیں مگر یہ تمہارے منہ پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں۔ وہ میں سو کر اٹھی ہوں ناں اس لئے۔ مگر مسکان آپی آپ تو سوئی ہی نہیں اور تو کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ حنا جو دروازے کے پاس کھڑی ہماری باتیں سن رہی تھی میرا جھوٹ پکڑتے ہوئے کہا۔ حنا بڑوں کے بیچ میں نہیں بولتے۔ میں نے حنا کو جھڑکا تو حنا برا سا منہ بنا کر باہر نکل گئی۔

مسکان تم کس سے باتیں کر رہی تھی۔ صبا نے حنا کی بات کو سچ سمجھتے ہوئے کہا جس کا مجھے ڈر تھا۔ اوہ ہو صبا تم بھی ناں بس، وہ تو میں خود سے باتیں کر رہی تھی اور انہوں نے سمجھا کہ میں کسی سے باتیں کر رہی تھی شاید کسی زرقاب...... اتنا کہہ کر میں خاموش ہو گئی۔ کیونکہ جو میں کہنا نہیں چاہتی تھی وہ میرے منہ سے نکل گیا۔ ہاں مسکان یاد آیا تم نے اس وقت بھی کسی زرقاب کو پکارا تھا، تمہیں مجھے بتانا ہی پڑے گا کہ یہ زرقاب کون ہے؟ صبا ہاتھ کی ہتھیلی پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر میرے جواب کا انتظار

کرنے لگی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہی تھی بولو بولو۔ مجھے ایسا لگا کہ راز فاش ہو گیا ہے اب مجھے سب کچھ صبا کو بتانا پڑے گا۔ دیکھو صبا جس دن اس چڑیل نے ہمارا رستہ روکا تھا میں تمہیں کچھ بتا رہی تھی۔ ہاں مسکان یاد آیا تم اپنے کسی خواب کے بارے میں بتا رہی تھی اور تم نے یہ بھی بتایا تھا کہ خواب میں تمہیں کوئی نظر آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ اتنا تو بتایا تھا تم نے۔ ہاں صبا مگر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ خواب حقیقت کا روپ دھار لے گا اور وہی خواب والا مجھے عام حالات میں بھی ملے گا۔ اور پھر میں نے سب کچھ صبا کے گوش گزار کر دیا کس طرح وہ میرے خوابوں میں آتا رہا، یہ بھی کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے قبیلے تک کو چھوڑ آیا ہے اور اسی دن اس نے ہی ہمیں اس چڑیل سے بچایا تھا اور اب جب بھی میں اسے یاد کرتی ہوں تو وہ آ جاتا ہے۔ تیرے آنے سے پہلے وہ میرے پاس موجود تھا اگر تم کہو تو بلا لیتی ہوں، تم بھی دیکھو گی ناں تو اپنے ہوش کھو بیٹھو گی، اتنا خوبصورت ہے وہ۔ نہیں مسکان! مجھے جنات سے ڈر لگتا ہے۔ صبا نے ڈرتے ہوئے کہا۔ کچھ بھی تو نہیں کہتا وہ۔ نہیں مسکان وہ تو سب ٹھیک ہے مگر پھر بھی میں اس کا سامنا نہیں کر پاؤں گی۔ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ میں نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ اچھا مسکان میں چلتی ہوں، کل کالج ٹائم ملتے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ صبا کے جانے کے بعد میں بھی لان میں آ کر ٹہلنے لگی۔ اسی طرح ٹہلتے ہوئے شام ہو گئی میں نے کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کمرے میں آ کر کے بستر پر دراز ہو گئی جلد ہی میری آنکھ لگ گئی۔

❁

صبح میں کالج جانے کے لئے تیار تھی، صبا کے آتے ہی ہم کالج کے لئے روانہ ہو گئیں مگر آج ہم دونوں ہی بہت خوش تھیں کیونکہ آج اس چڑیل کا خوف نہیں تھا۔ ابھی ہم تھوڑا ہی چلی تھیں کہ دور سے وہ چڑیل آتا نظر آیا۔ ہم پہ نظر پڑتے ہی وہ خوفزدہ سا ہونے لگا اور جلدی سے ایک طرف کو ہو لیا۔ کبھی کبھی وہ پلٹ کر ہمیں دیکھتا بھی تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر صبا اور میری ہنسی چھوٹ گئی۔ ابھی ہم ایک دوسری کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں کہ مجھے اپنے ساتھ کسی اور کا بھی احساس ہوا۔ جب میں نے اپنی داہنی طرف دیکھا تو زرقاب بھی ہمارے ساتھ چل رہا تھا اور ہماری ہنسی میں برابر کا شریک تھا۔ وہ صرف مجھے ہی دکھتا تھا، صبا اس سے بیگانی تھی۔ کبھی کبھی ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے بھی تھے جسے صبا نے بھی نوٹ کیا۔ اس نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا، مجھے ایسا لگنے لگا کہ برسوں سے یہ ہاتھ میرے ہاتھوں میں ہے۔ میں نے جس کا ہاتھ تھاما ہے وہ مجھے گرنے نہیں دے گا۔ میں نے بھی اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر لی اور یہ شعر گنگنانے لگی۔ جسے زرقاب بھی سن سکتا تھا۔

میرا دن چھپا کسی رات میں
میری رات چھپی کسی ذات میں
میری زندگی کسی راز میں
کوئی راز ہے میری بات میں
میں جب کبھی بھی پھسل گئی
میں گرتے گرتے سنبھل گئی
مجھے ٹھوکروں سے بچا چلا
کوئی ہاتھ ہے میرے ہاتھ میں

شعر سن کر زرقاب کے چہرے پر مسکراہٹ تیر گئی اور وہ بے خود سا ہو کر جھومنے لگا۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر میرا من بھی جھومنے لگا مگر اس وقت صبا ہمارے ساتھ تھی اور میں نہیں چاہتی تھی کہ ہماری وجہ سے وہ کسی خوف میں مبتلا ہو جائے۔ ایسے ہی ہم کالج پہنچ گئے۔ صبا تو جلدی سے کالج میں داخل ہو گئی مگر میں نے آہستہ سے گیٹ کراس کیا۔ زرقاب باہر ہی رہ گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ باہر کھڑا مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں چوکیدار نے گیٹ بند کر دیا مگر وہ بند گیٹ سے اندر داخل ہو گیا اور میرے قریب آ گیا۔ مسکان! دل تو نہیں چاہتا کہ تم سے ایک پل کے لئے بھی دور جاؤں مگر کیا کروں تمہارے بھی روزمرہ کے معمولات ہیں جن میں میں خلل ڈالنا نہیں

چاہتا۔ جاؤ صبا تمہارا ویٹ کر رہی ہے اور ہاں صبا کو بول دینا اگر میں تمہارا دوست ہوں تو اس کا بھی دوست ہوں پھر بھی اگر میری وجہ سے خوف آتا ہو تو میں اس کی موجودگی میں نہیں آیا کروں گا۔ جس طرح وہ آیا تھا اسی طرح واپس چلا گیا۔ میں اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔ اچانک سے میری نظروں کے سامنے سے اوجھل ہو گیا۔ میں اپنے من میں ہنستی ہوئی صبا کی طرف بڑھ گئی جو ابھی تک مجھے کنکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر ہم دونوں ہی کلاس روم کی طرف بڑھ گئیں، کلاس میں آ کر ہم دونوں ہی اپنی اپنی کتابیں کھولے مطالعے میں مصروف ہو گئیں۔

مسکان! زرقاب دکھنے میں کیسا لگتا ہے؟ صبا کتاب پر نظریں ٹکائے مجھ سے کچھ پوچھ رہی تھی۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ کیسا ہو گا۔ الٹا میں نے سوال کر ڈالا اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ مجھے تو یہ لگتا ہے کہ وہ خوفناک سا ہو گا۔ بڑے بڑے سے دانت باہر کو نکلے ہوئے، لمبے لمبے ناخن، کٹے ہوئے ہونٹ اور وہ بھی لٹکے ہوئے، کالا سا رنگ ہو گا جیسا کہ ہم کتابوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ صبا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ نہیں صبا وہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے بلکہ وہ تو بہت ہی خوبصورت ہے، شہزادہ ہے۔ ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ دیکھنے کو من کرتا ہے۔ ہر وقت ہنستا مسکراتا چہرہ، مجھے اس سے ذرا بھی خوف نہیں آتا۔ وہ تو ایک پیارا سا دوست ہے بلکہ وہ تو کہہ رہا تھا کہ وہ تمہارا بھی دوست ہے۔ اگر تم کہو تو اسے یہاں پر ہی بلا لیتی ہوں، ملو گی اس سے۔ میں نے صبا کے خیال کی تردید کرتے ہوئے اس کے بارے میں مزید بتایا۔ نہیں مسکان ابھی میں ان سے نہیں مل سکتی پھر کبھی۔ ویسے میں سوچوں گی اس سے ملنے کے بارے میں۔ صبا کافی حد تک زرقاب سے امپریس ہوتی جا رہی تھی، اس کے بعد ہم دونوں خاموش رہیں۔

واپسی پر بھی وہ اچانک سے میرے ساتھ چلنے لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ پہلے ہی سے میرے ساتھ موجود ہو۔ آہستہ آہستہ مجھے اس کی عادت سی ہوتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی ایسا لگنے لگتا کہ وہ برسوں سے میرے ساتھ موجود ہے۔ ہماری دیرپا شناسائی ہے، میرے ساتھ رہ کر کے وہ بھی خوش نظر آتا تھا۔ صبا بھی مجھ سے کم کم باتیں کر رہی تھی۔ میں جب بھی اپنے پہلو میں دیکھتی تو صبا میرے اس طرح دیکھنے کو ضرور نوٹ کرتی۔ اسے ایسا لگنے لگا کہ زرقاب ہر وقت میرے ساتھ موجود رہتا ہے۔ اپنے گھر کے قریب پہنچ کر میں نے صبا کو الوداع کیا اور وہ جلدی سے آگے بڑھ گئی۔ آؤ زرقاب! میں نے گھر میں داخل ہونا چاہا۔ ٹھہرو مسکان! تم جاؤ میں پہلے طریقے سے تمہارے کمرے میں پہنچتا ہوں۔ مگر میرے ساتھ کیوں نہیں؟ وہ اس لئے کہ تمہاری توجہ میری طرف لگ جاتی ہے اور کسی کو بھی گمان ہونے لگتا ہے کہ کوئی تمہارے ساتھ ہے اس لئے۔ زرقاب نے ٹھیک کہا تھا۔ او کے، تم پہنچو میں بھی پہنچتی ہوں۔ اتنا کہہ کر میں نے زرقاب کو وہیں چھوڑا اور گھر میں داخل ہو گئی۔

ہائے ممی! میں نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ میں چھوٹی کی طرف متوجہ ہوتی میری نظر سمیر پر پڑ گئی جو ممی کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ میں نے سوچا اب اس سے بھی ہائے کا تبادلہ کرنا پڑے گا ورنہ یہ ناراض ہو جائے گا اور اس کا دل بھی دکھے گا اور یہ میں نہیں چاہتی تھی۔ یہی کچھ سوچ کر ہیلو سمیر کیسے ہو؟ ہائے مسکان میں ٹھیک ہوں اور تم تو کافی بڑی ہو گئی ہو؟ اس سے پہلے کہ وہ مزید اپنی بجھنگی باتیں جاری رکھتا میں اس کی اس بات کو نظر انداز کر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ زرقاب پہلے ہی سے کمرے میں موجود تھا۔ میری پھولی ہوئی صورت دیکھ کر مبارک ہو مسکان! میں نے ایک نظر غصے سے اسے دیکھا۔ یہ تم مجھے کس بات کی مبارک دے رہے ہو۔ بھئی تمہارے ماموں کا لڑکا آیا ہے۔ اس کے لہجے میں مذاق بھرا تھا۔ سٹوپڈ زرقاب! میں نے زرقاب پر غصہ کیا۔ ریلیکس یار! میں تو مذاق کر رہا ہوں۔ مجھے پتہ ہے۔ میں بیڈ سے ٹیک لگائے زرقاب کے قریب بیٹھ گئی۔ ابھی ہم نے کوئی بھی بات نہیں کی تھی کہ سمیر کمرے میں آتا دکھائی دیا۔ اسے دیکھ کر۔ زرقاب! میں آنکھیں بند کر کے لیٹتی ہوں شاید مجھے

سوتا دیکھ کر وہ واپس چلا جائے۔ ہیلو مسکان! اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ہیلو مسکان...... وہ ہیلو کرتا ہوا میرے سر پر آن پہنچا تھا۔ اب اتنا قریب آ کر آواز دینے سے تو مردے بھی کھڑے ہو جاتے ہیں جبکہ وہ تو زندہ کو آوازیں لگا رہا تھا اس لئے میں نے آنکھیں کھول دیں ورنہ میرا جھوٹ پکڑا جاتا۔ اوہ آپ اتنی جلدی کیسے سو گئی، مہمان کی خبر نہیں لینی کیا؟ اس نے مجھے میزبان باور کرایا۔ ایسی بات نہیں سمیر، وہ میں پیدل کالج سے آئی تھی ناں اس لئے تھک گئی ہوں۔ میں نے سوچا تھوڑا آرام کر لیتی ہوں اور تم کون سا آج ہی چلے جاؤ گے۔ تم نے تو ابھی رہنا ہے ناں۔ میں نے اپنا عذر پیش کیا تب تک سمیر صاحب کرسی پر بیٹھ چکے تھے۔ اور سناؤ مسکان تمہاری پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔ اس نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے مجھ سے پہلا سوال کر ڈالا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے سوال کا جواب دیتی میں نے زرقاب سے کہا کچھ کرو ورنہ یہ اودھر بیٹھا ہی رہے گا۔ ہاں سمیر میری پڑھائی ٹھیک جا رہی ہے، تم سناؤ آج کل کیا کرتے ہو؟ میں نے بھی حسب توفیق ایک عدد سوال کر ڈالا۔ میں...... میں آج کل کچھ نہیں کرتا بس فارغ ہو۔ میں نے سوچا چلو پھوپھو سے مل آؤں اور تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ تمہیں بتایا ہو گا پھوپھو نے۔ اور اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ نہیں سمیر مجھے تو کچھ نہیں بتایا، کیا بات ہے تم خود ہی بتا دو۔ زرقاب! کچھ کرو۔ ابھی وہ بتانے ہی والا تھا کہ میری زرقاب کی آواز سن کر مجھے تکنے لگا۔ میں نے اس کی توجہ منتشر کرنے کے لئے ہاں تو سمیر تم کیا کہہ رہے تھے؟ سمیر نے حیران سی نظروں سے مجھے دیکھا اور بولنے لگا۔ میں کہہ رہا تھا کہ میں یہاں پر اس لئے آیا ہوں کہ...... زرقاب جلدی کرو ورنہ وہ بات کہہ دے گا جو میں سننا نہیں چاہتی۔ ہاں تو سمیر کیا کہا تم نے؟ مسکان یہ تم کیا باتیں کر جاتی ہو میری سنتی ہی نہیں۔ میں تیسری بار اپنی بات دہرا رہا ہوں۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمایاں تھے، اس سے پہلے کہ وہ تیسری مرتبہ اپنی بات دہراتا کڑک کی آواز سنائی دی جس کرسی پر وہ بیٹھا تھا اس کا ایک پاؤں ٹوٹ دیا اور سمیر صاحب پیچھے کو گر پڑے۔ سمیر کو گرتا دیکھ کر میں نے بھی اداکاری کی۔ سمیر سمیر کیا ہوا اور بیڈ سے نیچے اتر گئی۔ تب تک سمیر بھی اٹھ چکا تھا۔ کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ دیکھو۔ اوہ سمیر لگتا ہے کرسی کافی پرانی ہے اس وجہ سے ایک پاؤں ٹوٹ گیا۔ ویسے تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی ناں۔ میں نے ہمدردی دکھلائی۔ نہیں مسکان! میں ٹھیک ہوں۔ اچھا سمیر تم جا کر آرام کرو پھر شام کو ملتے ہیں۔ میں نے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ سمیر نہ چاہتے ہوئے بھی کمرے سے نکل گیا۔ میں نے پلٹ کر زرقاب کو دیکھا تو وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میں واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ زرقاب یہ تو نے کیا کیا ہماری ایک عدد کرسی توڑ دی۔ چلو کرسی لے کر آؤ۔ میں نے مصنوعی غصہ کرتے ہوئے کہا۔ زرقاب سمجھ گیا تھا کہ مذاق چل رہا ہے۔ اچھا یہ بات ہے تو ابھی ٹھیک کر دیتے ہیں۔ اس نے انگلی کا اشارہ کیا کرسی اپنی جگہ پر آن کھڑی ہوئی اور اس کا ٹوٹا ہوا پایہ خود سے جڑ گیا۔ اوہ تھینکس زرقاب! مجھے پتہ تھا کہ میں شکریہ ادا کر کے اس کا مذاق اڑا رہی ہوں مگر اس وقت مجھے مذاق سوجھ رہا تھا کیونکہ میں اس کے ساتھ اپنے آپ کو بہت خوش محسوس کر رہی تھی۔ زرقاب ایسا کرتے ہیں کہ لان میں چل کر باتیں کرتے ہیں۔ تم اپنے طریقے سے لان میں پہنچو میں آتی ہوں۔ اتنا کہہ کر میں لان کی طرف بڑھ گئی۔ لان میں پہنچی تو زرقاب پہلے سے وہاں موجود تھا۔ ہم دونوں ٹہلتے ہوئے باتیں کرنے لگے اس طرح کہ کسی کو محسوس نہ ہو کہ میں کسی سے باتیں کر رہی ہوں۔

ابھی ہمارے درمیان تھوڑی ہی باتیں ہوئی تھیں کہ سمیر چیختا ہوا لان میں داخل ہوا۔ مسکان...... مسکان! وہ کرسی...... وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ہاں ہاں بتاؤ کیا کوئی اور بھی کرسی ٹوٹ گئی۔ نہیں مسکان! اس دفعہ کرسی ٹوٹی نہیں بلکہ وہ کرسی جس کا پایہ ٹوٹا تھا وہ اب صحیح سالم اپنی جگہ پر موجود ہے۔ اس کی باتوں سے حیرت جھلک رہی تھی۔ یہ سن کر میں نے اپنی ہتھیلی اپنی پیشانی پر مار لی اور زرقاب کو

دیکھتے ہوئے کہا۔ ضرور اس نے اس کرسی کو جڑا ہوا دیکھ لیا ہو گا۔ مگر سمیر کرسی کیسے جڑ سکتی ہے، وہ تو ٹوٹ گئی تھی؟ مسکان! اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو آؤ میرے ساتھ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔ ہوں آؤ پھر دیکھ لیتے ہیں۔ میں نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ سمیر کمرے کی طرف بڑھ گیا مگر میں جاتے جاتے زرقاب کو بول گئی کہ ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ کرسی ٹوٹ جانی چاہئے۔ جو حکم میرے آقا! اب کی بار واقعی زرقاب نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک جن ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں مسکرا دی اور کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس سے پہلے کہ میں کمرے میں پہنچتی میں نے دیکھا کہ سمیر پتھر کا بنا ٹوٹی ہوئی کرسی کو تک رہا تھا اور زرقاب کرسی کے پاس ہی کھڑا تھا۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا، میں نے اپنی آنکھوں سے کرسی کو جڑا ہوا دیکھا تھا۔ سمیر حیرتوں کے عمیق سمندر میں غوطہ زن تھا۔ سمیر ضرور آپ کو کوئی وہم ہوا ہے ورنہ تو میں نے بھی دیکھا تھا کہ کرسی ٹوٹ گئی تھی۔ اتنے میں ممی بھی ہماری آواز سن کر کمرے میں چلی آئی۔ پھوپھو! میں نے آپ کو بتایا تھا ناں کہ کرسی ٹوٹنے کی وجہ سے میں گر گیا تھا۔ سمیر نے ممی کو بتایا۔ ہاں تم نے ٹھیک ہی کہا تھا، واقعی کرسی ٹوٹی ہوئی ہے مگر اس میں شور مچانے والی کون سی بات ہے؟ ممی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ پھوپھو میں شور نہیں مچا رہا بلکہ یہ بتانا چاہتا ہوں کرسی ٹوٹنے کی وجہ سے میں گر گیا تھا مگر جب تھوڑی دیر بعد میں کمرے میں داخل ہوا تو کرسی صحیح سالم اپنی جگہ پر موجود تھی، ایسا لگتا تھا کہ کرسی ٹوٹی ہی نہ ہو اور اب جب دوبارہ کمرے میں یہ دکھانے کے لئے آیا کہ کرسی ٹھیک ٹھاک اپنی جگہ پر رکھی ہے تو یہ دوبارہ ہمیں ٹوٹی ہوئی ملی ہے۔ نہیں بیٹا تمہیں کوئی وہم ہوا ہو گا کرسی تو ٹوٹی پڑی ہے۔ ممی کے لہجے میں پیار بھرا تھا۔ مما یہی بات تو میں اسے کہہ رہی ہوں کہ کرسی ٹوٹتے ہوئے میں نے آنکھوں سے دیکھا تھا بھلا وہ کیسے جڑ سکتی ہے؟ او شٹ، کوئی بھی میری بات کا یقین نہیں کرتا۔ سمیر نے جھنجھلا کر کہا۔ سمیر بیٹا میرے ساتھ آؤ۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے، تم اپنے کمرے میں آرام کرو میں تمہارے لئے دودھ لے کر آتی ہوں۔ سمیر پاؤں پٹختا ہوا ممی کے ساتھ باہر چلا گیا۔ میں نے کولہوں پر ہاتھ رکھ کے زرقاب کو گھورا۔ زرقاب تھوڑی دیر پہلے یہ کرسی ٹھیک تھی ناں تو پھر ٹوٹ کیسے گئی۔ میں نے سمیر والی بات دہرائی۔ زرقاب سمجھ گیا کہ یہ سب مذاق ہے۔ مسکان! تم ٹھیک کہتی ہو کرسی تو ابھی بھی بالکل ٹھیک ہے۔ زرقاب نے آنکھوں سے کرسی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے پلٹ کر کرسی کو دیکھا تو واقعی کرسی اپنی جگہ پر ٹھیک رکھی ہوئی تھی۔ زرقاب خدا کے لئے کرسی کو توڑ دو ورنہ یہ سمیر پاگل ہو جائے گا اور ہمیں گھر سے نکلوا دے گا۔ میں نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ زرقاب بھی میرے قریب آ کر بیٹھ گیا مگر بیٹھنے سے پہلے وہ کرسی توڑ چکا تھا۔ ہمارا پہلا پلین کامیاب رہا اور دوسرے کے بارے میں سوچنے لگے۔ اسی طرح باتیں کرتے شام ہو گئی ہم سب نے مل کر شام کا کھانا کھایا اور میں سونے کے لئے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ زرقاب تو جا چکا تھا اب میں اکیلی ہی کن خیالوں میں گم نیند کی وادی میں اترتی چلی گئی۔

۞

صبح ممی کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ آج سنڈے تھا اس لئے مجھے کسی نے نہیں جگایا اور میں خوب سوتی رہی۔ ممی کسی سے فون پر بات کر رہی تھیں سمیر کے متعلق، میں نے اندازہ لگایا کہ شاید آنٹی نسیم ہیں۔ ممی کہہ رہی تھی۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے سمیر کو بہکی بہکی سی باتیں کرتا ہے۔ تھوڑے توقف کے بعد جس دن آیا تھا تو ٹھیک ٹھاک تھا مگر شام تک ہی عجیب حالت ہو گئی۔ آگے سے کچھ کہا گیا۔ نہیں نسیم بھلا ہم اسے کیا کہیں گے ہمارا اپنا بچہ ہے۔ ہاں ہاں اب ٹھیک ہے، باہر لان میں ٹہل رہا ہے۔ مگر کن سوچوں میں گم ہے اور اداس بھی لگتا ہے۔ میں نے کھڑکی کھول کر باہر لان میں دیکھا تو واقعی وہ پریشان تھا اور اداس بھی تھا شاید اس پر کرسی کا بھوت سوار تھا۔ بچو ابھی تو تم نے بہت کچھ دیکھنا ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی۔ کھڑکی کھلی چھوڑ کر میں واش روم میں چلی گئی، فریش ہو کر ہلکا پھلکا ناشتہ کیا اور لان میں چلی گئی جہاں پر

سمیر ایک کرسی پر بیٹھا بہت ہی گہرے خیالوں میں گم تھا۔ ہیلو سمیر! گڈ مارننگ۔ میں نے اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ہائے مسکان! گڈ مارننگ۔ کچھ پریشان لگتے ہو؟ میں نے اس کی پریشانی بھانپتے ہوئے کہا۔ نہیں تو بس ایسے ہی کچھ سوچ رہا تھا۔ تم تو آج کچھ زیادہ ہی خوش لگتی ہو۔ سمیر نے مجھے خوش دیکھ لیا تھا۔ ہاں، آج کالج سے چھٹی ہے ناں اس لئے کچھ وقت تمہارے ساتھ بتالوں گی۔ میں نے اسے خوش کرتے ہوئے کہا۔ میں نے بھی یہ محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر خوشی رقص کرنے لگی تھی۔ کافی دیر ہم اسی طرح باتیں کرتے رہے سمیر نے وہ ساری باتیں کہہ ڈالی تھیں جو وہ دل میں دبائے بیٹھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک زرقاب بھی ہمارے ساتھ ایک تیسری کرسی پر موجود تھا۔ اس کا آنے کا انداز بڑا پیارا تھا، انسان جس ہیئت میں ہوتا ہے وہ اسی طرح آتا تھا۔ میں اسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی جواب میں اس نے بھی مسکراہٹ کا تبادلہ کیا۔ اتنے میں چھوٹی چائے لے آئی۔ زرقاب تم چھت پر جاؤ میں ابھی آتی ہوں۔ میں نے ہولے سے زرقاب سے کہہ دیا۔ سمیر تم چائے پیئو میں ابھی آتی ہوں۔ میں نے اس کے سامنے چائے کا کپ رکھتے ہوئے کہا اور خود کپ اٹھا کر اندرونی سیڑھیوں سے چھت کی طرف بڑھ گئی جہاں پر زرقاب پہلے ہی سے موجود تھا۔ مجھے شرارت سوجھی۔ اوئے زرقاب! تو چائے پیئے گا۔ میں نے بے تکلفانہ گفتگو کی۔ زرقاب نے پلٹ کر مجھے دیکھا جو غالباً سمیر کو دیکھ رہا تھا۔ اوہ تمہارے پاس تو ایک ہی کپ چائے ہے۔ اس کا مطلب ہے تو بھی چائے پیئو گے۔ آف کورس۔ مگر میں تو سمجھتی ہوں کہ جنات اس طرح کی ضروریات سے ماورا ہوتے ہیں۔ دیکھو مسکان! تم مجھے جن کہہ کر میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ زرقاب نے بگڑتے ہوئے کہا۔ اچھا یہ بات ہے تو یہ لو میں نے چائے کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے کہا اور کپ اس کی طرف بڑھا دیا اور زرقاب نے بھی بلا تکلف چائے کا پکڑ لیا اور چائے پینے لگا۔ ہم دونوں ہی چلتے ہوئے چھت کے منڈیر تک آ گئے اور سمیر کو دیکھنے لگی جو ابھی تک چائے نوش فرما رہا تھا۔ زرقاب کچھ ایسا کرو کہ اب کی بار سمیر پاگل لگنے لگے۔ میں نے زرقاب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ زرقاب نے ایک چائے کی چسکی لی۔ ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے تم اس کے پاس جا کر بیٹھو۔ اس کے کپ میں چائے ختم نہیں ہو گی۔ ویری گڈ آئیڈیا۔ میں ابھی جاتی ہوں۔ میں نے مٹک کر کہا اور پھر جلدی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی سمیر کے پاس پہنچ گئی۔ میں آہستہ سے چلتی ہوئی اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی اور اس کا جائزہ لینے لگی۔ سمیر تم نے ابھی تک چائے ختم نہیں کی۔ میں نے اس کی توجہ چائے کی طرف مبذول کرائی۔ میں خود یہی سوچ رہا ہوں کہ چائے کیوں ختم نہیں ہو رہی۔ سمیر نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ سمیر چائے کیسے ختم ہو گی تم سوچ زیادہ رہے ہو اور چائے کم پی رہے ہو۔ میں نے اس کا خدشہ زائل کیا۔ ہاں مسکان تم بھی ٹھیک کہتی ہو آج میں کچھ زیادہ ہی سوچ رہا ہوں، خاص طور پر وہ کرسی تو مجھے پاگل کر رہی ہے۔ اس نے ایک بار پھر کرسی کی بات دہرائی۔ مسکان میری بات کا یقین کرو میں نے اپنی آنکھوں سے کرسی کو جڑے ہوئے دیکھا تھا۔ اچھا سمیر! چھوڑو کرسی کو تم جلدی سے یہ چائے ختم کرو میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔ میں نے سمیر کو خوش کرتے ہوئے کہا۔ واقعی میں سمیر کو کچھ دکھانا ہی تو چاہتی تھی کہ اس کی چائے ختم ہونے والی نہیں ہے۔ ہاں ہاں ضرور یہ لو۔ میں نے دیکھا کہ اس نے یکدم سے کپ کو اپنے منہ سے لگا لیا اور ایک بڑا سا گھونٹ بھرنے کی کوشش کی جیسے ہی اس نے کپ کو ہونٹوں سے ہٹا کر رکھا آدھا کپ چائے ابھی بھی موجود تھی۔ اس کی حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا پیشانی پر بل پڑنے لگے۔ یہ دیکھ کر اس نے ایک بار پھر کوشش کی کپ کو اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔ اس دفعہ وہ پانی کی طرح چائے پینے لگا اور جب کپ میز پر رکھا تو پھر بھی آدھا کپ جھلک رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہونٹ بھینچ کر اپنے اردگرد دیکھنے لگا اور پھر بے ساختہ سا ہو کر ٹیبل کو گھونسا مارتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ میں اسے اس طرح دیکھ کر چونک سی گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی اپنا

سر دیوار سے ٹکرائے گا۔ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں بھینچتا ہوا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے اس کی بے چینی کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اس ساری سچویشن سے اس کا سر چکرا رہا تھا۔ میں نے ایک نظر اوپر کھڑے زرقاب کو دیکھا جو ابھی بھی چائے پی رہا تھا اور پھر مجھے زرقاب کی آواز سنائی جو ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مسکان میری چائے ختم نہیں ہو رہی ہیلپ پلیز۔ یہ کہتے ہوئے اس نے کپ میری طرف بڑھایا تھا۔ اس کی یہ بات سن کر میں مسکرا دی۔ ابھی ہم ایک دوسرے سے آنکھ مچولی ہی کر رہے تھے کہ سمیر کی آواز سنائی دی جو چیختا ہوا اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ اس نے اب کیا دیکھ لیا جو چیخ رہا ہے۔ میرے ذہن میں خیال گزرا کہ اچانک زرقاب کی آواز سنائی دی۔ کپ ...... جیسے اس نے میرے ذہن کو پڑھ کر اس کا جواب دیا ہو۔ جب میں نے ٹیبل پر نظر ڈالی تو وہاں پر کپ موجود نہیں تھا گویا کہ زرقاب نے اسے مزید پریشان کرنے کے لئے کپ اس کے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ میں نے زرقاب کی طرف دیکھا تو اس نے آنکھیں جھکا کر میرے خیال کی تصدیق کی۔ سمیر میری طرف بڑھ رہا تھا مگر اس کے آنے تک کپ ٹیبل پر موجود تھا۔ سمیر کی نظر کپ پر پڑی تو وہ آدھے رستے میں ہی رک گیا اور حیرت کا مجسمہ بنے کپ کو گھورنے لگا۔ کتنی ہی دیر وہ اپنی جگہ پر ساکت کھڑا رہا اور یکدم سے مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ پھوپھو۔ وہ واپس پلٹ چکا تھا، وہ ممی کو پکارنے لگا۔ سمیر کی آواز سن کر ممی بھی باہر آ گئیں۔ کیا ہوا سمیر بیٹا! کیا ہوا؟ ممی نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ سمیر تلملایا ہوا کھڑا تھا۔ پھوپھو اب اور میں اس گھر میں نہیں رہ سکتا۔ کیوں بیٹا! ہوا کیا ہے، مجھے کچھ بتاؤ تو سہی اور تو اتنا گھبرایا ہوا کیوں لگ رہا ہے؟ ممی نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ پھوپھو! آپ میری کسی بات کا یقین نہیں کریں گی، اب میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ مسلسل ایک گھنٹہ میں چائے کا ایک کپ پیتا رہا مگر اس کپ میں چائے ختم نہیں ہوئی۔ آپ مسکان سے پوچھ لو۔ تب تک میں بھی چل کر ان کے قریب آ گئی تھی۔ میں اس کپ سے تنگ آ کر اپنے کمرے میں گیا تو یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ وہی کپ میرے کمرے میں موجود تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ میری جان چھوڑنے والا نہیں ہے۔ ایسے میں میں اگر پاگل نہیں ہو جاؤں گا تو کیا کروں گا؟ مجھے اس گھر سے خوف آنے لگا ہے اب اور میں اس گھر میں نہیں رک سکتا ورنہ میں حقیقت میں پاگل ہو جاؤں گا۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے اس گھر میں جنات رہتے ہیں۔ یہ بات کہتے ہوئے اس نے سارے گھر پہ ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ پھوپھو میرا سامان پیک کرو میں ابھی نکلتا ہوں۔ سمیر مکمل طور پر بوکھلاہٹ کا شکار تھا۔ مگر سمیر بیٹا! کل ہی تو آئے تھے پھر اتنی جلدی؟ ممی نے اسے روکنا چاہا۔ ہاں مجھ پتہ ہے میں کل ہی آیا تھا اور مزید نہیں ٹھہر سکتا اگر میرے ساتھ کچھ اور ہوا تو میں پاگل ہو جاؤں گا پاگل۔ اتنا کہہ کر جلدی سے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور خود ہی اپنا سامان سمیٹنے لگا جیسے وہ ایک پل بھی یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا۔ ممی اس سے بار بار پوچھتی رہی کہ بیٹا ہوا کیا ہے کچھ بتاؤ تو سہی مگر وہ خاموشی سے اپنا سامان پیک کرتا رہا۔ ممی نے اسے نظرانداز کیا اور مجھ سے پوچھنے لگی اسے ہوا کیا ہے۔ پتہ نہیں ممی! اتنا تو اس نے آپ کو بتایا ہے کہ وہ ایک گھنٹہ تک چائے پیتا رہا تھا مگر چائے ختم نہیں ہوئی، اس کے آگے میں کچھ نہیں جانتی۔ تب تک سمیر بھی اپنا بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر آ گیا اور مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور ممی بھی اس کے پیچھے ہو لئے۔ سمیر گیٹ کے پاس آ کر رک گیا۔ سمیر بیٹا! مجھے نہیں لگتا کہ تم جا رہے ہو۔ ممی نے اپنا یقین پختہ کرنا چاہا۔ پھوپھو! لگتا تو مجھے بھی نہیں مگر کیا کروں جو میرے ساتھ ہوا ہے وہ اگر آپ کے ساتھ ہوا تو آپ بھی اس گھر کو ضرور چھوڑ دیں گی۔ اب میں نکلتا ہوں اور ہاں...... اس نے جاتے جاتے کہا۔ اس کی نظر لان میں رکھے ہوئے کپ پر پڑ گئی۔ میں نے دیکھا کہ زرقاب اس کپ کو اٹھا رہا تھا۔ یہ صرف میں ہی دیکھ سکتی تھی مگر سامنے والے کو ایسا لگتا تھا کہ کپ ہوا میں معلق ہے۔ اپنے گھر کو کسی عامل وغیرہ کو دکھا لینا ورنہ یہ جنات تمہیں بھی تنگ کریں گے۔ اتنا کہہ کر وہ گیٹ سے باہر

نکل گیا۔ ہم دونوں حیران اسے جاتا ہوا دیکھ کر واپس آ گئیں۔ ممی تو اندر چلی گئیں مگر میں زرقاب کی طرف بڑھ گئی جو لان میں کرسی پر بیٹھا مجھے اپنی طرف آتا دیکھ رہا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی اور زرقاب کو نظر انداز کر کے سمیر کے بارے میں سوچنے لگی۔ مجھے اس کا اس طرح چلے جانا کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔ ہم نے اسے کافی پریشان کیا تھا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا۔ ہم نے اس کے ساتھ کچھ ٹھیک نہیں کیا اس لئے میں اداس سی ہو گئی۔ زرقاب نے مجھے اس طرح اداس دیکھا تو بول پڑا۔ ارے اداس کیوں ہو؟ سمیر گیا ہے تو تمہیں تو خوش ہونا چاہیے مگر تم تو اس کے جانے کا سوگ منا رہی ہو۔ نہیں زرقاب یہ بات نہیں ہے۔ تمہیں نہیں لگتا کہ ہم نے اسے کچھ زیادہ ہی تنگ کیا ہے۔ تم نے دیکھا نہیں وہ آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ میں نے اپنا اداس پن اس کے سامنے رکھا۔ ہوں یہ بات تو ہے۔ اس نے میری بات کی تصدیق کی۔ اچھا اب چھوڑو بھی، اچھی باتیں کرتے ہیں۔ زرقاب نے میری اداسی دور کرنا چاہی۔ نہیں زرقاب ابھی یہ سب مجھ سے نہیں ہوگا۔ ایسی سچویشن میں میں اپنے کمرے میں بند ہو جاتی ہوں، میں اپنے کمرے میں آرام کرنے جا رہی ہوں، میرا ذہن فریش ہوا تو میں تمہیں یاد کرلوں گی تم چلے آنا۔ اتنا کہہ کر میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور زرقاب وہیں بیٹھا مجھے دیکھتا رہ گیا۔ کمرے میں آ کر کے میں بستر پر دراز ہو گئی اور کن خیالوں میں گم ہوتی چلی گئی۔

زرقاب اور میں ہم دونوں ہی بہت خوش تھے، ہماری گمنام محبت قائم تھی کوئی نہیں جانتا تھا سوائے صبا کے۔ میں جہاں پر بھی ہوتی وہ مجھے ملنے چلا آتا۔ اس کے رستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ کتنے ہی دن ہماری محبت قائم رہی۔ میں جب بھی اسے یاد کرتی وہ مجھے ملنے چلا آتا پھر ایک دن ایسا ہوا کہ وہ مجھے ملنے آیا تو اداس لگتا تھا، کافی پریشان بھی تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے ایک نظر مجھے دیکھا اور پھر سوچنے لگا جیسے وہ مجھے بتانا نہیں چاہتا تھا مگر پھر وہ بولنے لگا۔ مسکان! ایسا لگتا ہے کہ اب ہم جدا ہو جائیں گے۔ اس کے لہجے میں درد بھرا تھا۔ وہ کہنے لگا۔ میرے قبیلے والے میرے پیچھے لگے ہیں وہ مجھے پکڑ کے قید کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ سردار کا حکم ہے اور اس کی وجہ تم جانتی ہو کہ میں تمہیں چھوڑ کیوں نہیں دیتا۔ مجھے قید کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب سے میں نے اپنے قبیلے سے بغاوت کی ہے تب سے سردار فران جو کہ ایک مسلمان قبیلے کا سردار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی ترغیب دیتا رہا ہے اور ہمارا سردار بالکل بھی یہ نہیں چاہتا کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ زرقاب نے ساری بات میرے گوش گذار کر دی جسے سن کر میں بھی پریشان ہو گئی۔ مسکان مجھے چلنا چاہیے کیونکہ وہ کسی بھی وقت آ سکتے ہیں اور اگر وہ یہاں پر آ گئے تو ضرور کوئی ہنگامہ کھڑا کر دیں گے جسے باہر کے لوگ بھی دیکھیں گے اور ہمارا راز فاش ہو جائے گا، میں یہ نہیں چاہتا۔ ہو سکتا ہے مسکان یہ ہماری آخری ملاقات ہو، ضرور وہ مجھے قید کر کے لے جائیں گے، اس میں کوئی میری مدد نہیں کر سکتا۔ قبیلہ فران والے بھی کچھ نہیں کریں۔ ان کے علم کے مطابق میں مسلمان نہیں ہوں مگر میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ پھر اس نے کلمہ پڑھا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا مکان ایسے ہلنے لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ مسکان! میرے خیال میں وہ آ گئے ہیں، میں چلتا ہوں، اپنا خیال رکھنا۔ اگر میں زندہ رہا اور کسی نے میری مدد کی تو ایک دن ضرور میں تم سے ضرور ملوں گا۔ اتنا کہہ کر زرقاب غائب ہو گیا۔ اسے جاتا دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اک انجانا سا خوف مجھ پر مسلط ہونے لگا کہ اب ہماری دوبارہ ملاقات نہیں ہوگی۔ جس مصیبت میں وہ پڑ گیا تھا مجھے اس پر ترس آنے لگا۔ کاش میں اس کے لئے کچھ کر سکتی مگر میں ایک انسان ہو کر کیا کر سکتی تھی۔ میں غم میں ڈوبی جا رہی تھی۔ مجھے ایسا لگتا تھا ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھنا میری عادت سی بن گئی تھی۔ مجھے وہ اپنا سا لگنے لگا تھا اس کے بنا میں ادھوری تھی۔ مجھے بھی اس سے محبت ہو گئی تھی مگر کبھی اس کو بولا نہیں تھا اور آج میں وہ نہیں تھا تو

میرا من چاہ رہا تھا کہ میں پکار پکار کر ساری دنیا والوں کو بتاؤں میں زرقاب سے محبت کرتی ہوں۔

اس کی جدائی مجھے تڑپا رہی تھی، مجھے اپنا آپ بکھرتا ہوا لگنے لگا۔ میں غم سے نڈھال ہوتی جا رہی تھی، اس کی محبت کا احساس مجھے تڑپانے لگا۔ میں کتنی ہی دیر ایسی ہی باتیں سوچتی رہی۔ میں نے اس کے بارے میں سوچنا چاہتی تھی اور پھر میں حسرت سے اس جگہ کو دیکھنے لگی جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ بیٹھا تھا۔ مجھے اس جگہ سے بھی محبت سی ہونے لگی تھی۔ کبھی کبھی ایسا لگتا کہ وہ ابھی کہیں سے آ جائے گا۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور میں ٹوٹ کر رونا چاہتی تھی اور پھر میں چپکے چپکے رونے لگی۔ میں اپنے غم کو ہلکا کرنا چاہتی تھی، کتنی ہی دیر میں روتی رہی۔ ایسے میں مجھے کوئی دلاسہ دینے والا بھی نہیں تھا۔ میرے غموں کا مداوہ کرنے والا خود ہے میرے لئے غم بن گیا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی قطاریں جاری تھیں اور جب آنکھیں خشک ہو گئیں تو مجھ پر نیند کا غلبہ چھانے لگا۔ جانے کب نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہو گئی۔ مگر نیند میں بھی وہ مجھے نظر آنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ وہ آتشی زنجیروں میں قید ہے۔ بے بس اداس اپنی آنکھیں بند کئے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کی آواز میں درد تھا میں نے غور کیا تو مجھے اپنا نام سنائی دیا۔ اس حالت میں اس کے منہ سے اپنا نام سن کر میں تڑپ کر رہ گئی۔ میں اسے پکارنے لگی ہے زرقاب......زرقاب......دیکھو میں آ گئی ہوں۔ یہ سن کر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور ایک اداس سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھر گئی۔ میں نے اسے دیکھ سکتی تھی وہ بھی مجھے دیکھ سکتا تھا مگر نجانے وہ کیا چیز تھی مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ ہمارے درمیان برسوں کی مسافت ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان دیکھے ہاتھ اس پر زنجیریں برسا رہے ہیں۔ زنجیر کے پڑتے ہی وہ کراہنے لگا۔ اسے اس حالت میں پلٹتا دیکھ کر میرا دل بھر آیا میں اسے بچانا چاہتی تھی یہی سوچ کر میں اس کی طرف بھاگنے لگی۔ کتنی ہی دیر میں ایسے ہی بھاگتی رہی مگر ہمارا فاصلہ بڑھتا جاتا تھا۔ تھک ہار کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ میں نے اپنی دونوں مٹھیاں بھینچ کر اوپر اٹھائیں اور زور زور سے پکارنے لگی۔ کوئی بچائے اسے......پلیز کوئی بچائے...... اسے خدا کے لئے کوئی میری مدد کرے۔ زرقاب مر جائے گا......مر جائے گا وہ۔ کتنی ہی دیر میں ان دیکھے وجودوں کو پکارتی رہی مگر کون تھا وہاں جو میری مدد کرتا۔ اسی طرح پکارتے پکارتے میری آنکھیں کھل گئیں۔ میری ممی میرے سر پر کھڑی مجھے دلاسہ دے رہی تھی۔ کیا ہوا بیٹی کیا ہوا؟ میں مکمل طور پر ہراساں تھی حیران سی اپنے اردگرد کا جائزہ لینے لگی۔ میرے منہ سے زرقاب زرقاب نکلنے لگا میں بے خودی ہو کر ابھی بھی کہہ رہی تھی۔ کوئی بچائے اسے وہ اسے مار ڈالیں گے......مما زرقاب کو بچا لو۔ اور میں بلک بلک کر رونے لگی۔ ممی میرے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیر کر مجھے دلاسہ دینے لگی۔ مما کیا جانتی تھی کہ وہ کون ہے اور میں کس کو بچانے کی باتیں کر رہی ہوں۔ کتنی ہی دیر میں ممی سے لپٹی رہی۔ ممی کی آغوش میں مجھے کچھ سکون سا ملنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے میں اپنا غم بھول گئی تھی اس لئے مجھے نیند سی آنے لگی۔ ممی نے سمجھا کہ میں سو چکی ہوں اس لئے مجھے اپنے سے جدا کر کے بستر پر لٹا گئیں۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے ہمارے گھر کو سمیر بھی ایسا ہی ہو گیا تھا، وہ بھی خوفزدہ سا یہاں سے بھاگا تھا اور اب ہماری بیٹی کے ساتھ بھی۔ یہ ممی کی آواز تھی جو جاتے جاتے کہہ گئی تھیں۔ میں آنکھیں بند کئے کتنی ہی دیر بستر پر لیٹی رہی، میں زرقاب کو اس حالت میں دیکھ چکی تھی بھلا مجھے کیسے نیند آ سکتی تھی۔ ساری رات آنکھوں میں ہی گزر گئی۔ نجانے رات کے کس پہر نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہوئی اور مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔

صبح کتنی ہی دیر میں سوتی رہی آج مجھے کسی نے نہیں جگایا تھا۔ اس لئے میں دیر تک سوتی رہی۔ آج میں کالج نہیں جانا چاہتی تھی اس لئے بستر پر ہی لیٹی رہی۔ مجھے صبا کی آواز سنائی دی جو روزانہ کی طرح آج بھی تیار ہو کر مجھے لینے آ گئی تھی۔ شاید اس نے مما سے

میرے بارے میں پوچھا۔ صبا بیٹی! نجانے مسکان کو کیا ہو گیا رات کو زور زور سے چلانے لگی کہ بچاؤ اسے کوئی مار ڈالے گا، نجانے کیا کیا کہتی رہی۔ مجھے ایسا لگا کہ آج وہ کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لئے آج ہم نے اسے جگایا ہی نہیں، اپنے کمرے میں سوئی ہوئی ہے۔ پھر مجھے صبا کے چلنے کی آواز سنائی دی شاید میرے کمرے کی طرف آ رہی تھی۔ وہ میرے پاس آ کر میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔ میں نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنی نظریں نیچی کر لیں۔ اوئے کالج نہیں جانا کیا، ابھی تک سوئی ہو؟ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ میں ابھی بھی خاموش تھی۔ اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تو نے اپنی، چلو اٹھو شاباش۔ نہیں صبا! آج میں کالج نہیں جاؤں گی تم جاؤ۔ ارے ارے کیسے نہیں جائے گی، چل اٹھ جلدی کر۔ صبا آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے خواہ مخواہ تمہیں بھی دیر ہو رہی ہے تم جاؤ۔ میں نے عذر پیش کیا۔ اچھا تو یہ بات ہے تو پھر میں بھی نہیں جاتی۔ اس نے دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے کہا اور سامنے دیکھنے لگی۔ دیکھو صبا! آج میں واقعی ٹھیک نہیں ہوں میں نہیں جا پاؤں گی، کل تک میری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی، تم جاؤ۔ پرومس! اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وعدہ۔ میں نے زبردستی اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانا چاہی مگر مسکراہٹ تو مجھ سے روٹھ گئی تھی۔ اوکے پھر میں چلتی ہوں اپنا خیال رکھنا۔ اس نے میری پیشانی کا بوسہ لیا اور ٹیک کیئر بائے کرتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ تقریباً آدھا دن میں بستر پر لیٹی رہی تب تک مجھے کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا۔ اب سارا دن تو بستر پر نہیں گزارا جا سکتا اس لئے میں بھی تھک ہار کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ فریش ہو کر چائے بنانے کچن میں چلی گئی۔ چائے کا کپ لے کر اوپر چھت پر آ گئی اور چلتے پھرتے چائے پینے لگی۔ میری نظر لان پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ مسجد کے امام صاحب کرسی پر بیٹھے کچھ پڑھ رہے تھے۔ شاید اسے مما لے کر آئی تھیں دم کروانے۔ اتنے میں مما اوپر چھت پر آ گئیں۔ مسکان بیٹا! ذرا نیچے لان میں آنا میں بغیر کوئی جواب دیئے نیچے لان میں چلی آئی۔ مولوی جی یہ ہے میری بیٹی مسکان، رات کو خواب میں ڈر گئی تھی، اس پر بھی دم کر دیں۔ ممی نے میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے مولوی کے سامنے والی کرسی پر بٹھا دیا۔ مولوی صاحب کافی دیر کچھ پڑھ کر مجھ پر دم کر کے چلے گئے۔ میں جانتی تھی کہ ہمارے گھر پر کسی جنات کا سایہ ہے نہیں ہے اور نہ ہی مجھ پر یہ تو اس کی جدائی کا اثر تھا جو میں رات کو اس کے لئے تڑپ رہی تھی۔

دن اسی طرح گزرتے رہے میں کالج جانے لگی لیکن اب میں خاموش اور اداس رہنے لگی تھی۔ صبا نے کئی بار مجھے ٹٹولنے کی کوشش کی مگر میں اسے کچھ نہ بتا پائی۔ ایک دن اس کے پرزور اصرار پر میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ مسکان! تم نے پھر بھی اسے بلانے کی کوشش نہیں کی۔ نہیں صبا! میں نہیں چاہتی کہ وہ میری آواز سن کر تڑپنے لگے۔ وہ دنیا کے جس کونے میں بھی ہو گا میری آواز اس تک پہنچ جائے گی۔ پھر ایک دن یہی کچھ سوچ کر میں نے اسے یاد کیا مگر وہ نہ آیا۔ شاید وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا یا ابھی تک وہ ان کی قید میں تھا۔ دن اسی طرح گزرنے لگے، میں نے اس کا بہت انتظار کیا مگر وہ آج تک نہیں آیا۔ مجھے آج بھی ایسا لگتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوا تو ایک دن ضرور آئے گا، اس نے مجھ سے محبت کی تھی۔ کہتے ہیں وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے وقت کے ساتھ انسان سب کچھ بھول جایا کرتا ہے مگر یہ وقت کیسا مرہم ہے کہ کبھی کبھی وقت گزرنے کے ساتھ اس کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ جب تک میری سانس باقی ہے وہ مجھے یاد رہے گا۔ اس نے زندگی کے جو چند لمحے میرے ساتھ بتائے تھے۔ وہ میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ میں تو اسے نہیں بھلا پاؤں گی مگر وقت سے یہ شکایت مجھے ہمیشہ رہے گی۔

نہ وہ دن رہے، نہ وہ محفلیں، نہ وہ جان سے عزیز لوگ
وقت چھین کے لے گیا مجھ سے میرے اپنے کہاں کہاں

□*□

جیت کی لگن

تحریر: فرور اختر - ملتان

احمد نے ندیم کے کندھے پر ہاتھ رکھا ابھی وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ندیم زور زور سے چیخنے لگا احمد نے گھبرا کر اپنا ہاتھ کندھے سے ہٹا لیا ندیم کے پورے جسم کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا احمد نے حیرانی سے پہلے ندیم کی طرف اور پھر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا جس میں سورۂ اخلاص والی انگوٹھی جگمگا رہی تھی یہ سب کیسے ہو گیا ہر طرف خاموشی چھا گئی سب حیران و پریشان ندیم کو جلتے ہوئے دیکھ رہے تھے ...... ایک سنسنی خیز کہانی

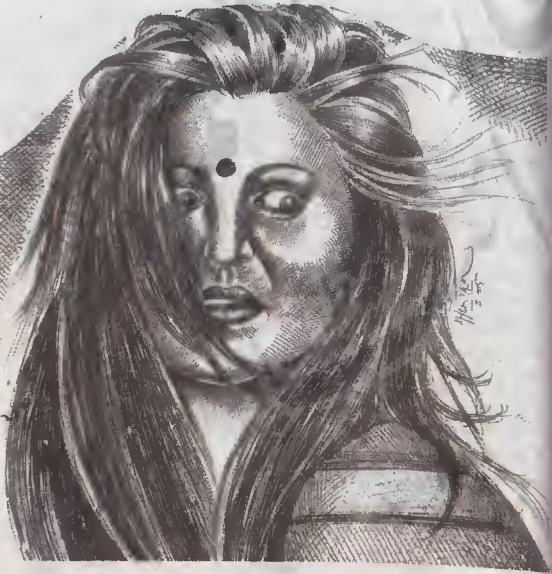

قائد سے ہے یہ سیکھا اتحاد ہی طاقت ہے
پھر نظم و ضبط اپنا دنیا کو دکھانا ہے
ایمان مکمل ہے اور بڑھتے ہی جانا ہے
ہمت ہے جواں اپنی اور عزم توانا ہے
ہے یہ جیت کی لگن، ہے یہ جیت کی لگن

ٹی وی کا والیم فل کھلا ہوا تھا جبکہ وہ پانچوں باقاعدہ ناچ رہے تھے تھوڑی دیر بعد جب گانا ختم ہو گیا تو انہوں نے ٹی وی آف کیا اور گرنے کے سے انداز میں صوفوں پر بیٹھ گئے۔ خوشی ان کے چہروں سے واضح جھلک رہی تھی۔ یار جس طرح سے پاکستان نے انگلینڈ کے خلاف سیریز میں وائٹ واش کیا ہے مزہ آ گیا۔ علی پرجوش انداز میں بولا۔ ہاں یار ویسے میچ کا زیادہ کریڈٹ سعید اجمل اور عبدالرحمٰن کی باؤلنگ کو جاتا ہے۔ عثمان بولا۔ وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ تمام کھلاڑیوں نے مل کر محنت کی اور سب سے بڑھ کر ہمارے کپتان نے جس طرح پوری ٹیم کو متحد کر رکھا تھا تو یہ تو ہم سب نے دیکھا پھر ہم اس ٹیسٹ سیریز میں وائٹ واش کرنے کا سارا کریڈٹ کسی ایک کو کیسے دے سکتے ہیں۔ میام سمجھاتے ہوئے بولا۔ ویسے یہ تو ماننا پڑے گا جب سے مصباح الحق نے کپتانی سنبھالی ہے ہماری ٹیم کافی سٹرونگ ہو گئی ہے۔ شاہد نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ احمد تم کیوں چپ ہو۔ میام کو اچانک احمد کی خاموشی کا احساس ہوا جو کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ میں اس وقت اس تین پاکستانی کرکٹرز کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو لندن میں سزا کاٹ رہے ہیں ان کی وجہ سے ہمارے پاکستان کرکٹ بورڈ کا نام بہت بدنام ہوا لیکن پھر بھی وہ ہمارے مسلمان پاکستانی بھائی ہیں وہ اگر تکلیف میں ہوں گے تو دکھ ہمیں ہوگا۔ احمد افسردگی سے بولا۔ ہاں دکھ تو بہت ہے لیکن ہم ان کے لیے اب دعا کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں کہ اللہ انہیں ہمت دے اور نیکی کی ہدایت بھی۔ عثمان بھی سنجیدہ لہجے میں بولا۔ تمام کھلاڑیوں کے لیے یہ ایک سبق آموز واقعہ ہے انہیں چاہئے کہ وہ اپنے ملک کے لیے کھیلیں نہ کہ ملک کے ساتھ کھیلیں۔ میام نے کہا۔ ہم بھی آج سے یہی عہد کرتے ہیں کہ اپنے پیارے ملک پر اپنی وجہ سے کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے ہم مل کر پاکستان کا نام روشن کریں گے اور اسے پوری دنیا میں نمبرون بنا دیں گے کیونکہ یہ مٹی ہماری ہے، یہ لوگ ہمارے ہیں، یہ ملک ہمارا ہے، ہمیں اس سے کیا ہوا عہد نبھانا ہے۔ احمد ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے پرعزم لہجے میں بولا۔ سب نے اپنے اپنے ہاتھ احمد کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ کیونکہ ہمیں ہے جیت کی لگن۔ انہوں نے ایک ساتھ نعرہ لگایا اور پھر لہک لہک کر ایک ساتھ گانے لگے۔

جس دھرتی نے جنما ہے اور آن بڑھائی ہے
اس دھرتی کے لوگوں سے یہ عہد نبھانا ہے
ہر بازی کے ماتھے پر جھنڈا پرانا ہے
ہمت ہے جواں اپنی اور عزم توانا ہے
ہے جیت کی لگن، ہے یہ جیت کی لگن

علی، میام، عثمان، شاہد اور احمد پانچوں بیسٹ فرینڈ تھے اور بیسٹ کرکٹر بھی۔ انہیں کرکٹ کا جنون تھا وہ جلد سے جلد قومی کرکٹ ٹیم میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ فی الحال تو وہ ڈومیسٹک لیول پر ہی کھیل رہے تھے لیکن ان کے کوچ نے انہیں یقین دہانی کرائی تھی کہ بہت جلد وہ انہیں قوم ٹیم میں جگہ دلائے گا۔ اسی لئے وہ زیادہ سے زیادہ محنت کر رہے تھے۔ وہ پانچوں ہی اچھے گھرانے سے تھے اور انہیں اپنے ماں باپ کی مکمل سپوٹ حاصل تھی ابھی کچھ دن پہلے ان کی ٹیم نے ٹورنامنٹ جیتا تھا اسی لئے آج کل وہ فارغ تھے۔ احمد ان کی ٹیم کا کیپٹن تھا۔ فارغ اوقات میں وہ پانچوں گھر سے دور ایک گراؤنڈ میں کرکٹ کھیلتے تھے۔ ڈومیسٹک لیول پر ان کی ٹیم پورے ملک میں نمبرون تھی۔

چلو یار گھر چلتے ہیں۔ شاہد نے ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے کہا۔ ٹھیک ہے چلو۔ وہ پانچوں باتیں کرتے ہوئے گھر کی طرف چل پڑے۔ حسب معمول وہ آج بھی گراؤنڈ میں کرکٹ کھیلنے آئے تھے لیکن خلاف توقع آج انہیں کھیلتے کھیلتے کافی دیر ہو گئی۔ شام کے سائے ہر طرف پھیل چکے تھے چلتے چلتے ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ انہیں بچاؤ، بچاؤ کی آوازیں آنے لگیں انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک آدمی ایک ساتھ آٹھ سالہ بچے کو گھسیٹتا ہوا لے جا رہا تھا۔ پہلے تو وہ سمجھے کہ وہ آدمی اس بچے کا باپ یا کوئی رشتہ دار ہو گا لیکن جس طرح سے وہ بچے کو گھسیٹتا ہوا لے جا رہا تھا اور بچہ بچاؤ بچاؤ کی آوازیں لگا رہا تھا اس سے تو معاملہ کچھ اور ہی لگ رہا تھا۔ اگر یہ آدمی اس بچے کا کوئی رشتہ دار ہے تو بچہ مدد کیوں مانگ رہا ہے اور یہ اس طرح بچے کو مارے گا کیا۔ احمد نے الجھتے ہوئے کہا۔ پانچوں نے پرسوچ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر فوراً اسے پہلے اس آدمی کی طرف بھاگے۔ کیون ہو تم اور اس بچے کو اس طرح گھسیٹتے ہوئے کہاں لے جا رہے ہو۔ اس آدم کے قریب پہنچ کر میام نے اونچی آواز میں کہا۔ تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے، میرا راستہ چھوڑو اور اپنا راستہ پکڑو۔ اس عجیب سے حلیے والے شخص نے غصیلے لہجے میں کہا۔ بچہ ابھی تک اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ انکل، انکل یہ آدمی مجھے پکڑ کر پتہ نہیں کہاں لے جا رہا تھا مجھے کہتا ہے بس تمہیں جان سے مار دوں گا۔ اچانک خیال آنے پر بچے نے انہیں حقیقت سے آگاہ کیا۔ اوہ تو تم اسے اغواہ کر کے لے جا رہے تھے۔ عثمان نے اس آدمی کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔ دیکھو تم لوگ ٹھیک نہیں کر رہے تم جانتے نہیں میں کون ہوں۔ وہ غصے سے بولا۔ تم ڈاکو ہو اغواکار ہو بچوں کو اغوا کر کے انہیں بیچتے ہو ان سے بھیک منگواتے ہو ہے ناں احمد جلدی سے پولیس کو فون کرو۔ شاہد غصے سے بولا۔ دیکھو میں ایک بار پر کہہ رہا ہوں کہ میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گے۔ وہ آدمی پھر بولا۔ بچے کی اب احمد نے اٹھا رکھا تھا وہ کافی ڈرا ہوا تھا۔ بکواس بند کرو اب تم ہمارے قبضے میں ہو اور ابھی پولیس آ کر تمہیں لے جائے گی۔ علی تم اس بچے سے اس کے گھر کا ایڈریس پوچھو اور اسے وہاں چھوڑ آؤ اس سے تو ہم نبٹ لیتے ہیں۔ احمد نے علی کو بھیجا علی بچے کو چھوڑنے چلا گیا۔ تڑاخ تمہیں شرم نہیں آتی معصوم بچوں کو اغواہ کرتے ہوئے۔ احمد نے اس آدمی کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا میں تم لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ اس آدمی نے دھمکی دی اور ایک دم سے غائب ہو گیا۔ وہ چاروں ششدر رہ گئے۔ یہ غائب کیسے ہو گیا کیا یہ کوئی جادوگر تھا۔ شاید حیران ہوتے ہوئے بولا۔ پتہ نہیں کون تھا چلو فی الحال گھر چلو دیر ہو چکی ہے گھر والے پریشان ہوں گے۔ احمد جلدی سے بولا اور سب گھر چل پڑے لیکن پریشانی اور حیرانی ان

کے چہروں پر نمایاں تھی۔

○

میری دس سال کی محنت پر ان لڑکوں نے پانی پھیر دیا آج اس آخری بچے کا خون پینے کے بعد مجھے ساری دنیا کی طاقتیں ملنی تھیں لیکن ان لڑکوں نے سارا کام خراب کر دیا۔ میری طاقتیں مجھ سے چھن گئیں میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا لیکن میں انہیں کیسے مار سکتا ہوں کیونکہ دیوی ماں نے کہا تھا کہ اگلے پانچ سال تک میں کسی دس سال سے اوپر انسان کا خون نہیں کر سکتا اگر میں نے ایسا کیا تو میں خود مارا جاؤں گا لیکن میں انہیں اتنی اذیت دوں گا کہ وہ خود مرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ پہلے میں ان کے بارے میں معلوم کر لوں کہ وہ کون ہیں۔ یہ کہہ کر رنجیت سنگھ نے اپنی آنکھیں بند کیں اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں پھر وہ اٹھا اور ایک پتھر کے بنے ہوئے بت کے قدموں میں گر گیا اور بولا۔ کالی ماں کی دیوی ہماری رکھشا کیجئے ہمیں ہمارے مقصد میں کامیاب کیجئے گا میں ان پانچوں نوجوانوں کو آپ کے قدموں میں ذبح کر دوں گا اور ان کے خون سے آپ کو نہلاؤں گا سب میری ایک مدد کیجئے چونکہ میری طاقتیں تو مجھ سے چھن چکی ہیں تو اب آپ مجھے اب اتنی طاقت دے دیجئے کہ میں اپنا روپ بدل سکوں اور میری آنکھوں میں ایسا سحر بھر دے کہ جو میری آنکھوں میں دیکھے وہ اپنے اردگرد کچھ نہ دیکھ سکے۔ اچانک اس بات میں سے آواز آئی۔ رنجیت تیرے اندر اب کوئی طاقت نہیں آ پائے گی جب تک یہ پانچ سال ختم نہیں ہو جاتے، ہاں ہم اپنی شکتی سے تمہارا روپ بدل دیتے ہیں اور تمہاری آنکھوں میں سحر ڈال دیتے ہیں پھر تو جانیو اور تیرا کام۔ ہمارے پاس نہ آئیو پانچ سال سے پہلے۔ پھر اس بات میں سے سیاہ دھوئیں نکلے اور رنجیت پر پڑنے لگے دس منٹ بعد جب دھوئیں چھٹے تو وہاں بت کے قدموں میں رنجیت کی بجائے ایک نوجوان لڑکا پڑا تھا وہ اٹھا اور اپنے آپ کو دیکھ کر خوشی سے قہقہے لگانے لگا پھر بولا۔ صرف پانچ سال انتظار کرنا ہے اور پھر ہاہاہاہاہا ان پانچ سالوں میں میں ان لڑکوں کا جینا حرام کر دوں گا۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔

○

ٹورنامنٹ شروع ہونے والے تھے وہ زور و شور سے تیاری میں مصروف ہو گئے۔ مصروفیت کے باعث وہ اس آدمی والے واقعے کو بالکل بھول گئے۔ دن گزرتے گئے اور آخر وہ دن آ گیا آج ان کا فائنل میچ تھا کیونکہ ٹورنامنٹ کے بقیہ میچ وہ آسانی سے جیت چکے تھے انہیں حیران اس بات کی تھی کہ ان کا فائنل میں مقابلہ اس ٹیم سے تھا جو کبھی کوارٹر فائنل تک نہ پہنچ سکی پھر وہ فائنل میں کیسے پہنچ گئی۔ احمد مطمئن تھا کہ وہ اس ٹیم کو باآسانی شکست دیں گے۔ میچ شروع ہو گیا مخالف ٹیم میں ایک لڑکا نیا تھا یہ کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن ایک چیز جس نے احمد کو چونکایا تھا وہ اس لڑکے کی آنکھیں تھیں۔ بہت عجیب سی تھیں ایسے جیسے شیشے کی گولیاں ہوں۔ مجھے اس کی آنکھوں سے کیا لینا دینا۔ احمد سر جھٹک کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا مخالف ٹیم نے پہلے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ شروع کر دی حسب توقع چالیس رنز پر ہی ان کی پانچ وکٹیں گر چکی تھیں اب کی بار بیٹنگ پر اس نئے لڑکے کو بھیجا گیا ایک اوور اور بغیر رنز بنائے ضائع ہو گیا اب باقی سات اوورز کا کھیل باقی تھا زیادہ سے زیادہ پچیس تیس رنز بنا سکیں گے احمد نے سوچا پھر وہ ہو گیا جس کی کسی کو توقع نہیں تھی اسی لڑکے نے جس کا نام شاید ندیم تھا اس قدر شاندار پرفارمنس دی کہ سب حیران رہ گئے اب مخالف ٹیم کا سکور مقررہ بیس اوورز میں ایک سو چالیس رنز تھا احمد بھی حیران تھا بہرحال یہ ان کے لئے کوئی زیادہ سکور نہ تھا وہ آسانی سے یہ ٹارگٹ پورا کر سکتے تھے اب بیٹنگ کی باری احمد کی ٹیم کی تھی ان کی ٹیم نے بہت اچھا آغاز کیا اور تین اوورز کے اختتام پر ان کے پچیس رنز تھے اب باؤلنگ پر ندیم کو لایا گیا پہلی بال پر اس نے کھلاڑی کو آؤٹ کر دیا حیران کن بات یہ کہ آہستہ آہستہ ساری ٹیم ندیم کے

ہاتھوں آؤٹ ہو گئی آٹھ اوورز ابھی بھی باقی تھے احمد ٹیم کا سکور ساٹھ رنز پر چھ کھلاڑی آؤٹ تھا اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا علی، شاہد، صیام اور عثمان بھی آٹھ آٹھ، دس دس رنز بنا کر آؤٹ ہو گئے تھے انہیں بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسا ہو رہا ہے۔ اب احمد کی باری تھی اس نے آتے ہی شاندار چوکا لگایا۔ ندیم کا اوور شروع ہو گیا اس کی پہلی بال تھی احمد نے نظریں بال پر فوکس کیں پھر بھی پتہ نہیں کیوں اس کی نظریں ندیم کی آنکھوں کی طرف اٹھتی چلی گئیں اور وہ دیکھتا چلا گیا احمد اس کی آنکھوں کے سحر میں پھنس چکا تھا اسے اپنے اردگرد کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ندیم نے بال پھینکی احمد کو کچھ نہ دکھائی دیا اس نے اندازے کے مطابق ہوا میں بلا چلایا لیکن گیند بلے کے نیچے سے گزر کر سیدھی وکٹوں پر لگی اور احمد آؤٹ ہو گیا۔ احمد کے آؤٹ ہوتے ہی باقی تین وکٹیں بھی زیادہ دیر کھڑی نہ رہ سکیں اور احمد کی ٹیم ٹورنامنٹ ہار گئی۔

یہ سب کیسے ہو گیا کچھ سمجھ نہیں آ رہا پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم ایک معمولی سی ٹیم سے ہارے ہوں پھر یہ فائنل کیسے ہار گئے۔ شاید دکھ سے بولا۔ وہ پانچوں احمد کے گھر میں افسردہ بیٹھے تھے انہیں ٹورنامنٹ ہارنے کا بہت دکھ تھا۔ تم لوگوں نے ندیم کی آنکھیں دیکھی تھیں کچھ عجیب سی نہیں ہیں میں نے جب اس کی آنکھوں میں دیکھا ناں تو دیکھتا چلا گیا مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ کیسے اس نے مجھے آؤٹ کر دیا۔ علی عجیب سے لہجے میں بولا۔ کیا...... کیا تم نے بھی اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ احمد حیران ہوتے ہوئے بولا۔ ہاں ہاں میں نے بھی اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر میری بھی ویسی حالت ہوئی جیسے ابھی علی نے تمہیں بتایا۔ شاہد جلدی سے بولا اور صیام تم نے۔ احمد نے جلدی سے صیام سے پوچھا میں تو خود حیران ہوں کہ جو حالت تم لوگوں کی ہوئی وہ ہی حالت میری بھی تھی۔ صیام پریشانی سے بولا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا ہے جو کوئی بھی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہے وہ اردگرد سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ احمد پر سوچ لہجے میں بولا۔

کچھ عرصہ بعد پھر سے ٹورنامنٹ شروع ہو گئے اب کی بار احمد کی ٹیم پہلے سے بھی زیادہ محنت سے تیاری کر رہی تھی۔ زبردست پرفارمنس کی وجہ سے احمد کی ٹیم نے پھر سے فائنل میں کوالیفائی کر لیا احمد کو اس بات نے ایک دفعہ پھر اس بات نے حیران کر دیا کہ اب کی بار پھر سے ان کا مقابلہ ندیم کی ٹیم سے تھا خیر اس بار اس نے ساری ٹیم کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ کس طرح مخالف ٹیم پر پریشر ڈالنا ہے اور ایک بات کی بیٹنگ کے وقت کسی نے سلیم کی آنکھوں میں نہیں دیکھنا۔ میچ شروع ہوا احمد کی ٹیم نے ٹاس جیتا اور پہلے فیلڈنگ کا فیصلہ کیا مخالف ٹیم ان کی زبردست باؤلنگ کے نتیجے میں مقررہ بیس اوورز میں ایک سو پندرہ رنز بنا کر آؤٹ ہو گئی اس بار بھی سلیم نے سب سے زیادہ سکور بنائے۔ اب احمد کی ٹیم کی باری تھی شروع میں تو سکور ٹھیک بنتے رہے پھر جب ندیم پر باؤلنگ کی ذمہ داری ڈالی گئی تو احمد کی ٹیم اس کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور وکٹیں گرتی چلی گئیں احمد کی باری تو اس نے بہت جوش سے بیٹنگ کرنا شروع کی سلیم کا اوور شروع ہوا احمد خود کو بمشکل روک پا رہا تھا کہ وہ ندیم کی آنکھوں میں نہ دیکھے لیکن نجانے کیوں اور کیسے اس کی آنکھیں ندیم کی آنکھوں کی طرف اٹھتی چلی گئیں اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا احمد آؤٹ ہو گیا اسی طرح احمد ذ کی باقی ٹیم بھی آؤٹ ہوئی اور وہ لوگ یہ ٹورنامنٹ بھی ہار گئے وقت گزرتا رہا احمد کی ٹیم مسلسل ٹورنامنٹ ہارتی رہی ندیم کی ٹیم کے ہاتھوں اور ان کے حوصلے سے پست ہوتے چلے گئے۔

○

آج احمد کے ماموں سعودی عرب سے آنے والے تھے وہ پانچوں دوست ٹورنامنٹ ہار جانے کا دکھ لئے بیٹھے تھے پورے ملک میں جہاں پہلے احمد کی ٹیم مشہور تھی اب وہاں ندیم کی ٹیم کے چرچے تھے یہی بات ان کے لئے اور بھی زیادہ دکھ کا باعث بنی ہوئی

تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے میں کرکٹ چھوڑ رہا ہوں۔علی نے جذباتی لہجے میں کہا۔ ہاں ہم بھی اس فیصلے میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ شاہد اور عثمان نے بھی علی کا ساتھ دیا جبکہ صیام نے احمد اور احمد نے ان تینوں کی طرف دکھ سے دیکھا اس کی ٹیم بکھر رہی تھی لیکن وہ ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اتنے میں باہر سے شور کی آواز آئی احمد کے ماموں آ گئے تھے سب سے ملنے کے بعد وہ احمد کی طرف آئے۔ کیسے ہو بھئی احمد بیٹا۔ ماموں نے احمد کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ بس ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔ احمد نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ احمد کے ماموں اس کے دوستوں سے ملنے کے بعد وہیں بیٹھ گئے۔ بھئی کیا بات ہے تم سب کے منہ کیوں لٹکے ہوئے ہیں۔ ماموں نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ماموں یہ لوگ پچھلے تین سال سے ایک ہی ٹیم سے ٹورنامنٹ ہارتے آ رہے ہیں اسی لئے پریشان ہیں۔ احمد کی چھوٹی بہن بولی۔ اوہو تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے محنت کرتے رہیں ان شاء اللہ کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ ماموں نے تسلی دیتے ہوئے کہا لیکن ماموں ان تینوں نے کرکٹ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ احمد نے روہانسی لہجے میں کہتے ہوئے علی، عثمان اور شاہد کی طرف اشارہ کیا۔ لو یہ کیا بات ہوئی ہار جیت تو کھیل کا حصہ ہوتی ہے اگر تم لوگ ہار گئے نہیں تو تم لوگوں میں جیت کی لگن کیسے پیدا ہو گی چلو شاباش اب اپنے اپنے منہ ٹھیک کرو کوئی بھی ٹیم کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا اب میں آ گیا ہوں ناں دن رات پڑھائی کروں گا تمہارے لئے دعا کروں گا اور تم لوگ مزید محنت کرنا اگلے ٹورنامنٹ میں میں بھی تمہارا میچ دیکھنے جاؤں گا۔ ماموں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ان کے لئے سعودی عرب سے لائے ہوئے تحائف انہیں دینے لگے۔ احمد کے لئے وہ بہت خوبصورت انگوٹھی لائے تھے جس پر سورۂ اخلاص لکھی تھی احمد نے فوراً وہ انگوٹھی پہن لی۔

ماموں کی بات سے انہیں کافی حوصلہ ہوا تھا اسی لئے وہ دوبارہ سے تیاریوں میں معروف ہو گئے انہوں نے ندیم کی سحر انگیز آنکھوں کے بارے میں بھی ماموں کو بتا دیا تھا لیکن انہوں نے اس بات کو کوئی خاص اہمیت نہ دی انہوں نے کہا کہ اللہ کے کلام کے آگے کوئی کچھ نہیں ہے ماموں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا پھر ٹورنامنٹ شروع ہو گئے وہ پریشان تھے اور پرامید بھی کہ اس بار ٹورنامنٹ وہی جیتیں گے کیونکہ اس ٹورنامنٹ کے بعد جیتنے والی ٹیم میں سے چند کھلاڑیوں کو انٹرنیشنل کرکٹ کھیلنے کا چانس دیا جاتا اور جب جیت کی لگن ہو تو محنت رنگ لے ہی آتی ہے۔

ٹورنامنٹ کے باقی میچ جیتنے کے بعد فائنل میں احمد کی ٹیم کا مقابلہ ندیم کی ٹیم سے تھا سب کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں پتہ نہیں تقدیر کس پہ مہربان ہونے والی تھی احمد نے ٹاس جیتا اور مخالف ٹیم کو پہلے بیٹنگ کی دعوت دی۔ آج ندیم کو احمد نے کافی بے چین دیکھا تھا اس نے پوچھا بھی کہ کیا بات ہے لیکن وہ ٹال گیا اور احمد کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اس سے خوفزدہ ہو احمد کی ٹیم کی محنت رنگ لائی اور ندیم کی ٹیم 95 رنز بنا کر آل آؤٹ ہو گئی۔ آج ندیم بیٹنگ کے وقت بھی کافی پریشان تھا اور ٹھیک سے کھیل نہیں پا رہا تھا اسی لئے وہ جلد ہی آؤٹ ہو گیا یہ بات سب کے لئے حیران کن تھی۔ اب احمد کی ٹیم کی باری تھی معاملہ پھر وہی ندیم کے باؤلنگ پر آتے ہی اس کی ٹیم ڈھیر ہوتی جا رہی تھی احمد پریشان ہو گیا اب اس کی باری تھی چار اوورز باقی تھے اور پچیس رنز پہلا اوور بغیر کوئی رن بنائے ختم ہو گیا دوسرے اوور میں احمد نے اچھے سٹروک کھیلے۔ اب باقی دو اوورہ گئے اور سترہ رنز۔ اگلا اوور ندیم کا تھا احمد نے ڈرتے ڈرتے ندیم کی آنکھوں میں دیکھا تو پہلے تو حیران ہوا اور پھر خوشی کے مارے اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا کیونکہ آج اس پر کوئی سحر طاری نہیں ہوا تھا اور اسے اپنے اردگرد سب کچھ صاف دکھائی دے رہا تھا خوشی سے سوچتے سوچتے اس کا

دھیان بھٹک گیا اور اس اوور میں چار رنز بن سکے اب صرف ایک اوور باقی تھا اور تیرہ رنز۔ احمد کچھ پریشان ہوا کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے پہلی بال احمد کی کوشش کے باوجود ضائع ہو گئی دل ہی دل میں وہ دعائیں مانگ رہا تھا اور پھر سٹیڈیم تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا کیونکہ اگلی ہی بال پہ احمد نے زبردست چھکا لگا دیا تھا اب صرف چار بالیں باقی تھیں اور سات سکور۔ اگلی بال پر ایک رن بن سکا اگلی دو بالوں پر بھی بمشکل ایک ایک رنز بنا آخری بال تھی اور چار رنز کی ضرورت تھی احمد کی ٹیم کو میچ جیتنے کے لئے سب کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں سب لوگ دعائیں مانگ رہے تھے ماموں جو کہ فائنل میچ دیکھنے کے لئے آئے تھے انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ یا اللہ یا میرے مالک تو بے نیاز ہے تو سب کے دلوں کا حال جاننے والا ہے تو ہمیں فتح سے ہمکنار کر دے میرے مالک احمد ہمت دے تاکہ وہ پاکستان کا نام روشن کر سکے ابھی ان کی دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ اچانک پورے سٹیڈیم پہ خاموشی چھا گئی انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو احمد نے بال کو بہت اونچا پھینک دیا تھا بال باؤنڈری کے قریب جا کر نیچے گرنے لگی احمد کا دل زور سے دھڑکا اس کے ہاتھ سے بلا چھوٹ گیا اور وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا یا اللہ مدد اس کے ہونٹوں سے صدا نکلی کھلاڑی بالکل گیند کے نیچے پہنچ چکا تھا یعنی کہ کیچ ہونے والا تھا پھر اچانک یہ کیا ہو گیا کھلاڑی جو گیند کیچ کرنے ہی والا تھا اچانک اس کا پاؤں الٹا گیند اس کے ہاتھ میں آئی وہ گرا اور گیند اس کے ہاتھ سے نکل کر باؤنڈری کے پار جا گری یعنی کہ چھکا احمد سجدے میں گر کر رونے لگا اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگا پورا سٹیڈیم چیخوں سے گونج اٹھا سب خوشیاں منا رہے تھے احمد کی ٹیم بھاگتی ہوئی میدان میں اتری اور سب نے بیک وقت خدا کے حضور سجدہ کیا پھر وہ اٹھے اور پویلین کی طرف بڑھے احمد چلتے چلتے رکا اور ندیم کی طرف بڑھا۔ ندیم حیران کن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ احمد نے ندیم کے کندھے پر ہاتھ رکھا ابھی وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ندیم زور زور سے چیخنے لگا احمد نے گھبرا کر اپنا ہاتھ کندھے سے ہٹا لیا ندیم کے پورے جسم کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا احمد نے حیرانی سے پہلے ندیم کی طرف اور پھر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا جس میں سورۂ اخلاص والی انگوٹھی جگمگا رہی تھی یہ سب کیسے ہو گیا ہر طرف خاموشی چھا گئی سب حیران و پریشان ندیم کو جلتے ہوئے دیکھ رہے تھے کچھ ہی دیر بعد ندیم کی راکھ زمین میں پڑی تھی اور پھر نجانے کہاں سے ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا اور ندیم کی راکھ اڑا لے گیا احمد کے ماموں آگے بڑھے انہوں نے احمد کے کندھے پر ہاتھ رکھا احمد نے مڑ کر سوالیہ نظروں سے ماموں کی طرف دیکھا یہ کوئی انسان نہیں لگتا تھا شاید اس کا تعلق کسی اور ہی مخلوق سے تھا جو ہمارے درمیان انسان بن کر رہا تھا بھی تو جب تم نے اس انگوٹھی والا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا تو وہ جل گیا کیونکہ وہ شیطان تھا جبکہ یہ اللہ کا پاک کلام ہے کیونکہ اس خدا سے بڑی طاقت کوئی نہیں ہے شاید اللہ تعالیٰ نے نیک کام ہونا تمہارے ہاتھوں لکھا ہوا اسی لئے تمہیں آزمائش میں ڈالے رکھا۔ ماموں نے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ کر احمد کو گلے لگا لیا اب ساری بات سب کو سمجھ آ گئی کہ احمد کی ٹیم کیوں ہارتی رہی اور جب احمد کو وہ بچے والا واقعہ یاد آیا تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ وہی تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں سے بدلہ لوں گا لیکن شکر ہے اس بلا کا خاتمہ ہو گیا سب لوگ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ وہ پانچوں دوست اکٹھے ہوئے اور ایک ساتھ گانے لگے۔

میدانوں کے سینوں پہ اب وقت پھر آیا ہے
یہ کھیل ہے بس دل کا اور کھیل کے جانا ہے
ہر آہنی بازو کو ہم نے ہی ترانا ہے
ہمت ہے جواں اپنی اور عزم توانا ہے
ہے یہ جیت کی لگن، ہے یہ جیت کی لگن

خوفناک واقعات

خونی شام

مظہر علی۔ لاہور

ایک شہر میں دو دوست رہتے تھے جن کے نام عدنان اور سلیم تھے۔ ایک دن وہ کسی کام کے سلسلے میں دوسرے شہر جا رہے تھے۔ دونوں کا تعلق ایک گاؤں سے تھا۔ وہ ریل گاڑی کے ذریعے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہ ریل گاڑی میں دوران سفر ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے تھے، اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے کہ آسمان سیاہ بادلوں سے بھر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے زبردست گرج چمک کے ساتھ بارش برسنے لگی۔ بارش اتنی شدید ہو رہی تھی کہ ریل گاڑی بھی چلنے سے قاصر تھی۔ اچانک ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ ریل گاڑی رک گئی۔ ان دونوں نے گاڑی سے باہر دیکھا تو بارش بہت تیز اور موسلا دھار ہو رہی تھی۔ تقریباً تمام مسافر گاڑی سے اتر کر کسی محفوظ جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ یہ دونوں بھی گاڑی سے نیچے اتر کر کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ اچانک انہیں ایک بوسیدہ سا مکان نظر آیا۔ عدنان نے کہا آؤ سلیم اس مکان میں چل کر پناہ لیتے ہیں۔ دونوں نے اپنا سامان اٹھایا اور مکان کی طرف چل دیے۔ جب وہ مکان کے اندر داخل ہوئے تو وہاں انہیں ایک بوڑھا آدمی بیٹھا دکھائی دیا جو آگ کے سامنے بیٹھا اپنے ہاتھ سینک رہا تھا۔ اُن دونوں کو دیکھ کر وہ بزرگ بولا۔ آؤ بیٹا، مسافر لگ رہے ہو۔ عدنان نے کہا جی بابا ہم دونوں گاؤں سے شہر کام کے سلسلے میں جا رہے تھے کہ اچانک بارش آ گئی۔ بابا ہمیں کچھ دیر کے لئے اپنے گھر میں پناہ دے دیں۔ ہم بارش کے ختم ہوتے ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ بابا نے انہیں کہا۔ کیوں نہیں آؤ آگ کے قریب آ کر بیٹھو میں تم لوگوں کے لئے چائے لاتا ہوں۔ تب تک تم آرام کرو۔ انہوں نے دیکھا کہ مکان کافی پرانا اور بوسیدہ ہے اور جگہ جگہ جالے لٹک رہے ہیں۔ بابا نے تھوڑی دیر کے بعد اس چائے کے ساتھ کھانا بھی لا کر دیا جب وہ دونوں کھانا کھا رہے تھے تو بابا نے انہیں بڑی عجیب و غریب نظروں سے دیکھنا شروع کر دی۔ جب وہ دونوں کھانے سے فارغ ہوئے تو بابا نے کہا اب تم دونوں آرام کرو۔ سردی بڑھ گئی ہے۔ تم دونوں کے بستر لگا دیے ہیں۔ تم دونوں اوپر کے کمرے میں چلے جاؤ۔ جب عدنان اور سلیم دونوں اوپر جا رہے تھے تو عدنان کو خوف محسوس ہو رہا تھا کیونکہ مکان بہت بوسیدہ تھا اور کچھ پراسرار نظر آ رہا تھا۔ سلیم تو بہت تھک چکا تھا وہ تو لیٹتے ہی سو گیا مگر عدنان کچھ خوفزدہ لگ رہا تھا۔ اُسے ڈر کے مارے نیند نہیں آ رہی تھی۔ پھر اُسے پیاس محسوس ہوئی۔ وہ اٹھ کر پانی پینے کے لئے نیچے آیا۔ اس نے پانی لینے کے لئے نلکے کو کھولا تو اس میں سے پانی کی جگہ خون نکلا۔ یہ دیکھ کر عدنان کی زبردست چیخ نکل گئی۔ چیخ اتنی زوردار تھی کہ سلیم کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر نیچے کی طرف بھاگا جہاں عدنان ڈر کے مارے بے ہوش ہو چکا تھا۔ سلیم نے اُسے اٹھایا اور آوازیں دیں مگر سلیم کیا جانتا تھا کہ اس کا دوست خود ایک آسیب بن چکا ہے۔ اس اثناء میں عدنان نے آنکھیں کھولیں۔ سلیم کی نظریں اس کی آنکھوں کی طرف تھیں گئیں جن میں صرف خون ہی خون اترا ہوا تھا۔ عدنان نے سلیم کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور اُسے بتایا کہ نلکے میں پانی کی جگہ خون نکل رہا ہے لیکن سلیم نے کہا یار د نلکے میں سے تو پانی ہی نکل رہا ہے۔ عدنان نے دیکھا تو واقعی نلکے میں سے پانی نکل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر دونوں دوست واپس اوپر اپنے کمرے میں آ گئے اور سو گئے۔ اب عدنان کا ڈر ختم ہو چکا تھا کیونکہ اب وہ خود ایک آسیب بن چکا تھا۔ رات کے پچھلے پہر انہیں ایک زوردار چیخ سنائی دی۔ سلیم کی آنکھ کھل گئی اُس نے دیکھا کہ عدنان اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔ اُس نے عدنان کو آوازیں دیں مگر عدنان وہاں ہوتا تو جواب دیتا۔ اس نے اس بزرگ کو بھی آوازیں دیں مگر بابا یعنی وہ بزرگ بھی نظر نہیں آیا۔ آخر وہ عدنان اور اس بابا کو آوازیں دیتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ جب وہ باہر آیا تو اُسے شور سنائی دی۔ وہ اُس طرف گیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک عورت بیٹھی رو رہی ہے اور اس کا شوہر اس کے سامنے مرا پڑا ہے۔ اس کی گردن پر دانتوں کے نشان تھے جیسے کسی نے اس کا سارا خون پی لیا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر سلیم کو چکر آ گیا۔ اتنی دیر میں اس کی نظر عدنان پر پڑی جو اُسے کچھ عجیب سا دکھائی دیا۔ عدنان سلیم کو دیکھنے کی بجائے اس مردہ شخص کو دیکھ رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے عدنان چیخنے لگ۔ رات بھی ہونے والی تھی اور بارش بھی تھم چکی تھی۔ ریل گاڑی کے دوسرے مسافر بھی اکٹھے ہو گئے تھے اور مردہ شخص کو دیکھ کر کہنے لگے کہ پولیس کو بلاؤ۔ ان کے بلانے پر پولیس بھی وہاں آ گئی۔ پولیس نے لاش کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ انسپکٹر نے کہا یہ تو لگتا ہے کسی نے اس کا خون نچوڑنے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس کا جسم سفید پڑ چکا ہے۔ آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ کس نے اس بلا کو دیکھا ہے جس نے اس شخص کا خون پینے کی کوشش کی ہے۔ عورت نے روتے ہوئے بتایا کہ میرے بچے کا کھلونا کمرے سے باہر رہ گیا تھا یہ اٹھانے گئی پھر باہر سے ایک چیخ سنائی دی میں باہر گئی تو وہاں انہیں مردہ حالت میں پایا۔ سلیم نے اچانک عدنان کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ سلیم نے اُسے آواز دی تو وہ چونک گیا۔ عدنان کے سر پر تو جنون سوار تھا وہ انسپکٹر کو بھی مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سلیم لیٹ گیا ہے۔ وہ انسپکٹر کے پاس آ گیا جو آگ کے پاس بیٹھا تھا اور تفتیش کر رہا تھا۔ اس نے عدنان سے بھی پوچھنے کے لئے اس کی طرف دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی کیونکہ عدنان کی آنکھیں لال سرخ اور دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس نے چھلانگ لگائی اور انسپکٹر کی گردن پر دانت جما دیے۔ سلیم جو عدنان کو جاتے دیکھ کر اُس کے پیچھے آیا تھا وہ یہ منظر دیکھ کر وہشت زدہ ہو گیا کیونکہ عدنان ایک خوفناک ڈریکولا بن چکا تھا۔ انسپکٹر کی لاش ایک طرف پڑی تھی اور عدنان اب سلیم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سلیم نے اپنی جان بچانے کے لئے جلدی سے پستول نکالا اور اپنے بچپن کے دوست عدنان پر گولی چلا دی۔ اتنی دیر میں دوسرے مسافر بھی وہاں آ گئے۔ وہی بزرگ جو انہیں ملے تھے وہ وہاں آ گئے اور بولے یہ ایسے نہیں مرے گا۔ تم اس پر یہ آیت پڑھ کر پھونک مارو یہ خود بخود مر جائے گا۔ سلیم نے وہ آیت پڑھ کر جیسے ہی عدنان پر پھونک ماری عدنان ایک دردناک چیخ کے ساتھ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا تھا۔ اگر سلیم ایسا نہ کرتا تو عدنان اُسے مارنے آ رہا تھا۔ سلیم نے اپنے بچپن کے دوست کی لاش دیکھی تو رونے لگا کیونکہ اس کا پیارا دوست ایک بھیانک بلا بن چکا تھا۔ اتنے میں ریل گاڑی بھی چلنے کو تیار ہو چکی تھی اور طوفان بھی ختم ہو چکا تھ۔ سلیم جب واپس ٹرین میں بیٹھا تو اس نے دیکھا کہ وہ بوسیدہ مکان غائب ہو چکا تھا۔ اس مکان کی جگہ ایک میدان تھا اور وہ بابا بھی ایک خونی بلا تھی جس نے عدنان کو اپنے آسیب سے جکڑ لیا تھا۔ سلیم کو اس بات کا شدید صدمہ تھا کہ اس کا بچپن کا دوست اس سے بچھڑ چکا تھا۔ اب ریل گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکی تھی لیکن یہ شام بلکہ یہ خونی شام ساری زندگی سلیم کو یاد رہے گی۔

پراسرار روشنیاں

تحریر: انعم۔ ہزارہ

یہ جو واقعہ میں آپ کو سنانے جا رہی ہوں یہ مجھے میری دوست نے سنایا ہے۔ آیئے میری دوست کی زبان سنیں۔ میری امی کی کزن جب بچپن کے زمانے میں تھیں تو وہ پانی بھرنے صبح کے وقت ندی پر جایا کرتی تھیں ایک دفعہ وہ روزانہ کی طرح ندی پر پانی بھرنے کے لئے گئیں۔ ندی کے پار سے انہیں ایک روشنی دکھائی دی۔ وہ سب سمجھیں کہ ٹرین ہے وہ سب اس روشنی کو شوق سے دیکھنے لگیں۔ وہ روشنی دو روشنیوں میں تبدیل ہو گئی۔ وہ روشنیاں کبھی ناچتیں کبھی آپس میں لڑتیں ان کی طرف آ رہی تھیں جب روشنیاں ان کے قریب پہنچنے ہی والی تھیں تو وہ ڈر کے مارے اپنے گھڑے چھوڑ کر گھر کی طرف بھاگنے لگیں اور گھر جا کر سارا واقعہ اپنی دادی کو بتایا تو اگلی صبح ان کی دادی ان کیس اتھ آ گئیں۔ دادی ان سے کہنے لگیں دیکھو کچھ بھی نہیں ہے یہ سب تمہارا وہم تھا پھر وہ پانی بھرنے میں معروف ہو گئیں کہ اتنے میں انہیں پھر وہی روشنی دکھائی دی پھر وہ دو روشنیوں میں تبدیل ہو گئی وہ کل ہی کی طرح کبھی ناچتیں اور کبھی لڑتیں ان کے قریب پہنچ گئیں ان کی دادی نے درود شریف پڑھ کر ان پر پھونک ماری اس کے بعد وہ پراسرار روشنیاں کبھی دکھائی نہیں دیں۔

وہ کون تھی

تحریر: انعم۔ ہزارہ

یہ جو واقعہ میں آپ کو سنانے جا رہی ہوں یہ مجھے میری ایک دوست نے سنایا ہے جو اس کی خالہ کے ساتھ پیش آیا۔ آیئے میری دوست کی زبان سنیں۔ رمضان کا مہینہ تھا، سردی اپنے جوبن پر تھی تقریباً ایک بجے کا وقت تھا میری خالہ کو کسی انجانی آواز نے جگا دیا وہ جلدی سے اٹھیں اور دروازے سے باہر چلی گئیں۔ انہیں ایک عورت دکھائی دی جو ان سے تھوڑے فاصلے پر تھی اس عورت نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کھانے کی طرف شارہ کرتے ہوئے کہا یہ کھانا میرے بیٹے کو دے دینا اس عورت سے تھوڑے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے

میری خالہ اسے ٹھیک طرح پہچان نہ سکیں اور سمجھیں کہ شاید یہ میری پڑوسن ہے وہ عورت ان کی طرف آنے لگیں اور ان کے قریب پہنچتے ہی غائب ہو گئی میری خالہ چیخیں اور گھر کی طرف بھاگنے لگیں۔ وہ باورچی خانے میں گئیں اور برتن توڑنے لگیں۔ خاندان کے سب مرد جمع ہو گئے انہوں نے دروازے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس کی وجہ سے دروازہ کھل نہیں رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر انہوں نے کسی مولوی کو بلایا انہوں نے کچھ پڑھ کر میری خالہ پر پھونکا تو وہ بے ہوش ہو گئیں۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ ان پر کسی چڑیل اک سایہ ہے۔ مولوی صاحب نے چڑیل سے کہا کہ وہ ان کو اپنے اثر سے آزاد کر دے مگر چڑیل نے کہا کہ وہ مرتے دم تک انہیں اپنے چنگل سے آزاد نہیں کرے گی۔ میری خالہ کو مرے تقریباً آٹھ سال ہو گئے ہیں اور وہ مرتے دم تک اس چڑیل کے زیر اثر رہیں۔

منتظر

تحریر: عبداللہ حسن چشتی - سیت پور

ماہنامہ "منتظر" اس نے رک کر اس چھوٹے سے بورڈ کو دیکھا۔ بورڈ کہنا اسے کچھ عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ لکڑی کے دو فٹ چوڑے ٹکڑے کو چونا لگا کر سفید کیا گیا تھا جو اب کالا ہونے کے قریب تھا اور اس پر ستم یہ کہ کوئلے سے شکستہ خط میں ماہنامہ "منتظر" لکھا گیا تھا۔ کچھ بڑا لکھنے کی کوشش کی گئی تھی اس لئے آخر میں "ر" لکھنے کی جگہ بہت کم رہ گئی تھی اس لئے "ر" کو بہت چھوٹا لکھا گیا تھا۔

"ماہنامہ منتظر" لگتا تو یہی ہے۔ اس نے انگلی سے چشمہ نکال پر سیدھا کیا پھر اس دروازے کی طرف دیکھا جس کا کوئی پٹ تو نظر نہیں آ رہا تھا البتہ ایک تار پر پردہ لٹک رہا تھا جسے دیکھ کر اسے گمان ہوا کہ پہلے غالباً مزدور حضرات اس سے اپنا منہ پونچھتے رہے ہوں گے ورنہ اس قدر تاریک نہ ہوتا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ فائل اس لے بغل میں دبائی، ایک ہاتھ سے ناک بند کیا اور دوسرے ہاتھ سے پردہ ہٹاتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک عدد میز کے پیچھے کوئی صاحب براجمان تھے میز پر رکھے کسی مسودے میں گم تھے۔ اسے اندر آتا دیکھ کر یکدم نظریں اٹھائیں۔

عجیب مضحکہ خیز سی شخصیت تھی سر پر ترکی ٹوپی، آنکھوں میں سرمہ یوں لگا تھا جیسے سینما کا بورڈ بنانے والے کسی برش سے لگایا گیا ہو۔ گردن کچھ زیادہ ہی لمبی تھی اور قمیص بنا کالر کے اور اس کا بھی آخری بٹن یوں بند تھا جیسے یہ بٹن کھلا تو گردن کھل کر وہ جا پڑے گی سب سے نمایاں چیز ان کی ناک کے نیچے وہ مونچھیں تھیں جو ہونٹوں سے بھی نیچے جا رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے مونچھیں بڑھانے کے کسی عالمی مقابلے کے نمائندہ ہوں۔ انہیں دیکھ کر وہ اجنبی ٹھٹک کر رک گیا۔ ایک پل کے لئے خیال آیا پلٹ جائے لیکن عین اس وقت وہ صاحب بولے۔ "جی فرمائیے"۔ "وہ جی میں... دراصل مجھے نامراد شبراتی صاحب سے ملنا ہے"۔ اس اجنبی نے فوراً کہا۔ "یہ کون ہیں؟" "وہ جی ماہنامہ منتظر کے ایڈیٹر ہیں اجنبی بولا۔ "وہ تو میں ہی ہوں" آپ غالباً مجھ سے ہی ملنے آئے ہیں کیونکہ نامراد شبراتی میرا نام ہے۔ وہ مسکرائے۔ جواب میں وہ اجنبی بھی مسکرایا۔ نامراد شبراتی صاحب دوبارہ مسودے میں گم ہو گئے اور وہ بے چارہ اجنبی کھڑا ہی رہ گیا۔ چند لمحوں بعد اس اجنبی کو احساس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ احمقوں کی طرح کھڑا ہے لیکن نامراد شبراتی صاحب نے بھی دوبارہ سر نہ اٹھایا تھا۔ مجبوراً وہ اجنبی ہلکا سا کھنکارا۔ نامراد شبراتی صاحب نے چونک کر دیکھا۔ "اوہ! ارے... آپ کھڑے کیوں ہیں... بیٹھئے ناں"۔ یہ کہہ کر نامراد شبراتی صاحب دوبارہ مسودے میں گم ہو گئے۔ اجنبی نے ایک نظر اس آفس پر ڈالی اور چکرا گیا کمرے میں اسے ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جس پر وہ بیٹھ سکے۔ صرف ایک ہی کرسی تھی جو اس اکلوتے میز کے دوسری طرف تھی اور اس پر نامراد شبراتی صاحب خود براجمان تھے۔ اجنبی اپنی جگہ کھڑا ہچکچاتا رہا۔ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کرے؟ اتنے میں شبراتی صاحب نے دوبارہ سر اٹھایا۔ "آپ کھڑے کیوں ہیں، بیٹھ جائیے ناں"۔ "لیکن یہاں تو کوئی کرسی مجھے دکھائی نہیں دے رہی"۔ اجنبی فوراً بولا۔ "ارے میں بتانا بھول گیا، دو دکانیں چھوڑ کر تیسری جو درزیوں کی دکان ہے وہاں پر ایک سٹول فارغ پڑا رہتا ہے، میرا نام بول کر اٹھا لائیے"۔ یہ کہہ کر نامراد شبراتی صحب پھر مسودے میں گم ہو گئے۔ اجنبی کو ذرا تاؤ آیا لیکن فی الحال موقع ایسا نہ تھا وہ پلٹا اور ایک بار پھر ناک بند کر کے باہر آیا اور دو دکانیں چھوڑ کر ایک درزی کی دکان تھا اور وہ دو دکانیں ہی مچھلیوں کے ٹوکروں سے بھری پڑی تھیں۔ اجنبی اجازت لے کر وہ سٹول اٹھا لایا۔ نامراد شبراتی صاحب حسب معمول مسودے میں گم تھے۔ اجنبی سٹول رکھ کر بیٹھ گیا۔ سٹول رکھنے کی آواز سن کر وہ چونک اٹھے۔

"اوہ، تو آپ بیٹھ گئے"۔ نامراد شبراتی صاحب بولے۔ پھر قلم بند کر کے رکھ دیا اور کرسی پر ذرا ٹیک لگا کر

اطمینان سے بیٹھ گئے بلکہ لیٹ ہی گئے۔ "آپ نے فون پر وقت لیا تھا؟" اچانک نامراد شبراتی صاحب بولے۔ "جی فون پر...... لیکن آپ کے یہاں فون کہاں؟" میں نے پورا رسالہ دیکھ ڈالا لیکن مجھے کوئی نمبر نہیں ملا۔ اس لئے میں نے تو یہی خیال کیا کہ شاید یہاں فون ہی ہے۔ اجنبی ذرا پریشان ہو کر کہا۔ "فون تو واقعی نہیں ہے لیکن کیا آپ نے سات ماہ پہلے کا شمارہ دیکھا تھا؟" "جی نہیں، میں کوئی دو ماہ پہلے ہی آپ کے رسالے کا قاری بنا ہوں"۔ "اوہ اچھا دراصل اس شمارے میں انہی درزیوں کا نمبر شائع کیا گیا تھا جن سے آپ سٹول لائے ہیں۔ وہاں جب فون آئے تو مجھے بلوا لیا جاتا ہے"۔ "تو پھر آپ نے ہر ماہ وہ نمبر شائع کیوں نہیں کیا؟" "ایک بار ہی شائع کرنے پر وہ گلا پکڑنے آ گئے تھے...... دوبارہ کیسے شائع کرتا"۔ اجنبی صرف سر کھجا کر رہ گیا۔ نامراد شبراتی صاحب نے میز کی دراز میں سے ایک سگریٹ نکالا اور ہونٹوں میں دبا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تمام جیبوں کی تلاشی لینے کے بعد ایک جیب سے ماچس برآمد ہوئی اور وہ پھر بیٹھ گئے۔ سگریٹ سلگانے کے بعد خاصا طویل دھواں خارج کیا۔ سگریٹ پینے کا انداز بھی خوب تھا۔ مٹھی بند کر کے آخری انگلی میں سگریٹ دبا رکھا تھا اور کش کھینچنے کے لئے خاص زور لگانا پڑتا تھا۔ "جی فرمائیے آپ کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟" "جی میں دراصل ایک افسانہ لے کر آیا ہوں"۔ اجنبی نے بتایا۔ "وہ کس لئے؟" نامراد شبراتی صاحب چونکے۔ "آپ کے پرچے منتظر کے لئے"۔ "اچھا اچھا تو آپ ادیب ہیں...... منتظر تو ویسے بھی ادیبوں کا منتظر رہتا ہے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے ایک طویل کش کھینچ کر کہا۔ دھوئیں کے اچھے خاصے مرغولے اجنبی کے چہرے کی طرف آئے۔ اجنبی نے منہ پھیر لیا۔ سگریٹ پینے کا یہ انداز اسے خاصا ناگوار گزر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ پلٹا۔ "اگر اجازت ہو تو کچھ پوچھ سکتا ہوں؟" "جی جی بالکل"۔ "آپ نے پرچے کا نام منتظر کیوں رکھا"۔ "بھئی واہ! بہت خوب، کیا عمدہ سوال کیا ہے"۔ نامراد شبراتی صاحب ہاتھ نچاتے ہوئے بولے اور سگریٹ کا عمل جو کہ کافی دیر سے گرنے کے لئے بے تاب تھا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اجنبی کے کپڑوں پر گر گیا۔ اجنبی نے ایک نظر نامراد شبراتی صاحب کو دیکھا اور پھر اپنے کپڑے جھاڑے۔ نامراد شبراتی صاحب اس وقوعے سے بے نیاز سگریٹ کے کش لگا رہے تھے۔ "تو آپ نے بتایا نہیں"۔ چند لمحوں بعد اجنبی نے کہا۔ "کیا پوچھا تھا آپ نے؟" نامراد شبراتی صاحب چونکے۔ "یہی کہ آپ کے پرچے کا نام منتظر کیوں ہے"۔ "اوہ ہاں، دراصل ابتدا میں تو خود ہمیں بھی یہ نام کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ کسی اور نام سے ڈکلیریشن مل نہیں رہا تھا۔ مجبوراً یہی نام تجویز کیا گیا۔ بعد میں یہ نام پرچے کے مزاج کے مطابق ثابت ہوا"۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا"۔ "دراصل پوری مارکیٹ میں واحد ہمارا ہی پرچہ ہے جس کے لوگ منتظر رہتے ہیں"۔ "اچھا تو منتظر اس قدر مقبول ہے۔ یہ تو میں بھی کہوں گا کہ آپ کا پرچہ بہت عمدہ ہے"۔ اجنبی بولا۔ "وہ بات بھی ہے لیکن اصل بات کچھ اور ہے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے کہا۔ "وہ کیا؟" "دراصل منتظر ہر ماہ تاخیر سے مارکیٹ میں آتا ہے۔ کبھی پانچ روز کبھی دس روز اور کبھی کبھی پندرہ روز بھی لگ جاتے ہیں"۔ نامراد شبراتی صاحب نے قدرے جھینپتے ہوئے کہا۔ اجنبی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اب وہ کیا کہے۔ اس نے ایک نظر آفس پر ڈالی، اسے یوں لگا جیسے کسی پرانے کباڑیے کی دکان پر آ گیا ہو۔ چھت کے کونوں پر مکڑیوں کے جالے لٹک رہے تھے۔ دیوار کا پلستر جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا اور رنگ تو نجانے کس زمانے میں ہوا ہو گا اب تو بس کہیں کہیں رنگ کے صرف آثار ہی نظر آ رہے تھے۔ نامراد شبراتی صاحب خاموش بیٹھے تھے۔ اجنبی نے گفتگو آگے بڑھانے کی غرض سے کہا۔ "آپ کا باقی عملہ کہاں ہے؟" "کیسا عملہ؟" نامراد شبراتی صاحب نے سگریٹ کو تاک کر دروازے کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "جی میرا مطلب ہے کیا آپ یہاں اکیلے ہی ہوتے ہیں۔" "نہیں تو میرے علاوہ ایک کاتب صاحب ہیں چار بجے تک میرے ساتھ ہی ہوتے ہیں اس کے بعد وہ ایک اور کام کرتے ہیں"۔ "جی وہ کیا؟" "آج کل الیکشن کا سیزن ہے...... اس سیزن میں انہیں دیواروں پر لکھنے کا اچھا خاصا کام مل جاتا ہے۔ آپ کے آنے سے قبل وہ اسی کام پر گئے ہیں"۔ اجنبی نے اپنا سر کھجایا پھر چند لمحوں بعد دوبارہ بولا۔ "میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں ایک افسانہ لے کر آیا ہوں"۔ "جی میں نے سنا تھا... بالکل سنا تھا...... لیکن وہ افسانہ ہے کہاں؟" اجنبی نے فائل ان کی طرف بڑھائی۔ نامراد شبراتی صاحب نے ہاتھ اٹھا دیا۔ "دکھائیے مت پہلے سنا دیجئے، اچھا لگا تو رکھ لوں گا"۔ اجنبی نے فائل واپس کھینچ لی۔ چند لمحے پس و پیش میں پڑا رہا۔ پھر فائل کھول کر بولا۔ "یہ افسانہ ایک ایسے عفریت سے متعلق ہے جو......" "دیکھئے محترم ہمارا پرچہ کوئی ایسا ویسا نہیں ہے"۔ نامراد شبراتی صاحب اس کی بات کاٹ کر بولے۔ "لیکن یہ تو ایک افسانہ ہے جس کی کہانی ایک عفریت کے متعلق بیان کی گئی

ہے"۔ "عفریت کی کہانی ہے تو یقیناً اس میں سیاسی باتیں بھی ہوں گی وہاں کوئی کام کی چیز بھلا کہاں بکتی ہے"۔ "اوہ، خدمت سے یاد آیا میں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی"۔ "آپ چائے تو پئیں گے ناں؟" "جی نہیں بہت شکریہ!" "ارے ایسے کیسے ہوسکتا ہے، آپ کو لائے تو پینی ہی پڑے گی۔ بس تھوڑی سی زحمت ہوگی آپ کو، یہاں نکڑ پر ایک چائے کی دکان ہے آپ کو بس وہاں تک جانا ہوگا۔ وہاں ایک خان صاحب چائے بناتے ہیں آپ ان سے میرا نام لے کر دو چائے کے لئے کہہ دیں۔ جانا تو مجھے خود چاہئے لیکن وہ دراصل اس کا حساب کافی بن گیا ہے۔ اگر خود گیا تو پیسوں کا مطالبہ کرے گا کمبخت اس کی وجہ سے روزانہ رستہ بدل کر کافی لمبا چکر کاٹ کے آنا پڑتا ہے"۔ شبراتی صاحب نے مجبوری بیان کی۔ "بہت شکریہ جناب! مجھے ویسے بھی چائے کی کوئی طلب نہیں"۔ اجنبی نے فوراً کہا۔ "تو آپ اپنا افسانہ بیان کیجئے"۔ اس بار نامراد شبراتی صاحب نے ٹانگ پر ٹانگ رکھ لی۔ اجنبی نے دیکھا کہ نامراد شبراتی صاحب کی ٹنگیں بھی طویل تھیں۔ "آپ سننے کے لئے تیار ہی نہیں کیونکہ یہ ایک سیاستدان کی کہانی ہے"۔ "ہاں وہ تو ہے لیکن آپ پہلی مرتبہ آئے ہیں کچھ تو لحاظ رکھنا ہی ہوگا۔ چلئے سنا دیجئے، بعد میں فیصلہ ہو جائے گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے گویا حاتم کی قبر پر لات مار ہی دی۔ "اجنبی نے کہنا شروع کیا۔ دونوں کاریں بلا کی رفتار سے دوڑی چلی جا رہی تھیں"۔ "محترم بیچ میں سے نہیں ابتدا سے سنایئے۔ اس طرح بھلا میں کیا سمجھ پاؤں گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے ٹوکا۔ "یہیں سے شروعات ہے...... آپ ذرا سنئے تو"۔ اجنبی نے برا سا منہ بنایا۔ "اوہ اچھا، پھر ٹھیک ہے۔ میں سمجھا تھا کہ آپ شاید بھول گئے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے دانت نکالے۔ "دونوں کاروں کا فاصلہ کسی طرح بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔ پچھلی کار کی بھرپور کوشش تھی کہ اگلی کار کو اوورٹیک کر لے"۔ "دیکھئے محترم افسانہ عفریت سے متعلق ہے اور آپ نے گاڑیوں کی ریس کو گھسیڑا۔ آپ کو علم ہونا چاہئے کہ عفریت گاڑیوں میں نہیں دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ اسے کاٹ کر گھوڑوں کا ذکر کر دیجئے۔ اجنبی قدرے اکتا گیا۔ "آپ خواہ مخواہ برا مان گئے، چلئے کہانی آگے بڑھایئے، اب میں پہلے پوری کہانی سنوں گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ سڑک پر خاصا رش تھا دونوں ڈرائیوروں کو...... "اجنبی نے کہانی آگے بڑھائی۔ اس بار نامراد شبراتی صاحب خلاف توقع واقعی خاموش رہے ان کی خاموشی نے اجنبی کا حوصلہ بڑھا دیا اور وہ جوش و خروش سے افسانہ سناتا رہا۔ شبراتی صاحب کی آنکھیں مسلسل بند تھیں اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نہایت اہتمام سے افسانہ سن رہے تھے۔

کچھ دیر اجنبی افسانہ ختم کر چکا تھا۔ نامراد شبراتی صاحب بدستور کرسی کی پشت سے سر ٹکائے پڑے رہے۔ افسانہ ختم ہونے پر بھی کچھ نہ بولے۔ اجنبی نے خیال کیا کہ شاید وہ اس کے افسانے پر غور و فکر کر رہے ہیں لیکن جب کافی دیر گزرنے پر بھی نامراد شبراتی صاحب کا گیان ختم نہ ہوا تو وہ بول پڑا۔ "آپ نے کچھ کہا نہیں"۔ شبراتی صاحب خاموش رہے۔ اجنبی نے ذرا آگے جھک کر نامراد شبراتی صاحب کو جھنجھوڑا۔ "ہوں کیا ہوا؟" نامراد شبراتی صاحب نے جمائیاں لیتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ "آپ سو رہے تھے؟" اجنبی چونک اٹھا۔ "ہوں وہ ہاں ...... دراصل اونگھ آ گئی تھی ..... خیر چھوڑیئے جانے دیجئے ...... ہاں تو آپ کیا کہہ رہے تھے؟ غالباً کچھ گھوڑوں میرا مطلب ہے گاڑیوں کا قصہ تھا"۔ "میں پچھلے بیس منٹ سے لگاتار افسانہ پڑھ کر سناتا رہا ہوں اور آپ سوتے رہے آپ نے تو کچھ سنا ہی نہیں"۔ اجنبی کو خاصا تاؤ آ رہا تھا۔ "دیکھئے محترم آپ تو ناراض ہونے لگے۔ چلئے ایسا کیجئے ذرا پھر سے افسانہ دہرا دیجئے۔ وعدہ اس بار ضرور سنوں گا"۔ نامراد شبراتی صاحب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ "معافی چاہتا ہوں ہوں جناب اب مجھ میں افسانہ دہرانے کی سکت نہیں ہے"۔ "چلئے کوئی بات نہیں آپ اپنا افسانہ چھوڑ جایئے میں ضرور اسے دیکھ لوں گا۔ اگر معیاری ہوا تو منتظر کے کسی اگلے شمارے میں جگہ بھی دے دوں گا"۔

اجنبی نے افسانہ نامراد شبراتی صاحب کی طرف بڑھا دیا۔ نامراد شبراتی صاحب نے اوراق لے کر ایک طرف رکھ دیئے اور ایک بار پھر میز پر رکھے ہوئے کسی مسودے میں گم ہو کر اجنبی کی طرف سے بے خبر ہو گئے۔

اجنبی نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ پانچ بجنے کے قریب تھے اس نے سوچا کہ اب چلنا چاہئے۔ نامراد شبراتی صاحب تو دوبارہ مصروف ہو چکے تھے رکنے کا اب کوئی جواز باقی نہ تھا۔

"جی میں اب اجازت چاہوں گا"۔ اجنبی نے کہا۔ "کس بات کی؟" نامراد شبراتی صاحب نے سر اٹھایا۔ "رخصتی کی ..... اب مزید رکنے کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ اجنبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اجی چلے جایئے گا محترم ..... اس قدر جلدی بھی کیا ہے ... کیا کسی کو وقت دے رکھا ہے"۔

نامراد شبراتی صاحب ایک بار پھر کرسی کی پشت سے ٹکے۔ "میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔ اجنبی نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔ "اس میں نہ سمجھ میں آنے والی کون سی بات ہے...... ماشاء اللہ نوجوان ہیں ...... پرشباب ہیں ...... کہیں تو ٹانکا بھڑا رکھا ہوگا"۔ "جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں"۔ اجنبی نے فوراً کہا۔ "تو گویا آپ بے روزگار ہیں"۔ نامراد شبراتی صاحب نے دیدے گھمائے۔ "جی یہ اندازہ آپ نے کیسے لگایا؟" اجنبی چونک اٹھا۔ "بھائی سیدھی سی بات ہے...... آخر ایسے ہی تو منتظر کے مدیر نہیں ---- بیروزگار آدمی ایسے معاملات سے دور بھاگتا ہے...... کیونکہ خالی جیب تو ملاقات کا اہتمام ہو نہیں سکتا ...... گاڑی میں گھمانا پڑتا ہے ...... ہوٹلوں کے بل بھرنے پڑتے ہیں ...... کبھی کبھی تو ڈاکٹر کا بل بھی بھرنا پڑ جاتا ہے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے ایک نئی ہی کہی۔ "ڈاکٹر کا بل ...... پر وہ کیوں؟" اجنبی پھر چونکا۔ "کبھی کبھی دوشیزہ کے اہل خانہ کو خبر ہو جائے تو جوتے بھی پڑ جاتے ہیں ...... مرہم پٹی کی نوبت آ جاتی ہے"۔ اجنبی کا دل چاہا کہ اپنا سر پھوڑ لے لیکن فی الحال یہ ممکن نہ تھا ورنہ واقعی مرہم پٹی کی نوبت آ جاتی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "میرے خیال میں اب مجھے چلنا چاہئے ...... اپنے افسانے کے سلسلے میں آپ سے پھر کبھی رابطہ کروں گا"۔ "اجی آپ کیا ہم خود آپ سے رابطہ کریں گے ...... بس ذرا یہ معلوم ہو جائے افسانہ کتنے صفحات پر چھپے گا"۔ "جی کیا مطلب؟" اجنبی نے حیرت سے کہا۔ "ہمارے پرچے میں ہر صفحے کا ریٹ مقرر ہے ...... فی صفحہ پچاس روپے ...... اگر آپ کی کہانی دس صفحوں پر چھپی تو اس حساب سے پانچ سو روپے بنیں گے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے وضاحت کی۔ "جی شکریہ ...... مجھے معاوضے کی کوئی طلب نہیں۔ آپ بس یہ افسانہ شائع کر دیں"۔ اجنبی کے چہرے پر پہلی مرتبہ مسرت کی لہریں نظر آئیں۔ "محترم آپ غلط سمجھ رہے ہیں ...... میرا یہ مطلب نہیں تھا؟" "تو پھر آپ کا کیا مطلب تھا؟" "یہ معاوضہ ہم آپ کو ادا نہیں کریں گے بلکہ آپ ہمیں ادا کریں گے"۔ "کیا یہ کیا بات ہوئی ...... میں بھلا آپ کو پیسے کیوں دوں گا؟" اجنبی پھر حیرت زدہ ہو گیا۔ "تو پھر آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کسی پرچے میں چھپنا بہت آسان ہے۔ سو قسم کے جھمیلے ہیں ..... ہمارا پرچہ اتنا نامی گرامی نہیں کہ دوسروں کی تحاریر پر معاوضہ ادا کرے ...... یہ تو نامی گرامی پرچے والوں کو پھبتا ہے ہم تو اپنا کام یونہی چلاتے ہیں۔ جو ادیب بننا چاہتا ہے اس کے کام آتے ہیں اور پھر وہ ہمارے کام آتا ہے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے بتایا۔

"لیکن یہ تو سراسر غلط ہے، اس طرح تو نہیں ہوتا، ادیب کوئی بھی ہو اسکی تحریر معیاری ہونے پر شائع ہوتی ہے اور اس کا معاوضہ بھی ادا کیا جاتا ہے۔ یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے"۔ اجنبی برہم ہو گیا۔ "ارے آپ تو ناراض ہو گئے، آپ ابھی ناراض ہونے کا حق نہیں رکھتے کیونکہ آپ کوئی معروف ادیب تو ہیں نہیں، ایسی لئے تو ہم کسی معروف ادیب کی تحریر نہیں لگاتے کیونکہ وہ منہ پھاڑ کر معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ ہم نے جو طریقہ نکالا ہے اس سے کئی نئے ادیب متعارف ہوئے ہیں اور ان کے ہی سبب ہمارا پرچہ ابھی تک چل رہا ہے، ورنہ ہم تو کب کے فارغ ہو چکے ہوتے"۔ اجنبی چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "براہ کرم آپ میرا افسانہ واپس کر دیجئے"۔ یہ سن کر نامراد شبراتی صاحب بوکھلا اٹھے بھلا ہاتھ آئی مرغی کو اس قدر آسانی سے رخصت کیسے کر دیتے جھٹ بولے۔ "ارے آپ تو خفا ہو گئے محترم، ذرا بیٹھئے بات تو کیجئے"۔ "اب کون سی بات رہ گئی ہے؟" "نامراد شبراتی صاحب آپ نے تو ادب کی تاریخ ہی بدل ڈالی ہے"۔ اجنبی واقعی برا مان چکا تھا۔ "آپ کھڑے کیوں ہیں بیٹھئے تو سہی بات کرتے ہیں نا"۔ اجنبی پھر سے بیٹھ گیا۔ نامراد شبراتی صاحب نے بات آگے بڑھائی۔ "دیکھئے محترم تاریخیں تو روز ہی بدلتی ہیں اگر ہم نے بھی کچھ بدل ڈالا تو یہ خفا ہونے والی بات نہیں منتظر آج تک اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکا لیکن ہم ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ ذرا غور سے دیکھئے۔ پورے پرچے میں آپ کو ایک بھی اشتہار نہیں ملے گا اور آپ نہیں جانتے کہ کوئی بھی پرچہ بنا اشتہارات کے زندہ رہ ہی نہیں سکتا، لہٰذا کوئی تو صورت نکالنا ہی تھی سو ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ اس میں بھی آپ ہی کا فائدہ ہے آپ کی تحریر بھی لگ جائے گی اور آپ مشہور بھی ہو جائیں گے"۔ نامراد شبراتی صاحب مسلسل دانہ ڈالتے رہے۔ "اور بھی بہت سے پرچے ہیں ان میں اشتہارات بھی لگتے ہیں میرا "خاندان" میں بھی افسانہ شائع ہو سکتا ہے آپ براہ کرم میرا افسانہ واپس کر دیجئے"۔ اجنبی اڑ گیا۔ "اب میرے پاس صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے، اب انکار مت کیجئے گا"۔ نامراد شبراتی صاحب گویا رونے والے تھے۔ "وہ بھی بتا دیجئے"۔ اجنبی نے لاپرواہی سے کہا۔ "دوسروں کے لئے ریٹ فی صفحہ پچاس روپے ہے، آپ چالیس دے دیجئے گا کام بن جائے گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے آنکھ دبا کر کہا۔ اجنبی تلملا گیا، شبراتی صاحب نجانے کہاں سے آمد پر بنے تھے۔ وہ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ "جی

نہیں شکریہ آپ براہ کرم میرا افسانہ لوٹا دیجئے"۔ نامراد شبراتی صاحب کو یقین کرنا پڑا کہ یہ مرغا نہیں پھنسے گا۔ چاروناچار افسانہ نکال کر اسے واپس تھما دیا۔ "جیسے آپ کی مرضی لیکن میں مایوس نہیں ہوں گا۔ منتظر ہمیشہ آپ کا منتظر رہے گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے الوداعی کلمات کہے۔ "اور یہ منتظر ہمیشہ منتظر ہی رہے گا"۔

یہ کہہ کر اجنبی پلٹ گیا۔ دفتر کے دروازے سے باہر جاتے وقت اسے ایک بار پھر اپنا ناک بند کرنا پڑا تھا۔

موت کی وادی

تحریر: ذیشان۔ خانپور ہزارہ

سب سے پہلے اپنا اور دوستوں کا تعارف کرواتا چلوں۔ میرا نام اسد ہے اور میرے دوستوں کا نام بلال، سہیل، ارشد، زبیر اور عثمان ہے۔ اب آتے ہیں کہانی کی طرف۔

سردیوں کے دن تھے، شدید ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے اور تقریباً شام کے چار بجے کا وقت تھا، میں اور چاروں دوست جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جارہے تھے، گاؤں سے جنگل تک کا راستہ تقریباً ایک گھنٹے کا تھا۔ جب ہم جنگل میں پہنچے تو شام کے پانچ بج چکے تھے۔ میں نے کہا۔ دوستو! روزانہ یہاں سے لکڑیاں لے کر جاتے ہیں۔ آج تھوڑا آگے جاتے ہیں۔ عثمان بولا۔ نہیں یار شام کا وقت ہے اور آگے جنگل بہت گہرا ہے اور آگے جنگل موت کی وادی سے مشہور ہے اور اس کے بارے میں عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں۔ کہیں ایسے نہ ہو کسی مصیبت میں پھنس جائیں۔ میں نے کہا۔ کچھ نہیں ہوتا یار یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ بلال بولا۔ اسد یار میں اور آگے نہیں جاؤں گا۔ اگر میں نے جن، بھوت دیکھ لیا۔ تو میں خوف سے ہی مر جاؤں گا۔ اتنی جلدی تو مرنے والا نہیں ہے۔ اگر تم لوگوں نے جانا ہے تو آ جاؤ ورنہ میں تو جا رہا ہوں۔ سب دوستوں نے مجھے بہت روکا۔ لیکن میں نے کسی کی ایک نہ سنی اور چل پڑا۔ آسمان پر ہلکے بادل اب گہرے ہوتے جارہے تھے۔ جب میں گہرے جنگل یعنی موت کی وادی میں پہنچا تو بارش لگ گئی۔ تو میں ایک بڑے سے پتھر کے نیچے بیٹھ گیا۔ بارش کی رفتار تیز ہونے لگی۔ آسمانی بجلی کڑکنے لگی۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے اکیلے آ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اب مجھے بھی ڈر لگنے لگا تھا۔ پتھر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ اچانک کسی کے قدموں کی آواز آئی۔ میں نے اس کو اپنا وہم سمجھا کیونکہ اس وقت جنگل میں کسی کا کیا کام ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بارش رک گئی۔ بارش ختم ہوتے ہی میں باہر آ گیا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہر طرف بڑے بڑے درختوں کے جھنڈ تھے۔ جنگل میں خود کو اکیلا محسوس کر کے ایک انجانا سا خوف مجھ پر طاری ہو گیا۔ اچانک مجھے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آواز آئی۔ جیسے ہی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے اٹک گیا۔ مجھ سے دس بارہ قدموں کے فاصلے پر ایک بندر نما عفریت کھڑا تھا جس کا قد تقریباً دس فٹ تک تھا۔ سرخ رنگ کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، سرخ رنگ کی زبان ایک فٹ تک باہر نکلی ہوئی تھی۔ دو بڑے بڑے خنجر نما دانت منہ سے باہر نظر آ رہے تھے۔ ہاتھوں کے ناخن اس طرح تھے جیسے ہاتھوں میں چاقو پکڑے ہوئے ہو۔ پورا جسم سیاہ بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اچانک افریت کو دیکھ کر میرا پورا جسم سن ہو گیا۔ عفریب آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔ یہ دیکھ کر میرے ہاتھوں سے کلہاڑی نیچے گر گئی۔ کلہاڑی سیدھی میرے پاؤں پر آ کر لگی۔ کلہاڑی لگتے ہی مجھے شدید درد کا احساس ہوا اور مجھے ہوش آئی کہ یہاں کھڑے کھڑے موت کو گلے لگانے سے بہتر ہے کہ یہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائی جائے۔ پس جہاں راستہ نظر آیا، وہاں بھاگ پڑا۔ میں آگے آگے بھاگ رہا تھا اور مجھے پیچھے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا وہ میرے پیچھے آ رہا ہے، میں بھاگتے بھاگتے تھک چکا تھا۔ سخت سردی کے باوجود میرا پورا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا لیکن میں نے ہمت نہ ہاری بھاگتا رہا۔ اچانک ٹھوکر لگنے سے میں گر گیا۔ گرنے سے مجھ کو شدید چوٹ آئی۔ مگر موت کے خوف سے میں جلدی کھڑا ہو گیا۔ اتنی دیر میں افریب میرے قریب آ چکا تھا۔ اب تو موت مجھ کو آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ میری طرف بڑھتے بڑھتے اچانک رک گیا اور اپنے اردگرد دیکھنے لگا جیسے ہو کسی اور کو محسوس کر رہا ہو۔ ایک طرف سے سانپوں کی پھنکار سنائی دی۔ سانپوں کی پھنکار میں آہستہ آہستہ اضافہ ہونے لگا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے بہت سے سانپ مل کر چیخ رہے ہوں۔ میں نے اردگرد دیکھا تو یہ آوازیں ایک درخت سے آ رہی تھیں۔ عفریب اس درخت کو بڑے غصے سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک پھنکار کی آوازیں بند ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد درخت سے ایک بہت بڑا اژدھا باہر آیا۔ اتنا بڑا سانپ میں نے زندگی

میں پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ کوئی کمزور دل انسان اس کو دیکھ لیتا تو خوف سے ہی مر جاتا۔ اتنا موٹا تھا کہ انسان کو پورا ہی نگل جاتا۔ اژدھا کے منہ سے انسانی آواز نکلی تو میرے علاقے سے شکار لے کر نہیں جا سکتا۔ تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ تو یہاں سے چلا جا۔ عفریت بھی انسانی آوز میں غرایا۔ شکار تو میں لے کر ہی جاؤں گا۔ تیرے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ ست و میرے راستے میں مت آؤ۔ ورنہ میں یہ بھول جاؤں گا۔ کہ تو سانپوں کا بادشاہ ہے تو اس طرح نہیں مانے گا۔ اب مرنے کے لے تیار ہو جا۔ ہاہاہا۔ اژدھا یہ تمہاری بھول ہے، میں نہیں بلکہ تو مرنے کے لئے تیار ہو۔ عفریت نے منہ میں کچھ بڑبڑایا اور اژدھا کی طرف پھونک ماری۔ تو عفریت کے منہ سے آگ کے گھوٹ نکل کر اژدھا کی طف گئے لیکن آگ کے گھوٹے اژدھا تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو گئے۔ اژدھا کی آنکھوں سے نیلے رنگ کی روشنی افریت کی طرف نکلی۔ عفریت پہلے سے حملے کے لئے تیار تھا۔ اس لئے وہ چھلانگ لگا کر ایک طرف ہو گیا۔ روشنی سیدھی جا کر درخت سے ٹکرائی۔ درخت سے ٹکراتے ہی پورے درخت کو آگ لگ گئی۔ دونوں ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ اس لئے دونوں کی توجہ مجھ پر نہیں تھی میرے لئے یہی موقع غنیمت تھا اس لئے میں دونوں کی نظروں سے بچ کر بھاگ پڑا۔ دونوں کے غراہے کی آوازیں مجھ کو آ رہی تھیں۔ بھاگتے بھاگتے میں اُن سے کافی دور نکل گیا۔ اُن کی آوازیں آنا بھی بند ہو گئی۔ میں سانس درست کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بیٹھے رہنے کے بعد جب میری سانس درست ہوئی۔ تو میں نے دیکھا کہ میں ایک بلند چوٹی پر تھا اور سامنے گہری کھائیاں تھی اور پیچھے گھنا جنگل تھا، جس میں خوفناک درندوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں، پیچھے موت کی وادی تھی اور سامنے گہری کھائیاں تھیں اس لئے میں وہاں پر ہی بیٹھ گی۔ مجھ کو بیٹھے ہوئے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر گیا ہر طرف اندھیرا چھا چکا تھا۔ اچانک جنگل سے ایک بلند چیخ کی آواز آئی اور ساتھ ہی پورے جنگل میں خاموشی چھا گئی۔ خوف تو پہلے ہی مجھ پر طاری تھا۔ اب تو میرا پورا جسم بھی کانپنے لگا تھا۔ اچانک میرے سامنے ایک بدنما چڑیل ظاہر ہوئی۔ مجھ کو دیکھتے ہی چڑیل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ چڑیل کو دیکھتے ہی میرا اور بھی برا حال ہو گی۔ چڑیل بولی۔ یہ موت کی وادی ہے۔ یہاں جگہ جگہ موت کے جال بچھے ہوئے ہیں تو اُن دونوں سے بچ گیا ہے مگر مجھ سے نہیں بچ سکتا۔ ہاہاہا قہقہہ لگاتے ہوئے چڑیل میری طرف بڑھنے لگی۔ میں کچھ سوچے سمجھے بغیر بھاگ پڑا۔ میں یہ بات بھول گیا تھا کہ سامنے کھائی ہے۔ نیچے گرتے ہی میرے منہ سے دلخراش چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی میرے دماغ میں اندھیرا چھا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کتنی دیر بے ہوش رہا۔ جب ہوش آئی تو خود کو ہسپتال میں پایا اور میری ماں میرے پاس قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی۔ میرا پورا جسم پٹیوں سے بندھا ہوا تھا۔ مجھ کو ہوش میں دیکھ کر ماں اتنی خوش ہوئی اور شکرانے کے نفل ادا کرنے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے دوست بھی آ گئے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ مجھ کو کون اٹھا کر یہاں لایا اور میں کیسے بچ گیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ ہم لکڑیاں کر پانی پینے جب چشمے پر گئے تو ہم نے چیخ کی آواز سنی۔ تھوڑی دیر کے بعد بڑ کے درخت پر کوئی چیز آ کر گری۔ پہلے تو ہم سب ڈر گئے غور سے دیکھنے پر پتا چلا کہ یہ تو کسی کی لاش ہے۔ تو ہم نے جب اتار کر دیکھا تو تم نے تھے پھر انہوں نے پوچھا کہ تم اتنی گہری کھائی میں کیسے گر گئے تو میں نے اُن کو اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ سنایا۔

غزل

آنکھ سے لہو نہ بہایا کر
اے دل اسے کبھی تو بھول جایا کر
دیکھنا وہ اک دن چھوڑ جائے گا
نہ اسے اتنا ستایا کر
اتنا اعتبار بھی اچھا نہیں ہوتا
اسے ہر اک بات نہ بتایا کر
شدت غم سے منہ پھٹ جائے گا
آنکھ سے کچھ آنسو بہایا کر
اس جیسا تجھے کہیں نہیں مل سکتا
ہزار بار روٹھے ہزار بار منایا کر
یہاں بڑی مدت کے بعد سکھ ملتا ہے
ہاتھ آئی خوشی نہ گنوایا کر

رئیس ارشد۔ خان بیلہ

نظمیں وغزلیات

غزل

سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترک محبت کا بھروسا بھی نہیں
یہ بھی سچ ہے کہ محبت پہ نہیں میں مجبور
یہ بھی سچ ہے کہ تیرا حسن کچھ ایسا بھی نہیں

مہربانی کو محبت نہیں کہتے اے دوست
آہ! اب مجھ سے تیری رنجش بے جا بھی نہیں
مدتیں گزریں تری یاد بھی نہ آتی ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں
ہائے وہ راز محبت جو چھپائے نہ بنے
ہائے وہ داغ محبت جو ابھرتا بھی نہیں
آہ یہ مجمع آداب، یہ بزم خاموشی
آج محفل میں فراق سخن آراء بھی نہیں
☆..................احسان سحر-میانوالی

غزل

چراغ زندگی جانے کب ہو جائے گل اپنی
آج تو آج ہے کس نے دیکھی ہے کل اپنی
ہم اکیلے ہی ہر غم سہتے رہے ہیں عمر بھر
کسی کو بھی نہ بتائی ہے کبھی مشکل اپنی
بلند و بالا دعوے کرنے والو ان انجام کیا ہے فانی
خاک ہو تم کبھی آئینے میں دیکھی ہے شکل اپنی
ہجر کی آگ میں جل کر کبھی اف تک نہ کی
جلتی رہی ہر وقت ایمان افروز مشعل اپنی
یہ دنیا ایک شجر ہے جس کی چھاؤں تلے بیٹھتے ہیں لوگ
سب کے سامنے رہی ہے یہ زندگی مثل اپنی
نہ کر بدخواہی نہ اڑا تمسخر کسی کا ذاکر
دوسرے کے گریبان میں نہ جھانک دیکھ بغل اپنی
☆..................محمد ذاکر عاجز-ہلاں آزاد کشمیر

غزل

کہیں ممکن اندھیروں میں چراغوں کو بجھا دینا
بہت مشکل ہے میری جان تمہیں دل سے بھلا دینا
تمہیں اک دن ستائیں گے میری چاہت کے سب جذبے
میری غزلیں میری نظمیں میرے خط بھی جلا دینا
کبھی جو جیاد آؤں میں تمہیں فرصت کے لمحوں میں
حسین ہاتھوں سے کاغذ پہ مجھے لکھنا اور مٹا دینا
☆..................راجہ عمر تھوتھال

غزل

وہ خفا ہیں ہم سے تو خفا ہی رہنے دو

ہم کو ان کا گنہگار ہی رہنے دو
وہ سمجھے ہیں۔ ہم نے چھوڑ دیا ہے ان کو
بات تو جھوٹ ہے مگر سچ ہی رہنے دو
مدتوں مانگی ہیں خدا سے خوشیاں ان کی
جو آتا ہے الزام ہم پہ الزام ہی رہنے دو
ان کی شرائط ہے کہ میں بے وفا ہوں
اگر خوشی ملے ان کو تو مجھے بے وفا ہی رہنے دو
آئے گا وقت تو دکھائیں گے تم کو اپنا خلوص
ابھی خاموش ہیں ہم کو بس خاموش ہی رہنے دو
☆..................رئیس ارشد-شہر خان بیلہ

غزل

کاش تو کبھی پلکوں پہ سجائے مجھے
روٹھوں کبھی تو منائے مجھے
میں تیرا نام لکھوں ہتھیلی پہ اکثر
مزہ تو تب ہے جب تو ہتھیلی پہ سجائے مجھے
میری چاہت میں کھوٹ تو نہیں شامل
پھر کیوں تو بار بار آزمائے مجھے
دل تیری یاد سے اک پل بھی نہیں غافل
پھر کیسے ممکن ہے تو بھول جائے مجھے
☆..................رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

غزل

اشکوں کو ٹپکتے ہوئے دامن پہ دیکھ لو
بارش ہو رہی ہے کچھ آنگن پہ دیکھ لو
ہے بس دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے
ہاتھ ذرا پھر کہ میرے من پہ دیکھ لو
جھانجھر کو اتار دینا رکھو پاؤں دھیرے سے
بے قابو ہو رہی ہے دل چنچل پہ دیکھ لو
جوانی کا نشہ تو بہت دور ہے ابھی
ہو رہا ہے کیا یہ لڑکپن پہ دیکھ لو
ڈھل جائیں گے تیرے گلشن کے پھول سبھی
تم خود کو ذرا چھوڑ کر ساون پہ دیکھ لو
بہادر کا ترستا ہے دل کتنا تیرے لئے
یہ خود ہی آ کر تم کسی دن پہ دیکھ لو
☆..................بہادر عارہانی-کھوکی

شام کے بعد

آنکھ بن جاتی ہے ساون کی گھٹا شام کے بعد
لوٹ جاتا ہے اگر کوئی خفا شام کے بعد
چاند جب رو کر ستاروں سے گلے ملتا ہے
اک عجب رنگ کی ہوتی ہے فضا شام کے بعد
ہم نے تنہائی سے پوچھا ملو گی کب تک
اس نے فوراً ہی کہا شام کے بعد
مار دیتا ہے اجڑ جانے کا دورا احساس
کاش کوئی ہو کسی سے نہ جدا شام کے بعد
☆..................عبادت کاظمی-ڈیرہ اسماعیل خان

غزل

جب یادیں میری یاد کر کے رویا کرو گے تم
نہ نیند آئے گی نہ سویا کرو گے تم
اس وقت میری یاد تمہیں بہت ستائے گی
جب کسی سے آنکھ ملایا کرو گے تم
تڑپے دل اور آہ بھی نہ نکلے زبان سے
چپ چاپ آنسوؤں کو بہا کرو گے تم
جذبات میں آ کر جلا دے میری ساری یادیں
اب کس طرح جی کو بہلایا کرو گے تم
موت تو برحق ہے جدا کر کے ہی چھوڑے گی احسان
وعدہ کرو میری قبر پہ آیا کرو گے تم
☆..................احسان سحر-میانوالی

دوست

جس نے عزیز و اقارب سے داد پائی ہے
وہ میرا دوست ہی نہیں وہ میرا بھائی ہے
کہتے ہیں کہ بھائی بازو ہوتے ہیں بھائی کے
میرے دوست نے مجھ پر جان کی بازی لگائی ہے
اس دور میں اپنے سگے بھی منہ موڑ لیتے ہیں
میرے دوست نے کیا خوب دوستی نبھائی ہے
نصیب والوں کو اچھے دوست ملتے ہیں
میں نے بھی ایک مخلص دوست سے پریت لگائی ہے
سدا جڑا رہے اسی طرح دوستی کا یہ بندھن
کیا خوب رب نے یہ جوڑی بنائی ہے
کبھی جدا نہ ہو کسی کا دوست کسی سے
موت سے بھی بڑی ظالم یہ جدائی ہے
دوست دوست کا ہمراز ہوتا ہے ذاکر
آج میں نے آپ کو دل کی بات بتائی ہے
☆..................محمد ذاکر عاجز-ہلاں آزاد کشمیر

غزل

بات دن کی نہیں اب رات سے ڈر لگتا ہے
گھر ہے کچا میرا اس لئے برسات سے ڈر لگتا ہے
تیرے تحفے نے تو بس خون کے آنسو ہی دیئے
زندگی اب تو تیری سوغات سے ڈر لگتا ہے
پیار کو چھوڑ کر تم اور کوئی بات کرو
اب مجھے پیار کی ہر بات سے ڈر لگتا ہے
☆..................راجہ عمر-تھوتھال

غزل

محبت کی تمنا ہے تو وہ وصف پیدا کر
جہاں سے عشق چلتا ہے وہاں تک نام پیدا کر
اگر سچا ہے میرے عشق میں تو اے بنی آدم
نگاہ عشق پیدا کر جمال ظرف پیدا کر
میں تجھ کو تجھ سے زیادہ اور سب سے زیادہ چاہوں گا

مگر شرط یہ ہے کہ اپنے اندر میری جستجو تو پیدا کر
اگر نہ بدلوں تیری خاطر ہر اک چیز تو کہنا
تو اپنے آپ میں پہلے انداز وفا تو پیدا کر
☆.......... رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

غزل

یاد رکھنا اور پھر بھلا دینا
اس کی عادت ہے یوں سزا دینا
اپنی محبت میں ذرا سادگی دیکھو
جو چھوڑ جائے اس کو بھی دعا دینا
وہ کہتا ہے محبت میں کچھ فاصلہ رہے
ہم چاہتے ہیں اپنا سب کچھ لٹا دینا
اک گذارش ہے اگر مان جاؤ تو
وفا کے بدلے ہمیشہ وفا دینا
☆.......... رئیس ارشد-شہر خان بیلہ

میرا دل

ہم سے دیکھی نہیں جاتی یہ ویرانی دل کی
کوئی سمجھا نہیں نہ سمجھے گا کہانی دل کی
تمنا عشق کی برباد کر گئی ہم کو
ہم جسے آج بھی کہتے ہیں نادانی دل کی
جب بھی دیکھا اسے دھڑکن نہ پھر سنبھل پائی
اب بھی منسوب ہے اسی سے میری روانی دل کی
ہم نہ بدلے۔ مگر دنیا بدل گئی
وہی دل ہے وہی عادتیں ہیں پرانی دل کی
☆.......... رئیس ارشد-شہر خان بیلہ

زندگی

پھولوں نے کہا خوشبو کا نام ہے زندگی
بادلوں نے کہا برس کے تھم جانے کا نام ہے زندگی
ہوا نے کہا ٹھنڈک کا نام ہے زندگی
فرشتوں نے کہا اللہ کی تسبیح کا نام ہے زندگی
حیوانوں نے کہا زبان بند رہنے کا نام ہے زندگی
انسان نے کہا ایک دوسرے کے دکھ درد میں
شریک ہونے کا نام ہے زندگی
☆.......... وحید عبدالمجید-مانانوالہ

اک شام

اک شام جو چاند کو دیکھا...... کیا بتاؤں کہ کیا دیکھا...... جیسے محبوب کی تصویر ہو...... میری ہی تقدیر ہو...... یکدم کہیں وہ کھو گیا...... ادھر بھاگی ادھر بھاگی...... لیکن کہیں نظر نہ آیا...... بچھڑے بھی تو برسوں سوئے...... شاید مجھ سے تجھے ملنے آئے...... کیا دیکھتی ہوں کہ ایک دھبہ ہے...... اف یہ ماجرا کیا رہا ہے۔
☆.......... اے ایچ-مانانوالہ

نظر التفات اترے

جانا ایسے ہی میرے ہونٹوں پر وہ بات اترے
جیسے من کر تیرے چہرے پر رنگوں کی برسات اترے
میں کہیں بھی جاؤں اپنا عکس تک بھول جاؤں
تیری خوشبو میری سوچوں پر ہر گھڑی اترے
ہوا نے گل کو چھو کر مستی میں گلاب کر دیا
دیوانی تیری بھی چاہ ہے اس پر ایسی کوئی ساعت اترے
جاناں ہوش گنوا کر بھی تیرا ہی نام لئے جاؤں
خواب میں بھی تیرے نام کی حنا کا رنگ میرے ہاتھ اترے
تمام اشعار اور تشبیہیں اس کے دم سے وابستہ ہیں
شاعری کہتے ہیں لوگ جسے مجھ پر وہ سوغات اترے
ستارے ٹھہر ٹھہر کر ان آنکھوں میں جگمگاتے ہیں
میری صورت پر جب ان کی نظر التفات اترے
☆.......... ہانیہ-ملتان

غزل

وہ میرے بارے میں سوچتا ہے یہی بہت ہے
اس کو میں دیکھوں تو وہ دیکھتا ہے یہی بہت ہے
وہ خود کو میرا نہیں سمجھتا تو کوئی غم نہیں
وہ مجھ کو اپنا تو مانتا ہے یہی بہت ہے
حقیقتوں میں ملاپ اس کا نہیں ضروری
وہ مجھے خوابوں میں مل رہا ہے یہی بہت ہے
اگر وہ میرا نہیں آ ہوا تو یہ میرا مقدر
مگر میں تو اس کا ہوں یہی بہت ہے
وہ مجھے نہیں چاہتا تو کوئی غم نہیں
میری محبت کو تو مانتا ہے یہی بہت ہے
☆.......... مزمل عارف-مندرہ

غزل

آج پتھر پر کس نے میرا نام لکھا
میرے نام سے پہلے چھوٹا سا سلام لکھا
نجانے اس کو میری کس ادا پر پیار آ گیا
میرے نام تیکھا پیغام لکھا
کیا بات ہے کہ آج نکل آتے نہیں نظر
آتا میری گلی میں صبح شام لکھا
میں کیوں نہ جا کر اس کے ہاتھ چوم لوں
جس نے میرا نام سر عام لکھا
☆.......... غلام نبی نوری-کنڈیاں خاص

غزل

محبت بھی راس نہ آئی کیا کرتے
تھی میری قسمت میں تنہائی کیا کرتے
سوچا تھا دے گا عمر بھر ساتھ جو
دی اسی نے ہی جدائی تو کیا کرتے
ہوا جو وہ رخصت تو موند لیں آنکھیں
اس کے بعد ہم بینائی کیا کرتے
جب وہ اک شخص ہی ہمیں نہ ملا
لے کے ہم ساری خدائی کیا کرتے
☆.......... وارث آصف خان-واں بھچراں

محبت کی سزا

ایسے بھی محبت کی سزا دیتی ہے دنیا
مر جائیں تو جینے کی دعا دیتی ہے دنیا
ہم کون سے موسیٰ تھے جو الزام نہ سہتے
پتھر کو بھی بھگوان بنا دیتی ہے دنیا
زخم محبت کا ہے دکھانا نہ کسی کو
کر کے سر بازار سجا دیتی ہے دنیا
قسمت پہ کرو نہ ناز اتنا بے فکرو
ہاتھوں کی لکیروں کو مٹا دیتی ہے دنیا
مرنے کے لئے مجبور تو کرتی ہے لیکن تبسم
☆.......... مدثر سعید تبسم-ماڑی گاؤں

غزل

ہم اپنے پیار کا اظہار اس لئے نہیں کرتے ہیں
کہ ہم ان کی ہاں یا نہ سے ڈرتے ہیں
اگر انہوں نے کر دی ہاں تو خوشی سے مر جائیں گے
اگر انہوں نے کر دی نہ تو رو رو کے مر جائیں گے
بات یہ نہیں کہ ہم اپنی موت سے ڈرتے ہیں
ہماری موت پہ نہ بہہ جائیں ان کے دو آنسو
ہم ان دو آنسوؤں کی قدر کرتے ہیں
☆.......... فرزانہ یاسمین-کلورکوٹ

آنکھیں

سنو تم لوٹ آؤ ناں...... جہاں تم ہو وہ دنیا کب تمہاری ہے...... کہ سورج ڈھل گیا ہے...... اور حسین ایک شام اتری ہے...... وہ دیکھو چاند نکلا ہے...... ستارے جگمگائے ہیں...... ہماری منتظر آنکھیں...... دعائیں مانگتی آنکھیں...... تمہیں ہی سوچتی آنکھیں...... تمہیں ہی ڈھونڈتی آنکھیں...... تمہیں واپس بلاتی ہے...... خوشی کوئی بھی جب آئیں تمہارے بن ادھوری ہے...... سنو تم لوٹ آؤ ناں!
☆.......... شاہد حسین قادری-پشاور

محبت جرم ہے میرا

تڑپنے دو ابھی مجھ کو...... محبت جرم ہے میرا...... میری آنکھیں میں رہنے دو...... یہ آنسو اور بہنے دو...... مجھے الزام کوئی دو...... محبت جرم ہے میرا...... میں تو وہ مسافر ہوں...... کہ اپنے قافلے سے جو...... بغاوت کر کے پچھتائے...... اور جس پر بھروسہ ہو...... اسی سے چوٹ بھی کھائے...... مجھے بس درد بہنے دو...... محبت جرم ہے میرا...... وہ میرا ہو نہیں سکتا...... کہ جس کو ٹوٹ کر چاہوں...... کسی کو واسطے دے کر...... کہاں تک ساتھ لے جاؤں...... مجھے تنہائی سہنے دو...... محبت جرم ہے میرا
☆.......... شاہد حسین قادری-پشاور

غزل

ساحل اداس تھا کہ سمندر اداس تھا
لگتا تھا جیسے سارا ہی منظر اداس تھا
ٹوٹی فلک سے تو بڑی دلگیر تھی دعا
اک خواب ٹوٹنے پر مقدر اداس تھا
پھر چاند کو لگا کر گلے رو پڑی گھٹا
لگتا تھا جیسے چاند بھی فلک پر اداس تھا
جو شخص سب ہی کو ہنسی بانٹتا رہا

یہ دل اسی کی بزم میں جا کر اداس تھا
☆ .... انتخاب: ساحل دعا بخاری

غزل

اک ایسا روز بھی آئے گا
جب یاد میری دہراؤ گے
تب کچھ بھی بھول نہ پاؤ گے
تم چاہے جہاں بھی جاؤ گے
اک ایسا روز بھی آئے گا
جب رہ ہماری دیکھو گے
پر گزرا وقت نہ آئے گا
پھر کیسے من بہلاؤ گے
گو نئے لوگ مل جائیں گے
پر ہم تو نہیں مل پائیں گے
تم آئینہ جب بھی دیکھو گے
تو عکس ہمارا پاؤ گے
اک روز بھی ایسا آئے گا
تم صحرا صحرا بھٹکو گے
گلشن ہو یا ہو ویرانہ
تم ہم کو ڈھونڈ پاؤ گے
جب ساتھی سنگت توڑیں گے
جب تنہائی تڑپائے گی
پھر روؤ گے چلاؤ گے
یہ لوح ازل پہ لکھا ہے
اک روز تو ایسا آئے گا
☆ .... مزمل عارف-مندرہ

بارشوں کے موسم میں

لوگ روٹھ جاتے ہیں...... یوں ہی باتوں باتوں میں...... دل بھی ٹوٹ جاتے ہیں...... اک ذرا سی رنجش سے...... اک ذرا سی تنی پر...... ساتھ چھوٹ جاتے ہیں...... جن لوگوں سے تقدیر نہیں ملتی...... پھر وہی لوگ کیوں...... دل میں بس جاتے ہیں...... بات گر دل کی ہے...... تم سے پھر یہ کہنا ہے...... اگرچہ تم کو مجھ سے محبت نہیں ہے...... مگر تمہیں معلوم ہی کب ہے کہ تم برسوں سے آرزو ہو...... اس دل کی...... چلو چھوڑو محبت کو...... اور تم یہ سمجھو...... دوستی نے ہاتھ بڑھایا ہے...... تمہیں جاناں!...... برستی بارشوں نے پھر بلایا ہے...... وہ گلیاں، وہ رستے، وہ لہجے، وہ چہرے...... سب ہی تمہیں یاد کرتے ہیں...... چلے بھی آؤ اب جاناں!...... بارشوں کے موسم میں...... کسی سے روٹھنا نہیں اچھا...... سنو!...... اب سارے جھگڑے بھول جاؤ ناں...... سنو تم لوٹ آؤ ناں!
☆ .... سونیا ناز-گوجرانوالہ

غزل

اس دنیا میں ہمیشہ ہم بے نام رہے
اپنے گھر میں ہی ہم مہمان رہے
کون جان سکتا ہے بھلا میرے درد کو
خود اپنے ہی درد سے ہم انجان رہے
یہ وحشتیں، یہ سناٹے، یہ اداسیاں
سب ہمیشہ ہی میرے مہمان رہے
اس شہر ستمگر میں کہاں جائیں ہم
میرے درد آشنا ہی مجھ سے انجان رہے
کبھی تو کوئی سوچ میرے بارے میں
کیوں ہمیشہ سب مجھ سے انجان رہے؟
بس یہی سوچ کر قدم آگے بڑھایا میں نے واجد
کیوں میرا وجود بے نام و نشان ہے
☆ .... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

عید کا چاند اور میرا چاند

ہر طرف عید کا شور ہے...... عید کی گہما گہمی...... مارکیٹوں میں رش ہے...... ہر اک عید کی تیاری کر رہا ہے...... کوئی کسی کا منظور نظر ہو کر...... اس کی پسند میں خود کو ڈھال رہا ہے...... کوئی کسی کے نام سے منسوب ہو کر...... اس کے نام کا سنگھار کر رہا ہے...... کوئی کسی کے نام کی انگوٹھی پہن کر...... اپنے پیا کے خیالوں میں گم ہو رہا ہے...... عید جو نام ہے خوشیوں کا...... محبتوں بھری، قربتوں بھری ساعتوں کا...... اپنے پیاروں کا چاہنے والوں کی دید کا...... او جاناں! یہ تو عید کی ریت ہی بن چکی ہے...... ہم تم تو میلوں کے فاصلوں پر ہیں...... میرے آنگن میں بھی عید کا چاند...... اگرا ہے جو خوشی، محبت کی...... نوید لایا ہے...... او جاناں!...... مجھے انتظار ہے اپنے چاند، کی دید کا وہ چاند جو میرے آنگن کا چاند ہے...... جس پر صرف میرا حق ہے...... میری خوشیاں تو وہی ہیں...... جن میں تم میرے سنگ ہو...... جن میں تم نہیں وہ ادھوری خوشی...... میری تکمیل تم ہو...... میری خوشیوں کا...... مرکز تم ہو چاند کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا لے...... اس دعا کے لئے کہ...... اگلے سال یہ شوال کا چاند...... میرے چاند کو لے آئے...... تو میری بھی عید حسین ہو جائے
☆ .... عائشہ رحمٰن-کبیروالہ

اک سونا سا چاند

اک سونا سا چاند میرے فسانے میں رہ گیا
میں دھندوں کی شمعیں جلانے میں رہ گیا
وہ آ کے میرے گھر واپس بھی چلا گیا
میں تھا کہ اس کے لئے گھر سجانے میں رہ گیا
واپس ہوا تو گھر میرا شعلوں کی زد میں تھا
میں صرف مندروں میں دیپ جلانے میں رہ گیا
دنیا سے ساری عمر تعارف نہ ہو سکا میرا
میں خود کو خود ہی سے ملانے میں رہ گیا
☆ .... انتخاب: ارمان ملک

ساقی سنو فریاد ہماری

اے ساقی سنو فریاد ہماری
کبھی دنیا تھی آباد ہماری
ہم پریم نگر کے باسی تھے
اور پیار کے اتنے عادی تھے
سانس بھی پیار سے چلتی تھی
دھڑکن بھی گیت سناتی تھی
نہ کھانا پینا عشق سوا
نہ چلنا پھرنا عشق بنا
جیون میں ہر سو رنگ ہی رنگ
ہر پل میں جینے کی ترنگ
پھر سپنا ایک جو ٹوٹ گیا
وہ دیس بھی ہم سے چھوٹ گیا
اب تنہا تنہا گھومتے ہیں
جینے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں
☆ .... جنید سیف-ڈگری

غزل

دستکوں پہ بھی جو نہ کھلتا تھا، وہ در کیسا تھا؟
نام لکھا تھا جس پہ میرا، وہ گھر کیسا تھا
سنگ پھینکا، نہ کسی نے اسے مڑ کر دیکھا
جو ہری شاخ پہ ٹھہرا تھا، ثمر کیسا تھا
مطمئن پختہ مکانوں سے تو سبھی تھے لیکن
شہر میں موسم برسات کا ڈر کیسا تھا
جس کے سائے میں نہ ملتا تھا مسافر کو سکون
وہ گھنا پیڑ سر راہ گزر کیسا تھا
اس طرف دیر سے وا تھا خاور لیکن
وہ اندھیرا جو مسلط تھا، ادھر کیسا تھا
☆ .... انتخاب: ساحل دعا بخاری

غزل

مقدر ایک ہی لمحے کی بادشاہی تھی
پھر اس کے بعد نہ جینا تھا، نہ مرنا تھا
عجب عذاب تھی جذب و شعور کی ساعت
خطا بھی کرنی تھی، انجام سے بھی ڈرتا تھا
نگاہ نے وہی دیکھا، جو دیکھنا چاہا
کہاں دید تو آنکھوں پہ دھرنا تھا
پسند مجھ کو نہ تھے ڈوبتے ہوئے تارے
میں سو گیا مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا
☆ .... انتخاب: ساحل دعا بخاری

غزل

ہم بہت پریشان تھے اور شہر تیرا تھا
رستے بہت انجان تھے اور شہر تیرا تھا
ہم نے تیری تلاش میں بہت سفر کیا
یادوں کے ساز و سامان تھے اور شہر تیرا تھا
راستہ تو پا لیا پر منزل نہیں ملی
تجھے ملنے سے ناکام تھے اور شہر تیرا تھا
ہم اپنے دل میں تیری جستجو لے کر تھے نکلے
دل میں بہت ارمان تھے اور شہر تیرا تھا
تم نے یہ کہہ بھیجا کہ مجھے ملنے مت آنا
لوٹے تو قدم بے جان تھے اور شہر تیرا تھا
لوٹے تو دل رویا اور آنکھوں میں نمی تھی
کرن وہی راستے ویران تھے اور شہر تیرا تھا
☆ .... کشور کرن-چونکی

✣

مجھے یہ شعر پسند ہے

مہندی رنگ لاتی ہے سوکھ جانے کے بعد
کوئی کسی کو یاد آتا ہے دور جانے کے بعد
✪ .... غلام شمس نوری-کھنڈیاں خاص

جس کے پاس ہے سرمایہ وہ جتنی چاہے خریدے
سنا ہے اب محبتوں کا جمعہ بازار لگتا ہے
✪ .... حمادظفرہادی-گوجرہ

دل میرا اوں جیہاں درزی دیاں لیراں
تیرا دل پیوں جیہاں لوہے دیا زنجیراں
✪ .... سیدفیضان شاہ-کوٹلی

تم سے بچھڑ کر فقط اتنا ہوا ہادی
تیرا گیا کچھ نہیں میرا بچا کچھ نہیں
✪ .... حمادظفرہادی-گوجرہ

وہ ہمسفر تھا مگر اس میں ہمنوائی نہ تھی
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی
✪ .... محمدعلی-ڈڈیال

ہم دعا لکھتے رہے لوگ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطے نے محرم سے مجرم بنا دیا
✪ .... سیدفیضان شاہ-کوٹلی

اس کے اک لمحے کی حفاظت کرنا اے میرے خدا
معصوم سا چہرہ ہے اداس ہو تو اچھا نہیں لگتا
✪ .... محمدعثمان-لیہ

گرتے رہے لوگ سجدوں میں اپنی ہی حسرتوں کی خاطر اقبال
اگر عشق خدا میں گرے ہوتے تو آج مے خانوں کی جگہ مسجدیں آباد ہوتیں
✪ .... محمدعثمان-کروڑلعل عیسن

صرف اتنا بتا دو کہ ہمیں تنہا چھوڑنے کی کیا وجہ تھی دوست!
کمی ہم میں تھی یا ہماری محبت میں دیکھی
✪ .... طاہرمحمودطاہری-اسلام آباد

پیار کر کے کسی کو دھوکہ مت دینا
پیار کے آنسوؤں کا تحفہ مت دینا

کوئی روئے تمہیں یاد کر کے
زندگی میں کسی کو ایسا موقع مت دینا
✪ .... وحیدعلی عبدالمجید-مانانوالہ

آج تیرے شہر میں اجنبی بن کر آیا ہوں
تیری یادوں کا انمول تحفہ ساتھ لایا ہوں
✪ .... محمدواصف-واہ کینٹ

میں نے پوچھا کالے بادلوں سے چاند نکلتا کس طرح
دلبر نے اپنے چہرے سے زلفیں ہٹا کر کہا اس طرح
✪ .... نامعلوم

پیار اگر خیرات میں بھی مل جائے تو لیتے ہیں
عارف یہ وہ صدقہ ہے جو سادات بھی لے لیتے ہیں
✪ .... سیدعارف شاہ-جہلم

خود کو پھول بنایا تمہیں خوشبو بناؤں کیسے
تم میرے دل میں سمائی ہو تجھے بتاؤں کیسے
✪ .... سیدعارف شاہ-جہلم

صرف وقت گزارنا ہو تو کسی اور کو اپنا لینا دوست!
ہم تو پیار اور محبت عبادت کی طرح کرتے ہیں
✪ .... ایم فاروق-رحیم یارخان

موت مانگوں تو زندگی خفا ہو جاتی ہے
زہر لوں تو وہ بھی دوا ہو جاتی ہے
اب تو ہی بتا کہ میں کیا کروں نوری
جس کو چاہتا ہوں وہ بے وفا ہو جاتی ہے
✪ .... غلام نبی نوری-کھنڈیاں خاص

وفا کو ہم وفا دیتے ہیں، بے وفا کو ہم بھلا دیتے ہیں
جو ہمیں وفا سے دل میں بٹھا لیتے ہیں ہم انہیں اپنا بنا لیتے ہیں
✪ .... محمدعلی-ڈڈیال

دل سے دل جدا نہیں ہوتے یوں ہر کسی پر فدا نہیں ہوتے
پیار سے بڑا تو دوستی کا رشتہ ہے کیونکہ دوست کبھی بے وفا نہیں ہوتے
✪ .... محمدعلی-ڈڈیال

چلو اپنی چاہتیں نیلام کرتے ہیں
دوستی کا سودا سر عام کرتے ہیں
تم اپنے دکھ ہمارے نام کر دو دوست
ہم اپنی خوشیاں تمہارے نام کرتے ہیں
✪ .... حمادظفرہادی-گوجرہ

کب بھلائے جاتے ہیں دوست دور رہ کر بھی
دل ٹوٹ تو جاتے ہیں مگر پھر بھی سینے میں رہے ہیں
✪ .... حمادظفرہادی-گوجرہ

ہم نے خود میں تم کو پرو دیا ہے ایک تسبیح کی طرح یاد رکھنا
اگر ہم ٹوٹے تو بکھر تم بھی جاؤ گے
✪ .... ایم فاروق

کر لے کوئی یاد تو ہم بھی اسے یاد کر لیا کرتے ہیں دوست!
باقی اب ہماری عادت نہیں رہی مصروف لوگوں کو تنگ کرنے کی
✪ .... ایم فاروق

آج تم ان کی یادوں میں ایسے کھوئے ہوئے ہو فراز
جیسے تنہا کشتی کو سمندر میں شام ہو جائے
✪ .... حسنین کاظمی-منڈی بہاؤالدین

رب نہ کرے کہ یہ زندگی کبھی کسی کو دغا دے
کبھی کسی کو رلائے نہ دل کی لگی مولا سب کو دعا دے
✪ .... حسنین کاظمی-منڈی بہاؤالدین

وعدہ تھا ان کا رات کو آئیں گے خواب میں نذیر
اور ہم تھے کہ رات بھر خوشی سے سو نہ سکے
✪ .... نذیراحمدخان جوئیہ-اسلام آباد

عشق والے تو آنکھوں کی زبان سمجھ لیتے ہیں
ملتے ہیں سپنوں میں تو ملاقات سمجھ لیتے ہیں
ارے روتا ہے آسمان بھی اپنے پیار کے لئے
جانے کیوں لوگ اسے برسات سمجھ لیتے ہیں
✪ .... واصف علی آرائیں-بھریارروڈ

معاف کرنا مجھے اے دل اس میں نہ ہے کوئی خطا میری
جسے سمجھتی تھی میں نیکی بن کے ملی وہ مجھے سزا میری
✪ .... عابدہ رانی-گوجرانوالہ

سندر ہاتھ سنہری زلفیں کوئی تو ان کو چھوتا ہو گا
پھول سے ہونٹ جب کھلتے ہوں گے قسمت والا سنتا ہو گا
✪ .... عابدعلی آرزو-سانگلہ ہل

جب یاد میری آئے تو ستاروں پہ نظر کرنا
ٹوٹ کے سنائیں گے داستاں میرے دل کی
✪ .... اورنگ زیب-جہلم

نہ آیا وہ میرے مرنے کی خبر سن کر بھی میرا حال پوچھنے وہی
کہ شاید یہ بھی ملنے کا ایک نیا بہانہ ہے
✪ .... ریاست خان-سیانوالی

پیار جھوٹا سہی دنیا کو دکھانے آ جا
تو کسی اور سے ملنے کے بہانے آ جا
✪ .... سلیمان-آمان کوٹ

جب لوگ جذبوں کی توقیر نہیں کرتے
ہم بھی کوئی اپنا دکھ تحریر نہیں کرتے
دل چیرتا ہے اس کا روکھا پن
کرتی ہے زباں وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے
✪ .... محمدشہبازگل-گوجرانوالہ

شکستہ دل ہوں مگر ملتا ہوں ہر ایک سے ہنس کر
یہی تو فن ہے جو آیا ہے بہت کچھ کھو جانے کے بعد
✪ .... محمدعمیرمظہرسنی-تبکیاں

ہاتھوں کی لکیروں میں قسمت نہیں ہوتی
کٹے ہاتھوں کی بھی خدا تقدیر لکھتا ہے
✪ .... ساجدحسن-مظفرگڑھ

یہ دنیا تجھے اس موڑ پہ لے آئے گی زیڈ
ہنسنا تو بڑی بات ہے تم رو بھی نہ سکو گے
✪ .... ایم زیڈ اے گبول-کراچی

کاش میں کوئی پھول ہوتا تو تیرے ہاتھوں میں ہوتا
تو میری خوشبو سونگھتی میں تیرے ہونٹوں کو چومتا
✪ .... کالو پردیسی بکی-کراچی

نکلا لہو چمن کا آگ آفتاب سے
ٹکرا گئی میری نظر کسی کے نقاب سے
✪ .... سیدعارف شاہ-جہلم

مت سمجھنا کہ سو کر تجھے بھول جاتے ہیں
ہم تو سوتے ہیں صرف تمہیں دیکھنے کے لئے

✪ .... عبدالصمام-اٹک
ان کے لئے جب بھٹکنا چھوڑ دیا
یاد میں ان کی جب تڑپنا چھوڑ دیا
وہ روئے بہت آ کر تب زمانے پاس
جب ہمارے دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا

✪ .... شہناز مجید-میرپور ماتھیلو
پھولوں کی خوشبو سے بھی محبت کی مہک زیادہ ہے
ہم آپ کو زندگی میں کبھی نہیں چھوڑیں گے وعدہ ہے

✪ .... امجد وکی کورو ٹانہ-لکڑیانوالہ
ہمارا حق تو نہیں ہے پھر بھی یہ تم سے پوچھتے ہیں
ہماری زندگی تم لے لو مگر اداس مت رہا کرو

✪ .... سید محسن رضا-جلالپور جٹاں
ایک چہرے پہ کئی کئی چہرے چڑھا لیتے ہیں لوگ
جس کو دیکھنے کے لئے تڑپتے تھے اسی کو انجان بنا دیتے ہیں لوگ

✪ .... محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک رود کوٹہ
نہیں ہنسیں ابھی نہیں پھر کبھی سہی
حال دل سنانے کو ابھی زندگی باقی ہے

✪ .... امین مراد انصاری-کراچی
محبت کا بچھڑ جانا تو اک رسم ہے جنید
عجیب بات تو یہ ہے کہ دوست بھی بے وفا ہو جاتے ہیں

✪ .... جنید اقبال-اٹک
شعلہ تھا جل بجھا ہوں ہوائیں مجھے نہ دو
میں کب کا جا چکا ہوں صدائیں مجھے نہ دو
جو زہر پی چکا ہوں تمہی نے مجھے دیا
اب تم تو زندگی کی دعائیں مجھے نہ دو

✪ .... سید ہمراز نرائن کشمیری-مظفرآباد
یہ وفا کی سخت راہیں یہ ہمارے پائے نازک
نہ لو انتقام مجھ سے میرے ساتھ ساتھ چل کے

✪ .... ام اکرام الحسن حنیف-فورٹ عباس
ہم نے ہر شام چراغوں سے سجا رکھی ہے
ہر شرط ہواؤں سے لگا رکھی ہے
نہ جانے آپ کس گلی سے آ جاؤ
ہم نے ہر گلی پھولوں سے سجا رکھی ہے

✪ .... غلام مصطفیٰ عرف موجو-کراچی
میری بے بسی، میری التجا، میری ضبط آہ پہ نظر تو کر
مجھے مسکرا کے نہ ٹال دے میری زندگی کا سوال ہے

✪ .... رائے جاوید کھرل-فورٹ عباس
یوں نہ مل مجھ سے خفا ہو جیسے
ساتھ چل موج صبا ہو جیسے
لوگ یوں دیکھ کر ہنس دیتے ہیں ناز
تو مجھے بھول گیا ہو جیسے

✪ .... سمیع اللہ سمی-دری خیل
جب بھی میرے دل کی مسجد میں تیری یادوں کی اذان ہوتی ہے
میں اپنے ہی آنسوؤں سے وضو کر کے تیرے جینے کی دعا کرتا ہوں

✪ .... رئیس صدام حسین ساحل-خان بیلہ
ہزاروں پھول توڑے مگر توڑا نہ پھول گلاب کا
ہزاروں نام بھولے مگر نام نہ بھولا جناب کا

✪ .... محمد عابد حنل-مانانوالہ
مت پوچھو کیا حال ہوا ہے عشق میں ہم دیوانوں کا
غم کے افق میں ڈوب گیا ہے چاند حسیں ارمانوں کا

✪ .... چوہدری محمد شمریز-میرپور آزاد کشمیر
ہم تو تجھے یاد کرتے ہیں جانے کیوں تجھے اعتبار نہیں
تیری نگاہوں سے پتہ چلتا ہے کہ تو تو کسی کا یار نہیں

✪ .... چوہدری محمد شمریز-میرپور آزاد کشمیر
میری آنکھوں میں کھو کر رہ گئی ہے
میرے اندر کی ہو کر رہ گئی ہے
سبھی کی آنکھ کا تارہ تھی
میری ہی آج ہو کر رہ گئی ہے

✪ .... ڈاکٹر رئیس اقبال شاد-جہلم
وہ مجھ سے روٹھا ہی رہے مجھے منظور ہے
لوگو اسے سمجھاؤ کہ میرا شہر نہ چھوڑے

✪ .... محمد رمضان شاہد-کبیر والہ
تیری جدائی کو میں سہہ نہ سکا، زندگی کے سفر میں تنہا رہ نہ سکا
راہ محبت میں وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، تو سمجھا کہ رسم محبت میں نبھا نہ سکا

✪ ....

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

محمد ندیم دیمی، حسن ابدال کے نام

ہر یاد میں تیری یاد ہوتی ہے
میری آنکھوں کو تیری تلاش ہوتی ہے
کتنی خوبصورت چیز ہے محبت دیمی
کہ دل دھڑکنے میں بھی تیری آواز ہوتی ہے

طاہر محمود طاہری-اسلام آباد

کسی چاہنے والے کے نام

اب رات بھر جاگیں گے تجھے یاد کر کے
تیرا چہرہ نظر آئے گا آنکھوں میں اک خمار بن کے
عمر بھر تیرا ساتھ اک کا خواب بن جائے گا
جب بھی تیرا خیال آئے گا میری روح کو بے قرار کر کے

محمد وصی مغل-واہ کینٹ

KK، چوکی کے نام

مچلتی میرے دل کی صدا چاک الفت میں کیا کیا
تو زلفوں سے اتنا پوچھ شانی یہ گزری ہے کیا کیا

سید عارف شاہ-جہلم شہر

محمد ساجد علوی، سردار گڑھ کے نام

کوئی گلہ نہیں ہے مجھے تیرے بدل جانے کا دوست!
اجڑے ہوئے چمن کو تو پرندے بھی چھوڑ جاتے ہیں

ایم فاروق-رحیم یار خان

اویس، چوک اعظم کے نام

اسے خود سے دور کرنا چاہا تو کس قدر دور کیا محسن
وہ شخص دل سے نکل کر میری روح میں جا بسا

محمد عثمان-لیہ

شہزادہ عالمگیر کے نام

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

محمد عثمان-کروڑ لعل عیسن

الیس کے نام

تیری یاد سے رشتہ کل بھی تھا
تیری یاد سے رشتہ آج بھی ہے
وہ پیار جو ہم تم سے کرتے تھے
اس پیار کا کھلا دروازہ آج بھی ہے

محمد علی-ڈڈیال

ثمر اعجاز گوندل، گوجرہ کے نام

سوچا بھی نہ تھا یوں اچانک جدا ہو جاؤ گے
کبھی ہر روز مس کرتے تھے اچانک فون کرنے سے بھی گھبراؤ گے

حماد ظفر ہادی-منڈی بہاؤالدین

حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤالدین کے نام

کسی کی یاد میں اتنا اداس مت ہوا کر ہادی
لوگ قسمت سے ملتے ہیں اداسیوں سے نہیں

احسن ریاض-قادر آباد

الیف وائی، ڈگر نون کے نام

آئی ہے یاد آپ کی اچھا ہے نام تیرا
اے دور رہنے والی بہن آپ کو سلام میرا

غلام نبی نوری-قصور

ریاض احمد، لاہور کے نام

اس لمحے پر قربان ہو میرا دل بھی میری جان بھی
جس لمحے دیکھتا ہے وہ مجھے فرصت نکال کر

کرن ریاض-لاہور

این، میانوالی کے نام

میں ہوں تیرا خیال تو میرا خیال ہے
اے مرکز خیال تیرا کیا خیال ہے

آتا ہے تو خیال میں کتنا خیال ہے
مجھ کو میرے خیال کا کتنا خیال ہے
عبدالوحید بند پال-کراچی

کسی اپنے کے نام
میری کہانی میرا حصہ تم ہو
میری سانس میری دنیا تم ہو
تمہیں کیسے بھلا دوں دل سے میری گل
میری تو ہر سانس کا حصہ تم ہو
محمد شہباز گل-گوجرانوالہ

جمیل فدا خیر پوری، خیر پور میرس کے نام
تجھے فرصت کہاں ہم غریبوں سے ملنے کی
وہ تو عارف ہے جو ہر وقت ہم سے ملنے کی حسرت کرتا ہے
عارف حسین لغاری-جام پور

ج، پاکپتن کے نام
زبان پہ تم میرے اعتبار نہیں کرتے
ہم ذکر محبت سر بازار نہیں کرتے
ڈرتا ہے بزنجو کا دل تیری رسوائی سے
اے جان اور تم سوچتی ہو کہ تم سے پیار نہیں کرتے
عبدالرشید بزنجو-گنڈانی

پیارے جواب عرض کے نام
تیری وجہ سے میرے لئے دوستوں کی قطار لگی ہے
ورنہ اس ناچیز کو اپنے شہر کے لوگ تک جانتے نہیں
عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

کسی چھوٹے کے نام
ملنے کی طرح مجھ سے وہ پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے ملا جس سے مقدر نہیں ملتا
پرنس مظفر شاہ-پشاور

شہزادہ عالمگیر کے نام
اپنی یادوں کے چراغ ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

امین مراد انصاری-کراچی

کسی دوست کے نام
نکل کے گھر سے کبھی میرے راستوں میں آ
بکھر کے میری طرح تو مسافتوں میں آ
تیری تلاش میں جانے کب سے پھرتا ہوں میں
میں تھک چکا ہوں تو اب میری آہٹوں میں آ
محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

سواد خان خٹک کے نام
تیری محبت میری پہچان ہے
تیری خوشی میرا ارمان ہے
کچھ بھی نہیں میری زندگی
تیری دوستی ہی میری جان ہے
محمد خادم خٹک-ڈیرہ مراد جمالی

شہزادہ عالمگیر، لاہور کے نام
آنکھوں سے میری اس لئے لالی نہیں جاتی
یادوں سے کوئی رات شہزادہ خالی نہیں جاتی
سنان سحر آڑھتی، چوک اعظم، لیہ

سب دوستوں کے نام
دوستی کر کے کسی کو دھوکا مت دینا
دوستوں کو آنسوؤں کا تحفہ مت دینا
کوئی روئے تم کا یاد کر کے زندگی میں کبھی
کسی کو ایسا موقعہ مت دینا
اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ

ملک محمد افضل طاہر، لاہور کے نام
ملک آسماں میں بے تعدد ستارے اور بھی ہیں
اک ہم ہی نہیں اس دنیا میں دکھ درد کے مارے اور بھی ہیں
محمد محسن ساغر-عارفوالہ

محمد شبیر ڈھکو ساہیوال کے نام
دوستی کر کے کسی کو دھوکہ مت دینا
دوستوں کو آنسوؤں کا تحفہ مت دینا

کوئی روئے آپ کو یاد کر کے
زندگی میں کسی کو ایسا موقعہ مت دینا
ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال

نامعلوم گوجر خان کے نام
یوں تو ہر لمحہ تیری یاد کا بوجھل گزرا
دل کو محسوس ہوئی تیری کمی شام کے بعد
ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

بے وفا ایس، جام پور کے نام
تنہائی نے تنہائی میں تنہا میرا ساتھ دیا
میں تنہائی کو تنہائی میں تنہا کیسے چھوڑ سکتا ہوں
غلام عباس، محمد پور دیوان

رسول شاہ آر، پشاور کے نام
یار بن، دلدار بن، دل کے تالے کھول دے
یا تو میرا محبوب بن جا، یا دل لگانا چھوڑ دے
بشیر سانول-مانسہرہ

کسی اپنے کے نام
تم اک مہکا مہکا سا احساس ہو کیف
تمہاری یادیں صحرا میں برستی پھوار کی مانند
عبدالمالک کیف-سنجر پور

شہزادہ عالمگیر کے نام
رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر نہیں گیا
وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
جلتا ہوا چراغ بجھا کر نہیں گیا
نرگس ناز-سکھر

نعیم اختر جان، فیصل آباد کے نام
کبھی کبھی تیری یادوں کے پرسکون لمحے
قسم خدا کی بہت بے قرار کرتے ہیں
شہزاد سلطان کیف-الکویت

الف، فیصل آباد کے نام
زندگی کا کیا مزہ جوانی کے بغیر
محبت کا کیا مزہ فاطمہ کے بغیر
سمندر پر کھڑا اس سوچ میں گم ہوں
کہ مچھلی مر جاتی ہے پانی کے بغیر
علی نواز مزاری-گھوٹکی

نوجوانوں کے نام
وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب ہو جس کا بے داغ ضرب ہو کاری
شفیق اقبال-کرک

مس ایس، آزاد کشمیر کے نام
نفرت کی آگ کو محبت کے ابر سے بجھا دینا فطرت ہے میری
ہم وہ دیوانے ہیں جنہیں کسی کی نفرت سے بھی پیار ہے
شوکت علی وفا-ماہی چوک

ایس کے نام، جہلم کے نام
جاتے ہوئے لوگوں کو کون روک سکتا ہے
یہ تو وہ اندھیرے ہیں جو صبح
ہونے سے پہلے ختم ہو جاتے ہیں
جانے سے پہلے اتنا سوچ لینا اے ایس
ہم جیسے لوگ تم کو ساری زندگی نہیں ملیں گے
عدنان حیدر-جہلم

محمد ہارون قمر بیج پور کے نام
لکھا پردیس قسمت میں وطن کی یاد کیا کرنا
جہاں بے درد حاکم ہوں وہاں فریاد کیا کرنا
خرم ہارون پردیسی-دوبئی

الف، ہری پوری کے نام
تیرے خیالوں سے فرصت نہیں ملتی
اک پل کے لئے فرحت نہیں ملتی
یوں تو سب کچھ میرے پاس ہے
بس دیکھنے کو اب کی آپ کی صورت نہیں ملتی
خلیل احمد ملک-شیدانی شریف

آپ کے خطوط

♥...... ماہ نومبر کا چڑیل حسنہ نمبر اپنی مثال آپ تھا۔ ٹائٹل شاندار تھا۔ شمارے کی قیمت میں مزید اضافہ کر دیا جائے۔ کہانیوں میں نمبر ایک پر ریاض احمد کی پراسرار ہمسفر تی۔ کنگ جی تو سی گریٹ ہو۔ دوسرے نمبر پر خالد شاہان کی تار عنکبوت تھی۔ واہ جی واہ۔ تیسرے نمبر کالا ناگ رہی۔ ویلڈن ظفر اقبال۔ خون آشام ناگن ایک بور کہانی ہے۔ پراسرار بچھو اور ڈائن میری مہمان پہلے بھی شائع ہو چکی ہیں۔ بھٹکتی روحیں، شیطان کی پجارن، سمندری عفریت، جنونی صندل، جلتی آنکھیں، انجام انتقام، خونی بدروح، مظلوم دوشیزہ، جن کا بچہ، تمام کی تمام اعلیٰ درجے کی کہانیاں تھیں۔ غزلوں میں حرا ناز، فرید علی نبی، رابی خان، محمد عمیر، لقمان حسن اور وارث آصف کی غزلیں بیسٹ تھیں۔ اشعار تمام کے تمام لاجواب تھے۔ خطور ہمیشہ کی طرح hot تھے۔ اسلامی صفحہ بھی معیاری تھا۔ رابی خان جلدی سے کوئی کہانی لکھو اور ہانیہ ملتان اچھے اچھے اشعار بھی بھیجو۔ (راجہ عمر-تھوتھال)

♥...... ماہ دسمبر کا شمارہ ملا ٹائٹل بڑا زبردست تھا۔ خالد شاہان کی کہانی تارِ عنکبوت سب سے زبردست کہانی ہے۔ دوسرے نمبر پر کہانی خون آشام ناگن تھی۔ شہزادہ بھیا کسی بھی ڈائجسٹ میں یہ پہلا خط ہے پلیز میرا خط ضرور شائع کریں۔ شہزادہ بھیا میں نے کچھ شعر اور غزلیں بھیجی انہیں اپنی محفل میں ضرور جگہ دیں۔ (عبدالوحید بندیال)

♥...... خوفناک ڈائجسٹ گزشتہ دو ماہ سے ہی پڑھنا شروع کیا جو کہ ایک دوست محمد عمیر سنی پڑھنے کو دیا۔ ماہ مارچ 2012ء کا شمارہ کل ہی خریدا۔ سرورق زبردست رہا مکمل کہانیاں پڑھیں سبھی لکھاریوں نے بہت خلوص اور دل جوئی سے لکھا غزلوں شعروں کا سلسلہ بھی ڈائجسٹ کو چار چاند لگا رہا تھا اور اس ڈائجسٹ کا سب سے بہترین سلسلہ بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام ہے۔ شہزادہ بھائی ڈائجسٹ کے ابتدائی صفحات میں اسلامی صفحہ بھی شائع کیا کریں کیونکہ اس کی وجہ سے قارئین کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور روح کو سکون ملتا ہے۔ شہزادہ بائی اس خط کے ساتھ کچھ کوپن اور تحریریں ارسال کر رہا ہوں پہلی بار کسی رسالے میں لکھا ہے پلیز ضرور شائع کیجئے گا اور آئندہ بھی میں اس ڈائجسٹ کے لئے تحریریں لکھتا رہوں گا۔ (طاہر محمود طاہری-اسلام آباد)

♥...... شہزادہ عالمگیر میں نے جب مارچ کا خوفناک ڈائجسٹ خریدا تو مجھے یقین نہیں ہوا کہ میری کہانی شائع ہو گی میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا میں آپ کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔ آپ سے درخواست ہے کہ میری باقی کہانیاں بھی شائع کر دیں تاکہ مجھے اور کہانی لکھنے کا حوصلہ ہو۔ میں نے ایک کہانی شیطان پجاری کا پہلا حصہ بھیجا ہے وہ شائع کر دیں تاکہ دوسرا حصہ بھی روانہ کر دوں۔ آپ کی بہت مہربانی ہو گی۔ (وحید علی-مانانوالہ)

♥...... ڈیئر قارئین نیا سال آ گیا اور آخر کار 2012ء سٹارٹ ہو ہی گیا۔ پرانے سال میں کچھ نئے ساتھی ملے اور کچھ بچھڑ گئے یہ تو ہر بار ہوتا ہے۔ ڈائجسٹ میں بھی کچھ نئے لوگوں کی آمد ہوئی اور کچھ نے ہمیں یاد رکھا کچھ نے خود کو برتر کرنے کی کوشش میں ہم پر تنقید کی۔ عائشہ رحمٰن کبیر والہ آپ پلیز لکھا کریں۔ پچھلے چند مہینوں میں نجانے آپ کہاں گم ہو گئی تھیں۔ عفیفہ عندلیب آپ بھی اسلامی تحریریں بہت ہی اچھا لکھتی ہیں۔ شہزادہ عالمگیر صاحب آپ یونہی روٹھ کر چلے جائیں یہ تو سوچا تک نہ تھا۔ خیر زندگی میں اتھاہ چڑھاؤ آتے رہتے ہیں ہمیں بہادری سے اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ چند مہینوں کے لئے میں بھی منظر عام سے غائب ہو گئی تھی میں ریسٹ چاہتی تھی پھر بھی بہت سے قارئین کرام نے ہمیں یاد رکھا۔ یہ تو ان قارئین کی بے لوث محبت ہی ہے۔ خیر بہت جلد میں دوبارہ آ رہی ہوں اور بس یہ کہنا بہتر ہو گا

کہ آ گئی ہوں۔ پلیز پرنس کریم آپ کہاں غائب ہو واپس آ جاؤ اور تنقید سے مت گھبراؤ۔ سکندر حبیب صاحب آپ بھی بہت ہی اچھے رائٹر ہو خوفناک کو آپ کی ضرورت ہے۔ ریاض احب آپ ہمیشہ اس طرح خوبصورت تحاریر کے تحفے ہمیں دیتے رہو۔ اقراء جی پلیز نئی سٹوری کے ساتھ حاضر ہو جاؤ ورنہ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔ انیلہ غزل آپ ہماری کہانیوں کی تعریف میں کنجوسی کیوں کرتی ہو۔ یٰسین احمد نگار پلیز کم بیک دے دیں۔ عبداللہ چشتی آپ کو ہماری کہانیاں کیوں پسند نہیں آتیں۔ عمران رشید جی آپ سینئر رائٹر ہو آپ کو وہی کچھ لکھنا چاہئے جو قارئین چاہتے ہیں۔ منیر سحری نئی سٹوری کے ساتھ حاضر ہو جاؤ جس کی ہیروئن ساحل ہو۔ عثمان غنی ایک تشنگی سی رہے گی کوئی اچھی سی قسط وار سٹوری لکھ کر اس کو دور کر دو۔ بلقیس خان آپ نے نیو رائٹروں میں سب سے اچھی کہانی لکھ دی۔ زین خالد آپ کے خطوط اچھے ہوتے ہیں۔ حیا اینڈ ہانیہ، فوزیہ اور نازیہ راجپوت آپ لوگ کہاں غائب ہو اور ہاں جی بوٹا راہی آپ بھی واپس آ جاؤ۔ شعر و شاعری میں بہت نئے لوگ آ گئے ہیں اب سب کو چاہئے کہ معیاری شاعری کریں۔ نظمیں و غزلیں اچھی جا رہی ہیں اور سندیسوں کا کالم دوبارہ شامل کریں۔ باقی رسالہ معیاری اور اچھا تھا۔ لعل شاہ رخ مرڈر تھی کی کچھ کچھ سمجھ نہیں آئی مگر سٹوری کا بیک گراؤنڈ اچھا تھا۔ (رابی خان-پشاور)

♥...... مارچ 2012ء کا خوفناک نمبر ناگن حسینہ میرے پاس ہے اس سے پہلے دو خط لکھ چکا ہوں جن میں غزلیں تحریریں ارسال کر چکا ہوں اب بھی شعر کے کوپنز غزلیں وغیرہ ارسال کر رہا ہوں مہربانی کر کے جلد شائع کر دیں۔ اسلام تحریریں احادیث ضرور شائع کیا کریں تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ دین اسلام پر توجہ دینی چاہئے۔ غزلیں، شعر، تحریریں سب ہی اچھے تھے۔ پھر کہانیوں پر نظر ڈالی ریاض احمد لاہور کی کہانی پراسرار آدمی کی قسط نمبر چار بہت اچھی ہے۔ امید ہے اس کا اینڈ بھی اچھا ہو گا۔ باقی کہانیوں میں شیطان محل بلال شبیر بری پور، زندہ لاش زبیر خالق اعوان لاہور، تار عنکبوت محمد خالد صادق آباد، بھیانک موت محمد وحید مانانوالہ، خوفناک حویلی داستان عارف حسین ساگر سکردو یہ اچھی تھی ان سب کو میری طرف سے مبارکباد و سلام قبول ہو۔ مس اقراء جلد قسط وار کہانی لکھو آپ کی آدم خور لڑکی اب بھی مجھے یاد ہے تمام پڑھنے لکھنے والوں کو سلام دعا۔ (سید عارف شاہ پریمی-جہلم)

♥...... مارچ 2012ء کا خوفناک ناگن حسینہ نمبر میرے ہاتھ میں ہے پھول اور کلیاں ابھی تک غائب ہیں سٹوریوں میں قسط وار سٹوریاں بہت ہی اچھی جا رہی ہیں۔ سب سے اوّل نمبر پر پراسرار آدمی ریاض احمد صاحب کی اس کے بعد تار عنکبوت محمد خالد شاہان صاحب کی اور خون آشام ناگن عمران رشید صاحب کی ان کے علاوہ کانٹیسں رابی خان کی، بھیانک برات عبداللہ حسن کی، خوفناک داستان عارف حسین کی اور زندہ لاش، زبیر خالق اعوان کی یہ سب سٹوریاں خوفناک تھیں۔ اشعار میں محمد فیضان شاہ، عثمان غنی فرام رحیم یار خان، سردار اقبال اور عمران انجم راہی ان سب کے اشعار بہت پسند آئے۔ لیٹروں میں نامعلوم صاحب پتہ نہیں کب معلوم ہو گا ان کا لیٹر بہت ہی اچھا اور شرمیلی طرز میں لکھا تھا اس کے علاوہ عثمان غنی فرام پشاور جن کے تین لیٹرز اس بار شائع ہوئے تھے اور وارث آصف بھائی ان کے لیٹرز پڑھنے میں بہت مزہ آیا۔ آخر میں باجی اقراء کو سلام اور درخواست کہ جلد خوفناک میں واپس آئیں۔ (ایم فاروق-رحیم یار خان)

♥...... جنوری 2012ء جیسے ہی شروع ہوا ہمیں احساس ہوا کہ یہ سال کچھ اچھا ہو گا۔ خیر قارئین جنوری اور فروری کا مہینہ شروع ہو چکا ہے نیا سال کی مبارکباد بھی کسی کو نہیں دی دل ہی کسی چیز میں نہیں لگ رہا ہے۔ دسمبر تو ہمیشہ سے اداس کر جاتا ہے۔ یہ تو دسمبر کی پرانی عادت ہے۔ دسمبر کے مہینے میں ایک پروقار ہستی ہم سے بہت ہی دور چلی گئی۔ کاش! ہم اس کی زندگی بچا پائے مگر افسوس صد افسوس کہ ہر کسی کو اس دنیا فانی دار سے کوچ کرنا ہے۔ کاش! ہم شہزادہ صاحب کے لئے بہت کچھ کر سکتے۔ جنوری کا مہینہ تو بہت جلد گزر گیا پتہ ہی نہیں چلا۔ دل و دماغ پر بس ایک ہی بات

نے گہرا اثر چھوڑا تھا کہ اب ہم کس کو انکل کہہ کر بلائیں گے۔ کس کو اپنے شکوے شکایات لکھے گئے۔ کاش زندگی کی مہلت اتنی مختصر نہ ہوتی۔ فروری کا شمارہ ملا تو خطوط ایک بار پھر دکھی کر گئے اور سب سے زیادہ دکھ مجھے عائشہ رحمٰن کبیر والہ کے خط سے ملا اس نے کس قدر خوبصورت الفاظ سے اپنے خط کی ترجمانی کی تھی۔ میں نے وہ خط دس پندرہ مرتبہ سے زیادہ پڑھا اور ہر بار آنسو میری آنکھوں سے بہہ نکلے۔ عائشہ جی اللہ آپ کے قلم میں مزید ہمت ڈالے کہ آپ نے تو اونچے سے اونچے اور اعلیٰ سے اعلیٰ ترین اپنے پیارے انکل شہزادہ عالمگیر کے ترجمانی کی ہے۔ سب خطوط پڑھے اور تمام نے دکھی کر دیا۔ یہ خبر بہت ہی زیادہ بری تھی ایسا لگ رہا ہے کہ ہمارا ہم سے بہت پیار کرنے والے انکل اب نہیں رہے۔ کاش! میں زندگی میں ایک بار انکل سے مل سکتی۔ فروری کا شمارہ ملا ٹائٹل اچھا تھا۔ ظالم پری نمبر اچھا تھا کہانیوں میں پراسرار آدمی قسط نمبر 3 ٹاپ پر تھی۔ باقی قسط وار سٹوریز بس گزارے لائق ہے خالد شاہان کی کہانی تار عنکبوت شروع میں ٹھیک تھی مگر پتہ نہیں اب بابو بیچارہ بیوی کے لئے اور کیا کیا پاپڑ بیلے گا۔ خون آشام ناگن تو میں پڑتی ہی نہیں ہو، سو نو کمنٹس۔ نئے رائٹروں میں پیپل کا پیڑ، عنبر حسین اور زرد ویرانہ سونیا وقاص کی سٹوریز متاثر کن تھیں۔ بات تو سچ ہے مگر میں فاطمہ کنول نے خوبصورت الفاظ میں اپنی کہانی کی ترجمانی کی۔ ظالم جادوگر کامران صاحب نے ٹھیک لکھی۔ طوفان اچھی تھی اور آنکھیں نے تو انڈین مویز کی یاد دلا دی۔ ویلڈن شعیب شیرازی اسی طرح لکھتے رہے۔ خوفناک آری نے یعنی عثمان غنی نے کمال کی کہانی لکھی تھی۔ ہمیں یہ کہانی بہت ہی خوبصورت لگی اتنا ڈر و خوف لگا کہ بیان ہی نہیں کر سکتی۔ جیسے ولن ابھی کہانی سے نکل آئے گا۔ (رابی خان-پشاور)

♥...... کچھ مصروفیات کی بنا پر خط نہیں لکھ سکا اور اسی طرح کچھ ڈائجسٹ بھی میں نے مس کر دے مگر کچھ ماہ قبل دسمبر کے شمارے میں جب شہزادہ عالمگیر صاحب کی وفات کی خبر پڑی تو بہت گہرا صدمہ پہنچا اللہ ان جیسے چمکتے دمکتے ستارے کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ عنقریب ایک مکمل سٹوری ارسال کروں گا اس وقت کچھ اشعار اور اقوال زریں وغیرہ ارسال کر رہا ہوں قریبی شمارے میں جگہ دیجئے گا۔ دوسرے خطوط کی طرح اس خط کو بھی ڈائجسٹ میں شائع کیجئے گا۔ (محمد علی-ڈڈیال)

♥...... آج خوفناک ڈائجسٹ کے خطوط میں کوئی مزہ نہیں پہلے یاسمین سلیم، خوشبو سلیم، آنٹی شبنم گل اور آصف وارث کے خطوط اور پھر ساتھ میرے فیورٹ رائٹر عمران رشید صاحب کے خط کیا مزہ تھا ہر ماہ ایک نئی جنگ اور جی کرتا تھا کہ کہانیوں کی جگہ بھی قارئین کے خط ہی لے لیں۔ اب ایس امتیاز صاحب بھی نظر نہیں آتے اور کراچی والوں کے خط بھی نظر نہیں آ رہے پلیز تمام واپس آ جائیں آپ کے بغیر خطوط کی محفل سونی سونی ہے اور اس دفع ساحل دعا بخاری، لعل شاہ رخ، خون آشام ناگن ویلڈن، تار عنکبوت بہت اچھی، سپنوں کا محل ریاض احمد سجاد حسین انفصال احمد عباسی اور میرے پیارے سویٹ اور کم سن رائٹر اسد شہزاد گوجرہ بہت اچھا لکھ رہے ہیں اور آخر میں شہزادہ عالمگیر صاحب کی یاد میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک شعر لکھتا ہوں۔ "بے سبب نہیں ان سونے گھروں کے سناٹے ہادی...... مکاں بھی روتے ہیں اپنے مکینوں کو یاد کر کے"۔ (حماد ظفر ہادی-منڈی بہاؤالدین)

♥...... مارچ 2012ء کا شمارہ جلدی ہی مل گیا۔ بھائی شہزادہ عالمگیر کی وفات کا سن کر دل بہت زیادہ دکھی ہوا اور افسوس بھی ہوا کہ ہم میں سے اتنی عظیم ہستی اس طرح چلی گئی کہ ہم کو ہوش ہی نہ رہا۔ اب ان کے لئے تو دعائیں ہی ہیں۔ اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اس شمارے میں سب سے اچھی کہانی کائینس رابی خان پشاور کی لگی اور اس کے بعد جن زادی عطا محمد بردہی سانگھڑ اور دیگر کہانیاں اچھی لگیں۔ ویمپائر محمد وقاص احمد کی کہانی نقل شدہ تھی اور بالکل بکواس۔ بھائی کبھی تو ہمارا وقت ضائع نہ کیا کرو۔ (غلام نبی نوری-کھڈیاں خاص)

♥...... میں نے مارچ 2012ء کا شمارہ پڑا بڑا مزہ آیا۔ جب میں نے اپنا خط اور شعر پڑھے تو مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

اس بار بھی تار عنکبوت، خون آشام ناگن اور پراسرار آدمی کی اقساط بہت اچھی تھیں۔ میں آفرید صاحب سے ایک بار پھر ریکوئسٹ کرتا ہوں کہ پراسرار بانسری کی تیسری قسط شائع کر دیں پلیز مجھے انتظار رہے گا۔ (محمد عثمان-کروڑ لعل عیسن)

♥...... ماہ ستمبر 2011ء کا ڈائجسٹ پڑھا اس بار ٹائٹل زبردست تھا۔ اسلامی صفحے کو سجاد حسن نے بڑی خوبصورتی سے سجایا تھا، Thanks۔ کہانی کے ٹائٹل پرانا تھا یہی سیٹنگ 2007ء کے ڈائجسٹ میں ہوئی تھی خیر۔ اس بار کہانیوں میں hit سٹوری آدم خور حسینہ ریاض احمد کی تھی۔ very good اچھی سٹوری تھی۔ خود غرض منیر سحری، داستان عشق سیما گوجر خان، شیطانی ناگن مزمل اکرام آئی، تھری سٹار فلیٹ نمبر 318 ایس امتیاز احمد کی زبردست سٹوریز تھیں۔ پریمی جن ایم آفریدی کی سٹوری دل کو لگی best تحریر تھی۔ انتقام نامعلوم کی بھی اچھی کہانی تھی۔ شکیل احمد مدینہ ٹاؤن کراچی یار تم نے سٹوریز لکھنا بند کیوں کر دیں لکھا کرو آپ کی کہانیاں اچھی ہوتی ہیں۔ غزلوں میں نوشی گیلانی، خوشبو کراچی، ایم ایس راحیل مظفر آباد، لوٹ آؤ ساجدہ تنولی ایبٹ آباد کی اچھی غزلیں تھیں۔ (فرید علی نبی-سیت پور)

♥...... کہانیاں پڑھیں پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ہمارے خوفناک کا معیار کہانیوں کا کچھ کم ہو گیا ہے کنگ ریاض کی کہانی بھی اچھی تھی قسط تعین کہ لیکن وہ مزہ نہیں جو پہلے ہوا کرتا تھا پھر تکون، مزاحیہ خوفناک تھی اچھی تھی بری نہیں کہوں گا۔ تار عنکبوت اچھی قسط رہی یکدم تبدیلی کر دی اس قسط میں بابو کو سولوی ٹائپ بنا دیا بہرحال زبردست تھی۔ ایس امتیاز کی کہانی تیس فیصد اچھی تھی اور کہانیاں پڑھنی میں یقیناً اچھی ہوں گی اور گم شدہ مس اقراء اور مس مریم، رابی خان کہاں ہو تم لوگ کوئی کہانی نہیں، نہ شعر، غزل کوئی چٹکی بات لکھی آپ نے بھائی کوئی دبنگ قسم کی انٹری دیں مجھے شدت سے انتظار ہے اور نگران اعلیٰ شہلا عالمگیر اور چیف ایگزیکٹو شہزادہ فیصل سے تو دل کی گہرائیوں سے کہوں گا کہ عالمگیر انکل کی وفات پر مجھے بہت افسوس ہوا اور میں اظہار تعزیت بھی کرتا ہوں۔ اللہ پاک ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (محمد وقاص احمد حیدری-سہگل آباد)

♥...... ماہ فروری 2012ء کا شمارہ بھائی جڑانوالہ سے خریدا۔ اس بار ٹائٹل بہت زبردست تھا جسے میرے پیارے دوست جبرائیل آفریدی، منظور اکبر اداس اور راجہ کامران کمالوڈ نے بھی پسند کیا۔ کہانیوں میں پراسرار آدمی اور خون آشام ناگن کے ساتھ ساتھ زرد ویرانہ سونیا وقاص، مظلوم بدروحیں ذاکر حسین، خوفناک آدمی عثمان غنی پشاور بہتر سٹوریاں تھیں۔ غزلوں اور شاعری میں لٹ شاہ رخ خاں، عفیفہ عندلیب، محمد بوٹا راہی، محمد فرحان علی، سونیاق ادر اور محمد واصف واہ کینٹ بہت اچھا لکھا مبارکباد قبول کرنا۔ خطوط میں سے عائشہ رحمٰن، فرزانہ یاسمین، وارث آصف، حیا اینڈ ہانیہ ملتان اور عیس دلی چاہت اڈا جسوآنہ کے خطوط اچھے تھے۔ (عمر دراز احسن بادشاہ-جڑانوالہ)

♥...... ماہ جنوری 2012ء کا شمارہ افضل بک ڈپو سے خریدا۔ کہانیوں میں نمبر ایک پر خونی زنجیر اور کایا جل اور پراسرار آدمی ریاض احمد کی تھی۔ ویلڈن ریاض احمد اتنی اچھی کہانی لکھنے پر ماہ دسمبر کے شمارے میں شہزادہ عالمگیر کی وفات کا پڑھا تو بہت زیادہ افسوس ہوا اور کل تک جو موجود ہم میں تھے آج اس دنیا میں نہیں رہے۔ یہ دنیا فانی ہے جو اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک دن ضرور جانا ہے۔ دنیا میں سب سے سمجھدار انسان وہ ہے جو موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کر لے۔ (ابرار احمد آرائیں-گگو منڈی)

♥...... فروری کا ڈائجسٹ ٹائم پر مل گیا پراسرار آدمی حسب معمول زبردست رہی ظالم جادوگر نے بس گزارا گیا فون آشام ناگن پانچویں قسط بھی کافی جاندار رہی زرد ویرانہ سونیا وقاص اگر یہ کہانی سچ میں آپ نے فرسٹ ٹائم لکھی ہے اور خود لکھی ہے تو ویلڈن۔ بات تو سچ ہے مگر یار آپ کے دو فالسہ کنول اور فاطمہ کنول یہ کیا ہے یا پھر ادارے کی غلطی نام کی طرح سٹوری بھی ادھوری۔ تار عنکبوت خالد شاہان نے تو بس بور کرنے کی قسم کھالی ہے خوفناک آدمی عثمان غنی اس دفعہ

گزار کیا آپ نے کالا جادو ہسٹری کی سب سے فضول سٹوری تھی اینڈ آپ فرزانہ کے نام سے لکھ کر قمر رمضان کو جگہ دلوانا چاہتے ہے سن لو۔ اچھی چیز خود اپنی جگہ بنا لیتی ہے اگر اسے لکھنا نہیں تو فضول ادارے کا ٹائم ویسٹ نہ کرے۔ (لعل شاہ رخ خان۔ کرک)

♥...... جنوری 2012ء میرے لئے خوشیوں کی نوید لے کر آیا لیکن اٹھارہ جنوری کو ملا اتنا بٹ دیر آئے صحیح آئے بات کروں گا فرسٹ اپنی سٹوری مرڈر تھری اتنا میں پرنٹ عجیب طرح کی چینج ان میں ہوئی تھی کہ سٹوری خود میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی پتہ نہیں قارئین کیا تنقید کریں گے، خوفناک نہیں تھی لیکن بہنوں کا پیار اجاگر کرنے کے لئے تھی۔ پراسرار آدمی اس مہینے کی بیسٹ کہانی تھی تار عنکبوت لوگ تعریف کر رہے مگر مجھے تو ایک لفظ بھی پسند نہیں آ رہی خون آشام ناگن قسط چار اچھی تھی۔ کالا جل پتہ نہیں آپ کے ساتھ کبھی ایسا ہوا ہے کیا آسیب گزارے لائق تھی۔ خونی زنجیر مجھے کہانی میں ایک چیز پسند آ گئی وہ تھا نام زیبا بس اور کچھ نہیں۔ سپنوں کا محل احسان ساحر تکتا ہے آپ میانوالی والے سب ساحر ہوں تبھی اتنے سپنے دیکھ رہے ہو۔ شکاری اچھی کہانی تھی۔ مظلوم روحیں ذاکر بھائی ویلڈن لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ خوفناک کے شعری پیغام جو ہم نے ارسال کئے تھے کہاں گئے اور نہ ہی آپ میرے شعر شائع کر رہے ہو۔ (شاہ رخ خان۔ کرک)

♥...... ماہ اگست اور ماہ ستمبر 2011ء کے ڈائجسٹ میرے پاس موجود ہیں جو کہ سنی خان بیلہ سے لئے افسوس اس بات کا ہوا کہ ہماری سٹوری شائع کوئی نہ ہوئی تھی حالانکہ میری چار سٹوریاں شہزادہ عالمگیر کے پاس موجود ہیں پھر بھی اگر ہماری سٹوریز شائع نہ ہوں تو پھر حد ہو گئی۔ خیر چھوڑو۔ ماہ اگست کی دی بیسٹ سٹوری خونی تابوت ریاض احمد، اعزازی موت، ایس امتیاز احمد، امتیاز انکل آپ ذرا موٹے ہو گئے ہیں۔ خوراک تھوڑی کم کریں۔ میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ ادھوری پیاس سکندر حبیب خونی جزیرہ ذاکر حسین، مجبوری صائمہ کی زبردست کہانیاں تھیں۔ محمد عمیر مظہر سنی آپ نے میری غزلوں کو پسند کیا اس کے لئے ویری ویری تھینکس آپ کا بہت بہت شکریہ۔ پراسرار دشمن وارث آصف گزارا لائق سٹوری تھی۔ عثمان غنی اگر آپ کوئی سٹوری لکھ نہیں سکتے تو دوسروں کا حوصلہ بڑھائیں ناں کہ کسی کے آگے اتنے لفظ نکالیں۔ (فرید علی نبی۔ سیت پور)

♥...... میں خوفناک رسالہ ہر ماہ باقاعدگی سے پڑھتی ہوں۔ یہ میرا پسندیدہ ڈائجسٹ ہے فروری 2012ء کا خوفناک رسالہ میں نے مکمل پڑھ لیا ہے اس میں دلوں کو لرزا دینے والی خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں مجھے بے حد پسند آئیں۔ آپ کی میں مستقل قاریہ ہوں اور میں نے تقریباً بیس یا پچیس غزلیں آپ کو سینڈ کر دی ہیں وہ باری آنے پر ضرور شائع کرنا میں منتظر رہوں گی۔ آپ کی میں احسان مند ہوں کہ فروری کے شمارے میں میرے دو لیٹر لگا دیئے ہیں۔ مہرو قادری آپ بہت گریٹ ہو آپ واقعی خوفناک ڈائجسٹ میں اچھی اچھی اور پیاری تحریریں لکھتی ہو۔ عائشہ رحمن کا بیوٹی فل خط تھا اس خط کی تعریف میں لفظوں میں نہیں کر سکتی۔ اس بار شعر اور غزلیں بہت اچھی تھیں سب کی سب پسند آئیں۔ صائمہ کی غزلوں میں بہت درد تھا۔ اپنے بیسٹ رائٹر ریاض احمد کی سٹوری پراسرار آدمی بے حد پسند آئی۔ کالا جادو وارث نیازی کی اور خوفناک آدمی عثمان غنی کی بور بکواس اور فضول اور نقل شدہ تحریریں ہیں۔ (فرحین خان۔ ف۔ خ)

♥...... ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ جنوری 2012ء کا زخمی روح نمبر بالکل ہماری روح کو زخمی کر دیا۔ ابھی ہم شہزادہ عالمگیر بھائی کے ڈیتھ ہونے کا غم نہیں بھلا سکے کہ آپ نے خوفناک ڈائجسٹ کی پانچ روپے قیمت بڑا دی۔ جب ہم نے ساٹھ روپے دے کر خوفناک ڈائجسٹ لیا تو اس میں ہماری ایک بھی چیز شائع نہیں ہوئی تھی۔ آج ہم شہزادہ عالمگیر بھائی کو بہت مس کر رہے ہیں۔ وہ قیمت بھی نہیں بڑھاتے تھے اور ہماری زیادہ سے زیادہ تحریریں شائع کرتے تھے۔

(عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور)

♥...... ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ ماہ دسمبر ناگن لڑکی نمبر گوجر خان کے ایک بک سٹال سے خریدا ٹائٹل پر ایک خوبصورت دوشیزہ کے ساتھ ایک عدد جن کو دیکھ کر مارے ڈر کے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی کہ یہ جن خونی نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے جیسے ہی ڈائجسٹ کھولا تو دہی صفحہ نکلا جس پر شہزادہ انکل کی وفات کی خبر دی ہوئی تھی جسے پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ شہزادہ انکل کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف کہانیوں میں سب سے پہلے اپنے فیورٹ رائٹر ریاض احمد کی پراسرار آدمی کی قسط نمبر ایک پڑھ کر مزہ آیا اس کے بعد دوسرے نمبر پر جو کہانی تھی وہ خونی ہاتھ انعام لی کی تھی۔ باقی کہانیاں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ خطوط میں تقریباً سارے خط اچھے تھے۔ اس کے بعد جن دوستوں نے مجھ سے موبائل پر رابطہ کیا جن میں محمد افسر سرگودھا، محمد عمر میاں چنوں، احسان سحر میانوالی، ایم امیر عاصم میانوالی اور نعیم راج کنگن پور سے ہیں ان سے بات کر کے بہت اچھا لگا۔ اس کے بعد بات کرتے ہیں جی جنوری کے شمارے کی سب سے پہلے تو تمام قارئین کرام رائٹر اور جن دوستوں نے مجھ سے رابطہ کیا ان کو نئے سال کی خوشیاں مبارک ہوں۔ اس کے بعد کہانیوں میں سب سے پہلے اپنے فیورٹ رائٹر ریاض احمد کی پراسرار آدمی کی قسط نمبر دو پڑھی جسے مجھے بے صبری سے انتظار تھا۔ اس کے بعد احسان سحر کی سپنوں کا محل پڑھی جو تقریباً اچھی تھی۔ اس کے بعد جو سب سے زیادہ کہانیاں مجھے پسند آئیں وہ کایا جال سجاد حسین اور خونی زنجیر ریحان شان کی تھیں۔ ان دونوں بھائیوں سے میں امید کرتا ہوں کہ یہ آگے بھی خوفناک میں لکھتے رہیں۔ اس کے بعد جن بھائیوں نے میری کہانی کو پسند کیا جن میں رائے عیس ولی چاہت اور راجہ عمر ہیں، بھائی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ (مدنان عاشق پریم۔ گوجر خان)

♥...... جنوری 2012ء کا زخمی روح نمبر بڑے انتظار کے بعد پندرہ تاریخ کو گھوتکی سے خریدا گھر آ کر ورق گردانی کی اسلامی صفحہ اور گلدستہ دونوں غائب تھے پھر میں نے اپنے خط پڑھے اور کہانیوں کی طرف آئے تو سب سے پہلے میں نے خون آشام ناگن کی قسط نمبر 4 پڑھی اس کے بعد تار عنکبوت کی قسط نمبر 4 پڑھی بہت مزہ آیا۔ اس کے بعد ریاض احمد کی کہانی پراسرار آدمی پڑھی بہت مزہ آیا لیکن جب ساحل دعا بخاری کی کہانی تکون پڑھی تو مجھے اپنے آپ پر بہت غصہ آیا، میں نے جو پہلے تین کہانیاں پڑھیں ان کا سارا مزہ خراب کر دیا۔ شہزادہ بھائی چند باتوں پہ غور کریں ایک قسط وار کہانی کی پچھلی قسط کا خلاصہ ضرور دیا کریں جیسے پہلے شہزادہ انکل دیتا تھا۔ (بہادر عمار ربانی بلوچ۔ گھوٹکی)

♥...... ماہ فروری کا شمارہ دس تارخ کو ملا ٹائٹل کے ساتھ ساتھ کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ خاص طور پر خون آشام ناگن عمران رشید کا تو کوئی جواب ہی نہیں تار عنکبوت اور پراسرار آدمی بھی اچھی رہی۔ پراسرار بانسری کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں پر وہ تو شائع ہی نہیں ہو رہی۔ (عرفان اینڈ وقاص۔ ننکانہ صاحب)

♥...... فروری کا اب بھی خوفناک ڈائجسٹ کا ٹائٹل بہت ہی اچھا جو پہلے ہوا کرتا تھا۔ آج کل میں اقرا، عمران رشید، ریاض احمد، محمد خالد شاہان، کشور کرن اور جناب وارث آصف خان چھا گئے ہیں سٹوریز میں سب سے زیادہ لکھتے ہیں اور بہت ہی اچھا لکھتے ہیں۔ کالا جادو وارث آصف خان نے بہت ہی اچھا لکھا دیری گڈ وارث بھائی آپ اس طرح لکھتے رہیں۔ آج کل سکندر حبیب اور منیر سحری کی سٹوری نہیں آ رہی ہے۔ ہیلو امیر عاصم بھائی آپ ہم سے کیوں ناراض ہو رابطہ کرو۔ عمران نواز اور احسان نذیر آج کل کہاں مصروف ہو۔ رستم علی بھائی سناؤ کیا ہو رہا ہے۔ (راجہ کامران کمانڈو۔ کسووال)

♥...... محترم شہزادہ صاحب کی موت کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ افسوس کیوں نہ ہو گا کہ ایک روشن ستارہ غروب ہوا جو ہر کسی کا دکھ درد شیئر کرتا تھا۔ میرا ان دوستوں آصف صاحب اور سحری صاحب سے گلہ ہے کہ انہوں نے مجھے بروقت

اطلاع نہ دی چونکہ میں ان دنوں لاہور میں تھا۔ اگر بروقت اطلاع ملتی تو شاید محترم پیارے صاحب کا نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوتی۔ محترم قارئین صاحبان سے درخواست ہے کہ شہزادہ صاحب کے حق میں ایک بار سورۃ الفاتحہ اور تین بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر محترم صاحب کی روح پر ایصال ثواب کریں۔ اللہ تعالیٰ ان جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (اختر علی۔صوابی)

♥ ......فروری 2012ء کا تازہ شمارہ تین تاریخ کو خریدا۔ جلدی بھیجنے کے لئے شکریہ۔ اس ماہ کا ظالم پری نمبر اچھا ر سالہ سجا ہوا تھا۔ کہانیاں سب ہی اچھے انداز میں لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن پہلے نمبر پر خون آشام ناگن اور دوسرے نمبر پر تار عنکبوت اور تیسرے نمبر پر آنکھیں باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ (اے ڈی کنول۔کھپرو)

♥ ......ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ ماہ فروری ظالم پری نمبر میرے ہاتھوں میں ہے پڑھ کر بہت مزہ آ رہا ہے خوفناک کے نئے ابھرتے ہوئے رائٹر اسد شہزاد فرام گوجرہ منڈی بہاؤالدین بہت ہی اچھے رائٹر ثابت تب ہوں گے جب جناب کی دوسری سٹوری شائع ہوگی اس کے بعد اس ماہ کی سٹوریوں میں پراسرار آدمی بہت اچھی جا رہی ہے۔ خون آشام میرے فیورٹ رائٹر عمران رشید ویلڈن، تارِ عنکبوت مسٹر خالد شاہان بہت اچھا جناب آپ کی کہانیاں ہم منڈی بہاؤالدین والے بہت پسند کرتے ہیں۔ لکھتے رہنے گا اس کے بعد قمر اعجاز گوندل فراہم گوجرہ جناب میری طرف سے سلام قبول کیجئے گا۔ (حماد ظفر بادی۔گوجرہ)

♥ ......ماہ جنوری کا تازہ شمارہ 20 جنوری کو حسب معمول گھپرد سے خریدا پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف تو کہانیوں میں سب ہی رائٹرز اپنی اپنی قلم کا جادو جگانے کی کوشش میں نظر آ رہے ہیں۔ سب اسی طرح لکھتے رہئے اور اچھی اچھی کہانیاں ہماری نظر کریں، آپ سب رائٹرز کا شکریہ۔ (اے ڈی کنول۔ڈھلیار)

♥ ......ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ فروری 2012ء ظالم پری نمبر 12 ربیع الاوّل پانچ فروری کو خریدا۔ سب سے پہلے تو خوفناک کی پوری ٹیم اور قارئین کرام، رائٹرز اور تمام پاکستان کو ربیع الاوّل کی ڈھیر ساری خوشیاں مبارک ہوں۔ اس کے بعد اب آتے ہیں شمارے کی طرف تو کہانیوں میں سب سے پہلے اپنے فیورٹ رائٹر ریاض احمد کی پراسرار آدمی کی قسط نمبر تین پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ اس کے بعد پیپل کا پیڑ عنبر حسین، زرد ویرانہ سونیا وقاص، آنکھیں شعیب شیرازی اور طوفان انعام علی کی سٹوریاں بہت پسند آئیں۔ کالا جادو وارث آصف خان نیازی کا تجزیہ بہت پسند آیا۔ اس کے بعد عائشہ رحمان کبیر والہ کا خط پسند آیا۔ میری اس بہن سے گذارش ہے کہ آپ کوئی اچھی سی تحریر پسند آئیں۔ کالا جادو وارث آصف ان نیازی کی تحریر بھی اچھی تھی۔ باقی کہانیاں ایک چھوٹی سی مجبوری کے تحت پڑھ نہ سکا۔ امید یہی ہے کہ وہ تحریریں بھی اچھی ہوں گی۔ ان سب رائٹرز کو اتنی اچھی تحریریں لکھنے پر میری طرف سے مبارکباد اور امید کرتا ہوں کہ یہ آگے بھی اسی طرح لکھتے رہیں گے۔ خطوط میں وارث آصف خان نیازی کا تجزیہ بہت پسند آیا۔ اس کے بعد عائشہ رحمان کبیر والہ کا خط پسند آیا۔ میری اس بہن سے گذارش ہے کہ آپ کوئی اچھی سی تحریر بھی لکھیں ناں، امید کرتا ہوں کہ آپ مایوس نہیں کریں گی اور عمیر مظہر سنی تبکیاں مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ (عدنان عاشق پریم۔گوجر خان)

♥ ......ماہ دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ میرے ہاتھ میں ہے، میں نے ایک خط پہلے بھی لکھ دیا ہے میرے دوست خط کا مطلب خطوط کی محفل ہے۔ جب میں نے خوفناک کی خطوط میں پہنچا تو کچھ لوگوں کے خطوط بہت اچھے لگے مگر جب فرزانہ یاسمین آپی کا خط پڑھا تو وہ بہت غصے میں تھیں، آپی اتنا غصہ اچھا نہیں ہوتا۔ نوشین خان اور فرحین خان آپ کو خوفناک ڈائجسٹ میں ویلکم کہتا ہوں اور سب رائٹرز کو نیا سال مبارک ہو۔ میں ریگولر نہیں لکھ سکتا کیوں کہ کچھ مصروفیات ہوتی ہیں۔ قسط وار کہانیاں خوفناک ڈائجسٹ کی جان ہوتی ہیں، اقراء بہن آپ بھی قسط وار کہانی لکھیں، طلسمی مورتی کے بعد آپ کی کہانی کا شدت سے انتظار ہے۔ (بہادر عاربانی بلوچ۔گھوٹکی)

♥ ......ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ فروری 2012ء کا ظالم پری نمبر دلوں کو لرزا دینے والی خوفناک اور سنسنی خیز کہانیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود ہے۔ ٹائٹل اس بار تعریف کے لائق نہیں ہ۔ اگر آپ کا دعویٰ ہے کہ ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ اور جواب عرض کا ادارہ شہزادہ عالمگیر بھائی کے غم میں ڈوبا ہوا ہے تو میرا ایک مشورہ مانیں آپ دونوں شماروں میں اسلامی صفحہ ہر ماہ شائع کیا کریں، یہ ایک صدقہ جاریہ بن جائے گا جو بھی اسلامی صفحہ پڑھ کر اس پر عمل کرے گا تو اس کا ثواب شہزادہ بھائی کو ملے گا اور شہزادہ بھائی کی روح خوش ہو جائے گا۔ سب سے پہلے King of the world writer کی Danger سٹوری پراسرار آدمی پڑھ کر ڈائجسٹ کو wellcome کیا۔ بہت خوب ریاض بھائی۔ اس کے بعد زرد ویرانہ تحریر سونیا قادر کی اچھی سٹوری ہے۔ ظالم جادوگر کامران شکیل، بات تو سچ ہے مگر تحریر فاطمہ کنول، طوفان تحریر انعام علی، مظلوم بدروحیں تحریر محمد ذاکر، پیپل کا پیڑ تحریر عنبر حسین کی کہانیاں بے حد تعریف کے لائق ہیں۔ امید ہے آپ مزید محنت کریں گے۔ غزلوں میں لوٹ آنا بشیر احمد ناصر، دیپ جلا رکھا ہے کاشف علی جھمٹ اور صائمہ تبسم عرف ST کی غزلیں بے حد پسند آئیں۔ میں خوشی سے لکھتے ہوئے صائمہ تبسم کو دوبارہ خوفناک ڈائجسٹ کی محفل میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد سونیا قادر اور ارم مصطفیٰ کے شعر پسند آئے۔ خطوط میں عائشہ رحمٰن کا خط پڑھ کر بجائے شہزادہ عالمگیر کے بچھڑنے کے مجھے عائشہ رحمٰن کے دکھوں پر رونا آ گیا، ماشاء اللہ عائشہ رحمٰن میں اچھا ٹیانٹ ہے لکھنے کا۔ وارث آصف کا تجزیہ پڑھ کر ہنسی آ گئی۔ آخر میں میرا پیغام مہر دقادری کے نام یہ ہے کہ آپ لوٹ آؤ۔ (عبداللہ حسین چشتی۔سیت پور)

♥ ......ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ زخمی روح نمبر پڑھا بہت ہی اچھا تھا۔ پہلے نمبر پہ پراسرار آدمی آ رہی ہے ریاض احمد کی قسطیں بہت اچھی اور لاجواب ہیں آپ کو اچھی رائٹنگ اور اچھی سوچوں پر دل کی گہرائیوں سے سلام اور مبارک باد قبول ہو۔ میں تو آپ کو جواب عرض اور خوفناک کا چاند کہتی ہوں اور ہو بھی چاند باقی تمام رائٹروں کی کہانیاں اچھی ہیں۔ خون آشام ناگن، تار عنکبوت، کایا جل، مظلوم روحیں، مرڈر تھری، آسیب شکاری، تکون، سپنوں کا محل، خونی زنجیر سب ہی بہت اچھی ہیں۔ غزلیں بھی بہت پسند آئیں۔ باقی تمام رائٹروں کو سلام بالخصوص ریاض احمد کو بہت بہت سلام قبول ہو۔ کرن ریاض۔لاہور)

♥ ......اس بار کا شمارہ لیٹ ملا، قیمت بھی بڑھا دی گئی ہے لیکن پلیز صرف قیمت ہی بڑھایئے گا صفحات مت گھٹایئے گا۔ ریاض احمد صاحب اس بار مزہ نہیں آیا ہم آپ پر تنقید تو نہیں کر سکتے لیکن اتنا کہہ سکتے ہیں کہ آپ جیسے رائٹر سے اس قسم کی قسط کی توقع نہیں تھی۔ خیر کوئی بات نہیں امید ہے کہ اگلی قسط اس قسط کی کمی کو پورا کر دے گی۔ التمش بھائی! وارث آصف اور میں نے مل کر بھکر کے شہر دریا خان میں گذشتہ سال ہونے پر ایک کہانی لکھی تھی جس کا نام درندے رکھا تھا اس کا کیا بنا؟ پلیز جلد سے جلد شائع کریں مجھے سخت بے چینی سے انتظار ہے۔ امید ہے قارئین کو پسند آئے گی۔ خطوط کی محفل اس بار افسردہ تھی مگر وارث آصف کے سال بھر کے تجزیے کو پڑھ کر بے اختیار ان کی اس محنت اور ذہین طریقے سے ہر اک لفظ کی چھانٹ پر ان کے لئے تعریف نکلی۔ خطوط میں وارث آصف کے علاوہ عفیفہ عندلیب، ہانیہ اور عائشہ رحمٰن کا خط بہت اعلیٰ تھے۔ (فرزانہ یاسمین۔ڈگر نون)

♥ ......فروری کا شمارہ لیٹ ملا، سرورق ٹھیک نہیں تھا۔ کہانیوں کا اس بار تو اک دن میں ہی مطالعہ کر لیا۔ ریاض احمد کی کہانی اس دفعہ گزارے لائق تھی۔ خالد سلطان کی سٹوری تو اس بار حد سے زیادہ بکواس اور بور تھی۔ لعل شاہ رخ بابو بابو سے تنگ آ گئے تھے اس لئے شاید ان کی سن لی گئی اور بابو کو دفع کر کے ہمارے سروں پر مکیش کو نازل کر دیا گیا۔ وارث آصف خان کی کالا جادو اس ماہ کی سپرہٹ کہانی تھی۔ عام سے الفاظ تھے مگر جاندار پلاٹ اور الفاظ کا چناؤ اس انداز سے کیا کہ قاری اسے ختم کئے بنا نہیں رہ سکتا۔ بات تو سچ ہے مگر کے رائٹر کی کہانی پر صرف اتنا ہی کہوں گی کہ بات تو سچ

ہے کہ اس قسم کی گھٹیا سٹوریز نہ بھیجا کریں۔ خوفناک آدمی، زرد ویرانہ، مظلوم روحیں یہ وہ کہانیاں ہیں جو کہ اس اور گھٹیا کہانیوں میں نمبرون پوزیشن حاصل کرنے کے چکر میں ہیں۔ ظالم جادوگر بس گزارہ ٹائپ تھی۔ آنکھیں اوسط تھی مگر شیرازی صاحب خدارا خوفناک کی کہانی کو جواب عرض کی کہانیوں کے سانچے میں ڈھال کر زیادتی مت کریں پلیز۔ ہانیہ صاحبہ آپ کو بھی خوش آمدید اب خوفناک سے ناطہ مت توڑیے گا۔ (فرزانہ یاسمین- ڈگرنون)

♥...... نئے سال کا دوسرا شمارہ میلسی سے کوٹ مظفر مجھ تک بھائی کے ذریعے پہنچا جو کہ میانوالی سے آیا تھا اس بار ڈائجسٹ پھیکا پھیکا سا تھا تمام بڑے رائٹرز کے قلم شاید اس بار سردی میں ٹھٹھر چکے تھے۔ شاید اسی لئے وہ اپنا جادو نہ چلا سکے۔ کوئی بات نہیں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ پیپل کا درخت اچھی کہانی تھی۔ پرتجسس اور نامرتی کہانی نے مجھے تو کافی مزہ دیا اب عوام کو اچھی لگی یا نہیں مجھے نہیں معلوم۔ وقاص احمد حیدری صاحب آپ کی جس کہانی کی میں نے تعریف کی تھی اسے چوری شدہ جان کر مجھے کافی دکھ ہوا ہے لہٰذا میں اپنی تعریف واپس لیتی ہوں۔ وارث آصف خان کی کالا جادو زبردست واعلیٰ اے ون اینڈ وش یو دی ویری بیسٹ آف لک، امید ہے کہ آئندہ بھی اسی طرح کا تسلسل برقرار رہے گا۔ وارث آصف کے سال کے تجزیے میں انیلہ غزل کو اک فرضی نام ہی پا کر بے حد شاک لگا۔ غزلوں کی محفل میں بھی سردی چھائی رہی سب کی سب بس گزارا ٹائپ تھیں البتہ شعر کی محفل میں جان تھی۔ (نوشین خان- کوٹ مظفر)

♥...... فروری کا شمارہ ٹائم پر ملا، سرورق کچھ خاص نہیں تھا اس ماہ کی سٹوریز کی لسٹ پڑی تو وارث آصف خان کی کہانی کالا جادو موجود تھی فوراً اسے پڑھا تو کافی شاندار لگی۔ الفاظ کا چناؤ اور ترتیب کافی اعلیٰ تھی، پڑھ کر مزہ آیا۔ ریاض احمد صاحب کی کہانی تھی تو بہت اچھی مگر اس بار مار دھاڑ اور خون خرابہ بہت زیادہ تھا جو کہ میرے خیال میں حد سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ تار عنکبوت اپنی لائن سے ہٹ چکی ہے، اب یہ نہیں معلوم کہ رائٹر صاحب اسے کون سی ڈگر پہ لے جانا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں اسے بند کر دینا چاہئے کیونکہ گندے رونے سے چپ بہتر ہے۔ امید ہے کہ خالد شاہان اس مشورے پر عمل کریں گے۔ عمران رشید صاحب اپنی کہانی کو بے جا طول دے رہے ہیں اک سطر کی بات دس سطروں میں کرتے ہیں۔ خوفناک آدمی یہ کہانی میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ نقل شدہ ہے کیونکہ موصوف نے اس کہانی میں جو واقعات اور نام استعمال کئے ہیں وہ صرف اور صرف ریاض احمد کی طرح کے رائٹر ہی لکھ سکتے ہیں جن کو کہانی لکھنے کا مکمل ایکسپیرئنس ہے۔ طوفان انعام علی کی کہانی پڑھ کر ایسے لگا کہ جیسے تیسری کلاس کے بچے نے لکھی ہو۔ زرد ویرانہ بس گزارے لائق تھی۔ خطوط کی محفل اس بار بہت اداس اور غمگین تھی۔ وارث آصف کا سال بھر کا تجزیہ بہت اعلیٰ اور اپنی مثال آپ تھا۔ (نوشین خان- کوٹ مظفر)

♥...... اللہ کا شکر ہے کہ خوفناک ڈائجسٹ عالمگیر انکل کے جانے کے بعد بھی اسی طرح ترقی کی راہ پر گامزن ہے، خوفناک میں کی گئی تبدیلیاں قابل تعریف ہیں مگر ایک مسئلے کی جانب توجہ ضرور مبذول کراؤں گا وہ یہ کہ اشعار کے دو کالمز اس وقت شائع ہو رہے ہیں، ایک یہ شعر مجھے کیوں پسند ہے دوسرا بہترین شعرا اپنے پیاروں کے نام تو التمش جی کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے ایک کو ختم کر کے سندیسے والا کالم پھر سے شائع کیا جائے جو ایک منفرد کالم تھا اور اس میں بھی شعر استعمال ہوتے تھے۔ آنکھیں ایک اچھی کہانی تھی۔ عبداللہ حسن کے خطوط تو جوں کے توں شائع ہوتے ہیں مگر ان میں کام کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ آخر میں تمام قارئین سے گذارش ہے کہ وہ میرے نانا غلام علی خان جو کہ آج مؤرخہ بارہ فروری کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں کیونکہ میرے والدین بھی فوت ہو چکے ہیں اور میں اپنے نانا نانی کے گھر رہتا تھا۔ نانا نے مجھے باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی اور آج وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میرا دل تو پہلے ہی زخمی تھا مزید زخم لگا گئے۔ درد اس جگہ ہوتا ہے جہاں زخم لگتا ہے۔ پلیز قارئین کرام ان کے لئے دعا لازمی کرنا۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (محمد وارث آصف- واں بھچراں)

♥...... ماہ جنوری 2012ء کا شمارہ مہینے کے آٹھ تاریخ کو ملا۔ ٹائٹل تو شائع شدہ تھا مگر بیک سائیڈ پر کترینہ کیف کی جو پکچر تھی وہ بڑی کیوٹ تھی۔ دسمبر کے شمارے نے جو ویرانی ہمارے دلوں میں چھوڑی تھی وہ جنوری کا شمارہ بھی دور نہیں کر سکا۔ میرا شہزادہ عالمگیر انکل سے ایک رشتہ تو تھا اس نے ہمارے بلکہ ہم سب کے لئے بہت کچھ کیا۔ ہمیں لکھنے کا موقع فراہم کیا اور آج وہ ہم میں موجود نہیں ہے۔ ہمارے دل میں جو خلا رہ گئی ہے کاش یہ پر ہو جائے مگر شہزادہ عالمگیر ہمارے دلوں میں بستا رہے گا۔ جنوری کا شمارہ اتنا خاص نہ تھا۔ تار عنکبوت کی چوتھی قسط بورنگ تھی۔ خالد شاہان کی کہانی شروع میں اچھی تھی مگر بعد میں کہانی ڈھیلی پڑ گئی ہے۔ ریاض احمد کی پراسرار آدمی نے ڈائجسٹ کی لاج رکھ لی۔ خون آشام ناگن کی تیسری اور چوتھی قسطیں اچھی نہیں تھیں جبکہ اس کی شروع کی قسطیں بڑی زبردست اور انوکھی تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کہانی میں پھر سے نڈر بچے آ گئے ہیں اور کردار بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ عمران جی اس بار بھی آپ باز نہیں آئے وہی پرانی کہانیوں کی طرح ہیروئن اور ہیرو کی یہ بچے اف ہو۔ تکون ساحل دعا بخاری کی کہانی نے ہنسا کر لوٹ پوٹ کیا۔ سپنوں کا محل بہت ہی عمدہ تحریر تھی۔ احسان سحر آپ کی سٹوری اچھی تھی۔ کال یعنی کا یا جل نے بھی ہمیں دجال کی یاد دلا دی۔ ویلڈن سجاد صاحب شکاری جاسوسی ٹائپ سٹوری تھی مگر ایس امتیاز احمد نے بہت ہی زبردست لکھی۔ مظلوم بدروحیں ذاکر جی نے عمدہ سٹوری لکھی۔ آسیب افضال احمد عباسی مجھے آپ کا نام بہت ہی پسند ہے۔ مرڈر تھری لعل شاہ رخ آپ کی پہلی کہانی تھی، ہمیں بہت ہی پسند آئی مگر مہیش بٹ نے مرڈر ٹو تو بنائی تھی کہ آپ نے ڈائریکٹ مرڈر تھری بھی لکھ دی۔ رابی خان اور اقراء سے پرزور گذارش ہے کہ جلدی سے حاضر ہو جائیں۔ انیلہ غزل کہیں آپ بھی انیلہ شہزادی کی طرح غیب نہ ہو جائیں، پلیز راز کے بعد کم بیک دے دیں۔ بلقیس خان ہوٹل کا راز تو لکھ دو پلیز۔ شہزادہ التمش جی جو محبتیں اور چاہتیں ہمیں شہزادہ عالمگیر انکل نے دی تھیں اب آپ ہمیں دے گے۔ (عثمان غنی- پشاور)

♥...... شہزادہ التمش انکل فروری کا شمارہ ہر لحاظ سے شاندار تھا۔ شبلہ عالمگیر صاحبہ اور دیگر سٹاف نے اس بار ڈائجسٹ کے ہر پہلو پر غور کیا تھا۔ ٹائٹل البتہ پہلے بھی اس طرح سے شائع ہوا تھا مگر ظالم پری نمبر کا ٹائٹل کی جگہ اگر ظالم ناگن رکھا ہوتا تو مزہ آ جاتا کیونکہ وہ ٹائٹل کی نیلی آنکھوں والی پری کم اور ناگن زیادہ لگ رہی تھی اور بیک سائیڈ پر کترینہ کی تصویر نے ہمیں بے بس سا کر دیا۔ قسط وار سٹوریز میں ریاض احمد کی کہانی پراسرار آدمی ٹاپ ون پر ہے جبکہ باقی دو سٹوریز میں صرف دوڑ لگی ہے۔ خالد شاہان کی کہانی دو قسطوں تک تو اے ون چل رہی تھی مگر بعد میں ہیروئن صاحبہ لاپتہ ہو گئی اور ابھی تک مل نہیں رہی ہے۔ خون آشام ناگن بھی اب بور ہو گئی ہے۔ عمران بھائی خدا کا خوف کریں آپ کے تمام کہانیوں میں یہ نڈر بچے کہاں سے آن ٹپکتے ہیں جو خون آشام ناگن سے بھی نہیں ڈرے۔ مظلوم روحیں ذاکر حسین کی سٹوری اچھی تھی۔ باقی نئے رائٹروں کی سٹوریاں تھیں جن میں سونیا قادر، عنبر حسین اور فاطمہ جی کی سٹوریاں اچھی تھیں۔ عذاب بھی زبردست کہانی تھی۔ حتیٰ کہ اس بار مکمل ڈائجسٹ معیاری تھا۔ میری کہانی خوفناک آدمی نے مجھے بہت ہی خوشی دی اور نظمیں وغزلیں، شعر و شاعری اچھی تھی۔ خطوط بہت ہی زبردست تھے۔ ساحل دعا بخاری آپ نے جو کہانیاں لکھی ہیں وہ بہت ہی کیوٹ ہوتی ہیں۔ کچھ پرانے لوگ بہت یاد آ رہے ہیں جن میں انیلہ شہزادی سرفہرست ہیں اور باقی رئیس صدام حسین اور ان کے برادر جبکہ رابی خان کچھ مہینوں سے منظر عام سے غائب ہیں کیا وجہ ہے رابی جی پلیز حاضر ہو جاؤ کسی جن آن لائن کی طرح۔ نئے لوگوں میں بلقیس خان پشاور کی کہانی ہوٹل کا راز زبردست تھی۔ اقراء جی آپ کہاں چھپ کر بیٹھ گئی ہو دراصل آپ کی ہر کہانی خاص ہوتی ہے اگر آپ نہیں لکھیں گی تو کون لکھے گا آپ کے بغیر خوفناک پھیکا پھیکا سا لگتا ہے۔ (عثمان غنی- پشاور)

◆□◆